امام العارفین حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف کی

فارسی تصنیف

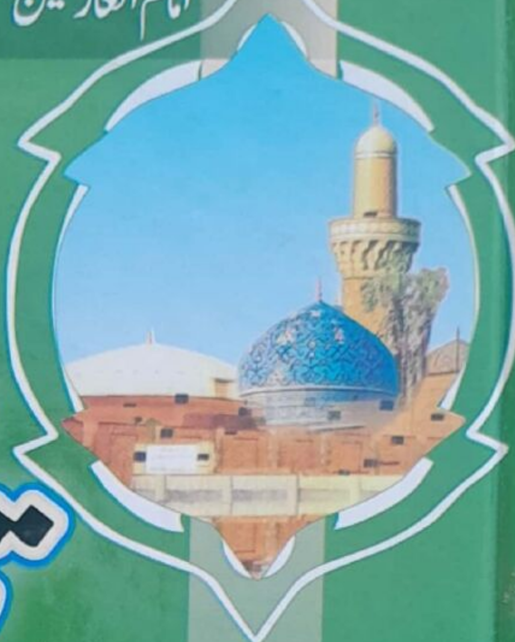

تذکرہ مقیمی

حسب الارشاد

حضرت میاں ذوالفقار احمد دامت برکاتہ

زیب سجادہ آستانہ عالیہ کھڑی شریف

اردو ترجمہ

محمد منور نورانی

ادارہ مصباح القرآن ساہیوال

تحریک وسرپرستی

حضرت علامہ مفتی عبدالرسول منصور الازہری دامت برکاتہ

چیئرمین شرعی کونسل برطانیہ

ناشر :: میاں محمد بخش اکیڈمی ـــ ریڈچ U.K

امامِ عارفاں، شاعرِ فطرت حضرت میاں محمد بخش رحمہ اللہ
کی نادر فارسی تصنیف

تذکرہ مقیمی

اُردو ترجمہ

محمد منور نورانی
اِدارہ مصباح القرآن ساہیوال، پاکستان

ناشر

MIAN ZULFIQAR AHMAD
AL-MIAN 10, WOLVERTON CLOSE
IPSLEY REDDITCH, WORC,S
B98 OAR
ENGLAND
TEL:07961383052

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولای صل و سلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

جملہ حقوق بحق خاندان میاں محمد بخش رحمہ اللہ محفوظ ہیں

کتاب ------------ تذکرۂ مقیمی

تالیف ------------ حضرت میاں محمد بخش رحمہ اللہ

اُردو ترجمہ ------------ محمد منور نورانی {0300-6932918}

نظر ثانی ------------ علامہ قاری محمد عرفان اللہ اشرفی

کمپوزنگ ------------ محمد ندیم طیب فریدی

سرورق ------------ محمد ضیاء اللہ نورانی

تاریخ اشاعت ------------ مئی ۲۰۰۸ء

زیر اہتمام ------------ میاں محمد بخش اکیڈمی ریڈچ، UK

ہدیہ ------------ 500/-

مقامات تحصیل

برطانیہ

☆ MIAN ZULFIQAR AHMAD

AL-MIAN 10,WOLVERTON CLOSE IPSLEY REDDITCH,

WORC,S B98 OAR **ENGLAND** TEL:07961383052

پاکستان

☆ **ادارہ مصباح القرآن** مسعود ٹاؤن عارف روڈ ساہیوال فون: 040-4228412

☆ میاں رفاقت علی ولد میاں خورشید احمد معرفت شوکت کریانہ سٹور

خانقاہ عالیہ **حضرت پیرا شاہ غازی** رحمہ اللہ کھڑی شریف میر پور آزاد کشمیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَوْلَاے صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ

انتساب

اس ترجمۂ کتاب ''تذکرۂ مقیمی'' کو
سیدنا میراں محی الدین غوث الاعظم
حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ
کی بارگاہِ والا جاہ میں بصد عجز و نیاز پیش کرنے کی
سعادت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

دُعا جُو

محمد منور نورانی

منقبت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

خدائی غوثِ اعظم کی خدا ہے غوث اعظم کا
مقام و مرتبہ سب سے جُدا ہے غوث اعظم کا
وہ بخشی ہے خدا نے سر بلندی پیرِ پیراں کو
قدم بر گردنِ کل اولیاء ہے غوث اعظم کا
نہ کیونکر پھر امامت اولیا کی آپ کو ملتی
مربی خود امام الانبیا ہے غوث اعظم کا
کوئی ہو نقشبندی سہروردی قادری چشتی
ہر اک فیضان خود پر مانتا ہے غوث اعظم کا
میرا مُرشد ہے گیلانی ہے سب پر جس کی سلطانی
پریشانی تصرُّف ٹالتا ہے غوث اعظم کا
علی کے لاڈلے خاتون جنت کے جگر پارے
مکرم جدّ امجد مصطفیٰ ہے غوث اعظم کا
حَسَن کے حُسن کے وارث حسینی رنگ بھی شامل
جمال دلنشیں دو آتشہ ہے غوث اعظم کا
حسیں تو اور بھی دنیا میں ہوں گے ہی مگر نوریؔ
تجلّی اپنی آنکھوں میں بسا ہے غوث اعظم کا

منتجہ فکر: اُستاذ العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج صاحبزادہ
قاری محمد اسد اللہ نوری دامت برکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم اور اظہارِ حقیقت

فقیہ العصر، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرت
علامہ الحاج مفتی عبدالرسول منصور الازہری
بانی اِدارہ مصباح القرآن ساہیوال، پاکستان
چیئرمین شرعی کونسل برطانیہ

آج سے تقریباً تین سال قبل ریڈنگ میں قائم بارکلیز بینک میں عارفِ ربّانی، واقفِ اسرارِ یزدانی، شاعرِ حقیقت نبّاضِ فطرت حضرت میاں محمد بخش قادری قدّس اللہ سرّہ العزیز آف کھڑی شریف میر پور کے علمی و روحانی خانوادہ کے چشم و چراغ میاں ذوالفقار احمد قادری سے ملاقات ہوئی تو آپ نے حضرت میاں صاحب کے دست مبارک سے لکھی ہوئی کتاب تذکرہ مقیمی کا ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ درخواست کی کہ آپ کی یہ علمی و تاریخی میراث آپ کے مشائخ اور خواجگان حجرہ شاہ مقیم کے احوال و معارف پر مشتمل فارسی زبان میں مرقوم ہے، اگر اسے اُردو زبان میں منتقل کر دیا جائے تو عوام النّاس بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں گے ہمارے خاندان کے باذوق احباب اور بزرگوں کی بھی یہ دیرینہ آرزو رہی ہے کہ حضرت میاں صاحب قبلہ نے جس حسنِ عقیدت اور گہری بصیرت سے اپنے اکابر اور مشائخ سلسلہ کا یہ خوبصورت اور رُوح پرور تذکرہ رقم کیا ہے اس کا فیضان عام ہونا چاہیئے۔ ہمارے خاندان پر واجب الاداء اس قرض کی ادائیگی کیلئے آپ کا انتخاب کیا گیا ہے اگر آپ ازراہِ مروّت یہ ذمہ داری قبول کریں تو ہمارے لئے روحانی مسرّت اور قلبی راحت کا سامان ہوگا اور یوں آپ ہمارے مورث اعلیٰ اور جد امجد ماہر شریعت اور سالک طریقت حضرت میاں صاحب کی خصوصی باطنی توجہ کے مستحق بھی ٹھہریں گے چنانچہ

اس مختصر سی ملاقات کے بعد بندہ ناچیز نے اس کام کی انجام دہی کیلئے رضامندی ظاہر کر دی اور میاں صاحب محترم سے اس تاریخی اور قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی لے کر ادارہ مصباح القرآن ساہیوال پاکستان کے ناظم تعلیمات علامہ محمد منور نورانی قادری کو اس کام پر مامور کر دیا اس سلسلہ میں اُردو اور فارسی کی مستند کتب لغات بھی انہیں فراہم کر دیں چنانچہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں یہ کام اپنے حسین انجام کو پہنچا، راقم الحروف کی خصوصی نگرانی اور پروف ریڈنگ سے مختلف مقامات پر ترجمہ میں اصلاح و اضافہ کیا گیا اس ترجمہ کی سلاست اور روانی کو برقرار رکھنے پر خصوصی ہدایات جاری کی گئیں۔ فارسی زبان کو اُردو زبان میں نقل کرتے ہوئے اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا کہ مؤلف کی مراد اور معنیٰ کی روح سلامت رہے اور ذاتی طور پر ترجمے میں کوئی ترمیم یا اضافہ نہ کیا جائے اس تاریخی ورثہ کی حفاظت اور اس روحانی فیضان کے عام کرنے میں میاں ذوالفقار احمد قادری ساکن ریڈچ برطانیہ داد و تحسین کے حقدار ہیں جن کی مالی اور عملی معاونت سے یہ ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ علامہ محمد منور نورانی کے بھی شکر گزار ہیں جن کی محنت شاقہ اور احساس ذمہ داری سے یہ شاہکار ترجمہ عام و خاص کی روحانی تسکین کا سامان بنا۔ اللہ کریم جل مجدہ اس ترجمہ کو شرف قبول نصیب کرے اور میاں صاحب ان کے والدین مرحومین اور جملہ خاندان کیلئے عزت و سعادت اور مغفرت کا باعث فرمائے آمین ثم آمین۔

سیف الملوک کی شاعری پر ایک تحقیقی نظر

دانائے رازِ حقیقت ماہر احکامِ شریعت حضرت میاں محمد بخش قادری مدفون کھڑی شریف میر پور آزاد کشمیر پاکستان قدس اللہ سرّہ العزیز نے اپنی شہرہ آفاق تالیف ''سیف الملوک'' کی نظم و شاعری میں جو معیار اور اندازِ بیاں قائم رکھا ہے وہ

کلام کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ شریعت وحقیقت کے تقاضوں اوران کے آداب کی بھی تکمیل کرتا نظر آتا ہے اس کی ایک اہم ترین وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی ذات والا صفات علمِ شریعت اور علم حقیقت کا حسین امتزاج لئے ہوئے تھی۔ انہوں نے جہاں یگانہ روزگار ماہر اور متقی علماء سے کتاب وسنت کے علوم وفنون حاصل کیے وہاں علوم حقیقت اور رموز طریقت سے مالا مال شیوخ واصفیاء سے بھی خوب استفادہ کیا ہمارے اس دعویٰ وفکر پر آپ کی متعدد اور متنوّع تالیفات شاہد و عادل ہیں جن کے پڑھنے سے ایک باذوق قاری کی دانش برہانی اور دانش روحانی دونوں روشن ہو جاتی ہیں اوراس کے قلب وروح میں کیف ومستی کا ابر کرم برسنے لگتا ہے۔ اہل نظر کے وجدان کے مطابق ان کے مطالعہ کلام سے ایمان افروز اور بصیرت افزاء کیفیات کا ظہور آپ کے زہد وتقویٰ روحانی رفعت اور علمی جلالت کا عکاس دکھائی دیتا ہے۔

راہِ معرفت کی خوبیاں ہوں یا اس کی آفات، شریعتِ محمدیہ کے ظاہری احکام ہوں یا اس کی باطنی حکمتیں آپ ان دو میدانوں کے شہسوار تھے۔ کسی ایسے جامع مؤلف سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اِصلاح نفس اور تزکیۂ قلب کی غرض سے کسی بھی داستان کو نظم کرتے ہوئے شریعتِ محمدیہ کے ظاہری یا اعتقادی پہلو سے صرفِ نظر کر جائے اور شریعت وحقیقت کے درمیان تصادم کی صورت پیدا کر دے۔ علی وجہ البصیرت یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی پوری نظم ونثر حق وصداقت اور فصاحت و بلاغت کی میزان میں تُل کر نمودار ہوئی ہے۔

جن ظاہر بینوں اور علم کے دعویداروں کو سیف الملوک کے دو چار اشعار شرع محمدی یا اہل سنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف دکھائی دیتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ ممکن ہے کہ وہ آپ کے کلام کا حصہ ہی نہ ہو بلکہ وہ آپ کے کسی معاند کی بدنیتی یا کسی معتقد کی خوش اعتقادی سے اضافی کلام ہوسکتا ہے کیونکہ آپ کی

ذات والا صفات سے ایسے غیر ذمہ دارانہ اشعار اور غیر شرعی افکار کا صدور ممکن ہی نہیں پھر یہ سلوک صرف آپ کے کلام سے ہی نہیں ہوا، قرونِ اولیٰ کے صوفیہ کرام کی زندگی اور ان کے وصال کے بعد بھی ان کی کتابوں سے ہوتا رہا ہے چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی مصری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''یواقیت و جواہر'' میں شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام اور کتابوں میں ان کے نظریات کے خلاف، سنت سے نازیبا اور خلاف حقیقت اضافات کا ذکر کر کے اسے کلام مدسوس (غیر مؤلف کی طرف سے ڈالا ہوا اضافی کلام) کا نام دیا ہے۔

اگر ان چند اشعار کا انتساب آپ کی طرف صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کی تاویل اہل حقیقت کی زبان میں شطحیات سے کی جا سکتی ہے جو ایک خاص روحانی منزل پر فائز ہونے کے بعد ان سے سرزد ہوتے ہیں اور عام لوگ ان کے حقیقی معنوں تک رسائی نہیں پا سکتے۔

حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ نے شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کچھ کلمات وفقرات کی انتہائی عمدہ تاویلات کی ہیں جن سے شیخ اکبر کے کلام کی عظمت اور رفعت فکر کا پتا چلتا ہے۔

تیسری تاویل یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ کا کوئی قلمی یا مطبوعی نسخہ سیف الملوک دستیاب نہیں کہ جسے ثقہ راویوں نے صحیح سند کے ساتھ آپ سے روایت کیا ہو اس لئے اس کے بعض اشعار میں پڑھنے اور اس کو طبع کرنے والوں کی طرف سے کچھ ردّ و بدل کرنے کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ جس کا اظہار صاحبِ کتاب نے خود بھی اپنی زندگی میں اس کتاب کے پہلی دفعہ طبع ہونے پر کیا کہ ''اس کی اِشاعت میں غلطیاں ہیں اور بعض مقامات پر ردّ و بدل بھی کیا گیا ہے'' چنانچہ آپ علیہ الرحمہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

بندہ ناچیز کی تجویز یہ ہے کہ اس لازوال اور پُر از حکمت کتاب کے اصل وارث اور آپ کی اس علمی و فکری تحریک کے امین حضرات یعنی خاندانِ میاں محمد بخش رحمہ اللہ کے افراد اس کی طباعت کی ذمہ داری خود لیں اور اس کے جملہ حقوق اپنے نام پر وقف کر دیں تا کہ یہ روحانی اور بیش بہا سرمایہ اصل صورت میں محفوظ رہ سکے۔ شریعت و حقیقت کے ماہر اساتذہ اور مخلص و پارسا صوفیہ کرام کی ایک کمیٹی تشکیل دے کر اس کتاب سے چند اشعار جن پر کلام مدسوس کا گمان گزرتا ہے اور وہ میاں صاحب قبلہ رحمہ اللہ کی علمی و روحانی فکر سے بھی متصادم نظر آتے ہیں نکال دیئے جائیں تا کہ معاندین کو انگشت نمائی کا موقعہ نہ مل سکے آپ کے حقیقی جانشین اور نسبی وارثین سے یہ بھاری ذمہ داری نبھانے کی توقع بھی کی جا سکتی ہے بہر حال اس عارف کامل اور مرد مومن کے نام اور کام کا دفاع کرنا دنیاوی رسم بھی ہے اور دین محمدی کا تقاضا بھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وسلم

نیاز کیش

عبدالرسول منصور ازہری

خطیب ریڈچ برطانیہ

یکم مئی ۲۰۰۸ء

حرفِ محبت

جانشین فقیہ اعظم حضرت علامہ
صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ
مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف
مدیر اعلیٰ ماہنامہ نورالحبیب بصیر پور (اوکاڑہ)

اہل اللہ کا تذکرہ رحمت الٰہیہ کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔۔ حدیث پاک میں ہے **تنزل الرحمة عند ذکر الصٰلحين** ''صالحین کے ذکر خیر سے رحمت الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے''۔

ان مقربین بارگاہ کی یاد سے گناہ دُھلتے ہیں جیسا کہ حضرت معاذ ﷺ سے حدیث مرفوع مروی ہے

ذکر الانبياء من العبادة و ذکر الصٰلحين کفارة

''انبیاء کرام کا ذکر عبادت ہے اور صلحاء واولیاء کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے''

بلاشبہ اہل اللہ کا تذکرہ راحت وطمانیت کا موجب ہے۔

زیر نظر کتاب ''تذکرہ مقیمی'' بھی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا تذکرہ ہے، جسے عارف باللہ حضرت میاں محمد بخش کھڑی شریف (آزاد کشمیر) نے نہایت عقیدت و محبت سے تحریر کیا ہے۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ العزیز کے پنجابی کلام سیف الملوک کو جو شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی وہ بہت کم کتابوں کے حصہ میں آئی۔ اس کتاب سے آپ کی ذات کے حوالے سے ایک کلاسیکل شاعر کا تصور اُبھرتا ہے مگر در حقیقت آپ صرف ایک ممتاز شاعر ہی نہیں، جید عالم دین بھی تھے، جو علوم وفنون کے بحر زخار اور شریعت وطریقت کے رمز شناس تھے۔

زیر نظر کتاب ''تذکرۂ مقیمی'' عارف کھڑی علیہ الرحمہ نے اپنے مشائخ کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے احوال و مناقب کے بیان میں فارسی زبان میں تحریر کی جو نظم و نثر کی صورت میں بہترین ادبی شہ پارے کی حیثیت رکھتی ہے۔ حمد خداوندی اور نعت رسول مقبول ﷺ سے اس کتاب کا آغاز کیا گیا ہے، ازاں بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب ہیں۔ پھر حضرت بہاول شیر قلندر اور حضرت شاہ محمد مقیم رحمہما اللہ تعالیٰ (حجرہ شاہ مقیم) کے منظوم و منثور مفصل حالات ہیں، جس سے ان مشائخ کرام کے کمالات و مقاماتِ علیا کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو اپنے مشائخ سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی اسی وفورِ محبت میں کہے گئے اشعار ادبِ فارسی کا عمدہ نمونہ ہیں۔

اس بلند پایہ علمی، ادبی سوانح کا اُردو ترجمہ فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد منور نورانی صاحب زید علمہ نے کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ کسی زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بڑا نازک فن ہے، مگر برادرِ عزیز نورانی صاحب نے رواں دواں با محاورہ ترجمہ کر کے فنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ وہ پہلے بھی کئی کتابیں مرتب کر چکے ہیں، زیر نظر کتاب ان کی علمی وابستگی کا بیّن ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم، عمل اور عمر میں برکت فرمائے اور انہیں بیش از بیش خدمات دینیہ کی توفیق مزید مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

کلماتِ تشکر

حضرت میاں ذوالفقار احمد قادری
زیب سجادہ آستانہ عالیہ کھڑی شریف
ناشر کتاب ہذا

جہانِ رنگ وبُو میں کسی بھی سطح پر کام کیا جائے مشکلات ہر آئینہ حائل ہوتی ہیں مگر با ایں ہمہ دوست احباب کے تعاون سے آدمی مشکلات کی خاردار وادیوں کو عبور کر لیتا ہے میری مدت مدید سے خواہش تھی کہ اپنے جدامجد حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی قدس سرہ کی معرکۃ الآراء تصنیف ''تذکرہ مقیمی'' کو افادہ عام کیلئے زیور طبع سے آراستہ کیا جائے لیکن حضرت کی کتاب سعی پیہم کے باوجود نہ مل سکی تا آنکہ مذکورہ کتاب میاں سلطان معروف صاحب مرحوم (جن کی مسلسل جدوجہد کے بغیر اگر یہ کام ناممکن نہ ہوتا تو مشکل ضرور ہوتا) کی وساطت سے صاحبزادہ میاں عنصر صاحب نے مجھے دی۔

چونکہ یہ کتاب فارسی زبان میں تھی اس لئے قبلہ مفتی عبدالرسول منصور زیدہ مجدہ سے مشورہ کیا اور ان کی سرپرستی میں مولانا محمد منور نورانی صاحب نے اس کا خوبصورت اسلوب کے ساتھ اُردو ترجمہ کیا۔

اس کتاب کی تشکیل وترتیب وتکمیل میں مذکورہ شخصیات کے علاوہ صاحبزادہ میاں افتخار احمد صاحب، صاحبزادہ میاں محمد زمان صاحب اور صاحبزادہ میاں سلطان معروف مرحوم کا بھی نمایاں کردار ہے۔ ان سب حضرات کی مخلصانہ روش پر دل کی عمیق گہرائیوں سے کروڑوں محبتوں سے لبریز گلہائے تشکر پیش کرتا ہوں کہ ان حضرات کے بیش بہا تعاون سے یہ کتاب منصہ شہود پر آئی۔ میرے چمن خیال میں تشکر کے جتنے جذبات ہیں سب کو مجسم کر کے تحریر کی شاخ پر بکھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو دارین کی نعمتیں عطا فرمائے اور اس کتاب کو ہر عام وخاص کیلئے نفع بخش بنائے۔ آمین

سجدۂ قلم

ارضی مخلوق میں رب کریم نے یہ سعادت حضرت انسان ہی کو عطا کی ہے کہ اس کے سر پہ عزت و کرامت کا تاج سجایا پھر اسے بربادی و ہلاکت سے بچانے اور فساد و طغیان سے محفوظ رکھنے کے لیے رسالت و نبوت کا نظام قائم کیا۔ مختلف ادوار میں انسان اصلاح و تعمیرِ اخلاق کیلئے انبیاء و رسل کی طرف رجوع کرتے رہے، ان عالی مرتبت معصوم انسانوں کی وساطت سے انسان فلاح و خیر، تعمیر و ترقی، کامیابی و کامرانی اور علم کی شاہراہ پر گامزن رہا تا آنکہ اس جہان رنگ و بو میں حضور رسالت پناہ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ بعثت رسول ﷺ کی سروری کرنوں سے افق تا افق روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ ظلمت شب سحر آشنا ہوئی، تاریکیاں چھٹ گئیں، کفر کی گھنگھور گھٹائیں صفحہ زمین سے مٹنے لگیں انسانیت کی پامال قدریں اعلیٰ و ارفع ہونے لگیں، بولہبی کی محرومیاں اور کفر کی غلاظتیں دیکھ کر سدید النظر، سلیم الفکر لوگ حق کی بیعت کرنے لگے حتی کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیل دین کا مژدہ سنایا گیا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کا وہ دین جس نے انسان کو جہالت کے اتھاہ اندھیروں سے نکال کر ہمدوش جبریل کیا چونکہ قیامت تک حضرت انسان کی فلاح کا ضامن ہے بایں وجہ رب ذوالجلال نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اُٹھایا۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے جہاں پر ہر کام سبب، علت اور قانون کے مطابق طے پاتا ہے ہر چند ہر کام کا حقیقی فاعل اللہ جل مجدہٗ ہی ہے مگر حفاظت دین کے اہم کاموں کیلئے اللہ جب چاہتا ہے تو اپنے بندوں میں سے انتخاب فرماتا ہے اسی طرح اللہ کے مقبول بندے حفاظت دین، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے اپنی زیست کا ثانیہ ثانیہ قربان کر دیتے ہیں۔ مخالفتوں کی آندھیاں نامساعد حالات، ناموافق ماحول اور طغیان و الحاد اپنی پوری کوششوں کے باوجود انہیں اپنے مؤقف سے نہیں ہٹا

سکتے ، ان کی استقامت، تگ و تاز، محنت، جدو جہد اور ریاضت سے جادۂ حق ہمیشہ روشن رہتا ہے یہ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ اور وارفتگانِ رسالت ﷺ ہی تھے جو ہر زمانے، ہر دور میں رنگ و نسل، حسب و نسب اور ملک و وطن کی حدود و قیود سے ماورا ہو کر انسانوں کو خدا پرستی کا درس دیتے رہے۔ ان عظیم پاکیزہ نفوس، بلند اقبال اور عالمی مرتبت شخصیات کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے کہ آج زمین کے چپے چپے پر مسجدیں اور خانقاہیں آباد ہیں جہاں ہر صبح و شام، ہر آن خداوند قدوس کی کبریائی کے نغمے فضائے عالم کو مترنم کیے ہوئے ہیں ان آستانوں پر ایمان و ایقان کی فرحت بخش شبنم، خیابان قلب و نظر میں کیف و سرور کا سماں باندھ رہی ہے، لوگ کشاں کشاں ان کے آستانہ ہائے روحانیت پر آ کر اپنی روحانی تشنگی دور کرتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند بھی دنیا کے دوسرے خطوں کی طرح کفر و شرک اور جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ تین کروڑ بتوں کی سر زمین پر ضروری تھا کہ کوئی عظمتِ خدا کا ترانہ چھیڑتا ، اللہ کی وحدانیت کا پرچم لہراتا اور حضور ﷺ کی رسالت کے نعرے بلند کرتا۔ یکا یک رحمت باری کو جوش آیا، چشمِ مصطفیٰ ﷺ کا رُخ ادھر پھرا، رضا جویان مصطفیٰ ﷺ حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، حضرت جلال محمود مکی، حضرت بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت شاہ ہمدان اور حضرت دم میراں لعل پاک بہاول شیر قلندر اور ان ایسے بے شمار بزرگان دین توکل اور تعلق خدا کا مظہر ہو کر کفر و شرک کے اس قلعہ پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ شرک و بت پرستی اور طغیان و سر کشی کے بت اوندھے منہ گر پڑے اور الحاد و بے دینی کے تمام مظاہر کا قلع قمع کر دیا۔ یہی وہ اولیاء کرام تھے کہ محبت کی گرمی، نظر کی فراست، روح کی بالیدگی، عقیدے کی صحت، خلوص کا جوش، علم کی گہرائی، اصلاح کا جذبہ ان کا رہینِ احسان ہے۔

انہی پاکباز، پاک خصلت اور عظیم نفوس میں حضرت بابا پیرا شاہ غازی قلندر

اور میرے جدامجد حضرت میاں محمد بخش قدس سرہ بھی ہیں۔ میرے جدامجد، حضرت رومی کشمیر عارف باللہ اور عالم ربانی تھے آپ نے ابتدائی تعلیم سموال شریف میں حاصل کی اور امام غزالی نے ''المنقذ من الضلال'' میں جو لکھا ہے کہ ''ولی کا سینہ مشکوٰۃ رسالت سے مستنیر ہوتا ہے'' اس کا مصداق اتم تھے، میرے جدامجد حضرت رومی کشمیر کو جو چیز دیگر صوفیا سے ممیز، مشرف اور ممتاز کرتی ہے وہ ان کا بدعقیدہ لوگوں کا واشگاف انداز میں مؤاخذہ کرنا ہے میرے یہ الفاظ محض حضرت سے وابستگی کی بنیاد پر نہیں بلکہ حضرت قدس سرہ کی کتب اس پر شاہد عادل ہیں حضرت میاں محمد بخش علیہ الرحمہ عجز و انکسار کا مجسّم پیکر تھے بایں وجہ جب آپ کا سانحۂ ارتحال ہوا تو قاضی سلطان صاحب اعوان شریف والوں نے فرمایا تھا کہ آج دنیا سے ادب اُٹھ گیا۔

میرے جداعلیٰ حضرت میاں محمد بخش علیہ الرحمہ نے حضور رسالت پناہ ﷺ کی بارگاہ میں نعت کا ارمغان بایں انداز پیش کیا کہ اشعار پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھ میں قلم نہیں شہ پر جبریل ہوگا زبان پر لفظ نہیں جنت کے پھول ہوں گے روح کھڑی میں نہیں عرش بریں پر ہوگی۔

حضرت جداعلیٰ کی تصانیف

حضرت میاں محمد بخش رحمہ اللہ نے اصلاح امت کے لیے پندرہ سے زائد کتب تصنیف کیں ان میں مشہور کتب '' سفر العشق (سیف الملوک)، ہدایۃ المسلمین، تذکرہ مقیمی، تحفہ رسولیہ، تحفۂ میراں اور پنج گنج وغیرہ ہیں۔

تذکرۂ مقیمی

زیر نظر تصنیف تذکرہ مقیمی فارسی زبان کی وہ عظیم کتاب ہے جس میں حضرت میاں محمد بخش علیہ الرحمہ نے بڑے خوبصورت پیرائے میں اپنے شیوخ کا تعارف فارسی زبان میں کروایا ہے، فارسی سے اُردو کے قالب میں ڈھالنے کا سہرا

حضرت علامہ مولانا محمد منوّر نورانی (ناظم تعلیمات ادارہ مصباح القرآن ساہیوال پاکستان کے سر ہے حضرت علامہ منور نورانی صبح وشام اس غیر فانی کام میں مگن رہے یہ کتاب حضرت مولانا زید مجدہ کی تگ وتازہ اور حضرت علامہ قبلہ مفتی عبدالرسول منصور صاحب اور برادر بزرگوار میاں محمد زمان صاحب کی مسلسل تصحیح ،نظر ثانی کے بعد آپ تک پہنچ رہی ہے جس میں میرے جدامجد حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے شیوخ کی یادوں کا چراغ روشن کیا سچی بات ہے کہ یہ کتاب نہیں ، ذکر ہے تصنیف نہیں عبادت ہے اور علامہ منور نورانی صاحب نے چراغ کہن کی تازہ کرن سے اُردودان طبقہ کے قلب ونظر کو مستنیر کرنے کی ایک قابل قدر کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نفع بخشش بنائے۔

حضرت میاں صاحب کے معترضین

جب ہم تاریخ کا دقت نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ ہمارے اسلاف جن کی فضاء معارف میں قلب ونظر کی بالیدگی اور روح کو آسودگی ملتی تھی ان کا اپنے اپنے دور میں حاسدین سے سابقہ رہا ہے اسلاف کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اپنے مغز بیدار اور نگاہ بینا سے جو محسوس کرتے اور سمجھتے تھے اسے برملا کہتے اور بیان کرتے۔علیٰ ہٰذا القیاس بعض عاقبت نا اندیش جو علمی پسماندگی فکری مفلسی اور ذہنی پستی کے شکار ہیں ،قلم کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے حضرت عارف کھڑی کے اشعار سے نا بلد ہونے کی وجہ سے ایسی تشریح کر گئے جس کی وجہ سے حضرت عارف کھڑی کے استخفاف شان کا پہلو نکلتا ہے الحمدللہ خلیل ثاقب اور دیگر کی ہرزہ سرائیوں ،یاوہ گوئیوں پر کان دھرنے کی بجائے قیامت تک لوگ عارف کھڑی کی محراب عظمت کے سامنے عقیدت سے سجدہ ریز رہیں گے بزرگوار برادرم میاں سلطان معروف صاحب اور میاں محمد زمان صاحب نے خلیل ثاقب کی جو زبردست گرفت کی ہے اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں اور علامہ طارق مجاہد جہلمی نے گلستان غازی قلندر کے مصنف کی ادبی خیانت پر جو گرفت کی ہے کا میں نہایت ممنون ہوں۔

محکمہ اوقاف کا ناروا طرزِ عمل

دربار عالیہ کھڑی شریف کو محکمہ اوقاف نے حکومتی مشینری کی ملی بھگت سے زبردستی اپنی تحویل میں لے کر تقریباً نصف صدی میں بدنظمی کی وہ مثال قائم کی ہے جس کا کوئی ثانی نہیں محکمہ نے حکومتی مشینری کو نہ صرف حضرت میاں صاحب کے خاندان سے زیادتی کے لیے استعمال کیا ہے بلکہ خاندان کی جائیدادوں پر اکثر اوقات معمولی معاوضے پر مختلف حیلوں بہانوں اور غلط بیانیوں سے قبضہ کیا ہے اور کچھ کمرشل قطعات اراضی پر بلا معاوضہ زبردستی قبضہ کیا ہوا ہے ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ ایک ناجائز مغصوبہ قطعۂ زمین پر اپنے قبضے کو دوام بخشنے کے لیے اسلامی مدرسہ بھی قائم کیا ہوا ہے اور قرآنی تعلیم دی جاری ہے اس کے علاوہ بھی کچھ کمرشل قطعہ اراضی جو کہ خاندانِ میاں صاحب کی ذاتی جگہ تھی کو زبردستی تعمیرِ مسجد کے نام پر چھینا گیا جبکہ اس کو خود محکمہ بھی کمرشل مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے علاوہ ازیں سرسبز درختوں کے وسط میں میاں محمد بخش رحمہ اللہ کے مبارک ہاتھوں سے بنی ہوئی مسجد اور حضرت بابا پیرا شاہ غازی دمڑی والی سرکار کے روضہ مبارک کو خاندان کی بھرپور مخالفت کے باوجود شہید کر دیا گیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے دربار کی توسیع کے نام پر تمام حکومتوں کے دَور میں بار بار کروڑں روپے کے نام نہاد پروجیکٹ دربار عالیہ کی بہتری یا زائرین کی سہولت کے بہانے پر محض خاندان میاں محمد بخش رحمہ اللہ کو مالی نقصان پہنچانے اور محکمہ اوقاف کے حواریوں کو ٹھیکوں سے نوازنے کے لیے بنائے جاتے ہیں علاوہ ازیں دربار عالیہ کھڑی شریف کے لیے مانی ہوئی نذر و نیاز کے حوالے سے اکثر عقیدت مند سوال کرتے ہیں کہ ان دُمڑیوں کے اصل وارث کون ہیں؟

تذکرۂ مقیمی کے مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ ان دمڑیوں کے اصل وارث میاں دین محمد صاحب رحمہ اللہ کا خاندان ہے کیونکہ

خود حضور غازی قلندر، صاحبِ آستانہ نے اپنے حقیقی فرزند حضرت میاں ساون جی سے فرمایا تھا کہ میرا اور میرے مصلے کا وارث دین محمد ہے، علاوہ ازیں تذکرۂ وفات حضور غازیؒ قلندر رحمہ اللہ کے ضمن میں آپ یہ بھی پڑھیں گے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے دمڑی اور سجادہ دین محمد کو دے دیا ہے۔ جب حضور غازیؒ قلندر پیرا شاہ علیہ الرحمہ نے خود فرمایا ہے اور صاحبِ کتاب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ گواہ ہیں تو اس میں کچھ اِشکال باقی نہیں رہتا کہ ان دمڑیوں اور نذر و نیاز کے اصل وارث ہم لوگ یعنی خاندانِ میاں صاحب کے اَفراد ہیں جو کہ بابا دین محمد صاحب علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے ہیں نہ کہ محکمہ اوقاف اور اس کے استبدادی پنجے۔

چنانچہ میرے خیال میں اس نذر و نیاز کے اصل مالک یعنی خاندانِ میاں صاحب کے لوگ اپنی مرضی سے اس کو خود تقسیم کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اپنی صوابدید پر مستحقین کو دے سکتے ہیں۔ جبکہ محکمہ اوقاف کو نذر و نیاز کے مال پر قبضہ کا اختیار ہرگز حاصل نہ ہے۔ اس لئے یہ ذہن میں رہے کہ نذر و نیاز (خواہ صدقات واجبہ ہوں یا نافلہ ہر دو) کی اصل وارث اولادِ میاں دین محمد علیہ الرحمہ ہیں، اس نذر و نیاز کو حاصل کرنے کا محکمے کو کوئی حق نہیں ہے۔ مزید یہ کہ محکمہ اوقاف کے زیرِ تصرف مزارات کے نذرانوں اور اموالِ نیاز کی بندر بانٹ اس کے اہلکار جس انداز سے کرتے ہیں کوئی بھی ذی شعور اس سے غافل نہیں ہے، ایسے حالات میں زائرین کے لیے بہتر یہ ہوگا کہ نذر و نیاز خاندان میاں محمد بخش یا زکوٰۃ کے مستحقین کو دی جائے تا کہ شرف قبولیت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ اور مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوض و برکات میں سے حصہ وافر عطا فرمائے آمین۔

میاں ذوالفقار احمد
U.K
11 مئی 2008ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

تذکرہ مقیمی قطبِ دوراں، غوث زماں، قبلۂ عارفین، زبدۂ واصلین حضرت میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ عارف کھڑی شریف آزاد کشمیر کی نادر فارسی تصنیف ہے جس میں انہوں نے اپنے سلسلہ عالیہ کے مشائخ کے احوال قلمبند کئے ہیں۔ راقم الحروف نے استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر فقیہ العصر حضرت علامہ الحاج مفتی عبد الرسول منصور الازہری بانی ادارہ مصباح القرآن ساہیوال و امیر شرعی کونسل برطانیہ کے حکم پر اس عظیم کتاب کے اردو ترجمہ کی سعادت حاصل کی ہے۔

اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے بھرپور احساس کی بنا پر قلم تھامتے وقت فکری اضمحلال آڑے آ رہا تھا۔ لیکن کتاب میں مذکورہ اولیائے کرام اور بزرگان دین کے روحانی تصرّف اور نبی رحمت ﷺ کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پناہ فضل وکرم سے مالا مال فرما کر اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمایا۔ ورنہ مجھ ایسے ژولیدہ فکر کی بساط کہاں کہ اس فصیح و بلیغ کتاب کے ترجمہ کی جرأت کرتا۔

حضرت علامہ فقیہ العصر مفتی عبد الرسول منصور الازہری صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ ذمہ داری پوری کرنے کیلئے ٹیلی فون پر مسلسل رابطے کے ذریعے حوصلہ دیئے رکھا اور ژرف نگہی و عمیق نظری سے مسوّدہ کا مطالعہ فرما کر اصلاح سے نوازا۔

زیر نظر کتاب جناب حضرت میاں ذوالفقار احمد قادری صاحب زیب سجادہ آستانہ عالیہ کھڑی شریف کی خواہش پر اُردو کے قالب میں ڈھالی گئی ہے جن کا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ربط و تعلق اور سلسلہ نسب یُوں ہے۔ میاں ذوالفقار احمد ولد میاں غلام حسین ولد میاں فرمان علی ولد میاں علی بخش (برادر خورد میاں محمد بخش رحمہ اللہ

صاحب کتاب تذکرۂ مقیمی) ولد میاں شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ۔حضرت میاں محمد بخش علیہ الرحمہ نے تو مجرّد زندگی بسر کی، بایں وجہ ان کی اولاد نہ ہے جبکہ میاں ذوالفقار احمد ان کے بھائی میاں علی بخش کے پڑپوتے ہیں۔

میاں ذوالفقار احمد صاحب عرصہ ۴۵ سال سے برطانیہ میں مقیم ہیں اس کتاب کی اشاعت کو حضرت میاں محمد بخش علیہ الرحمہ کا اپنے عظیم خاندان پر قرض خیال کرتے ہیں ان کے بقول "ہماری عزت و وقعت، نام و نمود اور جاہ و حشمت سب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کا صدقہ ہے تو کیوں نہ ان کے اس قرض کی ادائیگی کی جائے جو ہم پر واجب ہے"۔ چنانچہ اپنے عظیم خانوادے پر میاں صاحب رحمہ اللہ کے اس قرض محبت کی ادائیگی اس نادر و نایاب کتاب کی اشاعت کے ذریعے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کارِ خیر کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

یہ حقیقت ہے کہ فارسی سے اُردو ترجمہ کرتے وقت ابتداء میں کافی مشکلات حائل ہو رہی تھیں لیکن جوں جوں سلسلہ آگے بڑھتا گیا روانیِ قلم میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور صاحب کتاب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کے روحانی تصرّف کی بدولت بعض اوقات بندہ کو یوں محسوس ہوتا جیسے الفاظ کے انتخاب میں میاں صاحب علیہ الرحمہ دستگیری فرما رہے ہیں۔ اسی دوران ہی حضرت کی درگاہ عالیہ کھڑی شریف کی حاضری نصیب ہوئی۔ روضۂ مقدسہ کی زیارت سے قلب و رُوح کو توانائی اور فکر کو جِلا ملی۔ بعد ازاں جب میاں ذوالفقار احمد صاحب پاکستان تشریف لائے تو ادارہ مصباح القرآن ساہیوال میں اُن کی تشریف آوری پر کھڑی شریف حاضری کا پروگرام بنا، حسبِ وعدہ شرفِ زیارت پایا اور میاں صاحب کے عظیم خانوادہ کے ایک اور چشم و چراغ میاں کاظم صاحب کے ہمراہ دربارِ عالیہ کی حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ البتہ اس موقع پر محکمہ اوقاف کے بعض اقدامات پر دِلی قلق بھی ہوا کہ دربارِ عالیہ کی

تعمیرِ نو کے نام پر بعض متبرک آثار کو بھی شہید کر دیا گیا تھا۔ مقام تعجب ہے کہ دنیا بھر میں تاریخی دُنیاوی مظاہر کے تحفظ کیلئے تو محکمہ آثارِ قدیمہ اقدامات کرتا ہے اور یہاں محکمہ اوقاف ''جسے خالصتاً مزارات مقدسہ اور مقامات متبرکہ کے تقدس کی بقاء اور تحفظ کیلئے قائم کیا گیا تھا'' ظالمانہ اقدامات سے ان مظاہر دینیہ سے وابستہ تاریخ کو اپنے استبدادی پنجوں سے نوچ رہا ہے اور بعض وہ آثار جن سے براہِ راست والی درگاہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کا تعلق ہے اور انہوں نے خود ان کو تعمیر کیا تھا وہ بھی محکمہ کی دست برد سے محفوظ نہیں رہے۔ یا عجباہ

دربار عالیہ کی اس دوسری حاضری کے موقع پر حضرت میاں محمد زمان صاحب دامت برکاتہم العالیہ جو کہ اسی خانوادہ عظمٰی کے ایک سرخیل اور اسلاف کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں کی زیارت سے شرف یاب ہوا۔

اہل علم خوب جانتے ہیں کہ کسی کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے صاحب کتاب کی منشاء کو ہمراہ رکھنا کتنا ضروری اور مشکل ہوتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کا فیض ہے جس کی وجہ سے مِیں نے حتی المقدور میاں صاحب علیہ الرحمہ کے الفاظ وتراکیب کو استعمال کرنے میں بخل وچشم پوشی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ فارسی مسوّدہ اور ترجمہ کو باہم مقابل کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ سلیس اردو نے میاں صاحب کی فارسی نثر ونظم سے کیسے زکوٰۃ پائی ہے۔

قارئین کرام کی توجہ کیلئے عرض ہے کہ تذکرہ مقیمی کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے اصل عبارت کے ساتھ ساتھ چلنے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اور زیب داستاں کیلئے اپنی طرف سے ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کیا گیا۔ تاہم بامحاورہ اردو ترجمہ کو مربوط اور قابلِ فہم بنانے کیلئے بوقتِ ضرورت ایسے زائد الفاظ کو بریکٹ (۔۔) میں لکھا گیا ہے تاکہ فرق واضح رہے کہ وہ متنِ کتاب نہیں۔ ترجمے میں فارسی نثر کو تحریر نہیں

کیا گیا البتہ فارسی اشعار درج کر دیئے گئے ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے کسی بھی قسم کی کمی بیشی اور ضعف وسُقم پائیں تو آگاہ فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔

میں برادرِ اکبر حضرت مولانا اُستاذ العلماء علامہ مفتی محمد انور القادری شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور کا صمیمِ قلب سے ممنون ہوں جن کی دعائیں، شفقت و تربیت اور توجہات میرے شامل حال رہیں۔

بندہ کے شیخ طریقت، قائد ملت اسلامیہ، قائد اہلسنت حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، والد گرامی قدر بقیۃ السلف استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج ابوالانور محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں سلطان معروف صاحب کھڑی شریف ترجمہء کتاب کے اس عرصہ میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے ان کے علوّ مرتبت کیلئے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اس خطا کار بندہ کو اپنی پرنور ساعتوں اور بابرکت لمحات میں یاد رکھتے ہوئے خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائیں۔

والسلام

محمد منور نورانی

ادارہ مصباح القرآن عارف روڈ ساہیوال

پاکستان

Tel:0300-6932918

031-34058358

فہرست

نمبر شمار	المحتویات	صفحہ نمبر
1	در تحمید باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ	31
2	قصیدہ در نعت نبی ﷺ	33
3	غزل در مدح خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین	33
4	سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مدح میں قصیدہ	35
	باب اوّل	61
5	مدح سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ	92
6	غزل حضرت زندہ پیر رحمہ اللہ کی مدح میں	100
7	تذکرہ حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ	103
8	حضرت شاہ محمد مقیم کے خلفاء و اولاد	126
9	شاہ سیف الرحمٰن رحمہ اللہ	126
10	شاہ محمد امیر رحمہ اللہ	131
11	سید عبداللہ رحمہ اللہ	146
12	سید محمد ہاشم رحمہ اللہ کی تاریخ وفات	159
13	سید محمد قاسم شاہ رحمہ اللہ کی تعریف	162

14	سید محمد شاہ رحمہ اللہ کی تعریف	163
15	سید ابو محمد رحمہ اللہ کی مدح	165
16	سید احمد شاہ رحمہ اللہ کی مدح	166
17	شاہ محمد حسین رحمہ اللہ کی مدح	167
18	سید میر محمد رحمہ اللہ کی مدح	175
	باب دوم	179
	باب سوم	236
19	تذکرہ حضرت پیرا شاہ غازی قلندر رحمہ اللہ	239
20	تذکرہ مریدین وخلفاءِ حضرت غازی قلندر رحمہ اللہ	281
21	بابا دین محمد رحمہ اللہ	281
22	تذکرہ اولاد حضور غازی قلندر رحمہ اللہ	283
23	{بقیہ خلفاء حضور غازی قلندر رحمہ اللہ}	
24	حضرت میاں جھلاّ رحمہ اللہ	284
25	حضرت میاں بھلاّ رحمہ اللہ	285
26	حضرت میاں پیرا رحمہ اللہ	288
27	حضرت حاجی شاہ صاحب رحمہ اللہ	288
28	حضرت میاں حاجی بگّا شیر رحمہ اللہ	290

29	تذکرۂ وفات حضور غازی قلندر رحمہ اللہ	299
30	حضرت میاں ڈھیرو رحمہ اللہ	310
31	حضرت باباجیون صاحب رحمہ اللہ	311
32	تذکرۂ فرزندان حضرت باباجیون صاحب رحمہ اللہ	313
33	تذکرۂ حضرت میاں شمس الدین رحمہ اللہ	315
34	حضرت سائیں بارا رحمہ اللہ	346
35	حضرت سائیں حضوری رحمہ اللہ	348
36	حضرت میاں بہاول بخش رحمہ اللہ	349
37	حضرت مستان شاہ ولی رحمہ اللہ	351
38	تذکرہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ	359
39	حضرت میاں فیض بخش صاحب رحمہ اللہ	374
40	حضرت میاں بدوح شاہ صاحب رحمہ اللہ	376
41	حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ	378
42	صاحبزادہ سلطان محمد رحمہ اللہ حویلی صاحباں کا ایک واقعہ	434
43	حضرت صاحبزادہ سید محمد صاحب رحمہ اللہ	446
44	حضرت میاں بارو رحمہ اللہ	472
45	حضرت میاں عظیم اللہ رحمہ اللہ	476

46	تذکرہ صاحب مزار موضع رٹہ	476
47	حضرت میاں نتھو صاحب رحمہ اللہ	477
48	حضرت میاں ولی اللہ رحمہ اللہ	478
49	حضرت میاں فیض بخش صاحب کھدیاری رحمہ اللہ	479
50	قاضی اِلٰہی بخش رحمہ اللہ	510
51	میاں رضا علی قلی صاحب رحمہ اللہ	510
52	میاں فقیر محمد صاحب رحمہ اللہ	512
53	حضرت سید امام علی شاہ رحمہ اللہ	516
54	میاں مہر بخش صاحب رحمہ اللہ	518
55	تذکرہ حضرت پیر بدوح شاہ صاحب رحمہ اللہ	522
56	حضرت سائیں غلام محمد رحمہ اللہ	572

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَ تَمِّمْ بِالْخَیْرِ

در تحمید باری تعالیٰ عزاسمہ

؎ اے ناطقہ در بیانِ اوصاف تو لال
از درکِ تو قاصر ست اوہام و خیال

اے باری تعالیٰ! زبان تیرے اوصاف بیان کرنے سے گنگ و عاجز ہے۔ اور خیالات و تصورات تجھے پانے سے قاصر ہیں۔

؎ باشی و تو بودی و تو ہستی ہمہ را
معبود چہ مستقبل و ماضی و چہ حال

تو ازل سے تھا، ہے، اور رہے گا۔ ماضی، حال اور مستقبل کا معبود تو ہی ہے

بیت

کون ومکاں کردۂ از کاف و نون
ذاتِ تو پاک ست زچون و چگوں

اے خلاّق عالم! تو نے لفظ ''کُن''[1] سے تمام کائنات کو پیدا فرمادیا تیری ذات اقدس ''کیوں'' اور ''کیسے'' (کے تصور) سے پاک ہے۔

؎ گردنِ گردان زمین و زماں
بر درِ پاک تو بخاک اندروں

گردش میں رہنے والی زمین اور سراپا متحرک زمانے کی گردن تیرے درِاقدس پہ خاک آلود نظر آتی ہے۔

بیت

؎ ماہیِ دریائے عرفاں را زخوفت چشم نم
خشک لب مہجورہا را ہم ز رحمت چشم نم

دریائے معرفت کی مچھلی (اہل معرفت) کی آنکھیں تیرے خوف سے پُرنَم (آنسو بہانے والی) ہیں ہجر و فراق کے مارے ہوئے خشک لبوں (پیاسوں) کی آنکھیں تیری رحمت سے بھیگی ہوئی ہیں۔

☆ کتب و صحائف کا عنوان اُس عظمت و کبریائی کے مالک اللہ کا نام ہے جس کی پُر جلال اور باہیبت بارگاہ میں کسی کو بڑائی کا دعویٰ نہیں اور سب مکتوبات کا سرنامہ اُس ذات پاک کی حمد و ثناء ہے کہ کسی کو بھی سخن وروں کی محفل میں اُس کے اوصاف و کمالات بیان کرنے کی قوت و طاقت نہیں۔

[1] قرآن پاک میں ارشاد ہے: انما امرہ اذا اراد شیٔا ان یقول لہ کن فیکون (یٰس:۸۲)

☆ اور صدرِ کلام فاتحین اُحد کے اُس صدر نشین پر درُود بھیجنا ہے جن کے نام (احمد) سے احد تک صرف ''م'' کے ایک حرف کا فرق ہے۔ جیسا کہ چار (۴) سے چالیس (۴۰) تک۔

اور گفتگو کا آغاز اُس بدرِ نبوت اور اس کے فیض یافتگان کے درُود ہیں جو آپ ﷺ کے روشن آفتاب سے نور کی خیرات حاصل کر کے اوج کمال تک جا پہنچے۔

قصیدہ
(در نعت نبی ﷺ)

گردش گردونِ گردان ہست گرد پیش
ہر گل و ریحانِ جنت یافت خوشبو از خویش

زمانہ آپ ﷺ کے اردگرد محوِ گردش ہے جنت کے پھولوں نے آپ ﷺ ہی سے خوشبو پائی ہے۔

وارثِ لوح و قلم شاہی کہ عرشش شد سریر
خاک روبِ درگہ آمد افسر و تاج کیش

آقا ﷺ لوح و قلم کے وارث اور ایسے بادشاہ ہیں کہ عرش ان کا تختِ حکومت ہوا۔ اور بڑے بڑے حکمران اور تاجور آپ ﷺ کے درِ اقدس کے جاروب کش بنے۔

ــــہ آنکہ چتر صد فریدوںؔ تاج ذوالقرنینؔ ہم
برزمین سودہ چو فرش بوریا زیرِ پیئش

حتیٰ کہ فریدوں [1] اور ذوالقرنین [2] (جیسے عظیم المرتبت) حکمران بھی آپ ﷺ کے قدموں تلے زمین پر بچھے ہوئے بوریا کے فرش پر بیٹھ کر سکون پاتے ہیں۔

ــــہ آن کریمی کہ زبحر جودِ بے پایان او
قطرۂ ناچیزمی بینیم صد حاتم طیئش

آپ ﷺ ایسے کریم ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ کی سخاوت کے بے پایاں سمندر کے سامنے سینکڑوں حاتم طائی [3] بھی ناچیز قطرے کی صورت میں نظر آتے ہیں

ــــہ بندگاں رابندۂ نعلین افشاں فرش روب
شاہِ ترکستان و ہندو حاکمِ روم و رئیش

ترکستان [4] اور ہندوستان کے شہنشاہ، روم اور رَے [5] کے حکمران آپ ﷺ کے نعلینِ اقدس صاف کرنے والے اور فرشِ خاکی پہ جھاڑو دینے والے غلاموں کے بھی غلام ہیں۔

---

[1] فریدوں: فارس کے ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے جو دانشمندی میں شہرۂ آفاق ہے۔

[2] ذوالقرنین: سکندر کا لقب جو مشرق سے مغرب تک گیا تھا اور دیوار یاجوج ماجوج کا بانی تھا۔

[3] قبیلہ طے کا مشہور سخی [4] ترکوں کا ملک [5] بخارا کے قریب دریائے جیحوں کے پار ایک خوبصورت ریاست کا نام

؎ از برائے آن محمد بر خمِ کوثر مدام
مستیٔ مستانِ حق از جرعۂ جام میئش

اس محمد بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کو حوضِ کوثر سے ہمیشہ جام ملتا رہے جس کی شراب کے ایک گھونٹ سے اہل حق کی سی مستی اور نشہ طاری ہو جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں آپ پر، آپ کی اولادِ اطہار اور آپ کے اصحاب پر بالخصوص ان چار یار صحابہ کبار (خلفاء راشدین) پر جو گلستانِ اسلام کے سرو (درخت کی مانند) ہیں۔ اور جو صدق اور یقین کی بنیاد رکھنے والے ہیں۔

غزل
(در مدح خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین)

؎ چار بانیٔ شریعت حامیٔ اسلام و دین
چار عادل تاجدار و ہم امیرالمؤمنین

چاروں (خلفاء راشدین) شریعت کے بانی اور دین اسلام کی حمایت و اعانت کرنے والے ہیں اور چاروں ہی انصاف پسند حکمران اور امیرالمؤمنین ہیں۔

؎ چار گوہر شب چراغ و چار شمعِ تابدار
کز شعاع شاں شدہ روشن ہمہ چرخ و زمین

اور وہ چاروں یگانہ موتی، ظلمتِ شب میں چمکنے والے چراغ اور روشن وتاباں شمعیں ہیں جن کی کرنوں سے تمام آسمان وزمین درخشاں وروشن ہیں۔

؎ چار ارکانِ امامت چار ہادیٔ سُبُل
چار مہتاب ہدایت چار خورشیدِ یقین

وہ چاروں خلفائے راشدین امامت وپیشوائی کے ارکان، راہِ ہدایت دکھانے والے ہیں وہ ہدایت وراہنمائی کے چانداور یقین واعتماد کے سورج ہیں

؎ چار سالارِ اُمم دان یکسرِ مُو فرق نیست
چار یارانِ محمد از ہمہ بالا نشین

ان چاروں کو اُمتوں کا سپہ سالار سمجھو ان میں سرِ مو (بال کی نوک) جتنا بھی فرق نہیں ہے۔ وہ سب سیدِ کائنات حضرت محمد ﷺ کے دوست ہیں اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ بلند مرتبے کے حامل ہیں

☆ (اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہوں) جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے (ایک اہم) سردار اور میدانِ جنگ کے بادشاہ، **لافتی**[1] (کے تاج کے حامل) سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ الکریم پر، جو بنو ہاشم کا فخر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے دوسرے فرد ہیں جن کی تلوار (اسلام

---

[1] یہ الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مرقوم ہیں لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار
(کوئی بہادر نہیں ہے سوا علی کے اور کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے)

اور رسول اللہ ﷺ کے) دشمنوں کے الزامات پر (دین کی) حجت اور ان کو کاٹ دینے والی ہے ۔ اور جن کی چمکتی دمکتی نورانی پیشانی مبارک کا نور دینِ مصطفوی کے اثبات پر روشن دلیل ہے ۔

مدح

بازوئے زور آورِ پیغمبر آخر زمان
شیرِ اللہ شاہِ مرداں در دو عالم پہلوان

سیدنا حضرت علی ﷺ نبی آخر الزماں ﷺ کا ایک طاقتور بازو ہیں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے شیر، بہادروں کے شہنشاہ اور دو عالم کے پہلوان ہیں ۔

قطرۂ از ابرِ جودش حاتم و صد خواص خان
ذرۂ از مہرِ عدلش خسرو و نوشیروان

آپ ﷺ کے ابرِ سخاوت کا ایک قطرہ حاتم طائی اور خواص خان [1] کے سینکڑوں دستر خوانوں سے افضل ہے ۔ اور آپ کے عدل وانصاف کے چاند کی ایک کرن خسرو [2] اور نوشیروان [3] (جیسے انصاف پسند حکمرانوں) کے عدل سے بہتر ہے

[1] جو کہ آگرہ اودھ کا حکمران تھا اور راہِ خدا میں سر کا نذرانہ پیش کر دیا ۔

[2] خسرو: سیاؤش بن کیکاؤس کے بیٹے کا نام جو کیانیوں میں بہت بڑا صاحب اقبال بادشاہ گزرا ہے ۔

[3] نوشیرواں: ایک مشہور عادل اور انصاف پسند بادشاہ کا نام جسے کسریٰ بھی کہتے ہیں ۔

؎ آنکہ می باشد زِ اسلاح شجاعش جوہری
بہمن و اسفند یار و رستم و سام جوان

آپ ﷺ کے ہتھیاروں سے ظہور پذیر ہونے والے شجاعت و مردانگی کے جوہر بہمن[1]، اسفندیار[2]، رستم[3] اور سام[4] جیسے جری پیکر لوگوں (کے کارناموں) سے زیادہ عظیم ہیں۔

؎ یک گُلے از باغِ حُسنش یوسف و بدیع الجمال
دانۂ ز انبارِ علمش شافعی و نعمان بخوان

حضرت یوسف علیہ السلام اور بدیع الجمال کا حُسن تو آپ ﷺ کے باغ حُسن کا ایک پھول ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ﷺ اور حضرت امام شافعی ﷺ کا علم آپ کے ذخیرۂ علمی کے ایک دانہ کا فیضان ہے۔

؎ یک شرر از التہابِ عشقِ او منصور و قیس
یک حباب از بحرِ حالش بایزید و صد چوآن

منصور[5] اور قیس[6] کا جذب و مستی تو آپ ﷺ کے شعلۂ عشق کا ایک شرارہ

---

[1] بہمن: ایک بادشاہ کا نام جو اسفندیار کا بیٹا تھا
[2] اِسفندیار: گشتاسپ شاہِ ایران کا بیٹا جو بہت بڑا پہلوان تھا رستم کے ہاتھوں مارا گیا،
[3] رستم: ایران کا مشہور پہلوان جو زال بن سام کا بیٹا اور زابلستان کا حاکم تھا۔
[4] رستم پہلوان کے دادا کا نام سام ہے۔ سام بن نوح، نوح علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے۔
[5] منصور: ایک مشہور ولی اللہ جنہوں نے حالت جذب میں انا الحق کہہ دیا تھا۔ جس پر انہیں پھانسی دیدی گئی۔
[6] قیس: مجنون عامری کا نام

(چنگاری) ہے۔ حضرت بایزید بُسطامی ﷫ اوران جیسے سینکڑوں اولیاء کرام کی وجد آفریں کیفیات تو آپ ﷫ کے بحرِ احوال کا صرف ایک بُلبلہ ہیں

؎ اے محمد نعتِ حیدر گفتہ آید از خدا
ورنہ از خلقِ دو عالم یکسرِ مو کے تواں

اے محمد بخش (رحمہ اللہ) تو نے حضرت علی ﷜ کی تعریف وتوصیف اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے فضل وتوفیق سے کہی ہے۔ ورنہ دو عالم کی مخلوق میں تجھے بال برابر بھی ہمت نہیں۔

☆ اور (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں) ان روشن ضمیر اولیاء کرام پر جن میں سے ہر ایک برج اسد کا ایک آفتاب ہے اور ان میں سے ہر ایک نے جامع الصفات، روشن پیشانی والے آقا حضرت احمد ﷺ کے نورِ رسالت کا مشاہدہ کیا ہے جن کے اخلاق حسنہ کی خوشبو سے بادِ عنبر نے مہک کی خیرات پائی ہے۔ اور جن کی اولاد مطہرہ کا نام زمین سے آسمان تک پہنچا۔

☆ خاص کر نیّرِ اعظم، نسلِ آدم علیہ السلام کی کان کے لعل، خاندانِ مصطفوی کے فرد، مرتضوی گھرانے کے جوہر، مصائب ومشکلات کا قفل کھولنے والے، تاریک گوشوں کی محفلوں کے چراغ، قطب الاقطاب، غوث الاغیاث، پیر پیراں میر میراں، محبوب سبحانی، شیر یزدانی، غوث صمدانی، حضرت الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وعلیٰ اولادہ العظام۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مدح میں قصیدہ

پیرِ پیراں میرِ میراں شاہِ شاہاں بی نظیر
وارثِ لوح و قلم افتادگاں را دستگیر

سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پیروں کے پیر، سرداروں کے سردار اور شہنشاہوں کے بے مثل شہنشاہ ہیں، لوح وقلم کے وارث اور مصیبت زدوں کے دستگیر ہیں۔

سید و مالک رقاب و شاہ خیلِ اولیاء
داغِ مہرش راضیائی ہست چوں بدر منیر

آپ رضی اللہ عنہ گردنوں[1] کے مالک، آقا اور تمام اولیاء کرام کے سردار ہیں آپ کے سورج کے داغ کی روشنی بدرِ منیر (چودھویں کے روشن چاند) جیسی ہے۔

مُردگاں را زندہ سازد زندہ را پائندہ دار
ہمچو اسمِ اعظم آمد نام آں مردِ کبیر

آپ رضی اللہ عنہ مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور زندوں کو پائندہ رکھنے والے ہیں آپ رضی اللہ عنہ ایسے عظیم انسان ہیں کہ آپ کا نام ہی اسم اعظم کی طرح ہے

---

[1] سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله
(میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) بہجۃ الاسرار، قلائد الجواہر، زبدۃ الآثار

؎ حور بازلفین خود روبد رہِ آں نازنین
دست بستہ چوں نفر کرّ وبیاں پیشِ سریر

حوریں اپنی زُلفیں اس نازنین کے رستے میں بچھاتی ہیں اور یوں ہی کرّ وبیاں (مقرّب فرشتوں) کی جماعت آپ کے تخت کے سامنے دست بستہ حاضر رہتی ہے

؎ مالکِ مُلکِ مَلک حکمِ قضادر دستِ او
شاہ ِ محبوبانِ عالَم عالِمِ علمِ ضمیر

آپ ﷺ مملکتِ خدا کے مالک ہیں اور تقدیر کے فیصلے آپ کے دستِ اقدس میں ہیں۔آپ محبوبانِ عالَم کے بادشاہ اور علمِ ضمیر (علمِ خفی) کے جاننے والے ہیں۔

؎ سایہ گستر برمریداں لاتخف فرمان دہ
جرم بخش مجرمان و حامیٔ در دار و گیر

آپ ﷺ کافرمان "لَاتَخَف"[1] آپکے مُریدوں پر مہربانی وشفقت کا سایہ کئے ہوئے ہے۔آپ مجرموں کی خطائیں معاف فرمانے والے اور تختہ دار اور قید وبند میں بھی حامی ومہربا ن ہیں۔

؎ کشتیٔ غرقاب را آرد سلامت برکراں
ای محمد غم مخور چوں ہست محی الدین پیر

آپ ﷺ ڈوبی ہوئی کشتی کو صحیح وسلامت کنارے پہ لانے والے ہیں۔اے محمد بخش! غم نہ کھا کیوں کہ محی الدین غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ تمہارے پیر ہیں۔

---

[1] حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے مریدی لا تخف اللہ ربی (اے میرے مرید خوف نہ کر اللہ میرا رب ہے)

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں

قصیدہ

؎ زہے محبوبِ سُبحانی مقدّس قطب ربّانی
نبی سیرت علی ثانی محی الدین جیلانی

حضرت سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ (کی عظمت کا کیا کہنا آپ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محبوب اور عظیم ومقدس قطب ربانی ہیں آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل پیرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ثانی اور نائب ہیں۔

؎ غلامش راست سلطانی گدائش را جہانبانی
شہِ تختِ سلیمانی محی الدین جیلانی

آپ رضی اللہ عنہ کے غلام تاج وتختِ پادشاہی کے مالک اور آپکے گداوفقیر دنیا جہاں کے حکمران ہیں آپ (دنیا کی تمام مخلوقات پر حکمرانی کرنے والے) حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے وارث اور بادشاہ ہیں۔

؎ مُریدش جن و انسانی مطیعش خلق آسمانی
زہے سیمائے نورانی محی الدین جیلانی

جن وانسان حضرت الشیخ رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں اور آسمانی مخلوق (یعنی ملائکہ) آپکے

اطاعت گزار ہیں۔ سبحان اللہ! حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین جیلانی کی جبینِ اقدس کیسی خوب روشن ہے۔

بعالَم ظلِّ سُبحانی بصورت ماہِ کنعانی
عزیزِ مصر رُوحانی محی الدین جیلانی

حضرت غوث الاعظم دنیا میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا سایہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ کنعان کے مہتاب (حضرت یوسف علیہ السلام) کی سی حسین صورت کے مالک ہیں۔اور روحانی اعتبار سے بھی آپ "عزیزِ مصر"۔[1] کی طرح مرتبہ وتمکنت رکھتے ہیں ۔

بہمّت شاہِ مردانی بقوّت شیر یزدانی
بدانش رشکِ نعمانی محی الدین جیلانی

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جرأت وہمت کے اعتبار سے "شاہِ مرداں"[2] (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح) اورقوت وطاقت میں بھی شیر یزدانی (اسداللہ الغالب حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مانند ہیں اور ایسی عقل ودانش کے مالک ہیں جوحضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے بھی قابلِ رشک ہے

۱۔ مصر کے بادشاہ کو قدیم زمانے میں "عزیز مصر" کہتے تھے یہاں بھی اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہی مراد ہیں جودینی اور روحانی اعتبار سے تو مرتبہ عُظمیٰ رکھتے ہی تھے دنیاوی اعتبار سے بھی آپ نے مصر پرشانداراور یادگار حکومت کی۔

۲۔شاہِ مرداں اور شیرِ یزداں حضرت علی کرّم اللہ وجھہ الکریم کے القاب ہیں۔کسی شاعر کا شعر ہے

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوّت پروردگار لافتیٰ الاعلیٰ لاسیف الاذوالفقار

؎ زبانش در سخن رانی کلیدِ گنجِ ربّانی
سزاوارِ ثناء خوانی محی الدین جیلانی

آپ کی زبان اقدس گفتگو اور تکلّم میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کے خزانے کی چابی ہے۔ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی تعریف وتوصیف کے لائق ہیں۔

؎ لبش چوں آبِ حیوانی بوقتِ قطرہ افشانی
کند زندہ تنِ فانی محی الدین جیلانی

جب آپ اپنے لب ہائے اقدس سے الفاظ کے موتی بکھیرتے ہیں تو وہ آبِ حیات کی مثل ہوتے ہیں (جس سے) آپ مردہ جسموں کو زندہ کردیتے ہیں

؎ شہِ ایران و تورانی سگانِ درگہش خوانی
کند بر ہر حکمرانی محی الدین جیلانی

ایران وتوران کے بادشاہ حضرت غوث الاعظم کی مقدّس درگاہ کے دسترخوان کے کتّے ہیں آپ ﷛ ہر ایک پر حکمرانی کرتے ہیں۔

؎ بمہرش مہر نورانی بدردش بدر نقصانی
بہرِ ہر جلوہ گردانی محی الدین جیلانی

سورج آپ ﷛ کے آفتابِ کمال کی بدولت روشن ہے۔ اور چودھویں کا چاند آپ کے ماہِ تمام کے سامنے ہیچ ہے۔ (یہ سورج وچاند تو کسی علاقے میں طلوع اور کسی علاقے میں غروب ہوتے ہیں یعنی اوقات مخصوصہ اور حدود معیّنہ

کے پابند ہیں جبکہ آپ ایسے سورج ہیں جو) ہر ایک کیلئے (ہمہ وقت اور ہر جگہ) جلوہ افروز ہیں۔

؎ بہر جا خیر بارانی ترحمہائے ارزانی
کند چو ابرِ نیسانی محی الدین جیلانی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خیر و برکت ہر جگہ برستی ہے ۔آپکا رحم وکرم عام (اور سب کو میسّر) ہے اور آپ (خیر و برکت کی) موسلا دھار بارش برسانے والے بادل ہیں۔

؎ زہے فرخندہ پیشانی شہِ ملکِ جہاں بانی
کند معمور ویرانی محی الدین جیلانی

واہ کیا خوب روشن پیشانی والے ہیں۔نظامِ دنیا کو چلانے والے بادشاہ ہیں اور آپ ویرانوں کو آباد کردینے والے ہیں۔

؎ بذکرش لب چو جنبانی رسد مشکل بآسانی
بر آرد ز آبِ طوفانی محی الدین جیلانی

جب آپ کے ہونٹ ذکر کیلئے حرکت کرتے ہیں تو مشکل آسان ہوجاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پانی کے طوفان سے باہر نکالنے والے ہیں۔

؎ نبازِ اسرار پنہانی چو اندازد باعیانی
کند ریحان بستانی محی الدین جیلانی

جب آپ نگاہ ڈالتے ہیں تو راز پوشیدہ نہیں رہتے (یعنی آپ پوشیدہ رازوں کوظاہر کرنے والے ہیں)اور ریحان (نباتات) کوگلستان بنادینے والے ہیں

؎ اگر بر سنگِ ظلمانی نظر سازد برحمانی
کند لعلِ بدخشانی محی الدین جیلانی

اگر آپ سیاہ پتھر پر رحمت ومہربانی کی نظرڈال دیں تو اُسے بدخشاں کا لعل [1] (جوہرسرخ) بنادیتے ہیں۔

؎ غلامش شاہِ ہمدانی چو ہمدان انسی و جانی
سرِ اغواثِ صمدانی محی الدین جیلانی

جس طرح ہمدان [2] کے باشندے خواہ جن ہوں یا انسان (سبھی آپ کے غلام ہیں)اسی طرح ہمدان کا شہنشاہ بھی آپ کا غلام ہے۔اورآپ صمدانی غوثوں کے سردار ہیں۔

---

[1] لَعْل۔عموماً ہر سُرخ چیزکو کہتے ہیں خصوصاً انتہائی مہنگے سُرخ جوہر کو کہتے ہیں لال اورلعل ایک ہی چیز ہے، میر صدرالدین محمد جواہر نامے میں رقمطراز ہیں۔مَعْدَنِ لَعْل بَدَخشاں کے قریب ختلان کے علاقے میں ہے۔خلفاء عباسیہ کے اوّلین دور میں عظیم زلزلہ آیااور پہاڑ پھٹ گیا تولعل کی یہ کان ظاہر ہوگئی جس سے یہ نکال کر بدخشاں میں بیچے جانے لگ پڑے اوران کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔لعل کی مختلف اقسام یہ ہیں۔ رمانی، پیازی،تمری،لحمی،عنابی، بقمی،ادریسی،دوشابی،لعل پیکانی،لعل عقربی،لعل قطبی﴾

[2] ہمدان۔ایران کاایک مشہورشہر۔یہ کسی دور میں باقاعدہ ایک ریاست تھی۔

؎ بگو الحمد حقانی محمد بخش تاتانی
کہ اسمِ پاک میدانی محی الدین جیلانی

اے محمد بخش جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی حمد بیان کر، کہ تو محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمِ پاک سے آگاہ ہے۔

؎ چو خود را تشنہ برسانی شرابِ وصلِ جانانی
بنوشاند بآسانی محی الدین جیلانی

جب میں وصالِ محبوب کی شراب کا پیاسا ہوتا ہوں تو حضرت محی الدین شیخ جیلانی آسانی سے پلا دیتے ہیں۔

؎ محمد بخش ازیانی اسیرِ بندِ نفسانی
بنامِ جدِّ بُرہانی محی الدین جیلانی

''محمد بخش'' زیاں کار اور خواہشات نفسانیہ کا قیدی ہے۔
اے شیخ جیلانی! اپنے جدِّ امجد (حضور ﷺ) کے نام پر
(اسے اس قید سے رہائی عطا فرمادیں)

ثانی قصیدہ مدحیہ

ے دُرّان دُرجِ سادات ہر یک بہ بے بہائی
خوش اختریست تاباں از بُرجِ اولیائی

سادات کے خاندان عالی قدر کا ہر فرد ایک نہایت قیمتی موتی ہے اور آسمانِ ولایت کا چمکتا دمکتا ستارہ ہے۔

ے درظلمتِ شبِ تار آں را کہ جہل گویند
ہر یک چو سعد اکبر بخشندہ روشنائی

تاریک رات کے اس اندھیرے میں جس کو (لوگ) جہالت کہتے ہیں (ان سادات کرام کا) ہر فرد سعد اکبر[1] کی طرح روشنی عطا فرمانے والا ہے۔

ے در بوستانِ عالم چوں ابرِ نو بہاری
جاری ست فیضِ ایشاں از بہرِ گل فزائی

وہ باغ دنیا میں نئے اور تازہ موسم بہار کے بادل کی طرح ہیں ان کا فیض پھولوں کی افزائش اور نشوونما کیلئے جاری ہے۔

ے از گلشنِ نبوّت ہَر یک گُلے ست زیبا
وز روضۂ مروّت سروے بخوشنمائی

---

[1] سعد اکبر: ستارۂ مشتری کو کہتے ہیں جو چھٹے آسمان پر دمکتا ہے

گلشنِ نبوت کا ہر پھول خوبصورت ہے اور باغِ مروّت کا
ہر ''سرو ''(درخت) خوشنما ہے۔

؎ برتختِ ہر ولایت ہر یک شہے ست عادل
میرِ سخی بہادر بر صدر بیریائی

ولایت کے ہر تخت پر (جاگزیں ان میں سے) ہر ایک بادشاہ عادل ہے اور کسی قسم
کے ریا اور دکھلاوے کے بغیر سخاوت کرنے والا، بہادر امیر ہے۔

؎ در کشورِ ہدائت آں جملہ تاجدار اند
در بحرِ وحدتِ حق ہر دم بآشنائی

وہ تمام سلطنتِ ہدایت کے تاجدار ہیں وحدتِ حق (توحید باری تعالیٰ) کے
سمندر سے ہر دَم آشنا اور واقف ہیں۔

؎ در وادیٔ محبّت غرندہ شیر نر وار
بازان صید افگن بردستِ کبریائی

محبت کی وادی میں نَر شیر کی طرح دھاڑتے ہیں اور ایسے باز ہیں جو شکار کو اللہ
تعالیٰ کے حضور پیش کر دیتے ہیں (یعنی غافلانِ حق اور گم گشتگان راہِ ہدایت
کو راہِ راست پر لا کر اللہ کے حضور کھڑا کر دیتے ہیں)

؎ در فقر ہر یک آمد چوں شہسوارِ میدان
گوئے بہی ربودند بادستِ بے خطائی

میدانِ فقر میں ہر ایک شہ سوار کی طرح آتا ہے اور گیند کو بغیر کسی غلطی کے ہاتھ کے ذریعے اُچک لیتا ہے۔

ہر گوہر یست رخشاں خوش شب چراغِ عالم
دُرِّ یتیم نادر در صدق و ہم صفائی

نادر دُرِّ یتیم (آنحضرت ﷺ کی اولاد اطہار) کا ہر فرد صدق وصفا میں شبِ دنیا کا خوبصورت روشن چراغ ہے۔

معمارِ دینِ اسلام و رکنِ شریعت اُوئند
میر و امامِ اُمّت شایانِ پیشوائی

وہ دین اسلام کے معمار اور شریعت کے رُکن (پہچان اور شعار والے) ہیں اُمت کے امام وسردار ہیں، پیشوائی کے لائق ہیں۔

ہم رہبرانِ سلکِ سلوک وطریق اوئند
در خانۂ حقیقت دارند کد خُدائی

وہ سب (سادات کرام) راہِ سلوک اور طریقت کے رہبر و رہنما ہیں' حقیقت کی منزل میں ملکیّت رکھتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے رازوں سے آگاہ ہیں)

بر مسندِ معارف سالار اہل معنی
در عُقدۂ محبت ز ایشاں گرہ گشائی

عارفین کی مسند پر جاگزیں ہیں اور اہل معنی (اہل حقیقت) کے سالار ہیں محبت کی

گرہیں کھولنے والے (اور معرفت کی گتھیاں سلجھانے والے) ہیں

؎ خاکِ قدوم ایناں در چشمِ دُور بیناں
بامردمِ بصارت بنمودہ توتیائی

اہل نظر و صاحبانِ بصیرت کے نزدیک ان کے قدموں کی
خاک آنکھوں کا سُرمہ ہے۔

؎ بر ہر یکے از ایشاں بادا سلام صد بار
از بندۂ محمد بعد از جبین سائی

غلامِ سادات محمد بخش کی جانب سے پیشانی جھکانے کے بعد ان
میں سے ہر ایک پر سینکڑوں دفعہ سلام ہو۔

؎ اے واصلانِ درگاہ وی کاشفانِ اسرار
اے آل پاک سرور اولاد مُرتضائی

اے واصلانِ درگاہ اور اے رازوں کو ظاہر و منکشف کرنے والو! اے نبیٔ پاک
سرورِ دو عالم ﷺ کی آلِ پاک اور اے حضرت علی المرتضٰی
کرّم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد اطہار!

؎ سائل شُدم بدیں دَرخواہم وصالِ دلبر
آبِ حیات بخشید در ظُلمتِ جُدائی

میں اس درِ اقدس کا سائل ہوں۔ وصلِ محبوب (ﷺ) کا متمنّی ہوں، جدائی و فراق

کی تاریکی میں آبِ حیات عنائت فرمادیجئے۔

خاص کر (سلام ہو آپ ﷺ کی اولاد اطہار میں سے اُن پر) جو اِساس دین کے بانی، سلوک وطریقت کی بنیاد (رکھنے والے) ولایت کے وارث اور غزوہ تبوک اور اس سے پہلے اور بعد کی بہت سی مہمات کے غازی (یعنی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) ہیں (ان کی اولاد میں سے) میری مراد حضرت بہاء الحق والدّین بہاول شیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اور سلام ہو ان پر جو رازوں کے صندوقچے کے موتی ہیں اور انوار و تجلیات کے آسمان کا روشن ستارہ ہیں عظیم سجادہ نشین ہیں، عابدوں کے پیشوا اور جگر گوشۂ سرکار مدینہ سرور سینہ ﷺ ہیں۔(وہ آقا ﷺ) جن کا فرمان ہے

من اذاہ فقد اذانی (جس نے اسے تکلیف دی بے شک اس نے مجھے اذیت ناک کیا) اور جو آنحضور مصطفٰے کریم ﷺ کی آنکھوں کا نور اور آپ ﷺ کے خاندان کے چراغ ہیں۔عنبر کی خوشبو اور راہ یقین کے ہادی ہیں۔(جن کا نام نامی اسم گرامی) حضرت میراں محمد مقیم محکم الدین ہے (قدس سرّہ وروّح اللہ روحہ)

اما بعد۔۔ میں اللہ تعالٰی کا محتاج وفقیر بندہ (محمد بخش) کہ سید احمد علی بن سید محمد صادق مرحوم ولد سید محمد امین مغفور حسینی استر آبادی کا مدح خوان وقصیدہ گو ہوں، اور اس حرم مقدس کے زائرین کے قدموں کی خاک ہوں۔آپ کے دور سجادگی اعلٰی حضرت والا منقبت میں زمانے بھر کے سجادہ نشین آپ کی خدمت اقدس میں کمر خدمت باندھے ہوئے ہیں اور آپ کی مدحت وتعریف بیان کرنے سے

(دورِ حاضر کے) حسّان بھی منہ پر خاموشی کا قفل لگائے ہوئے ہیں۔

دارا (جیسے عظیم بادشاہ) آپ کے آستانہ کے تنکے اور کوڑا اچُننے والے ہیں، فریدوں جیسے دنیا جہاں کے کرّ وفر والے شہنشاہ آپ کی فلک نشان بارگاہ میں زمین بوس ہیں۔ جمشید جیسے عظیم المرتبت لوگ آپ کی بزم کے جام کشوں سے بصد منت ایک گھونٹ طلب کر کے نوش کرتے ہیں اور رستم کے سے (جری جوان) آپ کی رزم کے میدان کے سپاہی و نوکر ہیں۔ حاملان عرش آپ کی جناب کی ایک شان کے محمل کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ کارگزارانِ قضا و قدر آپ کے فرمان کے سامنے حلقہ بندگی باندھے ہوئے (اور تعمیل ارشاد کیلئے حاضر خدمت) ہیں۔

سبحان اللہ عجیب ذات ہیں جو جمیع صفات و خصائل حسنہ کے مظہر ہیں اسی لیے آپ کا اسم گرامی جمیع اسمائے حسنٰی کا مصدر و منبع ہے، چنانچہ اسی معنی کی صداقت پر ان اشعار کا مضمون پیش خدمت ہے جو اس خاکسار کا طبع زاد ہے اور اہلِ بصیرت و صاحبانِ بصارت کا دل اس سے آگاہ ہے۔

مثنوی

زہے ذات شریف مظہر جود

یگانہ ہمچو ذاتِ رب معبود

واہ! آپ کی ذات مبارکہ جو جود و سخا کا مظہر ہے، عبادت کے لائق

رب تعالیٰ کی ذات کی طرح بے مثل ہے (یعنی بے مثل
رب العالمین نے ان کو مخلوق میں بے مثال بنایا ہے)

نگنجد در دو عالم نام نامیش
کہ اسما را ست جامع اسم سامیش

آپ کا نام نامی دو عالم میں نہیں سماتا، کیونکہ آپ کا عظیم نام
تمام ناموں کا جامع ہے

دریں معنی مکن چون و چرائے
کہ مارا ہست دَر وی مدعائے

اس معنی و حقیقت میں چون و چراں نہ کر کہ ہمارا
مدعا و مقصود اسی میں (پنہاں) ہے

ہر آں اسمی کہ مے خواہی بر آورد
بر اعدادش بیفزای اے نکو مرد

ہر وہ نام جسے تو نکالنا چاہے تو اے نیک انسان اس نام کے اعداد میں اضافہ کر

زنقصان مِآتش دور فرمائے
بہر رہ بست و پنج از وے بیفزائے

اس کے سینکڑوں (والے ہندسے) کی کمی کو دور کرو اور پھر ہر بار
اس سے پچیس نکالتے جاؤ۔

ہر آنچہ از وے بماند آخر کار
بزن در شانزدہ اے مرد ہشیار

آخرکاراس سے جو باقی بچے، اے ہوشیار مرد! اسے سولہ سے ضرب دو

بزن من بعد ہفت و نیم در دو
بیکجانہ حصول ضرب ہر دو

پھر حاصل عدد اور ساڑھے سات ضرب دو (یعنی پندرہ) کو جمع کرو

کہ ایں اعداد با اعداد آں نام
موافق ہست بسم اللہ علاّم

اللہ علاّم کے نام سے یہ اعداد اس نام کے اعداد کے موافق ہیں

اس بات کی وضاحت اور اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ مثلاً الرحیم نام کے اعداد 289 ہیں ان میں گیارہ کا اضافہ کریں تا کہ تین سو ہو جائیں یوں اس عبارت میں سے کمی دور ہو جائے گی۔ پھر اس میں ہر بار 25 تفریق کرتے رہیں، تفریق سے باقی بچنے والے اعداد جو پچیس ہی ہیں ان کو سولہ سے ضرب دیں پھر اس حاصل کو ساڑھے سات سے ضرب دو یعنی پندرہ کے ساتھ جمع کر دیں تا کہ اعداد کا مجموعہ لفظ عبدالرزاق کے اعداد کے برابر ہو جائے جو کہ 415 ہیں۔

چنانچہ یہ نام اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں کا اسم مصدر ہے، اس قاعدے کے مطابق خالق و عالم مکان کی تمام مخلوق کے ناموں کے اعداد معلوم کیئے جا سکتے

ہیں ۔لیکن اس مختصر میں ان کی بے بہا صفات کا حصر ممکن نہیں ہے، اسی لئے طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے جتنی وضاحت ضروری تھی وہ پیش کردی ہے۔

اوراسے 1172ہجری کے مبارک ایام میں تحریر کیا ہے۔

قطعہ مدحیہ

؎ صد تحیت صد درود و صد سلام
از خدا در حضرتِ خیرالوریٰ

اللہ تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم کی طرف سے خیرالوریٰ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر سینکڑوں بار درود وسلام ہو۔

؎ صدسر و صدجان و صددل و صدبدن
بو فدا در خدمتِ خیرالوریٰ

آپ ﷺ کے حضور سینکڑوں سر، سینکڑوں جانیں، سینکڑوں دل اور سینکڑوں بدن قربان ہوجائیں۔

؎ از ہمہ پیغامبراں افزودہ حق
در دو عالم عزتِ خیرالوریٰ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عزت ومرتبت اور شان وشوکت دونوں جہانوں میں تمام انبیاء سے زیادہ کردی۔

؎ لرزہ در کوہ قاف و دریا و فلک
اوفگندہ ہیبتِ خیرالوریٰ

آپ ﷺ کی سطوت، ہیبت (اور رعب ودبدبے) سے کوہ قاف دریاؤں اور آسمانوں پر لرزہ طاری ہوگیا۔

؎ عاصیان و مجرماں را شد شفیع
لطف و جود و شفقتِ خیرالوریٰ

نبی کریم ﷺ کی رحمت ومہربانی، جود وسخاوت اور شفقت وعنائت گنہگاروں اور مجرموں کی شفاعت کرنے والی ہے۔

؎ وصف اُو طٰہٰ و یٰسٓ آمدہ
ہست قرآن حجت خیرالوریٰ

آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ اور کمالاتِ جلیلہ سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰسین میں بیان ہوئے ہیں (درحقیقت پورا) قرآن پاک آپ ﷺ کی حجت ودلیل ہے۔

؎ اے محمد بخش یارائی تو نیست
دم زدن در مدحتِ خیرالوریٰ

اے محمد بخش! تجھ میں اتنی طاقت اور ہمت وجرأت نہیں ہے کہ تو حضور خیرالوریٰ سیدالانبیاء ﷺ کی مدحت اور تعریف وتوصیف بیان کر سکے۔

رحمۃ للعالمین ست آنجناب
باد بر من رحمتِ خیرالورٰی

آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں خیرالورٰی، احمد مجتبیٰ،
محمد مصطفیٰ ﷺ کی رحمت مجھ پر بھی ہو۔

(اس رسالے کو تحریر کرنے کی) تفصیل یہ ہے کہ میں نے روشن وتاباں اور مشہور ومعروف حجرہ منورہ میں ''جس کی تعمیر میں آبِ حیات کو استعمال میں لایا گیا۔ اور آب حیات طلب کرنے والوں کے منہ میں حسرت کا پانی آ گیا۔ (اور وہ دم بخود رہ گئے) بیت الحرام کے زائرین اس حرم پاک (حجرہ منورہ) کی دوری کی وجہ سے رشک کرتے ہیں''۔ مقدس صفات کی حامل اُس ذات اقدس کی بیعت کا شرف حاصل کر کے میں نے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کی جن کا لقب مبارک طغرٰی کلام (کلام کی زینت، تاج اور سرنامہ) ہے۔ میں نے چاہا کہ اس خاندان عالی مقام، اس خاندان کی اولاد اطہار اور بعد میں آنے والے ان کے افراد کے حالات تحریر کروں تا کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے آپ قدس سرہ العزیز کے ارادت مند اور طالبین یا ان کے بعد عالم غیب سے عدم کا نقاب چہرے سے ہٹا کر اس آستانے پر حاضری دینے والے لوگ بے شمار فوائد اور کثیر منافع سے مستفید ہوں۔ غرض اور مقصد یہ ہے کہ ہر خاص وعام سمجھ سکے لہٰذا میں نے کلام میں اختصار اور وضاحت سے کام لیا ہے اور عبارت کو اشارات اور

تکلفات کے نقاب سے آراستہ کر کے مشکل نہیں بنایا اس بنا پر کہ مجھ جیسے بے علم کا ان (بزرگانِ دین) کے اوصاف بیان کرنا یوں ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کی حکایت۔

لہٰذا آپ جناب قدّس سرّہ سے امیدوار ہوں کہ نظرِ قبولیت اور توجہ فرمائیں گے۔ کہ آپ کی اعانت و امداد سے اس رسالہ کی تکمیل ہو سکے امید ہے کہ دینی و دنیوی امور میں اس بے قیمت ذرے کی کفالت فرمائیں گے۔ اور اس خاندان عالی قدر کے مریدین سے درخواست ہے کہ اس گنہگار کو دعائے خیر اور استغفار میں یاد رکھیں۔

میں نے اس کتاب کو دو ابواب میں مرتب کیا ہے اور اپنے مرشد کریم سے موسوم کر کے ''تذکرہ مقیمی'' نام رکھا ہے۔

باب اوّل

اس خاندان کے اسلاف کے تذکرے میں اگرچہ واجب اور لازم یہ ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تک اس خاندان کے جملہ اکابرین کا ذکر کروں لیکن اپنی کوتاہ ہمتی کی وجہ سے حضرت میراں بہاول شیر قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر سے شروع کیا ہے اور حصول برکت کیلئے اس خاندان کے بزرگوں کے ناموں کو نسب نامے میں نقل کر کے اس نیک (کام کا) آغاز کیا ہے۔ یہ حیران کن اقوال اور پاکیزہ مقالات اس طرح ہیں کہ

حضرت بہاول شیر

بن

سید محمود

بن

سید علاؤالدین (جن کا دوسرا نام زین العابدین ہے)

بن

سید فتح الدین

بن

سید صدرالدین

بن

سید ظہرالدین

بن

سید شمس الدین (جن کا دوسرا نام شمس العارفین ہے)

بن

سید مومن

بن

سید مشتاق

بن

سید علی

بن

سید صالح

بن

سید عبدالرزاق

بن

حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی

رضوان اللہ علیہم اجمعین

آپ (حضرت بہاول شیر رحمۃ اللہ علیہ) کی جائے پیدائش بغداد شریف ہے آپ خواجہ نے اپنے والد اور پھوپھی کی رفاقت میں دنیا کی اطراف و

جوانب میں سیر وسیاحت کیلئے اس شہر (بغداد شریف) سے مراجعت فرمائی جب تک آپ کے والد گرامی (سید محمود رحمۃ اللہ علیہ) کا نورانی آفتاب ظاہری دنیا میں روشنی بکھیرتا رہا۔ (اس وقت تک) آپ باطنی علم انکی خدمت اقدس سے حاصل کرتے رہے۔ بعدازیں (والد گرامی نے بوقت وفات) ان امور (تربیتی معاملات) کی دیکھ بھال انکی پھوپھی کے سپرد کی۔ ابھی آپ بلند وبرتر طریق پہ (روحانی مراحل طے کرہی رہے) تھے کہ وہ عفت وپاکدامنی کے اونٹ کی محمل نشین بھی عالمِ بقا کی طرف رحلت فرما گئیں۔ درحقیقت یہ واقعہ بھی آپ جناب کے (دنیا سے) کنارہ کش ہونے کا ذریعہ بنا۔ آپ کے والد گرامی کا مزار بدایوں میں ہے جو کہ ہندوستان کا ایک علاقہ ہے اور مقبرہ کا نام ''مزار سید محمود'' ہے جو تمام دنیا میں مشہور ہے آپکی پھوپھی ''نتبیر'' میں آسودہ خاک ہیں یہ بھی ہندوستان کی ایک جگہ ہے۔ آپکی عمر مبارک اڑھائی سو سال سے زیادہ اور تین سو سال سے کچھ کم تھی۔ اکثر عمر چلّہ کشی میں صرف ہوئی۔ آپ کے ادنیٰ چلّے کی مدت بارہ سال ہے۔

☆ روایت ہے کہ ایک دفعہ پہاڑ کی غار میں ستر سال تک ایک پتھر سے پیٹھ لگا کر (سکر واستغراق کی حالت میں) بیٹھے رہے چنانچہ چڑیوں نے حضرت کے کندھوں پر آشیانہ بنالیا۔ آپ کا جسم اطہر اس پتھر سے پیوست ہوگیا اور پشت مبارک کی جلد اس پتھر کے ساتھ چمٹ (کر جسم سے الگ ہو) گئی۔ راوی کہتا ہے کہ چلہ مکمل ہونے کے بعد آپ نے سیر وسیاحت کی اور آخری عمر میں اس

علاقے میں جو کہ حجرہ منوّرہ کے نام سے مشہور ہے تشریف لائے۔ اسکے گرد ونواح میں اقوام دھول وغیرہ آباد تھیں چنانچہ تاحال انہیں کی اولاد ہی رہائش پذیر ہے۔ اور وہ جگہ جہاں مزار شریف ہے گہرے دریا کے عین وسط میں تھی دریا آپکی توجہ کی بدولت ہٹ گیا اور اسکے اطراف میں شہر کی بنیاد استوار ہوئی اسی طرح یہ بھی (بیان کیا جاتا) ہے کہ آپ قلندرانہ انداز میں اس جگہ بیٹھ گئے جہاں سے دیہات کے لوگوں کی عورتیں پانی بھرا کرتی تھیں۔ (چنانچہ اس بات پر) عورتیں بڑی غضب ناک ہوئیں اور انہوں نے اپنے خاوندوں کو شکایت کی یہاں تک کہ انہوں نے آپکو نقل مکانی کی تکلیف دی آپ اس جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھے۔ چنانچہ پہلی کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری کئی دفعہ ایسی ہی صورت پیش آئی آخر کار وہ تراشی ہوئی لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اور اب تک آپکی اولاد اطہار کے پاس بطور تبرک محفوظ ہے اور اکثر مبصرین اس کے امتیاز اور تشخیص حقیقت پر حیران ہیں آپ نے (وہ چھڑی) دریا کو دے ماری نیز آپ نے وہاں کھیلنے والے کچھ بچوں کو بھی دریا کو ہانکنے کا اشارہ فرمایا چنانچہ بچے کھیل کی لکڑیاں اور پتھر دریا کو مار مار کر ہانکتے رہے۔ دریا بہت نیچے چلا گیا حتیٰ کہ وسیع جگہ ظاہر ہوگئی آپ پانی سے ظاہر ہونے والے اس ٹیلے پر جا کر تشریف فرما ہوگئے اور ارشاد فرمایا یہ جگہ ہم نے دریا سے حاصل کی ہے اس میں کسی شخص کا دخل نہیں ہے۔ دیکھنے والے اس واقعہ پر حیران و ششدر رہ گئے۔ چنانچہ اسکے

بعد کسی فرد نے آپ کے احوال میں مداخلت نہ کی۔

☆ آپکی بے شمار کرامات ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ آزاد درختوں میں سے ایک درخت جسے ہندی زبان میں ''نیم'' کہتے ہیں اور درخت ''ذات الزوائب'' جسے ہندی میں ''بوڑ'' یا ''بوہڑ'' کہتے ہیں اور ایک دوسرا درخت جسے اس علاقے میں ''پھاڑیہ'' کہا جاتا ہے ان تین درختوں کے تین کھونٹے تھے جن کے ساتھ آپکی سواریٔ خاص کے گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ایک عرصے کے بعد ان میں سے ہر ایک کھونٹا نشوونما پا کر ویسا ہی (سرسبز) درخت بن گیا جس کی لکڑی سے وہ کاٹا گیا تھا اس سال تک ان میں سے دو درخت سرسبز ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو خوبصورت اگایا ہے۔

مثنوی

درخت کی تعریف

؎ چوں طوبیٰ و سدرہ بزرگے
سائل برشاں برائے برگے

یہ درخت طوبیٰ وسدرہ [1] کی طرح بزرگ اور شان وشوکت والے ہیں
(بلکہ وہ درخت) پتوں کے حصول کیلئے ان کے سوالی ہیں۔

---

[1] طوبیٰ جنت کا ایک درخت ہے تمام جنتی لوگوں کے گھروں میں جس کی شاخیں پہنچی ہوئی ہوں گی اور اس سے طرح طرح کے میوے اور خوشبوئیں حاصل ہوں گی۔سدرہ ساتویں آسمان پر بیری کا بلند و بالا درخت جو مقام جبریل علیہ السلام ہے حضور ﷺ کے سوا کوئی اور اس سے اوپر نہیں گیا۔

؎ صد سرو جناں بقدر شاں پست
دریوزہ کناں انجیر را دست

جنت کے سینکڑوں سروان کی قدر واہمیت کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔
انجیر کا ہاتھ بھی (ان سے) بھیک مانگتا ہے۔

؎ صد گلبن و صد ہزار لالہ
تشنہ پئے جرعہ زاں پیالہ

پھولوں کی سینکڑوں کیاریاں اور لالہ کے لاکھوں پھول ان کے پیالے
کے ایک گھونٹ کے پیاسے ہیں۔

؎ رضوان بروضۂ کمالے
خواہد ز خدا چو شاں نہالے

باکمال جنت کا داروغہ ''رضوان'' اللہ تعالیٰ سے اس طرح کے درخت
چاہتا ہے۔

؎ در باغ ارم چنیں نروید
آں کیست کہ وصف شاں بگوید

باغ ارم میں بھی ان جیسا (درخت) نہیں اگا۔ کون ہے
جو ان کے اوصاف بیان کر سکے۔

؎ ہرشاخ ز شاں چو زلفکے حور
قربان کن ہزار انگور

ان کی ہرشاخ ایسے ہے جیسے کسی حور کی زلف۔ان پر انگور کے ہزاروں خوشے قربان۔

؎ بر ہر شاخے چو سبز پوشاں
ارواح عشیق و ہم سروشاں

عاشقوں کی روحیں اور فرشتے ہرشاخ پر سبز پوشوں کی طرح موجود ہیں۔

؎ ہر شاخ بحسن بے مثالے
لرزاں ہمہ شب بوجد و حالے

بے مثال حسن کی مالک (ان درختوں کی) ہرشاخ ساری ساری رات وجداور حال[1] میں رقص کناں رہتی ہے۔

؎ سر کردہ فرو بسرّ چو مستاں
ہر برگ بعشق ہزار دستاں

رموز واسرار سے آگاہ مستانوں کی طرح سر جھکائے ہر پتہ عشق کی ہزاروں داستانیں سناتا ہے۔

؎ ز ایشاں چو شگوفۂ بروئد
خوش مدح قلندری بگوید

---

[1] وجد وحال ایک قسم کی بے خودی کی حالت جو محفل حال وقال میں صوفیانہ کلام سن کر اہل دل پر طاری ہوتی ہے۔

جب بھی ان سے کوئی شگوفہ پھوٹتا ہے حضرت میراں بہاول شیر قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار مدح بیان کرتا ہے۔

؎ کز معجزهٔ شہء جہانیم
سرسبز ہمیشہ بی خزانیم

کہ ہم اپنی دنیا کے شہنشاہ (حضرت میراں پاک علیہ الرحمہ) کی کرامت سے ہمیشہ سرسبز رہتے ہیں اور ہم پر خزاں نہیں آتی۔

؎ ہر برگ کہ بانقوش زیبا است
از کتب مراد خوش ورقہا است

ہر پتہ نقوش سے مزیّن ہے کتابوں سے مراد خوبصورت پتے ہیں۔

؎ خوش خوش شدہ اے مرید پیراں
بخرام ببوستانِ میراں

حضرت میراں بہاول شیر قلندر کے باغ میں خراماں خراماں (ٹہلتے ہوئے) اے ذی قدر پیروں کے مرید خوش ہو۔

؎ در سایہء ما نشین و بگذر
از گرمیء آفتاب محشر

(یہ مبارک درخت زبان حال سے کہہ رہے ہیں) ہمارے سائے میں بیٹھ اور آفتاب قیامت کی گرمی سے گزر جا۔

؎ برگے بزمیں فتادہ از ما
بردار و کنش بچشم و سر جا

ہمارا کوئی پتہ زمین پر گرے تو اٹھا لے اور اسے سر آنکھوں پر رکھ۔

؎ آں برگ تر است در دو عالم
آسودہ کن چو نخل مریم

(گرنے والا) وہ پتہ تر و تازہ ہے (اور) دو عالم میں حضرت مریم علیہا السلام کے نخل[1] (کھجور کے درخت) کی طرح آرام و راحت پہنچانے والا ہے۔

؎ شخصے کہ بزیر شاں رسیدہ
از آتشِ دوزخ آرمیدہ

وہ شخص جوان کے سائے میں پہنچ گیا دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو گیا۔

؎ آں را کہ نصیبِ شاں ثمر شُد
گر بود عقیمہ بار ور شُد

جس کے نصیب میں ان درختوں کا پھل ہوا اگر وہ بے اولاد تھا تو صاحبِ اولاد ہو گیا۔

؎ در سایہء آں درخت فرجام
برخیز محمدا بیا رام

[1] نخلِ مریم: کھجور کا وہ سوکھا ہوا درخت جس کے نیچے حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت تشریف فرما ہوئی تھیں اور ان کی برکت سے وہ درخت سرسبز و تازہ ہو گیا تھا۔

اے محمد بخش! اٹھ اور آرام کے لئے اس شجرِ سعید کے سائے میں چلا جا۔

؎ یارب برساں بزیرِ ایشاں
ہم مرہمِ خستہ دہ پریشاں

اے پروردگار! زخمیوں کے لئے مرہم کا اثر رکھنے والے ان درختوں
کے سائے میں ہمیں بھی پہنچا دے۔

(ان درختوں میں سے) نیم کا درخت خشک ہو گیا البتہ اپنی جگہ پر (موجود) ہے مریدوں میں سے کسی نے درخواست کی کہ اس کی کچھ لکڑی عنائت فرمائیں تاکہ تسبیح بنائے۔

☆ ایسے ہی یہ بھی (روایت) ہے کہ خدام نے آپکی خدمت میں دودھ کی آرزو کی ارشاد ہوا کہ "اے نیم کے درخت ہمیں دودھ چاہیے۔" (چنانچہ اس سے دودھ نکلنا شروع ہو گیا) یہاں تک کہ تمام برتن دودھ سے بھر گئے اور طویل مدت تک اس درخت سے دودھ آتا رہا۔ کچھ عرصے بعد قحط سالی واقع ہوئی تو جو شخص بھی اس درخت سے (دودھ) لینا چاہتا اس کا اصل کام یہ ہوتا کہ اپنا برتن شگاف کے سامنے رکھ دے تاکہ وہ دودھ سے بھر جائے۔

☆ اسی طرح یہ (روایت) بھی ہے کہ تخلیق انسانی سے لے کر آج تک آپ کے سوا کوئی ایسا فرد پیدا نہیں ہوا جس کی داڑھی سو سال کے بعد نکلی ہو۔

☆ ان تمام (روایات) میں سے ایک یہ ہے کہ اس علاقے میں سکونت

پذیر ہونے کے بعد شادی کا اتفاق ہوا (تو آپکے ہاں) فرزند متولّد ہوا خدام نے خبر پہنچائی اور رسوم کے متعلق سوال کیا تا کہ ان کی ادائیگی بجالائیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ بڑی بڑی روٹیاں پکا کر ہر خاص وعام کو تقسیم کردی جائیں چنانچہ اب تک یہ رسم آپ کی اولاد مطہّر میں موجود ہے کہ جب بھی کوئی فرزند پیدا ہوتا ہے تو پانچ سات یا گیارہ من (روٹیاں پکوا کر) تقسیم کرتے ہیں اور وہ دن بڑی خوشی سے گزارتے ہیں یہاں تک کہ مذکورہ روٹیاں ختم ہو جائیں البتہ لڑکی کی پیدائش پر کوئی رسم نہیں ہے۔

وہ خاتون جسے بچے کو دودھ پلانے کے لئے مقرر کیا گیا نابینا تھی ابھی چالیس روز کی مدت بھی نہ گزری تھی کہ (بچہ) باتیں کرنے لگ پڑا دایہ نے یہ واقعہ دیکھ کر بینائی کی درخواست کی تو اسے بصارت مل گئی۔ جب یہ خبر آپ (حضرت) تک پہنچی تو ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''اس سرائے (دنیا) میں تمھارا اور میرا بیک وقت رہنا ممکن نہیں کیونکہ ایک نیام میں دوتلواریں سمانہیں سکتیں'' تو آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں سے آگاہ ہے۔ مجھ پر واضح نہیں ہے کہ میری پشت سے اولاد ہوگی یا نہیں جب کہ آپکی پشت سے اس کا یقین ہے میں اپنی زندگی کو آپ اور آپ کی اولاد کی زندگی پر قربان کرتا ہوں''۔

چنانچہ آپ اسی دوران رحلت فرما گئے اس وقت آنجناب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت بہاول شیر قلندر) کے مزار کی پچھلی جانب مدفون ہیں۔ (آپ کے مزار کا) نام مزار سیّد جمال ہے۔

شعر

زہے ہلالے کہ باجمالے زصد کمالے بود فزوں تر
خوشانہالے ست کہ بے مثالے زحد قالے بیاں بروں تر

واہ پہلی رات کا کیا خوب چاند ہے جو سینکڑوں کمالات سے مزیّن ہوکر بڑھتا چلا جائے۔

آپ بڑے بابرکت (اور) تازہ ننھے پودے (کی طرح) ہیں ایسے بے مثال ہیں کہ کسی بیان کرنے والے کی حدود گویائی سے باہر ہیں۔ (چنانچہ کسی کے لئے ممکن نہیں کہ ان کے اوصاف وکمالات بیان کرسکے۔)

گہر شب آراء و دُرّ یکتا چراغ زیبا بہر دوعالم
گلے نکو تر مبارک اختر خورِ منوّر ازو نگوں تر

وہ (تاریک) رات آراستہ کرنے والے گوہر، بے مثل ہیرا، اور دوعالم کے لئے خوشنما چراغ ہیں۔ خوبصورت پھول اور ایسے بابرکت ستارے ہیں کہ روشن آفتاب آپ کے سامنے ہیچ ہے۔

چو جدِّ اعظم بطفلی اکرم بخوش تکلّم فصیح آمد
بدیں شریعت دہ جمعیت بحرمیّت دروں دروں تر

حرمت دین وشریعت پر حلقۂ جماعت میں یہ صاحبِ کرامت بچہ بھی اپنے جد اعظم کی طرح خوش گفتاری اور شیریں کلامی سے گفتگو کرنے والا ہے۔

دیگر

؎ جمالے چہ گویم مثالے نداشت
کہ چون و چرا را مجالے نداشت

آپ کے جمال کے متعلق میں کیا کہوں اس کی تو مثال ہی نہیں ملتی (یہاں تو) چون و چرا اور تکرار کی (طاقت وحوصلہ اور) مجال ہی نہیں۔

؎ ازیں دارِ فانی گزید انتقال
بملکِ بقا گشت شاہِ جمال

حضرت شاہ جمال اس دار فانی سے انتقال فرما کر ملک بقا کی طرف چلے گئے۔

؎ جمالے کہ باحسن و اجلال بود
بمدحش زبانِ قلم لال بود

حضرت شاہ جمال ایسے حسن اور بزرگی والے تھے کہ قلم کی زبان آپ کی تعریف (بیان کرنے) سے عاجز اور گنگ ہے۔

؎ بوصفش ترا چیست تاب و تواں
محمد صلوٰۃ و سلامش رساں

اے محمد بخش! ان کے اوصاف وکمالات (کے بیان) کی تجھ میں ہمت وطاقت کہاں ہے؟ پس تو ان کو صلوٰۃ وسلام پہنچا۔

آپ کے قدموں تلے ایک دوسری قبر ہے (جس کے متعلق) عوام میں مشہور ہے کہ یہ سید جمال کے رضاعی بھائی کی ہے۔ یہ (خیال) غلط ہے کیونکہ وہ قبر (سید جمال کے بھائی) شاہ نور محمد کے فرزند کی ہے جو ان کے بھتیجے ہیں۔ عنقریب ان کا ذکر عظیم آئے گا۔

☆ ان تمام (روایات میں) سے یہ بھی ہے جسے بہت سے قابل اعتماد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار اقدس پاکپتن میں ہے اور وہ آپکے زمانہ سے پہلے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ وہاں تشریف لے گئے اور ان کی قبر پر زدوکوب کرنے لگے اور وہ چادر جو قبر پر تھی پارہ پارہ کر دی۔ درگاہ کے مجاوروں نے یہ دیکھا تو دل میں دوسرا خیال لائے (اور طیش میں آگئے) روکنے کے لئے زبان کھولنا ہی چاہتے تھے کہ وہاں کے سجادہ نشین اور خلیفہ جو کہ صاحبِ باطن تھے انہوں نے حضرت شیخ گنج شکر علیہ الرحمہ کو دیکھا جو فرمارہے تھے "تم پر واضح ہو کہ ہرگز ان کے احوال میں معترض نہ ہو میرے اور بارگاہ الٰہی کے درمیان ایک حجاب رہ گیا تھا جو میری قبر کے پہلو پر ہونے والے اِس زدوکوب (کے نتیجے) میں غلاف کے پھٹنے کے ساتھ درمیان سے کھل گیا"

☆ ان باتوں میں سے درجہ صحت کو پہنچی ہوئی ایک یہ بھی ہے کہ آپ اکثر اوقات شیر پر سوار ہوتے اور آپکے دست اقدس میں تازیانہ کی بجائے سانپ ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی روایت ہے کہ شیخ داؤد جن کا مزار شیر گڑھ میں ہے آنجناب اور وہ ایک دوسرے کے ہم عصر ہیں اتفاقاً ایک روز آپ کا گزر انکے گھر سے ہوا غالباً شیخ (داؤد) خلوت میں تھے آپ نے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی (لیکن) وہ باہر نہ آئے چنانچہ بہت دیر ہوگئی تو آپ نے کافی انتظار کے بعد وہ تازیانہ ان کے گھر کی دہلیز پر مارا جو آپ کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا کہ "ابھی مرغی انڈوں پر بیٹھی ہے" پھر واپس تشریف لے گئے۔ شیخ داؤد کچھ دیر بعد باہر نکلے اور خدام سے فرمایا کہ جو کلمات آپ نے ارشاد فرمائے ہیں بیان کرو خدام نے بتا دیئے تو شیخ نے فرمایا کہ "آپ فقر لے گئے ہیں اور دولت و اولاد کثیر عطا فرما گئے ہیں چنانچہ زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ اُن کے رعب و داب کی شہرت دنیا بھر میں پھیل گئی اور وہ کثرتِ اولاد والے ہوگئے۔

☆ راوی کا بیان ہے کہ آپ شہنشاہ ہمایوں کے دور حکومت میں اس جگہ (حجرہ منوّرہ) میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ شیر شاہ (سُوری) کا دور حکومت تھا اور اس جگہ پر جو کہ دریا سے باہر آئی تھی خدام نے اناج جسے ہندی میں "چورال" کہتے ہیں کاشت کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد عامل اس کھیتی کو ضبط کرنے کے لئے علاقے میں آیا اس نے "جریب"[1] اس کھیت کی پیمائش کے لیے ڈالا خدام نے کئی بار کہا کہ ہم نے یہ چند دانے صرف آنکھوں کی تازگی اور ٹھنڈک کے لئے کاشت کئے ہیں۔ دنیاوی مفاد کے ارادے سے نہیں (لیکن اس)

---

[1] جریب: ایک خاص پیمانہ جس سے زمین کی پیمائش کی جاتی ہے

نادان نے ایک نہ سنی حتیٰ کہ آپ علیہ الرحمہ بہت زیادہ شور شرابے اور فریاد کی وجہ سے مراقبے سے بیدار ہوئے حالات کا جائزہ لیا اور اس معاملے میں توقف فرمایا (پھر) اچانک زبان سے اسم ''اللہ'' نکلا (اور یہ اسم مبارک) اللہ آپ نے کھینچ کر ادا فرمایا (پھر وہاں سے) اٹھے اور لوگوں سے چھپ کر خلوت میں تشریف لے گئے اور فرمایا (اب) ہم اس وقت باہر آئیں گے جب پگڑی باندھنے والوں کی حکومت ہوگی۔ اس سے (آپکی) مراد چوغتہ[1] (مغل خاندان) ہے۔ زیادہ مدت نہ ہوئی کہ ہمایوں نے ایران سے آکر جو کیا سو کیا (یعنی اس نے اپنی حکومت قائم کرلی) جیسا کہ ہندوستان کے بادشاہوں کی تاریخی کتب میں مرقوم ہے۔

☆ روایت میں ہے ایک دن ایک مہمان آیا خدام کو ارشاد ہوا کہ سواریٔ خاص کا گھوڑا مہمان نوازی کیلئے ذبح کیا جائے، کہا جاتا ہے کہ وہ بہت مہنگا اعلیٰ نسل کا عراقی گھوڑا تھا جو کہ اکبر بادشاہ کا تحفہ تھا۔ حاضرین نے بمشکل درخواست کی کہ اگر اس گھوڑے (کو بیچ کر اس) کی قیمت سے کھانا پکایا جائے تو وہ بہت زیادہ اور پاکیزہ وعمدہ ہوگا (یعنی لنگر خانے میں مدت دراز تک عمدہ کھانا دستیاب ہوسکے گا) تو آپ نے فرمایا کہ ''اگر ہم ایسی تدبیر جانتے تو جامۂ قلندری میں نہ ہوتے'' چنانچہ کھانا پکا کر حاضر کیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جو کوئی بھی اس دسترخوان پر بیٹھا (کھانے کے دوران) اس کے دل میں جس کھانے کا تصور پیدا ہوا اس نے اُسی کھانے کا ذائقہ پایا۔

---

[1] چوغطہ/چوغتہ: مغلوں کا وہ خاندان جو چغتا بن چنگیز خاں کی نسل سے منسوب ہے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی مہربانی اور غصہ آپ کے مرتبۂ عظمیٰ کے مطابق تھا تاہم (دوسروں کی غلطیوں کی) پردہ پوشی اور بخشش کی قبا (آپ کے اوصافِ خشم وناراضگی پر) حاوی تھی۔

☆ منقول ہے کہ ایک روز آپ ''ستگھرہ'' میں تشریف فرما تھے کہ شاہ محمد غوث گیلانی جو شیخ داوٗد کے مُرشد ہیں (گھوڑے پر) سوار ہو کر اس راستے سے گزرے تو آپ نے اپنے چہرے کو پھیر لیا اور پیٹھ اس سمت کرلی (جدھر سے وہ آرہے تھے) تا آنکہ وہ گزر گئے خادموں نے اس عمل کی حقیقت کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا ''اگر میری نگاہ کی تجلّی ان پر پڑ جاتی تو اس کی آتشِ حرارت سے ان کے طائرِ ولایت کے بال و پَر گر کر جل جاتے۔

سبحان اللہ! آپ کس قدر بلند مرتبے کے حامل ہیں کہ بغیر ارادے کے آپ کی نگاہ پڑ جانے سے یہ حالت رونما ہوتی ہے، اور توجہ کے معمولی سے ہٹ جانے سے کام کہاں (سے کہاں) تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے اکثر اوقات مراقبے میں صرف ہوتے آپ نے رات اور دن کے تمام اوقات کا تعیّن کر رکھا تھا، گھوڑے پر زین بندھی رہتی جس وقت مراقبے سے فراغت پاتے تو گھوڑے پر سوار ہو جاتے اور ایک میدان میں (اس قدر) دوڑاتے کہ پہلے کی طرح حالت (استغراق) میں لوٹ آتے۔

☆ آپ علیہ الرحمہ کی وفات (حسرت آیات) ۱۸؍شوال المکرّم ۹۷۳ھ کو

ہوئی جس کا مادہ تاریخ سن کے اعداد سے استفادہ کرتے ہوئے (بحساب ابجد) ''عبدالقادر ثانی'' نکلتا ہے۔

گوہرِ شب تاب از کانِ نبی سرفراز
دُرِّ یکتائے ز اوجِ مرتضٰی باعزّ و ناز

آپ نبی کریم ﷺ کی معدن کے رات کو چمکنے والے ممتاز موتی ہیں اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے عزت وناز والے منفرد گوہر ہیں۔

خوش گلے از روضۂ زہراست بشگفتہ مدام
اخترِ برجِ حَسن چوں سعد اکبر دل نواز

آپ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے باغ کے ہمیشہ شگفتہ رہنے والے خوبصورت پھول ہیں اور آسمانِ حَسن (رضی اللہ عنہ) کے سعد اکبر (ستارۂ مشتری) کی طرح دلنواز ستارے ہیں۔

سرو باغِ غوثِ اعظم از ازل ہم تا ابد
قامتِ قدرِ ورا آمد حسابِ بس دراز

آپ ازل سے ابد تک سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے باغ کے سرو ہیں آپ کے مرتبہ کی قد وقامت اور بلندی حساب سے باہر ہے۔

ـہ بندۂ فرماں روا و عاشق و محبوب ہم
بانیاز و ناز آمد ہمچو محمود و ایاز

آپ اس حاکمِ مطلق اللہ تعالیٰ کے بندے، عاشق اور محبوب ہیں
(اور اللہ تعالیٰ سے ان کا) ناز و نیاز محمود و ایاز کی طرح ہے۔

ـہ اوست اوستادے بدرس عشق صد منصور را
صد شرف یابد شرف از صحبتِ یکدم براز

آپ ایسے استاد ہیں جن کے درس عشق و محبت میں سینکڑوں منصور ہوتے۔ سینکڑوں شرف الدین نے ان کی ایک ہی صحبت کے راز سے شرف و بزرگی پالی

ـہ شمسِ تبریز پیشِ مہرِ او چوں ذرّہ ایست
ذرّۂ او شمس ہند و رُوم و چین و ترک و تاز

حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مہرِ تاباں کے سامنے ایک ذرے کی مثل ہیں۔ ہندوستان، روم، چین، ترکستان اور عرب آپ کے آفتاب کا ایک ذرہ ہیں۔

ـہ گلشنِ اسرار سرمد صد ہزاراں سرمدی
کردہ بر بوئے گلشن سرہا نثار و جاں نیاز

آپ کے رموز و اسرار کے گلشن پر لاکھوں سرمد رحمہ اللہ قربان ہو گئے اور ان کے گلشن کی خوشبو پر بے شمار سَر و نثار اور فدا ہو گئے۔

؎ طائرِ اوجِ ولایت سائرِ اقطاب عہد
پیشِ او ہمچوں کبوتر شاہِ ماچوں شاہباز

زمانے کے تمام اقطاب کی بلندئ ولایت کا پرندہ آپ کے سامنے کبوتر کی طرح ہے جبکہ ہمارے شہنشاہ حضرت بہاول شیر قلندر رحمہ اللہ شہباز کی مانند ہیں۔

؎ خضر باصد آبِ حیواں خوش لبِ بر بحرِ جود
جرعہ زوخواہد ستادہ دست بستہ در نماز

حضرت خضر علیہ السلام سینکڑوں آبِ حیات لئے (ہونے کے باوجود) آپ کے بحرِ سخاوت پر خوش لبی کے ساتھ ایک گھونٹ کی خواہش میں یوں کھڑے ہیں جیسے نماز میں دست بستہ (کھڑے ہوں۔)

؎ التماسے وارد الیاسے ازو باصد نیاز
سوئے ماکن یا قلندر گوشۂ یک چشم باز

حضرت الیاس علیہ السلام بھی سینکڑوں ادب و نیاز کے ساتھ آپ سے آرزو رکھیں کہ اے میراں لعل بہاول شیر قلندر ہماری طرف اپنے گوشۂ چشم کو وا کریں (اور توجہ فرمائیں)

؎ قدسیاں بر عرش ہر شام وسحر ایں نعرہ زن
شاہ بہاء الشیر غازئ قلندر پاکباز

ملائکہ قدسی عرش پر ہر صبح و شام یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ "شاہ بہاول شیر غازی قلندر پاکباز (ہستی) ہیں"۔

؎ سرِّ خود گر افگند بالائے یَم ّ از قدرتش
خشک میگردد رواں ہموار وہم شیب وفراز

آپ اپنا راز اپنی قدرت وطاقت سے اگر دریا پرڈال دیں تو نشیب وفراز اورہموار (جگہ پراس کا) بہتا ہوا پانی خشک ہو جائے۔

؎ سرِّ خود گر افگند بر کوہ قافِ بس گراں
دانہء ریگی شود فی الحال از سوز وگداز

اگرآپ اپناراز مضبوط کوہ قاف پرڈال دیں تو وہ اسی وقت رقّت اور سوز وگداز سے ریت کے ذرّات میں تبدیل ہوجائے

؎ سرِّ خود گر افگند بر آتشِ سوزندہَ
سرد گردد بے توقّف مردہ بینی حرص و آز

آپ اپنا راز اگرجلانے والی آگ پرڈال دیں تو وہ فوراً ٹھنڈی ہو جائے اور (اس کے جلانے والے اوصاف کی) حرص وآز مردہ ہو جائیں۔

؎ بر سرِ محتاج تاجِ ہر مرادے می نہند
ہادیَ مشکل کُشا در ہر دو عالم کار ساز

آپ ہرمحتاج کے سر پر اس کی مراد کا تاج رکھ دیتے ہیں آپ رہنما ہیں، مشکلات حل کرنے والے، اوردو عالم کے کارساز ہیں

؎ گردن افرازانِ دوراں بردرش سودہ جبیں
چو غلاماں پیشش اکبر بادشاہ در ترکتاز

لمبی لمبی گردنوں والے، زمانے کے سربلند اور متکبر لوگ آپ کے دراقدس پر (یُوں) پیشانی رگڑتے ہیں جس طرح دورانِ حملہ اکبر بادشاہ کے حضور غلاموں کی حالت ہوتی تھی۔

نوح ملاے زطوفانِ بلائے دو جہاں
ہر کہ او در خاندانش شد رسید اندر جہاز

(آپ) نوح علیہ السلام (کی مثل) ایسے ملاح ہیں جو دو جہانوں کی مصیبتوں کے طوفان سے (بچانے والے ہیں) جو بھی آپ کے خاندان کا ہو گیا وہ (سلامتی کے) بیڑے میں پہنچ گیا

اے محمد بخشش و امداد مے خواہ زانجناب
مدحِ اُوراکے تواند چوں توئے بے برگ وساز

اے محمد بخش! تو آنجناب (حضرت بہاول شیر قلندر رحمۃ اللہ علیہ) سے بخشش اور مدد طلب کر (کیونکہ) تجھ جیسے عاجز اور بے سروسامان سے ان کی مدح کیسے ممکن ہے

قصیدہ ثانی

شاہنشہے ما کہ تاجور بود
در پردۂ خوش مزمّل آسود

ہمارے شہنشاہ جو کہ تاجدار تھے وہ مزمّل کے خوبصورت پردے میں آرام فرما ہو گئے

؎ شیرے کہ ہژبر ہا ستورش
شاہے کہ شاہاں کنندش سجود

(آپ ایسے شہسوار تھے کہ) شیروں کا شیر آپ کی سواری تھا (اور) ایسے بادشاہ تھے کہ شاہانِ وقت آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے

؎ مہتاب بہ برجِ فقر و سادات
خورشید بر اوجِ بخشش و جود

آپ کا مہتاب فقر اور سیادت کے آسمان پہ (دمکتا) تھا اور آپ کا آفتاب جود و سخاوت کی بلندیوں پر (چمکتا) تھا۔

؎ در محفلِ عاشقے چراغے
نَے نَے غلطم کہ شمع بے دود

آپ عاشقوں کی محفل کے چراغ تھے۔۔نہیں نہیں۔۔۔۔میں نے غلط کہہ دیا (وہ تو) ایسی شمع تھے جس کا دھواں نہیں ہوتا

؎ در صدر قلندری امیری
عابد شدہ محو ذاتِ معبود

آپ قلندری اور امیری (دونوں کے) صدر نشیں تھے اور ایسے عبادت گزار تھے کہ معبودِ حقیقی کی ذات اقدس میں محو ہو گئے۔

؎ دیوان بکرسی جلالت
نَے نَے غلطم کہ شاہ محمود

آپ کرسی جلالت پر متمکن تھے۔۔۔نہیں نہیں ۔۔میں غلط (کہہ رہا) ہوں
آپ تو تعریف کیے گئے بادشاہ تھے۔

؎ زد سکّہ بکشورِ کرامت
گوئے بہی از جہاں بر بود

کرامت اور بزرگی کی سلطنت میں آپ کا سکہ چلتا تھا۔آپ اس
دنیا سے بہتری اور نیکی کی گیند لے کر گئے۔

؎ سنگے کہ برو نگاہش آمد
قدرش ز ہزار گوہر افزود

وہ پتھر جس پر آپ کی نگاہ پڑ گئی اس کی قدر و منزلت ہزاروں
موتیوں سے زیادہ ہو گئی۔

؎ افتادہ بچاہِ غفلت و جہل
چوں جانبِ اُو ارادہ بنمود

جب آپ غفلت و جہالت کے کنویں میں گرے ہوئے (شخص) کی طرف
(توجہ اور) ارادہ فرماتے۔

؎ آں شیر بزور دستگیری
زاں تیرہ چہش سبک بہ بکشود

(تو) شیر کی طرح پوری طاقت سے دستگیری کرتے ہوئے اس تاریک کنویں والے کو آسانی سے باہر کھینچ لیتے۔

؎ از لوحِ دلش حروف شک را
با کزلکِ صدق پاک بزدود

(اور) اس کے دل کی لوح سے شکوک وشبہات کے حروف کو سچائی کے چاقو سے کُھرچ کر اُسے پاک کر دیتے۔

؎ در مصر ملوک ساخت مالک
برتارکِ تاج عزّ بخشود

آپ بادشاہوں کے شہر میں (جس کو چاہتے) مالک بنا دیتے اور تاج وتخت چھوڑ دینے والے کو عزت وسربلندی عطا فرما دیتے۔

؎ در عرصۂ مدح شاں چو آمد
شد تیغ زباں گوہر آمود

جب وقت آپ کی مدح میں گزرتا ہے تو زباں کی تلوار موتیوں اور جواہرات سے بھر جاتی ہے۔

؎ چوں نام مبارکش سرائیند
غمناک بلا شوند خوشنود

جب غمزدہ اور مصیبتوں کے مارے ہوئے لوگ آپ کا نام مبارک
الاپتے اور گنگناتے ہیں تو خوش وخرم اور مسرور ہو جاتے ہیں۔

ے آں شاہِ قلندرانِ آفاق
زینِ کوچۂ غبار آلود

آپ (جو کہ) دنیا بھر کے قلندروں کے بادشاہ ہیں۔اس غبار آلود
کوچے کی زینت ہیں۔

ے چوں خواست بر اوج لامکانی
در خلوتِ خاص باہم آسود

جب آپ نے چاہا لامکاں کی بلندی پر خلوتِ خاص میں آرام فرما ہو گئے۔

ے شد حق بحق ملحق اے دوست
آمیخت چو بوئے در گُل و عود

اے دوست! حق حق کے ساتھ یوں مل گیا جس طرح گل وعود میں
خوشبو رچ بس جاتی ہے۔

ے خود یافت محمد اوصالے
باظلمتِ ہجر عالم اندود

اے محمد بخش! آپ نے وصلِ حق پایا تو دنیا (اور اہل دنیا) ہجر کی
تاریکی میں ڈوب گئے۔

ے پرسیدم سالِ رحلت از دل
محبوب خدا شدہ بفرمود

میں نے اپنے دل سے (آپ کی) رحلت کا سال پوچھا تو اس نے کہا (محبوب خداشدہ۔۔۔ ۹۷۲ھ) آپ اللہ کے محبوب ہوئے۔ ۱؎

☆ اور اس سال سے اس کتاب کی ترتیب (کے سال) تک جو کہ اعلیٰ حضرت کی خلافت کا دور ہے جن کا لقب مبارک کتاب کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے ایک سو ننانوے سال ہو گئے ہیں اور گنبد مبارک کی بنیاد پہلے کی ہے جو اس سال تک نقش ونگار سے عاری تھا۔ لیکن میرے مرشد حضور کی سجادہ نشینی کے دور میں اس کی مرمت کر کے رنگین نقش ونگار سے مزیّن کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ قطعہ جو اس مبارک خانقاہ کے نقش ونگار بندی کی تاریخ اور اس کی بنیادوں سے وابستہ عقیدت کا اظہار کرتا ہے (اور یہ) قدموں کی طرف دروازے کے اوپر ثبت ہے

۱؎ **محبوب خداشدہ**: باعتبار حروف ابجد "محبوب خداشدہ" کے اعداد جمع کریں تو 972 بنتا ہے یوں بڑے لطیف پیرائے میں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے آپ کے سن وصال کو الفاظ میں بیان کیا ہے۔ دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ابجد کے اعتبار سے حروف کے اعداد مندرجہ ذیل ہیں۔

ابجد

ا	ب	ج	د
۱	۲	۳	۴

ہوز

ہ	و	ز
۵	۶	۷

حطی

ح	ط	ی
۸	۹	۱۰

کلمن

ک	ل	م	ن
۲۰	۳۰	۴۰	۵۰

سعفص

س	ع	ف	ص
۶۰	۷۰	۸۰	۹۰

قرشت

ق	ر	ش	ت
۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰

ثخذ

ث	خ	ذ
۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰

ضظغ

ض	ظ	غ
۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰

حروف تہجی کے ۲۸ حرفوں کو مندرجہ بالا آٹھ کلموں میں جمع کر کے تمام حروف کے اعداد قرار دیے گئے ہیں

قطعہ

؎ امیرِ دین شدہ میرِ محمد
سریر آرائے مصرِ حکمرانی

حضرت میر محمد دین کے امیر بنے اور شہرِ حکمرانی کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔

؎ زہے فخرِ بنی ہاشم کہ نامش
بود اندر جہاں حرزِ یمانی

آپ کیا خوب بنی ہاشم کا فخر ہیں جن کا نام مبارک دنیا میں
حرزِ یمانی[1] (کی طرح) ہے۔

؎ بتارِ تخش تفکر کرد احمد
گزینش آمدہ مصراعِ ثانی

جب محمد بخش (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کی تاریخ (وصال) کے متعلق غور و فکر کیا۔
تو (انہیں) دوسرا مصرع پسند آیا۔

؎ ازاں حسن و لطافتہا کہ دارد
نقوشش دیدہ حیراں ماندہ مانی

[1] **حرز یمانی**: یہ چند دعائیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت تلقین و تعلیم فرمائیں جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن کی طرف سفر کیلئے جا رہے تھے۔

وہ حسن ولطافت جو آپ رکھتے ہیں اس کے نقوش دیکھ کر آنکھ حیرت زدہ اور ششدر رہ جاتی ہے۔

☆ بہر حال کتاب میں وسعت نہ ہونے کی وجہ سے پانچ (سے زائد) اشعار کی گنجائش نہیں ہے مجبوراً آخری دو اشعار (کا ذکر کرنے) کی بجائے تین اشعار کے بدلے میں اسی ایک شعر پر اکتفا کیا ہے۔

شعر

بعہدِ حضرتِ میر محمد
منقش گشت ایں عرش زمانی

حضرت میر محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کے دور میں زمانے کا یہ عرش
نقش ونگار سے مزیّن ہوا۔

☆ آپ کی تمام عمر مقدّسہ میں نو ازواج مطہرات سے نکاح منقول ہیں ان میں سے چار صاحب اولاد ہوئیں چنانچہ ان میں سے ایک کے پانچ بیٹے تھے اور دوسری کے تین۔ جب کہ ایک خاتون کے بطن سے دو بیٹے تھے اور ان دس صاحبزادوں میں سے ہر ایک کثیر اولاد والا ہوا۔ سوائے (ان میں سے) آخری بھائی کے جو بے اولاد تھے۔ اور آنجناب کے فرزندوں میں سب سے بڑے شاہ نور محمد ہیں جو ان (مذکورہ بالا) دس بیٹوں کے علاوہ ہیں اور ان کی والدہ محترمہ سید

کمال رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی تھیں جو سادات کبار کی نسل سے ہیں اور سید جمال جن کا تذکرہ (قبل ازیں) ہو چکا ہے۔ (وہ) بھی اسی پاکدامن خاتون کے بطن سے تھے۔ بہر حال آنجناب (حضرت میراں بہاول شیر قلندر رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال کے بعد سید نور محمد سجادہ نشین قرار پائے۔

مدح
سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

؎ شد بجہاں آشکار نور محمد دگر
مہدئ عہد آمدہ نائب خیر البشر

دنیا میں دوسرے "نور محمد" کا ظہور ہوا زمانے کے مہدی اور خیر البشر حضرت محمد ﷺ کے نائب تشریف لے آئے۔

؎ نور سخائش نمود چوں یدِ بیضا دو دست
ہمچو علی مرتضٰی وقتِ شجاعت قمر

آپ کے دونوں ہاتھ یدِ بیضا کی طرح سخاوت کا نور پھیلاتے ہیں اور آپ شجاعت و بہادری کے وقت حضرت علی المرتضٰی ؓ کی طرح (مثلِ) چاند (دکھائی دیتے ہیں)

؎ شافیِ امراضہا بود بمسحِ مسیح
کافیِ مشکل کشا دافعِ رنج و ضرر

حضرت مسیح روح اللہ علیہ السلام کی طرح ہاتھ پھیر کر بیماریوں سے شفا دینے والے ہیں حل مشکلات کے لئے کافی اور دکھ مصیبتیں دور کرنے والے ہیں۔

؎ باصفتِ ربّنا مائل و موصوف دان
گشت ازاں حبیب پاک نورِ خدا جلوہ گر

انہیں اپنے پروردگار کی صفات کی طرف مائل اور موصوف خیال کر (کیونکہ یہ) خدا کا نور اور پاک محبوب اسی کی طرف سے جلوہ گر ہوئے۔

؎ حدِّ محمد کجا است مدحِ چناں شاہ را
الف درود و سلام باد برآں تاجور

اے محمد بخش! ایسے شہنشاہ کی مدح وستائش کی حد کہاں ہے؟
اس تاجدار پر ہزاروں درود وسلام ہوں۔

؎ سالِ وصالش نگفت راویٔ پیشین مرا
ورنہ نمودم عیاں باہنر خوبتر

آپ کے وصال مبارک کا سال پہلے راویوں نے مجھے بیان نہیں کیا۔ ورنہ میں بڑی ہنرمندی اور مہارت سے بہترین انداز میں اسے عیاں کر دیتا۔

☆ راوی بیان کرتا ہے کہ غالباً آنجناب (حضرت میراں بہادل شیر قلندر

رحمۃ اللہ علیہ) کے انتقال کے وقت (صاحبزادہ) سید نور محمد سفر پر تشریف لے گئے تھے۔خدام نے آپ سے استفسار کیا کہ (آپ کی) دستار مقدس جسے تفویض کرنے کا حکم ہو بجالایا جائے۔ارشاد فرمایا کہ (ہم) مسافروں کی دستار کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن ہماری اولاد میں سے تیسرے درجے پر ایک چراغ روشن ہوگا جس کے آفتابِ فضیلت کے نور سے چار دانگِ عالم چمک اُٹھیں گے (آپ کے) اس فرمان سے مراد حضرت اقدس جناب شاہ مقیم تھے جن کے کمالات کی شہرت دور دور تک پہنچی اور ان کے فضائل کے نقارہ کی آواز ہندوستان سے بجند (ماوراءالنھر) تک جاپہنچی۔نیز (آپ نے یہ بھی) وصیت فرمائی کہ سید نور محمد جب واپس آئیں تو ان کی جو رائے بھی ہو اس پر عمل کیا جائے اور اعتراض نہ کیا جائے۔

☆ روایت ہے کہ جب (سید نور محمد) واپس تشریف لائے اور غمزدہ پیاسے لوگ شربت دیدار حاصل کر چکے۔اور اس قدر آہ وزاری ہوئی کہ کسی کو اس حالت کے مشاہدہ کا حوصلہ اور ہمت نہ تھی۔الغرض: آپ نے قبر مبارک کو کھولنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ تسکین قلب ونظر کی خاطر آپ کے چہرہ اقدس کا دیدار کریں آپ کا یہ خلاف عادت اقدام اس قدر بڑا ہے کہ احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت قبر انور کو کھولا جارہا تھا بڑی کوشش اور پورے اہتمام کے ساتھ (چاروں طرف سے اس طرح) مکمل پردہ کر دیا گیا کہ کوئی شخص بھی (وہاں سے) گزر نہ سکے۔مگر ایک معمار" جس نے بعدازیں گنبد

تعمیر کیا تھا" کسی طریقے سے چھپ گیا (جوں ہی) اس نے اسرار کا مشاہدہ کیا اندھا ہو گیا۔ (مگر) جس وقت گنبد کی بنیاد رکھی گئی تو اس نے سید نور محمد کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میری خواہش ہے مجھے اس قدر بصیرت عطا فرما دیں کہ اس خانقاہ کی تعمیر میں بخوبی حصہ لے سکوں اس کی یہ استدعا قبول ہوئی روزانہ (جب تک کام میں مشغول رہتا) اینٹوں اور گارے کو دیکھتا رہتا اس کے بعد (جونہی کام سے فارغ ہوتا) بصارت سے محروم ہو جاتا۔

حضرت سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مدفن گنبد کے اندر آپ کے والد بزرگوار کی قبر کے برابر ہے۔

آپ کے پسماندگان میں تین بیٹے تھے ان میں سب سے بڑے جو بے مثالی کے سمندر کے دُرِّ یکتا، مبارک خصائل کے تکیہ کو زینت بخشنے والے جوانمردی و مروّت کے مسند آراء حضرت شاہ ابوالمعالی تھے۔

تاریخ

زہے بادشاہ مالکِ ملکِ دیں
بر اُو رنگ شاہی ببالا نشین

واہ کیا خوب بادشاہ اور سلطنتِ دین و مذہب کے مالک ہیں آپ پر شہنشاہی کا رنگ ہے اور آپ بلند مرتبے پر جلوہ فرما ہیں۔

؎ تبارک برش تاج عزّ و علاء
کمر برمیانش ز علم الیقین

بزرگ و برتر ہیں، عزت وسربلندی کے تاج کے حامل اور
علم الیقین سے لیس ہیں۔

؎ چو عثمان غنی بمالِ حیاء
مکحّل دو چشمش بعین الیقین

حضرت عثمان ﷺ کی طرح شرم وحیا کی دولت سے مالا مال ہیں اور آپ کی دونوں
آنکھیں عین الیقین کے سُرمے سے آراستہ ہیں۔

؎ چو حیدر تنو مند و خائف ز حق
بسر افسرِ خاص حق الیقین

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی طرح طاقتور اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے
ہیں حق الیقین [1] کے راز سے (واقف) حاکم خاص ہیں

---

[1] یقین کی تین اقسام یا مدارج ہیں

1۔**علم الیقین**؛ کسی امر کو اس کی کیفیت اور ماہیت کے ساتھ جان لینا جیسے آگ کے متعلق یقین کہ جلانے والی ہے۔

2۔**عین الیقین**؛ خود اپنی آنکھوں سے کسی امر کا مشاہدہ کرنا مثلاً خود دیکھ لیا کہ آگ نے کسی چیز کو جلا دیا ہے۔

3۔**حق الیقین**؛ خود تجربہ کرنا جیسے اپنا ہاتھ آگ میں ڈالا تو وہ جل گیا﴾

؎ بہ تیغِ سخاوت جہانگیر شُد
ابوالمعالی امامِ امین

آپ جودوسخاوت کی تلوار کے ساتھ (زمانے کو مسخّر کر کے) جہانگیر و بادشاہ بن گئے حضرت ابوالمعالی رحمہ اللہ تو امانت دار امام اور پیشوا ہیں۔

؎ بعلم و ادب اعظمِ نامدار
بنفل و عبادت چو روح الامین

علم وادب میں بڑے مشہور اور عبادت و نوافل (کی ادائیگی) میں حضرت جبریل روح الامین علیہ السلام کی مانند ہیں۔

؎ بفہم و بادراک با شافعی
بصدق و صفا مالکِ ملکِ دین

فہم وادراک (اور عقل وشعور) میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح ہیں صدق وصفا (اور سچائی وخلوص) کے اعتبار سے دین کی سلطنت میں حضرت امام مالک علیہ الرحمہ (کا سا مرتبہ رکھتے) ہیں۔

؎ ز کرّوبیاں قربِ حق بیش یافت
سرِ داشت در زمرۂ عارفین

آپ نے مقرّب فرشتوں سے بھی زیادہ قربِ خداوندی پایا اور عارفین کے گروہ میں (بلندترین مرتبے کے حامل اور) سرفہرست ہیں

؎ باندک عمر کرد بسیار فیض
چو بارانِ رحمت بروئے زمین

(آپ نے) مختصر عمر میں بہت زیادہ فیض (پہنچایا) جس طرح سطحِ زمین پر رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

؎ محمد بمدحش چہ یارائے تُست
من و دست و دامانش حبل المتین

محمد بخش! ان کی مدح وستائش کی ہمت وطاقت تجھ میں کہاں؟ (ہاں یہ بات ضرور ہے کہ) میرے ہاتھ ان کے دامن کا محکم وسیلہ پکڑے ہوئے ہیں۔

؎ ز تاریخ رحلت ندارم خبر
وگرنہ نمودم چو دُرِ ثمین

مجھے (اُن کی) تاریخ رحلت کا علم نہیں ورنہ میں اسے قیمتی موتی کی طرح ظاہر کر دیتا۔

؎ ز راوی بجستم حساب عمر
بگفتا بہ ہادیٔ باہمزہ بین

میں نے راوی سے ان کی عمر کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا ہادی ہمزہ سمیت (ہادیء) یعنی بحروف ابجد اکیس سال۔

؎ ہمو شد پس از والدِ نامدار
مصلی نشین شاہ مسند گزین

اپنے والد گرامی قدر کے بعد آپ ہی ان کے سجادہ نشین اور مسند کے وارث بنے۔

☆ آپ (حضرت شاہ ابو المعالی) اپنے والد گرامی (سید نور محمد) کے جانشین مقرر ہوئے (ابھی) آپ کی عمر اکیس سال تھی کہ رحلت فرما گئے آپ کی قبر مبارک (حضرت بہاول شیر قلندر علیہ الرحمہ اور سید نور محمد علیہ الرحمہ کے) قدموں کی طرف گنبد سے باہر قدموں سے (قدرے) ہٹ کر قبلہ کی جانب ہے

☆ آپ کے دو فرزند ہیں جن میں بڑے ولایت کے صندوقچے کے قیمتی موتی اور آسمان ہدایت کے (روشن) ستارے، گروہ اتقیاء کے سرخیل، جماعت اولیاء کے سردار ہیں۔

بیت

؎ معنی کرامت منجیٔ ہول دیدگان صحرائے قیامت
راہ نمائے سر گشتگان تیہ غربت

آپ کی حقیقی کرامت یہ ہے کہ صحرائے قیامت دیکھنے والوں کو خوف سے نجات دیتے ہیں اور بیابانِ مسافرت میں بھٹک جانے والوں کے راہ نما ہیں

☆ اور وہ وادیٔ قربت کے مبارک قدم، نعمتیں عطا فرمانے والے کی

جناب میں پہنچا دینے والے حضرت شاہ محمد مقیم ہیں۔

☆ آپ (حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمہ) کے دوسرے (فرزند جو) آسمانِ کمال کی چمکتی ہوئی لوح، سلطنتِ اجلال کے بادشاہ، پیشوائے جہاں، قطبِ زماں، قضاوقدر اور صاحبِ قدرت کے اسرار ورموز کے محرم، مکارم اخلاق کا منبع و مرکز حضرت زندہ پیر ہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہے اس کا سبب عنقریب ان کے بڑے (بھائی) حضرت شاہ محمد مقیم (علیہ الرحمہ) کے حالات کے تذکرے میں پائیں گے۔

غزل
(حضرت زندہ پیر کی مدح میں)

ے در دو عالم آشکارا نام آں بدرِ منیر
آفتابِ برجِ خوبی لعلِ کانِ دستگیر

اس چودھویں رات کے چاند کا نام دو عالم میں آشکارا ہوا۔ آپ خوبیوں کے آسمان کے آفتاب اور حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے معدن کے لعل ہیں۔

؎ دُر دریائے حسن آں اخترِ بُرجِ شرف
گوہرِ تاجِ ولایت در زمانہ بے نظیر

دریائے حسن کے موتی اور آسمانِ شرف کے (تابندہ) ستارے ہیں تاجِ ولایت کے گوہر اور زمانے میں بے مثال ہیں

؎ آشنائے بحرِ معنی راہبرِ وادیٔ فقر
پیشوائے سالکاں و حامیٔ در دارو گیر

بحرِ حقیقت کے شناسا، وادیٔ فقر کے رہنما' اہل سلوک وطریقت کے پیشوا اور قید خانے وتختۂ دار میں حامی ونگہبان ہیں۔

؎ سالکِ سلکِ محبت محرمِ رازِ الست
محو ذاتِ کبریائی حی دائم زندہ پیر

حضرت زندہ پیر سلسلۂ عشق ومحبت کے سالک ''اَلَسْت''[1] کے راز کے محرم، اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں محو اور ہمیشہ زندہ ہیں

---

[1] **اَلَسْت**: اشارہ ہے آیت الست بربکم کی طرف جس کے معنی ہیں ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' جب اللہ تعالیٰ نے سب روحیں پیدا کیں تو ان سے یہ خطاب فرمایا۔ روحوں نے جواب میں کہا ''بلیٰ'' یعنی ہاں تو ہمارا رب ہے وہ دن روز میثاق یعنی پروردگار کی اُلوہیت پر قول و قرار کا دن کہلاتا ہے فارسی اور اردو میں الست بمعنی روز میثاق مستعمل ہے۔

ناظرِ لوح و قلم شد حافظِ اسرارہا
کاتبِ کتبِ عمل ہم عالمِ علمِ ضمیر

لوح وقلم کو دیکھنے والے، اسرار ورموز کی حفاظت کرنے والے عمل کی کتابوں کو لکھنے والے اور باطنی علم کے جاننے والے ہیں۔

اشرفِ اہل صفا وَ افضلے از فاضلاں
کاملے کو میکند صد کور مقری را بصیر

صوفیاء میں سب سے بزرگ اور فضلاء میں سب سے افضل ہیں اور ایسے کامل ہیں جو سینکڑوں اندھوں کو بصارت عطا کر دیتے ہیں۔

آں کہ در میدان وصفش مرکب طبع ست لنگ
اے محمد دامنِ آلش بدستِ صدق گیر

آپ کے اوصاف کے میدان میں طبع آزمائی کا گھوڑا لنگڑا (ہوجاتا) ہے۔
اے محمد بخش! آپ کی اولاد پاک کا دامن صدق وخلوص کے ہاتھ سے تھام۔

☆ حضرت کے گنبد مبارک کے باہر مشرقی جانب جالی کے برابر جو قبریں واقع ہیں ان میں سے جالی کی طرف مائل پہلی قبر آپ کا مدفن ہے۔

تذکرہ
حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ

بہر حال گروہِ عارفین کے مقتدا اور جملہ سالکین کے پیشوا حضرت شاہ محمد مقیم محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت رمضان المبارک کی پہلی رات کو شہنشاہِ اکبر کے بیٹے جہانگیر کے دورِ حکومت میں ہوئی آپ نے بیالیس سال کی عمر مبارک پائی۔

اس سلسلہ عالیہ کے اب تک جتنے بزرگ بھی ہوئے ہیں (ان میں سے) ہر ایک نے رشد و ہدایت اپنے والد کی خدمت اقدس سے حاصل کی مگر حضرت شاہ محمد مقیم نے حضرت شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے رشد و ہدایت کیلئے تعلق جوڑا جو حضرت غوث الاعظم محی الدین کے خواہر زادہ تھے جنہیں حیات المیر بھی کہتے ہیں۔

(واقعہ) یوں ہے کہ والد گرامی کی وفات کے بعد جب آپ کا بچپن ختم ہوا (اور لڑکپن میں قدم رکھا تو) ہر روز اپنے جدامجد (حضرت بہاول شیر قلندر علیہ الرحمہ) کی قبر مبارک سے لپٹ کر طلبِ رشد و ہدایت کیلئے روتے گڑگڑاتے سو جایا کرتے ایک روز (خواب میں) دیکھا کہ آپ کے جدامجد قبر مبارک سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (روحانی فیوض و برکات میں سے) تمہارا حصہ جناب

سید جمال اللہ کے پاس ہے (چنانچہ) تمہیں چاہئے کہ (ان کے پاس) لاہور چلے جاؤ۔ آپ نے حسبِ ارشاد ایسا ہی کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راستے میں حضرت شاہ مدار (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات ہوئی انہوں نے سفر کے مقصد کے متعلق دریافت کیا لیکن آپ نے اعراض کیا (اور نہ بتایا) انہوں نے آپ کا راستہ نہ چھوڑا تا کہ آپ مقصدِ سفر بیان فرمائیں الغرض ان کی طرف سے کافی تگ ودَو اور بحث وتمحیص کے بعد آپ نے اپنے جد بزرگوار کی جانب توجہ فرمائی کہ ان کا ارشاد کیا ہے؟ اور (اب صورتحال کیسی درپیش ہے؟ نیز جو) صورتحال رونما ہوگئی ہے (یہ) حضرت بہاول شیر علیہ الرحمہ پر مخفی نہیں ہے۔ (چنانچہ آپ نے ان کی طرف توجہ کی تو انہوں نے) شاہ مدار کو ارشاد فرمایا کہ آپ شاہ مقیم کے احوال میں متعرض نہ ہوں کیونکہ ان کے اغراض ومقاصد کو پورا کرنا آپ جیسوں کا کام نہیں ہے شاہ مدار (راستے سے) ہٹ گئے اور معذرت خواہ ہوئے کہ "میں اس کام کے راز سے آگاہ نہ تھا" پھر انہوں نے نیلے رنگ کا ایک کمر بند بطور ہدیہ پیش کیا (آپ وہاں سے) رخصت ہوئے اور شاہ جمال اللہ کی خدمت میں لاہور پہنچے اور وہاں کی مشہور جگہ موضع میانی (صاحب) کی مسجد میں تشریف لائے اور (شاہ جمال اللہ علیہ الرحمہ کی) ملاقات سے مشرف ہوئے اور اسی ایک ملاقات سے ہی کام مکمل ہوگیا (اور آپ نے جملہ روحانی منازل ایک ہی جست میں طے کرلیں) چنانچہ یہ بیت جو آپ کے معجز نظام کلام میں سے ہے اس واقعے کی صداقت پر گواہ ہے۔

بیت

۔ مرا مربی ہجراں بداں نمط پرورد
کہ موبمو ہمہ حسن و جمال گرویدم

ہجر ومفارقت میں میرے مربی نے اس طرح میری پرورش وتربیّت کی ہے کہ میرا بال بال (ان کے) حسن وجمال کا گرویدہ ہوگیا۔

اس مقام پر ایک حجرہ تعمیر کیا گیا ہے جو متبرک زیارت گاہ ہے۔

آپ کے جملہ افعال سے یہ دوتین سطریں (یعنی آپ کے مندرجہ ذیل تین خطوط) اس ''مختصر '' میں حصول برکت کیلئے نقل کی گئی ہیں۔

خط

نحمدہٗ ونصلّی علی نبیّہ الکریم

حسن اتفاق سے آپ کی طرف سے ارسال کردہ خوشبودار عنائیت نامہ ملا مسرت کا باعث بنا۔ آپکی روشن رائے کی وضاحت ہوئی کہ مشاہدہ کیلئے شاہد لاہوتی [1] جو ناسوتی [2] شواہد کی کثرت میں ملکوتی [3] صورت کے ساتھ جلوہ گر

---

[1] **لاھوت** :ذات الٰہی کا عالم جس میں سالک کو مقام فنافی اللہ حاصل ہوتا ہے

[2] **ناسوت** :عالم اجسام یعنی دنیا کبھی مجازاً شریعت اور ظاہری عبادت کو کہتے ہیں

[3] **ملکوت** :فرشتے اور عالم ملائکہ صوفیاء کی اصطلاح میں عالم معنی جو کہ عالم ارواح ہے بعض نے ملکوت سے مراد فرشتوں کی عبادت کی جگہ مراد لی ہے

ہے۔اور سبزیاں ونباتات جو اللہ تعالیٰ کے خصائص کی نشانیاں ہیں صحرائے وحدت کے صفحہ پر ظاہر ہوئی ہیں تقیّدات کے ضمن میں اس کے مطلق جلووں کا حاصل ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کائنات میں نظر آنے والی تمام چیزوں میں خالق کائنات کا جلوہ نظر آتا ہے اگران پر موافقت اور ایمان جلد لایا جائے تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ **یھدی اللہ لنورہ من یشاء** اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ **والسلام علی من اتبع الھدی** اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

دوسرا خط

وہ جگہ کہ بھیجنے والا اور جس کی طرف بھیجا گیا ہے ایک ہی ہے (تو پھر) مراسلات اور خط و کتابت کے تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ آپ خود عقلمند ہیں

والسّلام علیٰ من اتّبع الھُدٰی

"سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی"

تیسرا خط

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ نبیّہ الکریم

خانوادۂ غوث صمدانی کے محبّ و مخلص عزت و آبرو کی مسند پر جاگزیں ہوئے خوب وقت بسر کیا درویشانہ دعا اور شوق مقصود کے اظہار کے بعد یہ کہ آپ

کے متعلق میاں محمد قائم کی زبانی معلوم ہوا کہ زراعت میں مشغول ہیں۔ الحمد للہ دل بہت زیادہ خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے رزق حلال کی توفیق عطا فرمائی اس پیشے میں بڑی برکت ہے۔ خاطر جمع رکھیں اللہ تعالیٰ پڑوسیوں سے آپ کو خوب عزت واحترام عطا فرمائے گا۔ تمہارا خلوص اور اعتقاد جس قدر فقر پر ہوگا (اسی قدر اللہ تعالیٰ) دین و دنیا میں تمہیں آبرو و عزت عطا فرمائے گا۔ والسلام والاکرام

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپکی گفتگو مکمل ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

☆ حضرت علیہ الرحمہ علم وفضل کے جس مرتبے پر فائز تھے وہ احاطہ تحریر میں نہیں سما سکتا۔ بیان کرتے ہیں کہ مولانا عبدالحکیم (سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ) جو کہ مشاہیر سے ہیں اس حقیقت سے واقف ہوئے کہ حضرت "فصوص الحکم" (حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ کی معروف کتاب) کا درس دیتے ہیں (تو انہوں نے) ارادہ کیا کہ تنقیدی نقطۂ نظر سے آپ کی (علمی) کیفیّت کا امتحان لیں (چنانچہ) حیلے بہانے سے دعوت پیش کی حضرت کا ہفتہ بھر کا معمول کچھ اس طرح تھا کہ ایک دن صوم سکوت رکھتے (اور کسی سے کلام نہ فرماتے) اور ایک دن گفتگو کی مٹھاس بکھیرنے کیلئے افطار فرماتے۔ اتفاقاً اس دن خاموشی (کے روزے) میں تھے کہ مولانا نے دعوت کا تکلّف کر دیا آپ نے اشارے سے قبول فرمالی اور تشریف لے گئے۔ شرکائے محفل ستاروں کی طرح اس لوحِ بیضا (یعنی چاند ۔۔۔۔۔۔ حضرت علیہ الرحمہ) کے اردگرد بیٹھ گئے دعوت دینے والے (مولانا)

نے حکایت کے طور پر وہ شکوک جو انہیں لاحق تھے محفل میں پیش کیے اور جواب کے منتظر ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک خادم جو جوتیوں کی صف میں کھڑا تھا اور ہر شریف اور کمینہ، چھوٹا اور بڑا اس کی حیثیت و مرتبے سے آگاہ تھا آپ علیہ الرحمہ نے اپنی نگاہ التفات اس پر ڈالی تو اس درویش نے نعرہ لگایا کہ "اے مولانا صاحب عبارت یوں نہیں ہے" اور برمثال عالم۔۔۔۔۔۔(سے) تحریر کو آخر تک پڑھا (نیز) اس نے اس (عبارت) کا ترجمہ بھی شائستہ انداز سے کر دیا جو مولانا کے شکوک (اور اشکالات) کا حل تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر ہر ایک کی آنکھیں حیرانگی سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اس کے بعد مولانا صاحب نے کوئی حرف (منہ سے) نہ نکالا۔

☆ ایک دن حضرت علیہ الرحمہ درخت کے نیچے تشریف فرما تھے کچھ خُدام ارد گرد جمع تھے ایک خادم نے بیان کیا کہ ہندوؤں کے ایک معبود (گرو) کی ہزار عورتیں تھیں اور وہ ہر رات ہر عورت کے سامنے موجود ہوتا اور اس (خادم) کے دل میں اس حقیقت کی معذوری کا اندیشہ گزرا (جسے) آپ نے بذریعہ کشف دریافت کرلیا اور فرمایا کہ اس امر کا ظہور ہرگز مشکل نہیں ہے۔ اس درخت کے پتوں کی طرف دیکھو تا کہ (تمہیں) اصل حقیقت کا پتہ چلے۔ خادم نے درخت کے (تمام) پتوں پر آپ کو دیکھا جبکہ آپ اپنی جگہ پر بھی موجود تھے۔

☆ یہ بھی (بیان کیا جاتا) ہے کہ حجرہ منورہ زادھا اللہ لہا شرفا (اللہ اس کا شرف بڑھائے) کے نواح میں گاجروں کا ایک کھیت تھا ایک رات چند خادموں کے ساتھ اس کھیت پر سے آپ کا گزر ہوا فرمایا کہ فلاں جگہ سے گاجریں

اکھاڑ لاؤ۔ وہ لے آئے اور (یہ گاجریں) کھالی گئیں۔ حاضرین کو اس واقعہ سے تعجب ہوا کہ اس طرح کا کام آپ کے افعال کے لائق نہیں ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس کھیت کا مالک (حاضر ہوا۔ اور اس نے) عرض کیا کہ میں نے فلاں جگہ اتنی زمین پر (گاجریں) کاشت کی تھیں۔ تا کہ جناب کے خدام کو ہدیہ پیش کروں گا۔ آج رات اس زمین کی تمام فصل چوروں نے چوری کرلی۔ آپ نے اس کی بات سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا اپنے دل سے بوجھ اتار دے کیونکہ حق حقدار کی طرف لوٹ گیا۔ (اسی طرح) حضرت زندہ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کو دردِ زہ ہوا خادمہ جلدی سے حضرت (شاہ مقیم محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہ نہ کہا کہ وضعِ حمل کے آثار کی وجہ سے درد ہے۔ بلکہ پیٹ درد کے متعلق عرض کیا اسی وقت ارشاد فرمایا کہ ''دور ہوجائے گا'' اس ارشاد کے مطابق حمل غائب ہوگیا اور حضرت سید زندہ پیر علیہ الرحمہ کی پشت سے اولاد نہ ہونے کا یہی سبب ہے کہ اس کے بعد ان کی صلب سے اولاد کا اثر ظاہر نہ ہوا۔

آپ حضرت (شاہ مقیم علیہ الرحمہ) کی وفات 9 شوال <u>1050</u> ھجری کو ہوئی۔

چنانچہ عبارت

۱۰ ھ ۵۰

بدل داغ داد

کے حروف کے اعداد کے اعتبار سے اس واقعہ کے سالوں کا درست

حساب حاصل ہوتا ہے۔

قصیدہ تاریخیہ

؎ اخترِ برجِ ہُدا شاہ محمد مقیم
گوہرِ دُرجِ صفا شاہ محمد مقیم

حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ ہدایت کا روشن ستارہ ہیں۔حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ صدق وصفا کے صندوقچے کا (نادر) موتی ہیں

؎ تاجِ سرِ اولیاء افسرِ اقطابہا
عالمِ علمِ خُدا شاہ محمد مقیم

آپ اولیاء کرام کے سر کا تاج اور اقطاب کے افسر وحاکم ہیں۔اور آپ اللہ تعالیٰ کے علم کے عالم ہیں۔

؎ دلبرِ میموں لقا کاملِ بدرالدجیٰ
شمسہء ہر دو سرا شاہ محمد مقیم

آپ بابرکت چہرے والے محبوب اور چودھویں شب کے مکمل چاند ہیں۔اور دو جہانوں کا سنہرا قُرص (سورج کی ٹکیہ) ہیں۔

؎ مخزنِ علم و حیا مطلعِ جود و سخا
رہبرِ فقر و فنا شاہ محمد مقیم

آپ علم وحیاء کا مخزن اور جود وسخا کا مطلع ہیں۔فقر اور فنا [1] میں رہبر ورہنما ہیں

؎ خانۂ دین را ضیا معدنِ صدق وصفا
ابرِ کرم دائما شاہ محمد مقیم

آپ دین کے گھر کی روشنی اور صدق وخلوص کا معدن ہیں۔آپ لطف وکرم کے دائمی بادل ہیں۔

؎ صابرِ در ہر بلا شاکرِ حق بر قضا
در رہِ مولیٰ فدا شاہ محمد مقیم

آپ ہر مشکل اور مصیبت میں صبر کرنے والے قضاوقدر (کے فیصلوں) پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں فدا ونثار ہوجانے والے ہیں

؎ بہرِ مسِ عیبِ ما یک نظرش کیمیا
ہر عللے را دوا شاہ محمد مقیم

آپکی ایک نظر ہمارے عیوب کے تانبے کیلئے کیمیا (کی حیثیت رکھتی) ہے۔آپ ہر بیماری کیلئے دوا ہیں۔

؎ مہر بارض و سما ظلمتِ غفلت زدا
از ہمہ بالا لوا شاہ محمد مقیم

آپ زمین وآسمان کی غفلت زدہ ظلمت وتاریکی کیلئے آفتاب ہیں۔آپ کا پرچم سب سے بلند وبالا ہے۔

---

[1] فنا (حدوث وقدم کے تفرقہ اور تمیز کے زائل ہونے کو کہتے ہیں) یہ تصوف کی ایک اصطلاح ہے۔اس کی دو مشہور قسمیں ہیں
☆ فنافی الشیخ : ایک مرتبہ کا نام ہے جس میں مرید ہر وقت اپنے مُرشد کے دھیان میں ڈوبا رہتا ہے۔
☆ فنا فی اللہ : اللہ تعالیٰ کی حقیقت اور معرفت میں ڈوب جانے کا مرتبہ۔

؎ کافی مشکل کشا دافع رنج و بلا
شافع روزِ جزا شاہ محمد مقیم

آپ مشکل کشائی کیلئے کافی، رنج ومصائب کو دور کرنے والے اور بروز قیامت شفاعت فرمانے والے ہیں۔

؎ صاحب عزّ و علا شاہدِ خوش دل رُبا
آئینہء حق نما شاہ محمد مقیم

آپ عزت وسر بلندی والے ہیں، خوبصورت محبوب کا مشاہدہ کرنے والے اور حق دکھا دینے والا آئینہ ہیں۔

؎ ماحیء جور و جفا ساترِ عیب و خطا
ہمچو حسن مجتبیٰ شاہ محمد مقیم

آپ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح ظلم وستم کو مٹا دینے والے اور عیب و خطا کی پردہ پوشی فرمانے والے ہیں

؎ ہمچو شہءِ کربلا کشتہء تیغِ رضا
قائم و حیّ شیخنا شاہ محمد مقیم

آپ شہنشاہِ کربلا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مانند رضائے الٰہی کی تلوار کے کشتہ ہیں۔ ہمارے شیخ حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ قائم ودائم اور زندہ وحیات ہیں۔

ے در صفِ جنگ و وغا ہمچو علی مرتضٰی
صاحبِ خوف و رجا شاہ محمد مقیم

آپ حرب وضرب اور جنگ وقتال میں حضرت علی المرتضٰی ﷛ کی طرح (بہادر) ہیں (جبکہ عاجزی وانکساری کے اعتبار سے ہر دم اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے اور خوف کھانے والے ہیں۔

ے پیروِ خیر الورا پیش روِ اتقیا
لائق نعت و ثنا شاہ محمد مقیم

آپ خیر الوریٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیروکار اور متقی لوگوں کے پیشوا اور امام ہیں آپ تعریف وتوصیف کے لائق ہیں۔

ے داد بہر بے نوا دولتِ بے انتہا
عاملِ شہرِ عطا شاہ محمد مقیم

آپ نے ہر بے نوا و بے آسرا کو بے اندازہ دولت وثروت عطا فرمائی
(آپ کی سخاوت وجودت کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا کہ)
آپ بخشش وعطا کے شہر کے حاکم ہیں۔

ے بیت او دارالشفا خاک درش توتیا
افسر بر اصفیاء شاہ محمد مقیم

آپ کا گھر دارالشفا ہے اور آپ کے در اقدس کی خاک (آنکھوں کا) سُرمہ ہے

حضرت شاہ محمد مقیم محکم الدین علیہ الرحمہ اصفیاء کے سردار ہیں۔

؎ سایہء اُو راہنما طالبِ اندر ہوا
رونق عالم فزا شاہ محمد مقیم

خواہشات نفسانیہ کے طالبوں کیلئے آپ کا سایہ (ہدایت و نیکی کا) راہنما ہے آپ دنیا جہاں کی رونق کو بڑھانے والے ہیں

؎ خانہء دین را بنا گلشنِ جاں را صبا
دریمِ دل آشنا شاہ محمد مقیم

آپ دین کے گھر کی بنیاد، گلشنِ جان و رُوح کی ٹھنڈی اور تازہ ہوا ہیں اور دلوں کے رازوں سے آگاہ ہیں

؎ مالکِ ملکِ بقا تارکِ ہر ما سوائے
اشرفِ آل عبا شاہ محمد مقیم

آپ ملک بقا کے مالک اور اللہ تعالیٰ کے سوا سب کچھ چھوڑ دینے والے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بزرگ و برتر ہیں۔

؎ یک نظرش برملا لعل کند سنگ را
قطب کنِ اشقیا شاہ محمد مقیم

آپ کی ایک نظر برسرِ عام پتھر کو لعل بنا دیتی ہے آپ بد بخت لوگوں کو قطب بنا دیتے ہیں

؎ ہر کہ فتاوش بپا کرد غنی پادشا
خازنِ گنجِ خدا شاہ محمد مقیم

جو نوجوان آپ کے قدموں میں پہنچ گیا آپ نے اسے غنی اور بادشاہ بنا دیا (کیونکہ) آپ خزانۂ خداوندی کے خازن ہیں۔

؎ ہست محمد گدا قید کمند ہوا
میکند اکنون رہا شاہ محمد مقیم

محمد بخش آپ کا گدا ہے، خواہشات نفسانیہ کے جال کا قیدی ہے اے عارفین کے سردار، سید الاولیاء، سند الاتقیاء حضرت شاہ محمد مقیم اب اسے (ان خواہشات کے جال سے) رہا فرما دیجئے۔

؎ ہست کسِ بیکساں شیخ محمد مقیم
گنج دہ مفلساں شیخ محمد مقیم

حضرت شیخ سید محمد مقیم بے کسوں کے مددگار ہیں۔ حضرت شاہ محمد مقیم مفلس و قلاّش لوگوں کو خزانہ عطا فرمانے والے ہیں۔

؎ شاہ زمین و زماں وارث کون و مکاں
در خلقِ انس و جاں شیخ محمد مقیم

حضرت شیخ محمد مقیم زمین اور زمانے کے بادشاہ اور کون و مکاں کے وارث ہیں،

انسانوں اور جنّوں کی مخلوقات میں (یکساں حکمرانی کرنے والے ہیں)

؎ دیدہ صفاتش عیاں مظہرِ ذاتش بخواں
ہادیٔ مطلق بداں شیخ محمد مقیم

آپ کی صفات عالیہ ظاہر و عیاں ہیں آپ کو ذات باری تعالیٰ کا مظہر اور ہادیٔ مطلق خیال کر۔

؎ بحرِ سخاوت رواں شیر شجاعت ژیاں
جسم فقر راست جاں شیخ محمد مقیم

آپ سخاوت کا جاری سمندر ہیں، شجاعت و بہادری کے بپھرے ہوئے شیر ہیں اور فقر کے بدن کی جان ہیں۔

؎ در چشم عارفاں شاہ سوار جواں
حامیٔ درماندگان شیخ محمد مقیم

عارفین کی نگاہ میں آپ جواں (اور طاقتور) شاہسوار ہیں۔ آپ عاجز و بے کس اور درماندہ لوگوں کے حامی و مددگار ہیں۔

؎ خلف شہِ مرسلاں قابلِ از مقبلاں
سرورِ اہل دلاں شیخ محمد مقیم

آپ سید الرسل حضور نبی کریم ﷺ کے خلف الرشید ہیں، مقبولانِ بارگاہ خداوندی میں (منفرد رتبے کے حامل اور) صاحبِ حیثیت ہیں

نیز اہل دل (اور صاحبِ نظر لوگوں) کے سردار ہیں۔

؎ عفو کنِ مجرماں بخش دہ رائیگاں
تاج نہ بندگاں شیخ محمد مقیم

آپ مجرموں کو معاف فرمادینے والے اور خطا کاروں کو بخش دینے والے ہیں۔
غلاموں (کے سر) پر تاج رکھنے والے ہیں۔

؎ قطب پناہِ جہاں غوث امام زماں
پیشروِ سالکاں شیخ محمد مقیم

دنیا کو پناہ دینے والے قطب اور ایسے غوث ہیں جو زمانے بھر کے امام ہیں۔آپ سالکین کے پیشوا ہیں۔

؎ رہبرِ گم گشتگاں ساقیِ تشنہ لباں
مرہمِ خستہ دلاں شیخ محمد مقیم

گمراہوں کے رہبر، پیاسے لوگوں کے ساقی اور زخمی دلوں کیلئے مرہم ہیں۔

؎ خستہ دل و ناتواں جوئے زحجرہ نشاں
کرد در آنجا مکاں شیخ محمد مقیم

زخمی دل اور کمزور لوگ آپ کے حجرہ پاک کے نشان ڈھونڈتے پھرتے ہیں جہاں حضرت شاہ محمد مقیم رہائش پذیر ہیں۔

؎ نالہ و گریہ کناں سربدرش میرساں
مے شنود ہرفغاں شیخ محمد مقیم

آہ وزاری اور نالہ وگریہ کرتے ہوئے لوگ جب آپ کے در پر پہنچتے ہیں تو آپ ان کی ہر فریاد سُنتے ہیں۔

؎ ہست محمد بجاں از شرِ دزد نہاں
میدہد اکنون اماں شیخ محمد مقیم

پوشیدہ چوروں (شیطان اور اس کی ذرّیت) سے محمد بخش کی جان کو (خطرات لاحق ہیں) اے حضرت شیخ محمد مقیم اب (اسے) امان دے دیں۔

؎ چشمہء فیض عمیم سید محمد مقیم
خاص قسیم جسیم سید محمد مقیم

حضرت سید محمد مقیم محکم الدین قادری علیہ الرحمہ فیض عام کا چشمہ ہیں آپ بڑی بڑی خصوصی سخاوتیں کرنے والے قاسم ہیں۔

؎ قائم و حیّ قدیم شیخ نسیم وسیم
راجمِ دیوِ رجیم سید محمد مقیم

آپ ہمیشہ سے زندہ و قائم ہیں خوشبودار اور ٹھنڈی ہوا دینے والے خوبصورت بزرگ ہیں مردود دیو (شیطان) کو سنگسار کرنے والے ہیں

؎ از دمِ شاہِ کریم زندہ عظامِ رمیم
ہست علیم و حکیم سید محمد مقیم

آپ ایسے کریم شہنشاہ ہیں جن کی پھونک سے بوسیدہ ہڈیاں زندہ ہو جاتی ہیں
آپ بہت بڑے صاحبِ علم و حکمت ہیں

؎ بادشہے در گلیم تختش عرشِ عظیم
قاسمِ گنج و نعیم سید محمد مقیم

آپ گدڑی میں بادشاہ ہیں عرش عظیم آپ کا تخت حکومت ہے، آپ نعمتیں اور خزانے تقسیم کرنے والے ہیں۔

؎ راز الف لام میم در دلِ او مستقیم
صوفی صائم سلیم سید محمد مقیم

الف، لام، میم کا راز آپ کے قلب مطہر میں موجود ہے۔
آپ سلامتی والے، روزہ دار صوفی ہیں۔

؎ غالب و قادر فہیم حافظ و ناصر ندیم
ہست غفور رحیم سید محمد مقیم

غلبے اور قدرت والے ہیں، صاحبِ فہم و فراست ہیں، حفاظت کرنے والے، مدد کرنے والے مصاحب اور معاف کر دینے والے مہربان ہیں،

ہست محمد یتیم سائل و عاجز سقیم
بر درِ شاہِ کریم سید محمد مقیم

بے کس، سوالی، عاجز اور بیمار محمد بخش کریم و مہربان شہنشاہ حضرت سید محمد مقیم کے در اقدس پر (پڑا ہوا) ہے۔

شافع روز حشر پیر محمد مقیم
دافع رنج و ضرر پیر محمد مقیم

پیر سید محمد مقیم قیامت کے دن شفاعت فرمانے والے ہیں۔ پیر سید محمد مقیم مصیبت اور تکلیف کو دور فرمانے والے ہیں۔

خاک درش سر بسر سرمۂ اہل بصر
بادشہے بحروبَر پیر محمد مقیم

آپ کے در اقدس کی خاک تمام اہل بصیرت کا سُرمہ ہے، آپ بحر و بَر (اور خشک و تر) کے بادشاہ ہیں۔

بردرِ اُو تاجور بستہ بخدمت کمر
برہمہ حاکم شمر پیر محمد مقیم

آپ کے در اقدس پر شاہان وقت بھی خدمت کیلئے کمر بستہ رہتے ہیں آپ (بڑے بڑے) ظالموں پر بھی حکمرانی کرتے ہیں۔

؎ گر فگند یک نظر کوہ گراں را بسر
سازد زیر و زبر پیر محمد مقیم

پیر سید محمد مقیم علیہ الرحمہ کی ایک نظر اگر بہت بڑے پہاڑ پر پڑ جائے تو وہ بھی زیر و زبر (اور ریزہ، ریزہ) ہو جائے۔

؎ ہر کہ رسیدش بدر رست زشور و شرر
میکندش بے خطر پیر محمد مقیم

جو بھی آپ کے در پہ پہنچ جائے آپ اسے شور و شرر (اور فتنہ و فساد) سے نجات دے کر بے خوف کر دیتے ہیں۔

؎ از سگِ او شیر نَر رفت دُم خود ببر
داد زبوں را ظفر پیر محمد مقیم

آپ کے کتے کے سامنے ببر شیر بھی دم دبا کر بھاگ جاتا ہے، آپ عاجز و کمزور کو کامیابی سے نواز دیتے ہیں۔

؎ ہمچو مَنے بے ہُنر از درِ اُو بہرہ ور
مونسِ ما در قبر پیر محمد مقیم

مجھ جیسا بے ہنر بھی آپ کے در سے فیضیاب ہو گیا آپ قبر میں بھی ہمارے غم خوار و مونس ہوں گے۔

ہست محمد مقر کردہ گناہم ہدر
بنہد دستم بسر پیر محمد مقیم

محمد بخش اقرار کرتا ہے کہ میں گنہگار وخطا کار ہوں اے پیر محمد مقیم اپنا دست اقدس (شفقت فرماتے ہوئے) میرے سر پر رکھ دیجئے۔

سید عالیجناب شاہ محمد مقیم
نائب مالک رقاب شاہ محمد مقیم

حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ بلند مرتبت سیّد ہیں۔ حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ گردنوں کے مالک (اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم) کے نائب اور خلیفہ ہیں۔

از مددش فتح یاب نوح بطوفانِ آب
خضر بدشتِ سراب شاہ محمد مقیم

آپ کی مدد سے حضرت نوح علیہ السلام پانی کے طوفان میں کامیاب ہوئے اور حضرت خضر علیہ السلام نے بیابانِ سراب سے (نجات پائی)۔[1]

---

[1] حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ فنائی الشیخ کے مرتبہ عالی پر فائز تھے جہاں مرید صادق ہر دم اپنے شیخ کے تصور میں مستغرق رہتا ہے اور پھر ہدایت کی معراج پر جا پہنچتا ہے اور قربِ خداوندی کا مستحق قرار پاتا ہے یہ ایسا مرتبہ ہے جہاں مرید کو ہر سُو اپنے شیخ کے جلوے نظر آتے ہیں اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ تمام مصیبت زدہ لوگ اس کے شیخ کی بدولت ہی مصیبت سے نجات حاصل کرتے ہیں۔

؎ مخزنِ اسرارِ حق کاشف راز نہاں
ساقی طاہر شراب شاہ محمد مقیم

حضرت شاہ محمد مقیم حق کے رازوں کا مخزن، پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرنے والے اور شرابِ طہور پلانے والے ہیں۔

؎ خستہ و افتادہ را دست دہ ہمچو جد
کِشتِ دلاں را سحاب شاہ محمد مقیم

آپ اپنے جدامجد کی طرح خستہ حال، درماندہ اور عاجز افراد کو اپنے دست اقدس (سے سہارا) دینے والے ہیں اور دلوں کی کھیتی کیلئے (بارش برسانے والے) بادل ہیں۔

؎ آنکہ مریدش شدہ یافت پناہ از عدو
کرد گناہش ثواب شاہ محمد مقیم

جو بھی آپ کا مرید ہوا دشمن سے نجات پا گیا اور اس کے گناہ نیکیوں میں بدل گئے

؎ پیک صبا میرساند نامۂ بلبل بگل
خاست ز دشتِ خراب شاہ محمد مقیم

بادصبا کا قاصد بلبل کا نامہ و پیام پھول کو پہنچانے لگ پڑا کہ دشتِ خراب (بیابان وصحرا) سے حضرت شاہ محمد مقیم اُٹھ کر تشریف لے آئے ہیں (اور اجڑے گلستان میں بہار آ گئی ہے)

؎ رختِ سفر را بہ بست کرد بعقبیٰ رواں
خیمۂ گردوں طناب شاہ محمد مقیم

آپ نے آسمانی طنابوں والے اس خیمے (دنیا) سے رختِ سفر باندھ کر عقبیٰ کو روانہ کر دیا (اعمال صالحہ کا ذخیرہ آخرت کیلئے بھیج دیا)

؎ خاست ازیں کوچگہ کرد بعزم درست
پائے رواں در رکاب شاہ محمد مقیم

اس کوچہ سے اُٹھ کر پختہ عزم کے ساتھ آپ نے روانگی کیلئے پاؤں رکاب میں رکھا۔

؎ قطرہ بہ بحر آرمید دریم خود شہ نہاں
ہمچو وجود حباب شاہ محمد مقیم

اپنے دریا (ئے حقیقت) میں مخفی ہو کر بلبلے کے وجود کی طرح حضرت شاہ محمد مقیم علیہ الرحمہ آرام وسکون کے سمندر کا قطرہ بن گئے۔

؎ سال وصالش زدل جستم و ہاتف بگفت
واقفِ سرّ وہاب شاہ محمد مقیم

آپ کے سال وصال کا میں نے اپنے دل سے پُوچھا تو ہاتف غیبی نے کہا "(واقف سرّ وہاب شاہ محمد مقیم یعنی بحروف ابجد ۱۰۴۹ھ) کہ شاہ محمد مقیم تو اللہ تعالیٰ کے راز سے واقف ہیں۔

تاریخ ثانی

؎ زیارت گاہِ شد حجرہ نمودند آستاں بوسی
بعہد شاہِ ما ہر کس کہ بود از عارف و سالک

حجرہ زیارت گاہِ خاص و عام بن گیا اور ہمارے شہنشاہ کے زمانے سے تو جملہ عارفین و سالکین اس آستانہ کو چُومتے نظر آتے ہیں۔

؎ زسالِ رحلتِ ایشاں خبر اُز قدسیاں جستم
بملکِ فقر فرمودند فخر الاولیا مالک

ان کی رحلت کے سال کے متعلق میں نے ملائکہ قدسی سے دریافت کیا تو فقر کے فرشتے نے فرمایا "فخر الاولیا مالک" (فخر الاولیا مالک یعنی ۱۰۴۹ھ)

☆ روضہ مبارک کے گنبد کے اندر موجود چھ قبروں میں سے مغرب کی جانب سے تیسری قبر آپ کی ہے۔

حضرت شاہ محمد مقیم علیہ الرحمہ کے خلفاء و اولاد

فرزند اول شاہ سیف الرحمن رحمہ اللہ

آپ کے خلفاء میں تین ذوات قدسیہ ہیں ان میں سب سے بڑے اسرارِایزدی کا عظیم مخزن، انوارِخداوندی کا بے مثل مطلع، کریمانہ صفات کا مصدرو منبع، انوار وتجلّیات مقیمہ کا مرکز، کریم الاخلاق، مقبول آفاق، قبلہ حاجات، ہر دل (کے بھید) سے آگاہ و واقف، عزت و کرامت کے گھر کی حقیقت شاہ سیف الرحمان ہیں ان کی عمر انسٹھ (۵۹) سال ہے۔اس تمام (عمر میں) سے سجادہ نشینی کی مدت تیں (۳۰) سال ہے۔انکا لقب شاہ سیف الرحمٰن ہے۔

آپ کی زبان اقدس خاص طور پر ہدایت کی ترجمان تھی جو کلمہ آپ کی زبان پر آجاتا اسی وقت اس کے مطابق وقوع پذیر ہو جاتا۔مثلاً کوئی درخت جو مدت سے خشک ہوتا اگر اس کے متعلق ارشاد ہوتا کہ فلاں درخت پھلدار ہے یا نہیں؟ بلاشبہ مذکورہ درخت فوراً پتے نکال لیتا اور ایسا پھلدار ہو جاتا کہ کبھی ایام

سابقہ میں بھی ایسا پھلدار نہ ہوا ہوگا اسی طرح جس (کام) کا واقع ہونا دشوار ہوتا اگر آپ کی زبان پر جاری ہو جاتا (کہ ہو جائے تو) وہ اسی وقت بآسانی وقوع پذیر ہو جاتا۔

خانقاہ مبارک کے گنبد کی تعمیر آپ کے دور میں ہوئی۔ منقول ہے کہ آپ نے حکم فرمایا کہ اس کا انتہائی بلند و بالا گنبد تعمیر کیا جائے، معمار کام کی حقیقت سے آگاہ نہ تھا۔ ملتمس ہوا کہ اس عمارت کی تعمیر کیلئے کثیر رقم کی ضرورت ہے ارشاد فرمایا کہ عمارت کے اخراجات اور گنبد کی ضروریات و مصارف کیلئے جس قدر چاہیئے قدرت الٰہی سے دروازہ کھل جائے گا۔ (اور اخراجات و آمدن کی سبیل پیدا ہو جائے گی) معمار نے اخراجات کے تعین کے بعد جس قدر تخمینہ پیش کیا۔ فی الفور چٹائی کا کنارہ اُٹھایا اور اسی قدر روپیہ حاصل کر لیا جتنا کہ معمار نے درخواست کی۔ اس کے بعد معمار نے ایک بار پھر عرض کیا کہ بندہ سے سمجھ بوجھ اور حساب کتاب میں غلطی سرزد ہوئی ہے۔ چونے اور سفیدی کے مصارف مجھے یاد نہ رہے آپ نے فرمایا اگر اس وقت اکٹھا ہی طلب کیا جاتا تو اسی جگہ سے یہ (خرچ) بھی حاصل ہو جاتا (لیکن) اب انتظام و انصرام کسی اور جگہ سے ہوگا۔

☆ شمالی اور مغربی سمت کی دھات کی بنی ہوئی جالیاں میرے مرشد کریم کے وقت کے نوادرات میں سے ہیں جنہیں پورے اہتمام کے ساتھ خوبصورتی سے مکمل کیا گیا۔ حضرت شاہ سیف الرحمٰن کی وفات ۲۹ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔

قصیدہ تاریخ (وفات)

حضرت شاہ سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

؎ در ولایت شہے بلند جناب
شیخ رحمان کلیدِ ہر ابواب

حضرت شاہ سیف الرحمٰن (سلطنتِ) ولایت کے عظیم المرتبت بادشاہ ہیں آپ ہر دروازے کی چابی ہیں (اور مشکلات ومصائب کا قفل کھولنے والے ہیں)

؎ کشتِ جان را چو ابر رونق بخش
گلشنِ فقر را چو نیک سحاب

آپ جان وروح کی کھیتی کو (سرسبز وشاداب کر کے) رونق بخشنے والے بادل ہیں فقر ودرویشی کے گلشن کو (سیراب کر دینے والے) بہترین بادل ہیں۔

؎ نور افزا بعالمِ ارواح
گو یمش آفتابِ عالمتاب

آپ عالمِ ارواح میں روشنی بکھیرنے والے ہیں (بلکہ) میں تو آپ کو پوری دنیا چمکا دینے والا آفتاب کہتا ہوں۔

ماہِ برجِ ہدائت و اقبال
دُرِّ دُرجِ سعادت ست صواب

آپ آسمانِ ہدایت وسربلندی کے ماہتاب ہیں اور آپ یقیناً سعادت وخوش نصیبی کے صندوقچے کے موتی ہیں۔

زاد سروے بروضہء سادات
رونقِ باغ و خوش گُلے سیراب

آپ گلستانِ سادات کے سرو ہیں باغ کی رونق وزیبائش اور تروتازہ پھول ہیں

میوۂ خوش نہالِ عرفاں را
مثلِ اُو در جہاں بود کمیاب

آپ معرفت کے پودے کا ایسا عمدہ ثمر ہیں جس کی مثل دنیا میں کم یاب ہے۔

چاوشانند پیش اُو اقطاب
خضرو الیاس ہم گرفتہ رکاب

آپ کے سامنے اقطاب نقیبوں کی طرح ہیں (جو آپ کی آمدوتشریف آوری اور عظمت وسربلندی کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں) حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام بھی آپ کی رکاب تھامے ہوئے ہیں۔

ہمچو گل رفت چوں بہ محفلِ دوست
زفراقش شُد این چمن بے آب

جب دوستوں کی محفل سے یہ پھول جیسی ہستی رخصت ہوئی تو اس کے فراق سے یہ چمن اجڑ گیا۔

سال رحلت محمد از دل جست
بانیٔ روضہ بد بگفت شتاب

(جب) محمد بخش نے دل سے آپ کی رحلت کے سال کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جلدی سے کہا "انوکھے روضے کے بانی" (بانیٔ روضہ بد، بحروف ابجد سنہ ۱۰۸۱ھ)

آنکہ از اغواث بُردہ بدسبق
گشت ملحق چوں بآں رب الخلق

آپ وہ ہستی ہیں جو غوثوں پر سبقت لے گئے جب آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

سالِ رحلت جستم و الہام گفت
سیف رحمٰن شہ صفی اللہ بحق

آپ کے سال رحلت کے متعلق میں نے دریافت کیا تو ہاتف غیبی نے بتایا، "سیف رحمٰن شہ صفی اللہ بحق" (بحروف ابجد ۱۰۸۱ھ) یعنی شاہ سیف الرحمٰن یقیناً اللہ کے مخلص و پاکباز بندے ہیں۔

☆ آپ کا مزار مبارک گنبد کے اندر آپ کے والد گرامی کے پہلو میں قبلہ

کی جانب ہے آپ کے پسماندگان میں چار مستورات ہیں جن میں سے ایک آپ کے بھتیجے شاہ سید محمد کے نکاح میں آئیں چنانچہ ان کا ذکر انشاءاللہ تعالیٰ آئے گا۔

فرزند ثانی شاہ محمد امیر رحمہ اللہ

عالیجناب حضرت (شاہ محمد مقیم علیہ الرحمہ) کے دوسرے فرزند کشورِ ولایت کے فرمانروا اہل ہدایت کے مقتدا، عمدہ اخلاق کے مصدر، اولاد آدم کے افتخار، راہِ یقین کے ہادی، دین و دنیا کی بخششیں عطا کرنے والے، کمال کے نیّر منیر، میرا المقصود، صاحبِ عزّت و فضیلت شاہ محمد امیر ہیں۔ آپ کی عمر بہتر سال ہے۔ جبکہ سجادہ نشینی کی مدت چھتیس سال ہے۔

☆ آپ کے کمالات و کرامات اصحابِ عقل و دانش پر اظہر من الشمس ہیں جیسے اشرف کے جھگڑے (کا واقعہ) عنقریب اس کا تذکرہ آئے گا۔ چنانچہ منقول ہے کہ اس (واقعہ) کی نسبت آپ جناب نے معاملے کو رفع دفع کرنے کیلئے سفر کا ارادہ فرمایا ایک سخت اندھیری رات کو ایک خادم خاص نے دیکھا کہ لمبے بالوں اور ایسے طویل قد و قامت کا انتہائی عجیب و غریب (اور مہیب) شکل و صورت کا ایک آدمی جس کے قد کی طوالت سے دیکھنے والے کا پتہ پانی ہوتا حضرت شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی طرف کھڑا ہے، وہ خادم بہت چالاک اور کہنے سُننے کی ہمت (اور مہارت) رکھتا تھا۔ اُٹھا اور شاہ محمد امیر کو آگاہ

کیا کہ اس عجیب وغریب شکل والے کو دیکھیں آپ نے فرمایا کہ "اپنے کام میں مشغول رہ اور اس کی طرف متوجہ نہ ہو" حسبِ ارشاد اس نے اپنی چادر کھینچی (اور اوڑھ کر لیٹ گیا) لیکن بے سکون رہا کچھ دیر بعد پھر (چہرے سے) چادر ہٹائی اور پہلے کی طرح اس سیاہ (شکل وصورت والے آدمی) کو دیکھنے لگا۔ پھر ارشاد ہوا کہ "اپنے کام سے کام رکھ اور دل سے اندیشے اور خوف کو نکال دے" اس نے پھر چادر اوڑھ لی لیکن (آپ سے) انتہائی قلبی تعلق (وعقیدت) کی بنا پر آپ کا جواب سُن کر (خاموش تو ہو گیا لیکن) پسینے میں شرابور ہو گیا (اور سخت پریشان وکبیدہ خاطر رہا) ایک لمحے بعد پہلے کی طرح پھر ویسا ہی کیا لیکن وہی پہلے جیسا حکم سُنا۔ جب رات گزری اور دن نکلا (تو وہ خادم) خدمت کیلئے حاضر ہوا۔ اور اس راز کے انکشاف کی تکلیف دینا چاہی ہر چند آپ اس کے افشاء وانکشاف سے اعراض فرماتے رہے لیکن وہ بہت زیادہ منت وسماجت (اور اصرار) کرتا رہا جب اصرار حد سے بڑھ گیا تو ارشاد فرمایا کہ جنات کا بادشاہ اس مقدمہ کے سلسلہ میں اجازت چاہتا تھا کہ اگر فرمان عالی ہو تو اس سلطنت کو (ایسا) تباہ کر دوں کہ تا قیامت برباد ہی رہے اور (دوبارہ) منظم نہ ہو سکے۔ لیکن اس امر کی اس نے اجازت نہ پائی اور اسی طرح (ناکام) لوٹ گیا۔

بہر حال اشرف جس کی قبر قلعہ لاہور کے باہر غلہ فروشوں کے بازار سے متصل ہے کا واقعہ یوں تھا کہ وہ شہنشاہ عالمگیر کے دورِ حکومت میں دعوت خوانی

میں معروف اور شہنشاہ کی بارگاہ میں (اثر ورسوخ اور) قربت خاص رکھتا تھا وہ کھوکھر قوم سے (تعلق رکھتا) تھا جو عظیم قوموں میں سے تھی۔اس نے چاہا کہ ماہی گیروں کے مشہور خاندان ''جن کے آباؤ اجداد اس کے پروردۂ نعمت تھے۔'' کی لڑکی اپنے نکاح میں لائے اس قوم کو خود پر یہ بات بہت شاق اور مشکل لگی لیکن وہ اس (اشرف) کے رعب و داب اور ظاہری قدر و منزلت پر دل سے خائف (اور ہراساں) تھے اور چاہتے تھے کہ حیلے بہانے سے اس کو دفع کر دیں

آخر کار سب لوگوں کی رائے سے طے پایا کہ دنیا بھر میں مشہور عظیم خاندانوں میں سے (کسی کے ساتھ) لڑکی کی نسبت (طے کرنے) کی درخواست کی جائے تا کہ اس بہانے سے (چھٹکارا) ممکن ہو سکے چنانچہ اس خیال سے شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین کی خدمت میں اظہار (مدعا) کیا۔چونکہ یہ واقعہ پہلے سے مشہور اور طشت از بام ہو چکا تھا۔سجادہ نشین صاحب نے عاقبت اندیشی کے پیش نظر ''کہ اس درخواست کا قبول کرنا کسی شخص کے ایسے ہی (مزید) دعویٰ کا باعث بنے گا'' ان کی درخواست کو قبول کرنے سے اعراض کیا اور اس کام سے رُک گئے۔چنانچہ اس قبیلے کے تمام لوگ ناامید ہو گئے اور آخر کار حضرت شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں التجا کی اور اپنی درخواست پیش کی آپ نے ان کے ارادے کو پورا فرمایا اور (ان کی پیش کش کو) قبول فرمالیا۔

(ماہی گیروں کی) وہ جماعت اشرف کے مراسلے کے جواب کیلئے بیٹھی (اور اُسے اطلاع دی) کہ یہ معاملہ (نسبت دخترِ) پہلے ہی فلاں شخص سے قرار پاچکا ہے ورنہ اشرف کی درخواست کے مطابق عمل ہوتا۔ اشرف یہ خبر سُن کر سانپ کی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا اور بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہوا اور گرز بردار آدمی آپ کو (دربار شاہی میں) حاضر کرنے کیلئے بھیجا (چنانچہ) شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ نے سامان سفر تیار کیا اور منزل بمنزل (تیزی سے سفر کرتے ہوئے) شاہجہان آباد پہنچے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک مرید جو شہنشاہ کا خاص محافظ تھا اور خدمت پر مامور تھا حاضر ہوا اور رونا شروع کر دیا۔ حضرت شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے کہا ''خاص چوکی کا انتظام مجھ خاکسار کے متعلق ہے اور جو کچھ اشرف کیلئے بادشاہ کے دل میں ہے واضح اور ظاہر ہے جبکہ آپ کی ذات اقدس کی نسبت یہ تکلیفیں ہم مریدوں کے دل پر ناگوار ہیں۔ نتیجۃً اس کے قتل کے سوا چارہ کار نہ ہوگا ناچار آپ کا یہ عقیدت مند بھی قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت شہنشاہ محمد امیر نے اس کو کافی تسلی اور دلاسا دیا کہ بادشاہ شریعت کا انتہائی پاسدار ہے ناحق قتل نہ کرے گا اگر اس نے تجاوز کیا تو اس کی جگہ پر کوئی دوسرا (والی حکومت) مقرر کر دیا جائے گا دل مضبوط رکھ اور اپنے دل سے غم واندوہ کا بوجھ اتار دے (چنانچہ) وہ سعادت مند فرحت ومسرت کے ساتھ واپس گیا اور لوگوں کو آپ کی آمد کی خبر پہنچائی۔

کہتے ہیں کہ اشرف نے تسبیح خانے میں رات بسر کی تو اسے شہنشاہ کی بارگاہ سے فرمان پہنچا کہ اس (شب) کے بعد مدعا علیہ (حضرت علیہ الرحمہ) کے خیمہ عالیہ کے برابر رہائش اختیار کرے اور مقدمے کے فیصلہ کے بعد پرانی رہائش گاہ میں واپس آئے۔اشرف نے نقل مکانی کو اپنی خفت کا موجب خیال کیا اور دعویٰ سے دست بردار ہو گیا۔

جناب شاہ محمد امیر کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے رہے آپ کے کمالات و فضائل عالیہ کی خبر شہنشاہ اورنگ زیب کو بھی پہنچ چکی تھی وہ ایک دن چند خاص افراد کے ساتھ زیارت کو گیا جب قریب پہنچا تو حضرت شاہ محمد امیر علیہ الرحمہ نے (خادم کو) فرمایا کہ لوٹا بیت الخلاء میں لے جاؤ اور خود حصول فراغت کیلئے (بیت الخلاء) تشریف لے گئے بادشاہ کو یہ خبر پہنچی وہ ٹھہر گیا اور انتظار کرنے لگا کہ جب آپ باہر تشریف لائیں تو زیارت سے سرفراز ہو۔چنانچہ کافی دیر گزر گئی آپ کے بڑے فرزند شاہ محمد نور نے حقیقت حال جاننے کیلئے بیت الخلاء کے دروازے پر جا کر دستور کے مطابق پاؤں سے کھٹکا کیا (لیکن) منع کا کوئی اشارہ یا گلا صاف کرنے کی (طرح) کوئی آواز نہ پائی مزید آگے گئے۔(مگر) آپ تشریف نہ رکھتے تھے۔بادشاہ کو خبر پہنچی تو واپس چلا گیا جناب شاہ محمد نور نے تجسس فرمایا تا کہ (آپ کا) سراغ لگائیں آخر کار بالا پیر کو ہوا میں معلّق پایا (اسی وجہ سے آپ کا یہ لقب) مشہور ہے چونکہ (شاہ محمد نور آپ کے) مزاج سے اچھی طرح آگاہ تھے۔

ادب کے ساتھ آگے جا کر قوال کو حکم دیا کہ آہستہ سے ساز بجائے حتیٰ کہ آپ نیچے آگئے اور اپنے وطن مالوف کو واپس تشریف لے آئے۔

آپ کے فرزند شاہ سید محمد نے سوال کیا کہ بادشاہ کی ملاقات سے اجتناب کا سبب کیا ہے؟ فرمایا کہ بادشاہ کے دو سوال ہیں ہر صاحبِ حال سے ان کا استفسار کرتا ہے اور اس نے کسی شخص سے بھی ان کا تسلی بخش جواب نہیں پایا اگر وہ مجھ سے پوچھتا تو میں (ان کے جوابات) نہ چھپاتا (اور بیان کر دیتا) جبکہ ایسی خصوصیات اہل دنیا کیلئے نظام مملکت کا موجب ہوتی ہیں۔

بیت

حکمتِ محض است اگر لطفِ جہان آفریں
خاص کند بندۂ مصلحتِ عام را

اگر خالق کائنات کا لطف و کرم کسی عام مصلحت کو بندہ کیلئے خاص کر دے تو وہ فقط اس کی حکمت ہے۔

بادشاہ ان (سوالوں کے جوابات) کی وضاحت سے حکمرانی ترک کر دیتا اور سلطنت کے امن و امان میں خرابی پیدا ہو جاتی (چنانچہ) حکمت الٰہی کی وجہ سے اس کی ملاقات سے اجتناب کیا۔

انسانی اختیار سے باہر ہے کہ ان کے اوصاف حمیدہ کا تقرّ رو تعیّن کرے اور اصحاب عقل و دانش کے کمالات کا تذکرہ ایسا نہیں ہے کہ تحریر ہو سکے۔

☆ قول ہے کہ ایک آدمی نے آپ کے والد گرامی (حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ) سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے فرزندوں کو کیا عطا فرمایا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''درویش اس قدر نہیں رکھتے کہ بیان ہو سکے لیکن جس وقت شاہ سیف الرحمٰن شرف و سعادت کے ساتھ پیدا ہوئے (مجھے) حضرت غوث صمدانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں خبر ملی میں انہیں گود میں اٹھا کر آپ کے سامنے لے گیا انہوں نے نام رکھا اور بے شمار ممکنہ بخششیں (اور فیوض و برکات) انعام فرمادیں اور جب شاہ محمد امیر پیدا ہوئے اس وقت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تھا کہ مجھے (ان کی پیدائش کے متعلق) معلوم ہوا ان کو بھی اپنی آغوش میں لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں لایا آپ نے بھی جو چاہا عطا فرمادیا اور جب سید عبداللہ کی ولادت ہوئی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا (کہ ان کی ولادت کے متعلق) آگاہ ہوا۔

میں نے ان کو بھی اُٹھایا اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ دیا چنانچہ وہاں سے انہیں افادۂ علمی ہوا''۔

اسی لئے آپ کے تیسرے فرزند کی طبیعت میں علمی فیضان اس قدر تھا کہ عالم الغیب کے سوا دوسرا کوئی آگاہ نہیں ہے

حضرت شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اقدس ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۰۲ھ میں ہوئی چنانچہ اس مصرع سے سن کے اعداد سمجھ آتے ہیں۔

غزل

حضرت شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ (وفات) کے بارے میں

سرورِ سردار عالم بے نظیر
آنکہ کرسی کرسی و عرشش سریر

حضرت شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے ایسے بے مثل سردار اور حاکم ہیں کہ کرسی جن کی کرسی اور عرش جن کا تخت ہے۔

تاجدارِ دین و دنیا آمدہ
افسرِ اقطاب پیر دستگیر

آپ دین اور دنیا کے تاجدار ہیں اقطاب کے سردار اور دستگیری کرنے والے پیر ہیں۔

صد چو جامؔی صد چو خسرؔو صد کماؔل
صد چو حافؔظ صد چو سعدؔی صد ظہیؔر

مولانا جامؔی، امیر خسرؔو، کماؔل، حافؔظ، سعدؔی اور ظہیؔر جیسے سینکڑوں (نامور لوگ)۔۔

؎ جملہ ابجد خواں بدرسِ عشقِ اُو
اہلِ منبر اوست استادِ کبیر

۔۔۔آپ کے درس عشق ومحبت کے حروف ابجد (حروف تہجی الف، باوغیرہ) پڑھنے والے ہیں آپ (لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے والے) اہل منبر کے عظیم استاد ہیں

؎ شمسِ تبریزؔ ایست تابے مہر اُو
صد ہلالے ہم ز بدرش بہرہ گیر

حضرت شاہ شمس تبریز آپ کے آفتابِ کمال ہی کی روشنی ہیں۔اور سینکڑوں ہلال آپ ہی کے ماہِ تمام سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

؎ چوں بہ برجِ لا مکاں منزل گزید
رفت براوجِ بقا ماہِ مُنیر

جب آپ لامکاں کے آسماں پہ قیام پذیر ہوئے تو (درحقیقت) یہ ماہِ مُنیر بلندیٔ حیات (حقیقی زندگی کے آسمان) پر چلا گیا۔

؎ سالِ رحلت شاعر پیشینہ گفت
عارفِ حق بود سیّد شاہ امیر

پہلے شاعر نے آپ کی رحلت کے سال کے متعلق کہا ''عارف حق بودسیّد شاہ امیر'' (بحروف ابجد ۱۱۰۲ھ) یعنی حضرت سید محمد امیر حق تعالیٰ کے عارف تھے

حضرت کی تاریخ وصال کا دوسرا قصیدہ

؎ مظہرِ ذات قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدْ
ظاہراً شیشۂ اَللّٰهُ الصَّمَدْ

آپ ''قل ھواللہ احد'' کی ذات اقدس کا مظہر ہیں ۔آپ بظاہر ''اَللّٰهُ الصَّمَدْ'' کا شیشہ ہیں

؎ آشنائے بقلوم توحید
محرمِ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ

آپ توحید کے عظیم سمندر کے آشنا ہیں۔آپ ''لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ'' (کے راز) کے محرم ہیں۔

؎ یاورش خود وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ
محو کلی بہ كُفُوًا اَحَدْ

آپ کی مدد و دستگیری ''لم یکن لہ'' (کا عکس جمیل) ہے آپ کی مکمل محویت ''كُفُوًا اَحَدْ'' کے ساتھ ہے۔

؎ واصلے باکمال انسانے
قُربِ اُو را کسے نداند حد

آپ ایسے انسان ہیں جو کمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جا ملے (اور اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہیں) کہ آپ کے قُرب کی حد کو کوئی نہیں جانتا۔

؎ فہم و ادراک صد چو سحبانے
علم او را بیک حرف نرسد

سحبان[1] جیسے سینکڑوں فہم وادراک کے مالک لوگ آپ کے علم کے ایک حرف کو بھی نہ پاسکے۔

؎ نعرۂ نامِ اُو چُو در کوہ قاف
شیر غرّان و دیو نر شنود

آپ کے نام مبارک کا نعرہ جب کوہ قاف میں دھاڑنے والے شیر اور نَر دیو نے سُنا۔۔۔۔۔۔۔۔

؎ زہرۂ ہر دو آب میگردد
طاقت و تابِ شاں ہمہ برمد

۔۔۔۔۔تو دونوں کا پِتّا پانی ہو گیا اور ان کی تمام طاقت و ہمت ختم ہو کر رہ گئی۔

---

[1] سحبان: عرب کا مشہور فصیح و بلیغ شاعر جس کے باپ کا نام وائل تھا اس کو سحبان وائل بھی کہتے ہیں

؎ پیشوائے بسالکانِ طریق
یکدم از ازل و دیگرے بابدٗ

آپ ازل سے ابد تک تمام سالکانِ طریقت کے یکساں پیشوا ہیں۔

؎ حامیٔ شرع و جانیٔ اسلام
خانۂ فقر را ستون و سدّ

آپ شریعت کے حامی اور اسلام کی جان ہیں آپ فقر کے گھر کا ستون اور دیوار ہیں۔

؎ درد مند و صبور چوں یعقوب
یوسفِ عہد خود بخَال و بخدّ

آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح دردمند اور صبر وشکر کرنے والے ہیں آپ اپنے خدوخال (اور حسن وخوبصورتی) کے اعتبار سے اپنے دور کے یُوسف ہیں۔

؎ رفت بالا ازیں چہء تاریک
شد بمصرِ بقا عزیز احدّ

آپ اس تاریک کنویں (دنیا) سے بلندی پر چلے گئے۔ آپ (دائمی) زندگی کے شہر میں اللہ وَاحِد کے عزیز اور پیارے بن گئے۔

؎ گُلِ باغِ جلال و شمع جمال
گشت خلوت نشین با احمد

آپ گلستان عظمت وجلال کے پھول اور حسن وجمال کی شمع ہیں۔آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خلوت نشیں ہوگئے

؎ سالِ رحلت بہ بندہ ہاتف گفت
شمس المتقین نائب جدّ

ہاتف غیبی نے بندہ کو آپ کی رحلت کے سال کے متعلق کہا ''شمس المتقین نائب جد'' (بحروف ابجد ۱۰۱۱ھ) یعنی آپ متقین کے آفتاب اور اپنے جدامجد کے نائب ہیں۔

تاریخ مذکورہ میں دوسرا قصیدہ

؎ حاکم شہر خدا شاہ محمد امیر
ماحی بدعا تہا شاہ محمد امیر

حضرت شاہ محمد امیر شہرِ خدا کے حاکم ہیں حضرت شاہ محمد امیر بدعتوں کو مٹانے والے ہیں۔

؎ وارثِ ملکِ بقا شیر بوادیٔ حق
ساقیٔ جامِ صفا شاہ محمد امیر

آپ ہمیشہ باقی رہنے والے ملک کے وارث اور وادیٔ حقیقت کے شیر ہیں آپ صدق وصفا کا جام پلانے والے ہیں۔

؎ دیدن اُو بالیقین دیدن حیدر بود
مرد بروزِ غزا شاہ محمد امیر

ان کو دیکھنا یقیناً حیدر کرّار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ہے۔ آپ روز جنگ کے بہادر اور مرد میدان ہیں

؎ خواندن نامش بود خواندنِ آیات حق
پیر پیغمبر نما شاہ محمد امیر

ان کا نام الاپنا آیاتِ حق پڑھنے کی طرح ہے آپ پیغمبر نما پیر ہیں۔

؎ نیک ملاحے چو نوح ہست بطوفانِ غم
کشتیٔ غرقاب را شاہ محمد امیر

آپ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح غم کے طوفان میں ڈوب جانے والی کشتی کے (کنارے پر لگانے والے) نیک ملاح ہیں۔

؎ دل چو گرفتش ازیں کاخ غم آمودہٗ
خاست بسیرِ سما شاہ محمد امیر

جب آپ کا دل غموں اور دکھوں سے لبریز اس دنیا سے اچاٹ ہو گیا تو آپ آسمان کی سیر کیلئے (اس دنیا سے) اٹھ گئے۔

؎ سالِ وصالش ہمے در دلم الہامِ غیب
گفت کہ ''تاج اولیا شاہ محمد امیر''

میرے دل میں آپ کے سال وصال کے بارے میں غیب کی طرف سے الہام ہوا کہ ''تاج اولیا شاہ محمد امیر'' (بحروف ابجد ۱۱۰۱ھ) یعنی حضرت شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کے تاج ہیں۔

آپ کی قبر مبارک گنبد معلّٰی کے اندر دائیں جانب سے پہلی ہے یعنی حضرت شاہ سیف الرحمان علیہ الرحمۃ والغفر ان کے مزار کے دائیں طرف مغرب میں۔اورآپ کے پسماندگان میں تین بیٹے ہیں۔جن میں سے ہر ایک دریائے مروّت کا موتی، بہادری کے میدان کا مرد، دنیا کی تاریکی دور کرنے والا ماہِ کامل، متقین کا صدر اعظم، مخلوق عالم کیلئے جائے پناہ، میزانِ عذاب سے خلاصی کا موجب، آسمانِ ہدایت کا بلند ستارہ ہے۔

ان میں سے ہر فرد آسمانِ ولایت کا منفرد، درخشندہ آفتاب اور معبود حقیقی کی مخلوقات کا سردار ہے ان (تینوں) کے نام شاہ محمد نور، شاہ سید محمد اور شاہ سید محمود ہیں "

فرزند ثالث سید عبد الله رحمہ اللہ

حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے فرزند وہ جو افضل الفضلاء، اعلم العلماء، پاسبان شریعت "انامدینة العلم و علی بابها" کے علم کے وارث، رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے پاسدار، بری رسومات اور بدعات کو مٹانے والے سید عبداللہ ہیں۔قبل ازیں ذکر کردہ ایک روایت انہی کے کمالِ علم اور فضلِ عظیم کی خبر دیتی ہے۔[1]

---

[1] جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ کی پیدائش پر حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اٹھا کر امام الآئمہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ دیا اور آپ نے انہیں علم سے سرفراز فرمایا۔

اس عظیم المرتبت ہستی کا مدفن پاک اپنے والد گرامی کے بائیں طرف ہے۔آپ کی پشت سے ایک فرزند ہے اور وہ بحرِ بے مثالی کے یکتا موتی، مجموعہ فضائل و مراتب حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں مشرقی جانب میں اپنے والد کے مزار سے چوتھی قبر آپ کا مدفن ہے آپ کا بھی ایک ہی بیٹا ہے۔
چنانچہ دوسرے باب میں انکا ذکر آئے گا ان شاءاللہ تعالیٰ

حضرت سید عبداللہ رحمہ اللہ علیہ کی مدح میں

قصیدہ

؎ منوّر ہمچو بیت اللہ جناب سیّد عبد اللہ
چو تفسیر کلام اللہ کتاب سید عبد اللہ

جناب سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ کی طرح منوّر و روشن ہیں۔حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کلام اللہ کی تفسیر کی مانند ہے

؎ بعلم و فضل و کشف خود چناں افراختہ خیمہ
کہ از مشرق بمغرب شد طناب سید عبداللہ

آپ نے اپنے علم، فضل اور کشف [1] کا ایسا بلند خیمہ نصب فرمایا ہے کہ جس کی طنابیں مشرق سے مغرب تک (پھیلی ہوئی) ہیں۔

؎ اگر خواہی کہ طے سازی رہ شرع وطریقت را
بیا بر گیر اے طالب رکابِ سید عبد اللہ

اے (طریقت کے) طالب! اگر تو شریعت وطریقت کے راستے کو طے کرنا چاہتا ہے تو سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رکاب کو تھام لے

؎ اگر دُرِّ حقیقت ہم بلعل معرفت جوئی
رواں رو اے دلِ سائل ببابِ سید عبداللہ

اگر تو حقیقت کے موتی اور معرفت کے لعل کا متلاشی ہے تو اے سائل کے دل جناب سید عبداللہ کے دروازے پر چلا جا۔

؎ بہ بحثِ علم گر بیند غزالی آں شہ مارا
زخود بہتر روا دارد جواب سید عبد اللہ

اگر حضرت امام غزالی ہمارے شہنشاہ سید عبداللہ کی علمی بحث کو دیکھ لیں تو ان کے جواب کو اپنے (علمی جوابات) سے بہتر تسلیم کریں۔

---

[1] کشف: صوفیاء کی اصطلاح میں وہ درجہ جس پر پہنچ کر غیب کے اسرار ورموز ظاہر ہو جائیں

؎ اگر حسناتش ایزد از کراماً کاتبین پُرسد
پس از مدت بیاں گردد حساب سید عبداللہ

اگر اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے آپ کی نیکیوں کے متعلق پُوچھے تو آپ کی نیکیوں اور حسنات کا بیان کرتے ہوئے ایک مدت بیت جائے گی۔

؎ شمیم عطر سائش را گر آ ہوئے ختن بیند
بجان و تن شود یکسر کباب سید عبد اللہ

ختن [1] کا ہرن آپ کے لمس [2] والے عطر کی خوشبو کو اگر دیکھ لے تو وہ جسم و جان کے ساتھ یکسر کباب ہو جائے۔

؎ زلطف و مہر گر سازد نظر برذرۂ ناچیز
شود خورشید مہر دیان زتاب سید عبد اللہ

آپ اگر لطف و مہربانی سے ناچیز ذرّے پر نظر کر دیں تو وہ (آپ کی نگاہ کی) روشنی و چمک کی وجہ سے خوبصورت آفتاب بن جائے۔

---

[1] ختن: ایک شہر کا نام جو چین کی حدود میں واقع ہے جہاں کے ہرن اپنی خوبصورتی اور کستوری میں مشہور ہیں
[2] وہ عطر جس کو آپ کا دستِ اقدس لگا ہوا ہو یا جسے آپ نے چھوا ہو اس کی خوشبو سے ختن کا ہرن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

؎ اگر صد تشنہء چوں من ز جامش جرعہء یابد

خمار سالہا ببرد شراب سید عبد اللہ

اگر مجھ جیسے سینکڑوں پیاسے آپ کے جام سے ایک گھونٹ پالیں تو اس شراب کا نشہ کئی سال تک برقرار رہے۔

؎ خدا در حجرۂ پاکش رساند کے محمد را

خوش ست از جنت الماوا جناب سید عبداللہ

اللہ تعالیٰ آپ کے پاکیزہ حجرے میں محمد بخش کو کب پہنچائے گا؟ حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ جنت الماویٰ سے بہتر ہے۔

حضرت سید ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں

قصیدہ

؎ زہے دُر دُرجش شہ بوالمعالی

کہ پیدا شد از قلزم بے مثالی

واہ! حضرت شاہ ابوالمعالی کیسے خوب موتی ہیں جو بے مثالی کے سمندر سے پیدا ہوئے۔

؎ زبرجش طلوع نمود اختر سعد
بظلم اللیالی چو رخشاں لآلی

چمکتے ہوئے موتی کی طرح راتوں کی تاریکی وظلمت میں خوش بختی کا ستارہ آپ کے برج سے طلوع ہوا۔

؎ قدم بوس کردند اقطاب عہدش
چہ غربی چہ شرقی جنوبی شمالی

آپ کے زمانے کے اقطاب خواہ مغرب کے ہوں یا مشرق کے جنوب میں رہنے والے ہوں یا شمال کے (سبھی) نے آپ کی قدم بوسی کی۔

؎ ازیں نیز یک خلف نیکو نشان ماند
شہِ ماہرویان بہ تختِ کمالی

ان سے بھی نیک اور سعید علامتوں والا ایک خلف و نائب ہے۔ آپ کمال کے تخت پر (جاگزیں) خوبصورت چہرے والوں کے شہنشاہ ہیں۔

بہرحال شاہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین شاہ نور محمد علیہ الرحمہ مقرر ہوئے، ان سے صادر ہونے والی کرامات اور فضائل کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ (ان کے تذکرے کی) اس مختصر (رسالے) میں گنجائش نہیں چنانچہ حضرت مرشد

کریم علیہ الرحمہ ان سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا "ایک دن میں نے اپنے والد حضرت محمد امیر سے سوال کیا کہ کس عمر میں ان پر کشف ظاہر ہوا تو فرمایا کہ بچپن میں جس وقت میں پہلا سیپارہ یاد کرتا تھا فقیر اس وقت بھی قرآن کے مطالب و مفاہیم کو سمجھ کر رو پڑتا تھا، معلم نے رونے کو حافظہ کی کمزوری خیال کیا کہ (شاید اسے) سبق یاد کرنا مشکل (محسوس ہوتا) ہے یہ سن کر حضرت مرشد کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا لیکن آپ نے بذریعہ کشف دریافت فرمالیا (اور مطمئن ہو گئے)"

آپ اس قدر طاقت رکھتے تھے کہ یہ سوال اپنے والد سے پوچھ لیا لیکن کسے مجال تھی کہ ان سے اس حقیقت کی وضاحت دریافت کرتا۔

جب اس پر دو تین دن گزر گئے تو فرمایا کہ بچپن میں مجھے ایک حاجت در پیش تھی۔ میں چاہتا تھا کہ حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم میاں عبداللہ کے ذریعے سے حضرت کو درخواست پیش کروں (اس نے) جواب میں کہا کہ فی الحال یہ حاجت پوری نہیں ہوسکتی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے میاں عبداللہ کے ذریعے آنجناب سے ایک چیز تربوز (وغیرہ کے حصول) کی خواہش ظاہر کی (مگر میاں عبداللہ نے انکار کر دیا چنانچہ) اسی وقت اس سے تمام احوال و اسرار سلب کر لئے گئے۔

☆ آپ کا وصال ۱۹ ذی الحج ۱۱۲۷ھ کو ہوا۔ چنانچہ ہجرت نبوی ﷺ کے

سالوں کے اعداد کے اعتبار سے اس عبارت سے آپ کی وفات کی تاریخ حاصل ہوتی ہے۔ **دخل الجنات ابدا** (۱۱۲۷) اور عبارت

ثانی بہاوالشیر (۱۱۲۷)

کے اعداد بھی مذکورہ الفاظ کی گنتی کے موافق ہیں

تاریخ

جاں بجسمِ دلبران و عاقلاں

دل بقلبِ عاشقان و بیدلاں

حضرت شاہ محمد نور دلبروں اور عقلمندوں کے جسم کی جان و روح ہیں۔ آپ عاشقوں اور افسردہ و مغموم لوگوں کا دل ہیں۔

دیگراں چوں انجم آمد انجمن

شاہِ ما شمس ست اندر کاملاں

دوسرے (اولیاء) محفل میں ستاروں کی مانند ہیں (جبکہ) ہمارے شہنشاہ کاملین میں آفتاب کی طرح ہیں۔

سیّد السادات و ہم شیخ الشیوخ

شمع جمع محرمان و واصلاں

آپ سادات عظام کے سردار ہیں اور شیخ المشائخ بھی ہیں آپ جماعتِ واصلان حق اور محرمانِ رازِ حقیقت کی شمع ہیں۔

ظل سبحان ست در عالم عیاں
سایہء اش خواہند عالی منزلاں

آپ دنیا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سایہ ہیں عظیم المرتبت (اور شان وشوکت کے حامل نیک) لوگ آپ کے سایۂ عاطفت کے طلبگار ہیں۔

خاکش از باد صبا ناری طلب
آبِ دل جوئند زو اہل دلاں

آگ میں جلتے ہوئے لوگ بادصبا سے آپ کی خاک اقدس کے طالب ہیں اور اہل دل اس (خاک میں) سے دل (کی کھیتی سیراب کرنے) والا پانی تلاش کرتے ہیں۔

کشتیٔ دلہا ز گردابِ ضلال
میکند از یک نگاہ بر ساحل آن

آپ ایک ہی نظر سے دلوں کی کشتی کو گمراہی کے گرداب سے نکال کر کنارے پر لگادیتے ہیں۔

مقتدائے عارفان و رازداں
ہادیٔ گُم گشتگان و جاہلاں

آپ عارفین اور راز دان لوگوں کے مقتداو پیشوا ہیں۔ آپ گم گشتگانِ (راہِ ہدایت) اور جاہلوں کے ہادی و راہنما ہیں۔

؎ یک نگاہش تا سرِ منزل برد
صد چو من بے ہمتان و کاہلاں

مجھ جیسے سینکڑوں بے ہمت اور سست و کاہل لوگوں کو آپ کی ایک نظر منزل تک لے جاتی ہے۔

؎ چو دلش بگرفت زین دہلیز تنگ
شد بجنّت ہمنشینِ مُرسلاں

جب آپ کا قلب اطہر اس دنیا سے اچاٹ ہو گیا تو آپ جنت میں مرسلین کے ہمنشین بن گئے۔

؎ سال رحلت از خرد جستم بگفت
شاہ محمد نور میر مقبلاں

آپ کے سالِ رحلت کے متعلق میں نے عقل سے دریافت کیا تو اس نے کہا ''شاہ محمد نور میر مقبلاں'' (بحروف ابجد ۱۱۲۷ھ) کہ شاہ محمد نور تو مقبولانِ (بارگاہ خداوندی) کے سردار ہیں۔

☆ آپ کا مزار عالی گنبد معلّٰی کے اندر ہے داخلی دروازے سے بائیں طرف چھ قبور میں سے پانچویں قبر انور آپ کی ہے۔

☆ شاہ سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر باون (۵۲) سال ہے آپ کے شرف و کمال کے بیان سے بڑے بڑے فصیح و بلیغ قاصر ہیں کسی کو ہمت نہیں ہے کہ آنجناب کے فضائل کا شمار کر سکے آپ دنیا بھر میں معروف ومشہور ہیں آپ کے متعلق دو حوالہ جات گزر چکے ہیں آپ نے اپنے بڑے بھائی (شاہ محمد نور رحمۃ اللہ علیہ) کی موجودگی میں ہی سات ربیع الاول ۱۱۱۱ھ میں وصال فرمایا۔

چنانچہ آپ کے واقعہء وصال کی تاریخ کے مذکورہ اعداد اس مصرعہ سے سمجھے جاسکتے ہیں۔ ''بود زخاصانِ حق سید محمد نکو (۱۱۱۱ھ)'' یعنی حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے خاص نیک بندوں سے تھے۔

آپ کی قبر مبارک شاہ زندہ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے بائیں طرف ہے۔

تاریخ

؎ سیدے در خیل مردان خُدا
بُد امامِ امتِ خیرالوریٰ

آپ مردانِ خدا کی جماعت کے سردار اور خیرالوریٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت کے امام ہیں۔

؎ شاہِ این و شاہ آن و شاہِ راہ
شاہِ شاہاں شاہِ درویش و گدا

آپ ان کے (بھی) بادشاہ ہیں، ان کے (بھی) بادشاہ ہیں اور راہِ ہدایت و طریقت کے (بھی) شہنشاہ ہیں۔ آپ شہنشاہوں کے شہنشاہ، اور ہر درویش و گدا کے بھی بادشاہ ہیں۔

؎ شاہِ خوباں شاہِ مجذوبان حق
شاہِ محبوبانِ عالم بے خطا

آپ ہر دلعزیز اور عمدہ لوگوں کے بادشاہ ہیں، مجذوبانِ خداوندی کے بھی بادشاہ ہیں اور بلاشبہ محبوبانِ عالم کے بھی بادشاہ ہیں۔

؎ آں عزیزِ ربّنا یوسف لِقاء
چونکہ مالک گشت در مصرِ بقاء

آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح خوبصورت اور ہمارے پروردگار اللہ عزو جل کے محبوب تھے یوں ہی آپ (دائمی) زندگی کے شہر کے مالک ہوئے۔

؎ سالِ رحلت را محمد جست و فکر
گفت شیخِ واصلاں بودہ بجا

محمد بخش نے آپ کے سالِ رحلت کے متعلق دریافت کیا تو فہم وفکر نے کہا "شیخِ واصلاں بودہ بجا" (بحروف ابجد ۱۱۱۱ھ) یعنی آپ یقینی طور پر واصلانِ حق کے شیخ تھے۔

☆ آپ کی صُلب سے دو بچے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی، جو کہ شاہ سیف الرحمٰن کی نسل سے ہیں (کیوں کہ شاہ سیف الرحمٰن رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی آپ کے عقد میں تھی۔ اس عفیفہ خاتون کے بطن سے ہی آپ کے یہ دونوں بچے تھے) آپ کا بیٹا تو بچپن میں ہی انتقال کر گیا جبکہ اس عفیفہ جہاں خاتون (بیٹی) کا نکاح اپنے چچا کے بیٹے سید محمد ہاشم سے ہوا جن کا ذکر عظیم عنقریب آئے گا اور اس خاکسار نے جن عالیجناب حضرت علیہ الرحمہ کے دست قدس پر بیعت کی وہ اسی پاکدامن کے شکم اقدس سے ہیں لیکن (حضرت شاہ سید محمد کے بیٹے) سید محمد امیر قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی وفات بچپن میں ہی ہوگئی اور آپ کی قبر شریف شاہ سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے۔

☆ حضرت شاہ محمد نور رحمۃ اللہ علیہ کی صلب مطہر سے سات فرزند ہیں جن میں سب سے بڑے زمانے کے فرمانرواؤں کے حاکم، کبیر الکبیر سید محمد حسن ہیں ایں جناب سے اولاد نہیں ہے اور آپ کی قبر مبارک شاہ سید محمد کے مدفن پاک کے پہلو میں مشرقی طرف ہے۔

ان میں سے دوسرے (بیٹے) جو خاندان غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا جوہر، میدان ولایت کے بادشاہ حضرت شاہ محمد حسین ہیں۔

ان میں تیسرے جو مصطفیٰ کریم ﷺ کے باغ کے خوبصورت سرو اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گلشن کے خوشبودار پھول، مقدس صفات کے حامل قطب

اعظم سید محمد ہاشم ہیں۔آپ کی عمر مبارک انہتر (۶۹) سال ہے۔

تاریخ
(سید محمد ہاشم کی وفات میں)

پیر ما شاہ محمد ہاشم است
شیخ ابدالان و قطبِ اعظم ست

ہمارے پیر سید محمد ہاشم ہیں جو ابدالوں [1] کے شیخ اور قطب اعظم ہیں [2]

بر درش افتادہ صد اوتاد ہا
خواہند ازوے یاریٔ و امداد ہا

آپ کے در اقدس پر سینکڑوں اوتاد [3] پڑے ہوئے ہیں جو آپ سے حمایت و امداد کے طلبگار ہیں۔

---

[1] ابدال: اولیاء کرام کا ایک گروہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو قائم رکھا ہوا ہے، وہ دنیا میں کل ۷۰ اشخاص ہوتے ہیں۔ چالیس ملک شام میں جبکہ تیس دیگر مقامات میں ہیں اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو لوگوں میں سے کسی کو اس کی جگہ پر مقرر کر دیا جاتا ہے اسی تبدل کی بنا پر انہیں ابدال کہا جاتا ہے کہ ایک کی جگہ پر دوسرا تبدیل ہوتا رہتا ہے

[2] قطب: وہ ولی اللہ جس پر بحکم خداوندی دنیا کے کسی ملک یا شہر کے انتظام اور نگہبانی کا مدار ہو۔

[3] اوتاد: وتد کی جمع ہے لفظی معنی میخ / کیل۔ عرف عام میں اولیاء اللہ کے ایسے مخصوص طبقے کو کہتے ہیں جن کو انتظام باطنی میں مداخلت حاصل ہوتی ہے۔ یہ گروہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہوتا اسی لئے اوتاد کہلاتا ہے۔ غیاث اللغات میں ہے یہ ایک وقت میں پوری دنیا میں چار افراد ہوتے ہیں۔

؎ مطلع انوار ربانی ہمو است
مخزنِ اسرار پنہانی ہمو است

آپ انوار و تجلیاتِ ربّانی کے طلوع کا مرکز ہیں۔

آپ پوشیدہ اسرار و رموز کا مخزن ہیں۔

؎ چوں ازیں دار سپنجی با شکوہ
پنج نوبت زد تزلزل شد بکوہ

جب آپ نے اس مختصر زندگی والی دنیا پر پورے رعب و جلال سے پانچ ضربیں لگائیں تو پہاڑوں پر زلزلہ طاری ہو گیا۔

؎ بیست یک بودہ است از ذیقعد ماہ
مظہرِ جود آمدہ تاریخِ شاہ

ماہ ذیقعد کی اکیس تاریخ تھی (جب آپ کا وصال ہوا) ''مظہر جود'' (۱۱۵۸ھ) سید محمد ہاشم علیہ الرحمہ کی تاریخ (وصال) ہے۔

؎ سالِ رحلت را محمد جست خوب
دل رواں فرمود علّام غیوب

محمد بخش نے آپ کے سالِ رحلت کے متعلق خوب تگ و دَو کی (تو) جاری (اور دھڑکتے ہوئے) دل نے کہا ''علام غیوب۔۔۔۱۱۵۹ھ ''یعنی آپ غیبوں کو خوب جاننے والے تھے۔

آپ کی تاریخ وفات اکیس ذیقعد ۱۱۵۹ھ ہے اور کلمہ ''مظہر جود '' کا شمار (بحروف ابجد) کیا جائے تو انہی اعداد کے موافق ہے۔

☆ گنبد معلٰی کے باہر گنبد کی آٹھویں محراب کے نیچے ایک طرف جو قبر واقع ہے وہ آپ سردار کا مدفن ہے حساب کرنے والوں کے نزدیک آپ کا آستانہ چاروں مشہور سمتوں کے علاوہ دوسری چار اطراف میں ہے۔ چنانچہ آٹھوں اطراف کو بندہ نے اس رباعی میں ضبط کر دیا ہے۔

؎ مابین جنوب و شرق آمد اگنی
در مشرق و در شمال ایساں پندار

وہ جو جنوب اور مشرق کے مابین جگہ ہے اسے مشرق اور شمال
کے درمیان (بھی) تصور کر۔

؎ بائب بشمال ست و بمغرب ایجان
در مغرب و در جنوب نیرت انگار

وہ گوشہء (عافیت جو) شمال اور مغرب کے درمیان میں ہے مغرب اور جنوب
میں متمکن جان۔

☆ عنقریب آپ کی اولاد عظیم کا ذکر آئے گا۔

☆ (حضرت شاہ محمد نور رحمۃ اللہ علیہ کے) چوتھے (بیٹے) جو تاریک گوشوں کے (روشن کرنے والے) چراغوں کا نور، مشکلات حل کر دینے والے،

اللہ حی و دائم کے اسرار کے واقف، جن کا نام شرف و تعظیم کے ساتھ سید محمد قاسم رکھا گیا۔

نظم
سید محمد قاسم شاہ کی تعریف میں

اے آنکہ تو دیدن مے خواہی نعمان امام اعظم را
در حجرہ مبارک آی بنگر آں ثانی موسیٰ کاظم را

اے شخص! (اگر) تو امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت کو دیکھنا چاہتا ہے (تو ہمارے مرشد سید محمد قاسم کو دیکھ جوان کا عکس جمیل ہیں اور) حجرہ مبارک میں آ اور (ان کو) دیکھ جو ثانی موسیٰ کاظم ہیں۔

چوں حج لقائش مے خواہی از عیب سراسر پاک شوی
در راہش بائد پا کردن صد دیدہ وصد دل عازم را

اگر تو عیبوں اور گناہوں سے بالکل پاک ہونا چاہتا ہے (تو یاد رکھ) آپ کی زیارت وملاقات حج کی طرح ہی ہے۔ عازم کو چاہئے کہ سینکڑوں دل اور سینکڑوں آنکھیں آپ کیلئے فرش راہ کردے

اے چونتو ہزاراں شد بسمل دم در گل وصفش برنامد
صد بار درود و سلام بگو شاہ سید محمد قاسم را

اے (عازم شیخ) تیرے جیسے ہزاروں (ان کی طلب وچاہت میں) تڑپتے رہے (حتی کہ) پھول کی خوشبو (بھی) آپ کے اوصاف بیان کرتی ہے۔ تو سید محمد قاسم پر سینکڑوں بار درود وسلام کہہ

تاریخ وصالش چوں گوید از راوئ پیشین نشودہ
بخش شہا ایں کوتہی ءِ نرسیدہ محمد ناظم را

آپ کی تاریخ وصال پہلے راویوں سے نہیں سُنی
شاہا! یہ کوتاہی بخش دے نظم کہنے والا محمد بخش (حوالہ ءِ تاریخ تک) نہیں پہنچ سکا۔

☆ (حضرت شاہ محمد نور رحمۃ اللہ علیہ کے سات بیٹوں میں سے) پانچویں جو کہ گم گشتگانِ راہ کے ہادی، سچائی کے مصدر ومنبع جن کا نام سید محمد شاہ ہے۔ ان کی اولاد کا تذکرہ دوسرے باب میں آئے گا۔

☆ شاہ زندہ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے پانچویں قبر آپ پاکیزہ خصلت کا مدفن ہے۔

بیت
سید محمد شاہ کی تعریف میں

شاہ سید محمد مردِ خدا
کو بعد فنائے یافت بقاء

حضرت شاہ سید محمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے مردِ خدا تھے جنہوں نے فنا کے بعد بقا حاصل کرلی

؎ در ہستیٔ مطلق ہست شدہ
از کاسۂ وحدت مست شدہ

آپ خدائے مطلق کی ہستی میں کھو گئے اور آپ وحدت کے
جام سے مست ہو گئے۔

؎ آں چہرۂ پاکش نور فشاں
مے داد انا الحق را نشاں

آپ کا پاکیزہ چہرہ نور بکھیرنے والا ہے اور "انا الحق" [1] کا نشان رکھتا ہے

؎ مدح از تو محمد ناید خاص
گو صلوا علیہ بالاخلاص

اے محمد بخش! تجھ سے تو آپ کی مدح خاص نہیں ہو سکتی۔ (لہٰذا تو) اخلاص کے
ساتھ آپ پر سلام کہہ۔

(حضرت شاہ محمد نور کے) چھٹے (بیٹے) جو دائمی مغفور، پیشوا، مفتیٔ دین شاہ ابو محمد ہیں۔ یہ عالی قدر گوہر بچپن میں ہی انتقال فرما گئے اور سید محمود علیہ الرحمہ کے قدموں کی جانب وہ قبر جو پختہ اینٹوں سے تعمیر کی ہوئی ہے آپ کا مدفن ہے۔

---

[1] انا الحق: (میں خدا ہوں) یہ ایک کلمہ ہے جس کو منصور حالت محویت و کیفیتِ استغراق میں کہہ اٹھتے تھے اس لئے علماء کے فتوے سے وہ سولی پر چڑھا دیئے گئے) یہاں یہ کہہ دیا جائے تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا۔

سیدابومحمد کی مدح میں

اشعار

؎ شاہے بتخت عصمت بودہ ابو محمد
گوئے ز پاکبازاں بردہ ابو محمد

حضرت سیدابومحمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے بادشاہ تھے۔ جو عصمت و پاکدامنی کے تخت پر جلوہ افروز تھے۔ آپ پاکباز لوگوں پر سبقت لے گئے۔

؎ جامے محبّتِ دوست در مہد پاک نوشید
پا از گل دو عالم کشودہ ابو محمد

آپ نے مہد میں ہی دوست کی محبت کا جام نوش فرمالیا اور دونوں عالم سے اپنے پاؤں واپس کھینچ لئے

؎ آمد بسیرِ باغے در چشم او نیامد
رحلت بکوئے جاناں بنمودہ ابو محمد

آپ باغ کی سیر کو آئے (لیکن وہ) آپ کی چشم اقدس میں نہ سما سکا (اور اچھا نہ لگا چنانچہ) آپ کوچہ محبوب کی طرف رحلت فرما گئے۔

صد صد سلام وصلوات سر بر زمین پائش
باعجز و انکساری سودہ بگو محمد

اے محمد بخش! عاجزی وانکساری اور فریفتگی کے ساتھ آپ کے قدموں کی سرزمین پر سینکڑوں بار صلوۃ وسلام کہہ۔

☆ (حضرت شاہ محمد نور کے) ساتویں بیٹے اور اللہ والوں کے مطلوب و محبوب اور عزت کی کرسی پر متمکن سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

سید احمد شاہ کی مدح میں اشعار

سید احمد شاہ باتاج و کمال
شستہ بر کرسی عزت چوں بلال

حضرت سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ تاج اور کمال کے ساتھ حضرت بلال ﷺ کی طرح عزت کی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔

بانگ مہرش چوں رسیدے بر ملک
در رکوعش آمندے چوں ہلال

دنیا میں جب آپ کے مہر تاباں (کے طلوع ہونے) کی آواز پہنچی تو (لوگ) ہلال

کی طرح (حلقہ بنائے چاروں طرف سے) آپ کے آگے جھکتے ہوئے آگئے

اے محمد بر ہمہ صلوات خواں
مدح شاں گفتن کرا قدر و مجال

اے محمد بخش سب پر سلام بھیج (کیونکہ۔ بالخصوص) آپ کی مدح کہنے کی ہمت و طاقت کسے ہے؟

☆ آپ کی اولاد کا تذکرہ جو بیان نہیں ہوا بتدریج آئے گا۔ جناب حضرت شاہ محمد نور رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ حسین سخی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرت شاہ محمد حسین رحمہ اللہ کی مدح میں

شہ حسین آمد شفیع نیک و بد
بے نصیباں را ازو روزی رسد

حضرت شاہ حسین ہر اچھے برے کی شفاعت وسفارش کرنے والے ہیں اور بے نصیب لوگوں کو آپ سے روزی پہنچتی ہے۔

میکند صد قلب مس را کیمیا
گوشۂ چشمے چو یکدم افگند

جب آپ اپنی آنکھ کے گوشہ سے ایک لمحے کیلئے نظر ڈالتے ہیں تو تانبے کے سینکڑوں دلوں کو کیمیا بنادیتے ہیں۔

ہمچو طوبیٰ سایۂ او بر جہاں
نے غلط گفتم کہ فرقے اوفتد

آپ کا سایہ (جنت کے درخت) طوبیٰ کی طرح (سارے) جہاں پر ہے۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں نے غلط کہہ دیا۔۔۔ کیونکہ (بہت زیادہ) فرق ہے۔

سایۂ طوبیٰ بر اہل جنت است
شاہِ ما بر ہمکناں ہم مے تند

طوبیٰ کا سایہ تو صرف اہل جنت پر ہے (جبکہ) ہمارے شہنشاہ (حضرت شاہ سخی حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ عاطفت تو) سب لوگوں پر ہے۔

گلشنِ جنت بود ریحان فزا
چوں نمی از کاسۂ وصلش دہد

جب آپ اپنے وصل کے کاسہ سے نمی اور طراوت عطا فرماتے ہیں تو باغ جنت کی خوشبو بڑھ جاتی ہے۔

آتشِ دوزخ شود افسردہ حال
گر ز سوزئ دل درو آہے دمد

اگر آپ سوز و گداز کے ساتھ دوزخ کی آگ پہ پھونک (آہ) ماردیں تو وہ افسردہ

حال ہوجائے (اور بجھ جائے)

☆ آپکی کرامات، خلاف عادت عجیب وغریب واقعات، اور عمدہ اخلاق متاخرین میں سے ہراس آدمی پر ظاہر ہوئے جوآپ کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔

ایک دن راستے میں گھوڑے کی آنکھ کا ڈیلا باہر نکل آیا تو آپ نے فرمایا فوراً اس کو اس کی جگہ پر رکھ کر مضبوطی سے باندھ دو۔ چنانچہ جب اسے واپس اس کی جگہ رکھ دیا گیا تو بینائی درست اور نگاہ روشن ہوگئی۔

☆ روایت ہے آپ ایک دن دوران سفر آرام فرما رہے تھے کہ ڈاکو بے خوف ہو کر آئے اور آپ کا سارا سامان لُوٹ کر چلے گئے۔ خادم نے آپ کو نیند سے بیدار کر کے آگاہ کیا تو آپ فوراً اُٹھ پڑے اور وضو کیلئے پانی کا لوٹا طلب کیا راوی کا بیان ہے آپ جونہی وضو سے فارغ ہوئے تو ان ڈاکوؤں میں سے ہر ایک نے کتے کی طرح عوعو کر کے بھونکنا شروع کر دیا غرضیکہ انہوں نے سب چیزیں واپس کر دیں۔ پھر آپ نے خادموں کو ارشاد فرمایا کہ چلو میں پانی لے کر ان میں سے ہر ایک کے چہرے پر چھینٹے مار دو۔ چنانچہ (اس عمل کے بعد) انہوں نے بھونکنا بند کر دیا۔

☆ آپ کی اس طرح کی کرامات بہت ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات اکیس جمادی الثانی ۱۱۶۴ھ ہے۔ گنبد کے اندر مشرقی جانب سے پہلی قبر آپ کا مزار شریف ہے۔

قصیدہ تاریخیہ

دست در دامانِ مدحش گاہِ قرب

گر زند روح الامیں او را سزد

اگر روح الامین حضرت جبریل آپ کی مدح وتعریف میں قُربت کے دامن کو تھام لیں تو لائق اور مناسب ہے۔

اے محمد بخش تا کہ ایں ہوس

ساربان را خِلعتے کو جز نمد

(لیکن) اے محمد بخش! (تجھ سے ان کی مدح کا حق کیونکر ادا ہوسکتا ہے؟ البتہ یہ ایسے ہی ہے) جیسا کہ شتربان کو سوائے اون اور پشم کی خلعت کے کسی چیز کی ہوس نہیں ہوتی۔

سالِ رحلت را شمارے گو کہ چوں

بر فروش لا مکاں گاہ تکیہ زد

جب آپ نے لامکاں پر تکیہ لگا لیا (اور اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آ چکے) سالِ رحلت کو شمار کرنے والے نے کہا

بست و یک بود از جماد الثانی
روز را آساں ہمو کس بشمرد

کہ (آپ کی تاریخ وصال) ۲۱ جمادی الثانی تھی جس کا شمار کرنا ہر ایک کیلئے آسان ہے۔

پس شدم در بحرِ فکرت سرنگوں
کہ ذُراں سن را یابم عدد

پس میں فکر کے سمندر میں ڈوب گیا تا کہ آپ کے سن کا عدد معلوم کروں

زود با امداد شاہ اندیشہ گفت
شمعِ جمعِ عاشقان لم یولد

۔۔۔۔تو۔۔۔۔ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی مدد سے فوراً سوچ نے کہا ''شمع جمع عاشقان لم یولد'' (بحروف ابجد ۱۱۶۵) یعنی جماعت عاشقاں کی شمع پیدا نہیں ہوئی (یعنی ان کی جگہ لینے والی کوئی اور شمعِ محفلِ عاشقاں وجود پذیر نہیں ہوئی)

شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں (یہ قصیدہ) بھی

جہان مردے سلطان حسین ست
کہ بازار کرم را زیب و زین ست

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ پوری دنیا کے لوگوں کے بادشاہ ہیں آپ کرم اور مہربانی کے بازار کی زیب وزینت ہیں

؎ چہ نسبت مرد را با بحر و باکان
کز ایشاں بہرہ با محنت نہ آسان

سمندر اور کان سے انسان کی کیا نسبت؟ کیونکہ ان سے فائدہ اٹھانا آسان نہیں۔ بلکہ بڑی محنت ومشقت کا کام ہے

؎ شہے ما میدہد بے محنت و رنج
بہر مفلس گراں گوہر گراں گنج

(لیکن) ہمارے شہنشاہ تو ہر مفلس ونادار کو انتہائی قیمتی موتی اور عظیم خزانے بغیر کسی محنت وتکلیف کے عطا فرما دیتے ہیں۔

؎ حقیراں را بعزت گاہ نشاند
شقیاں را تقی کردن تواند

آپ حقیر اور بے قدر لوگوں کو عزت کے مقام پر بٹھاتے ہیں اور بد بخت اور بدنصیب لوگوں کو متقی و پرہیزگار بنا دیتے ہیں۔

؎ جو پنہاں گشت از من آں کریمے
گرسنہ ماندہ ام عاجز یتیمے

جب مجھ سے وہ کریم ومہربان پوشیدہ ہو گئے تو میں عاجز اور یتیم بھوکا رہ گیا

بکف دُرّی نیم جز اشک گوہر
بدامن زر نیم جز چہرہ چوں زر

سوائے آنسوؤں کے موتیوں کے میرے ہاتھ میں کوئی گوہر نہیں (حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کے) سونے جیسے چمکتے چہرے کے سوا میرے دامن میں کوئی سونا نہیں۔

محمد سالِ رحلت را خبر دہ
درونِ ریش را مرہم صبر نہ

محمد بخش کو (آپ کے) سالِ رحلت کی خبر دو اور اس کے زخمی دل پر صبر کا مرہم رکھو

چوں آں سر چشمہء فیض از جہاں شد
ز کامِ تشنگان افغاں عیاں شد

جب وہ سرچشمہء فیض اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو پیاسے لوگوں کے حلق سے آہ وفغاں ظاہر ہو گئی۔

ہمیں گفتند دریں تاریخ بر خواں
زہے خلفِ علی ابر احساں

سبھی کہتے ہیں کہ اس تاریخ (وصال) کو یوں پڑھئے "زہے خلف علی ابر احسان (۱۱۶۵ء)"

کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیا خوب خلیفہ اور احسان کے بادل ہیں۔

☆ آپ کی اولاد اطہار کا تذکرہ عنقریب دوسرے باب میں آئے گا۔

بہر حال حضرت سید سخی شاہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی سجادہ نشینی میرے سردار ورہنما، مرشد و جائے پناہ، ملجا و ماویٰ حضرت سید میر محمد بن سید محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض ہوئی۔ جن کا لقب مبارک سید عبدالرزاق ہے۔ چنانچہ کتاب کے آغاز میں مذکور پاکیزہ صفات جو اس جناب روح الامین علیہ الرحمہ کے موافق ہیں۔ مجھ جیسے بے بضاعت کیلئے کیونکر ممکن ہے کہ آپ کی گرامی صفات ذات کی تعریف رقم کر سکے یا زبان پر لا سکے۔

یقیناً یہ آپ کی دریا دلی ہے کہ اس دور میں آپ کے دست اقدس کے فیوض و برکات اور بخشش و عطا سے کوئی بھی محروم نہیں ہے آپ نے کسی سائل کے دست سوال کو رَد نہیں کیا۔

آپ نے ظاہری علم بھی اس قدر حاصل کیا کہ اس وقت کوئی بھی آپ کے ہم پلہ نہیں ہے اور اکثر آیات کے معانی و مطالب میں وہ نکات جو آپ کی طبع عالی پر الہام ہوتے اور آپ بیان فرما دیتے اس مختصر میں طوالت کے عذر کی بنا پر رقم کرنا ممکن نہیں تاہم مذکورہ نکات اور اشارات آپ کے ایک خادم خاص جن کا نام احمد شاہ ہے۔ اور تدریس سے تعلق رکھتا ہے کے پاس مرقوم ہیں جو حصول خدمت کیلئے پوری جراُت وطاقت سے کمر ہمت باندھے ہوئے ہے۔

(اور یہ نکات و اشارات) عربی عبارت سے مزیّن اور جامۂ

فضیلت سے آراستہ و مضبوط ہیں۔

آپ جناب اکثر اوقات مراقبہ میں مصروف ہوتے ہیں اور میرے حلم و حوصلے میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ ان متشابہات کو آپ کی ذات عظیم سے منسوب کروں۔ البتہ وہ استقرار اور ٹھہراؤ جو آپ کے روشن و درخشاں مزاج میں ہے اور یہ استحکام و مضبوطی (جو آپ کی ذات اقدس میں موجود ہے) سوائے مشاہدۂ فکر کے (کچھ) نہیں (اور آپ کی بلاغتِ فکر اور بلندیءِ تخیّلات مشاہدہ حق کی بدولت ہے) اور شاعری کے وہ ابیات جو اس سے قبل گزر چکے ہیں۔ حقیقی اور یقینی طور پر آپ جناب کی تعریف میں ہی ہیں۔

حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی
مدح میں غزل

اے بحلم و بعلم و بخشش وفر
کوہ و دریا وَ معدن و گوہر

اے حضرت سید میر محمد جو حلم و علم اور وسیع بخشش کے اعتبار سے پہاڑ دریا، معدن اور گوہر (کی طرح) ہیں۔

ے اے برنگ و بُوے و عارض و موے
لالہ و سنبل و گل و عنبر

اے وہ جو رنگ وخوشبو،اورزلف ورُخسار میں لالہ، سنبل[1]گلاب اورعنبر کی طرح ہیں۔

ے خط و خد و جبین و لب دنداں
شب و ماہ ست لعل و نجم و دُرر

(جن کے چہرے کے) نقوش، پیشانی،لب،دانت اور(تمام) خدوخال (اندھیری) رات کے چاند،ستارے،لعل اور موتیوں کی طرح ہیں۔

ے بحدیث و کلام و نطق و بیاں
شہد شافی و طوطی و شکّر

جو گفتگو وکلام اورنطق وبیان میں شفادینے والے شہد،(منہ میں مٹھاس بھر دینے والی)شکّر اور(خوش آواز پرندے)طوطی کی مانند ہیں۔

ے اے بہنگام جوشش و کوشش
مَلکت لشکر و فلک یاور

اور جس وقت آپ جوش وخروش کے ساتھ سعی وکوشش میں ہوتے ہیں تو فرشتے آپ کا لشکر بن جاتے ہیں اورآسمان آپ کا مددگار ہو جاتا ہے۔

---

[1] سُنبُل: ایک خوشبودار گھاس کانام،اس کو سنبل الطیب بھی کہتے ہیں جسے شعراء محبوب کے گیسواور زلف سے تشبیہ دیتے ہیں

☆ آپ ایسے عظیم مرتبے کے حامل ہیں کہ زمانے کے فصحاء کی زبان آپ کی صفات عالیہ کی تعریف و بیان سے گنگ اور عاجز ہے۔ اور قلم حضرت مرشد کریم کے اوصاف تحریر کرنے سے لنگڑا ہے۔ آپ کے کشف و کرامات اور خوارق عادات کا شمار نہیں کیا جا سکتا جو وقتاً فو قتاً دیکھی جاتی ہیں لیکن انکی تعداد کا حساب ممکن نہیں۔ مجھ میں ایسی طاقت کہاں کہ آپ کے فضل و کمال کا اندازہ لگا سکوں جس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ لہٰذا اس اندیشہء خام کی بنا پر رک جانے میں ہی سلامتی کی راہ پاتا ہوں۔

(چنانچہ) میں ضروری کلمات کے علاوہ کچھ نہیں کہوں گا۔

حضرت مرشد کریم کے اب تک چار فرزند ہیں جو آسمانِ جود و سخا کے ستارے، احسان و عطا کی پٹاری کے موتی، ان کا ادنیٰ خادم (بھی) روئے زمین کے بادشاہوں (سے افضل) اور پروردگارِ عالم کے مخزنِ اسرار و رموز کے خازنوں (میں سے ہے) زبان ان کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہے اور ان کی قدر و منزلت وہم و خیال کی پہنچ اور ادراک سے برتر ہے اور ان کی سخاوت و جودت کا ہاتھ بڑا سخی و فیاض ہے، ہر امیر، وزیر اور محکوم ان کے فرمانِ قضا و قدر کا مطیع و تابع ہے۔ ان کے اسمائے گرامی شاہ صدر الدین، شاہ سعد الدین، شاہ سیف الدین اور شاہ طالب محی الدین ہیں۔ آپ کے (مذکورہ چاروں بیٹوں میں سے) پہلے اور آخری دونوں بیٹے (شاہ صدر الدین اور شاہ طالب محی الدین) تین سال کی عمر میں درجہ شہادت کو پہنچ گئے جبکہ دوسرے بیٹے (شاہ سعد الدین) بھی ترتیب کتاب کے اس سال میں بچپن میں ہی انتقال فرما گئے۔ دونوں بھائیوں کی قبریں اپنے جدِّ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں پہلو بہ پہلو ہیں۔

باب دوم

دوسرا باب ان سب کے ذکر جمیل میں ہے جن کی زیارت سے یہ عقیدت مند بلاواسطہ زندگی میں ہی مشرف ہوا۔اور وہ دو قسموں پر منقسم ہیں۔

پہلی قسم

اکابر اراکین کی ہے۔انہی میں سے جناب حضرت مرشدی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں جو کل چھ ذوات قدسیہ ہیں ان کے والد سید محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ سب مرد ہیں صرف ایک خاتون ہیں، ان میں سب سے بڑے حضرت مرشد کریم ہیں۔آپ ساٹھ سال یا زیادہ کے تھے کہ میں آپ کی خدمت (وزیارت) سے مشرف ہوا۔درمیان کے تین نفوس جو تائیدات کے ساتھ مؤید، بے شمار صفات حسنہ سے متصف، کریمانہ اخلاق کے مالک سید محمد مشتاق کہ پچاس سال یا زیادہ کے تھے جب میں آپ کی زیارت عالی سے مشرف ہوا آپکی اولاد گرامی کا تذکرہ دوسری قسم میں آئے گا اور سید عمر اور سید عبدالقادر یہ دونوں بچپن میں ہی انتقال فرما گئے اور پانچویں فرزند کا ذکر (بھی) دوسری قسم میں آئے گا۔اوران تمام (اکابرین میں) سے جناب سید محمد قاسم بن سید شاہ محمد نور (جن کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے) ہیں جن کی عمر اسی سال یا کچھ اوپر تھی جب میں آپ عالی مناقب کی زیارت سے بہرہ یاب ہوا، بندہ کے حق میں ان کا کرم وعطا بیان سے باہر ہے آپ کی مدح میں جو قصیدہ تحریر ہوا یہ ہے۔

قصیدہ در مدح

حضرت سید محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ

ایا کسے کہ تو دانا و مرد ہشیارے
بیا دمے بنشین از رہِ وفادارے

اے شخص! (اگر) تو عقلمند اور ہوشیار مرد ہے تو آ اور کچھ دیر وفاداری واطاعت گزاری کے راستے میں بیٹھ۔

کہ یک زماں دلِ خود پیشِ تو کنم خالی
کہ چوں نمود بمن ایں سپہر زنگارے

اگر میں اپنے دل کو ایک لمحے کیلئے تیرے سامنے خالی کردوں تو مجھے یہ آسمان زنگ آلود اور دھندلا دکھائی دے۔

زجور ایں فلکِ سفلہ دوست داناکش
بغیر مُردہ یک آسودہ نہ پندارے

اے عقلمند دوست اس کمینے اور سفلے آسمان کے ظلم وجور سے موت کے بغیر راحت وآسودگی کا خیال (اور امید) نہ رکھ

درآں زمان کہ گذر کرد زیں جہاں پدرم
نشاند بردلِ من تیرہ آہِ غمگارے

جس وقت میرے باپ نے اس جہاں سے انتقال فرمایا میرے دل پر غم اور دکھ کی تاریکی چھا گئی۔

~ تمام روز بعزلت نشستہ ے مانم
بہ ہیچکس نہ مرا بیع و نے خریدارے

سارا دن میں عزلت و تنہائی میں بیٹھا رہ گیا۔اور کسی شخص کے ساتھ بھی میری خرید و فروخت (اور لین دین) نہ رہا (بلکہ زندگی کے جملہ معاملات سے الگ تھلگ اور کٹ کر رہ گیا)

~ گہے طبعیّتِ خود را بصرفؔ کردم صرف
بہ نحوؔ محو گہے ے شدم بناچارے

کبھی تو میں نے اپنی طبعیّت کو علم صرف کی طرف پھیرا
اور کبھی میں ناچار ہو کر علم نحو میں کھو گیا۔

~ گہے بسوئے قوافیؔ گہے بسوئے عروضؔ
گہے بسوئے رملؔ داشتم سروکارے

کبھی قافیوں کی طرف، کبھی علم عروض کی جانب اور کبھی (بحر) رمل کی سمت میں نے اپنے تعلق کو قائم کیا۔

~ گہے بہندسہ دل را بشغل ے بستم
دمے بشعر و گہے میشدم بہ نثارے

کبھی دل کو ہندسہ وحساب سے مشغول رکھتا کسی لمحے شعروشاعری کی طرف اور
کبھی پراگندہ خیال ہوکر بکھر جاتا۔

غرض کہ من ہمہ مشغول کار خود بودم
زمن نداشت کسے چشم بہرہ بردارے

غرض کہ میں اپنے کاموں میں مشغول رہا (کیونکہ) مجھ سے کسی آدمی
کی چشم احسان برداشت نہیں ہوتی تھی۔

دگر بخاطرِ من آنچناں خطور نمود
کہ ہیچکس نبود چوں تو مرد بیکارے

نیز میرے دل میں یہ خیال درآیا کہ تجھ جیسا بے کار آدمی کوئی
حیثیت نہیں رکھتا (اور کچھ کر نہیں سکتا)

بیا بخدمتِ خلقِ خدا بکن اقدام
کہ زیں رضائے خدارا اگر بدست آرے

(پھر میں نے اپنی طبیعت کو آمادہ کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ) آ اور مخلوق
خداوندی کی خدمت کیلئے اقدام کر اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر۔

شدم بخدمتِ استاد خود کہ از تعظیم
ارسطوئے فلکش میکند پرستارے

(چنانچہ) میں اپنے استاذ کی خدمت میں لگ گیا جن کے آسمان کی تعظیم کی بناء پر

ارسطو[1] بھی ان کی نوکری کرتا ہے۔

دگر بخدمتِ شاں کسب علم ہمیکردم
زنبض دانی و قارورہ فصد و عطارے

میں آپ کی خدمت میں اکتسابِ علم کرتا رہا،نبض دانی، پیشاب کی تشخیص،خون کی تحقیق اور ادویات (کا علم سیکھتا رہا)

عنان ہمتِ خود تافتم بسوئے عمل
بہ خدمتش بنشستم بہ نسخہ پندارے

میں نے اپنی ہمت کی لگام عمل کی طرف پھیر دی اور آپ کی خدمت اقدس میں نسخہ جات کی ترتیب واستعمال کیلئے بیٹھتا رہا۔

کنون بسایۂ شاہے پناہِ آوردم
بگرد خانہ فلک باشدش بدّوارے

اب میں خود کو شہنشاہ کے سایہء پناہ میں لے آیا آپ کے گھر کے گرد تو آسمان بھی طواف کرتا ہے۔

---

[1] ارسطو: ارسطاطالیس کا مخفف ہے سکندر بادشاہ کے وزیر کا نام۔ یونان میں طبقہ حکمائے مشائین (وہ گروہ حکماء جو حقائق اشیاء کا ادراک بغیر دلیل کے نہیں کرتے یہ وہ حکیم تھے جو ایک دوسرے کے پاس جاکر تحصیل علم کیا کرتے تھے) کا یہ ایک بہت بڑا حکیم تھا اس کی حکمت ودانائی زبان زدعام ہوگئی۔

ے سمندِ فکر بمیدانِ شانِ شاں لنگ ست
که ایں مکان نبود خانقاہِ طرارے

فکروخیال کا گھوڑا اس گھر کی شان اقدس کے میدان میں لنگڑا (اورآپ کے فضائل ومراتب کے بیان سے قاصر) ہے کیونکہ یہ عام مکان نہیں بلکہ عظیم الشان خانقاہ ہے۔

ے یقینِ من ہمہ آنست کز رہِ تعظیم
ملک سزاست کہ اینجا کند پرستارے

ازراہِ تعظیم میرا یقین کامل یہ ہے کہ فرشتے بھی اگر اس جگہ خدمت ونوکری کریں تو ان کے لائق ہے

ے دبیر چرخ بانشاء وصفِ ایشاں ست
دبیر گفتنِ بے جہت را نہ پندارے

آسمان کا کاتب ان کے اوصاف تحریر کرنے کیلئے ہے کاتب کو بے سبب اور بلا وجہ (دوسری باتیں) کہنے کا خیال بھی نہیں رکھنا چاہئے۔

ے قلم چو نام بگیرد نہد سرِ خود پیش
بیا و فکر کن اینجا کہ بہرہ بردارے

قلم جب آپ کا نام تحریر کرتا ہے تو پہلے اپنا سر رکھ دیتا ہے (اور جھک جاتا ہے) آ اور (اس پہلو پر) اس جگہ غور کر تا کہ بہرہ یاب ہوسکے۔

؎ غلامِ و چاکر و مولائے خادمانِ ویند
چہ بربری وچہ تاتاری وچہ بلغارے

کیابربری کیا تاتاری اور کیابلغاری سبھی آپ کے خادموں کے نوکر چاکراور غلام ہیں۔

؎ نماند شعر مرا حُسن و خوبیء چنداں
کنونکہ قافیہ گردید تنگ و تکرارے

میرے اشعار کچھ حُسن وخوبی نہیں رکھتے کیونکہ قافیے میں تکراراور تنگی واقع ہوگئی ہے۔

؎ بناء قافیہ را طرح دیگر اندازم
کہ نیست خالی و عاری زطرز عیارے

(اسی لئے) میں قافیے کی طرح ثانی ڈالتاہوں کیونکہ (یہ قافیہ تو) عیارانہ طرز سے عاری اور خالی نہیں ہے۔

؎ زہے جمالِ منیرِ تو مطلعِ انوار
دو ابروانِ تو محراب قبلہ ء ابرار

واہ آپ کاروشن وتاباں جمال، انوار وتجلیات کا کیا خوب منبع ومطلع ہے آپ

(کی آنکھوں) کے دونوں ابرو نیک لوگوں کے قبلہ کا محراب ہیں۔

؎ ازیں لطافتِ لطفِ عمیم و جان بخشت
درون شیفتہ شد تازہ دریں بیمار

آپ کے کرم عمیم اور جاں بخش لطافت سے عاشق کا دل اس بیماری (عشق) میں تازہ ہو گیا ہے۔

؎ رواج یافتہ عنبر زخاکِ درگہء تو
غبار راہِ تو بشکست مشک را با زار

آپ کی درگاہ اقدس کی خاک سے عنبر نے رواج پایا ہے۔ اور آپ کے راستے کا غبار (اتنا خوشبودار ہے کہ اس) نے مشک کو عاجز کر کے شکست دے دی ہے۔

؎ ترا کجا کہ تواند سخن بقدرِ تو گفت
کجا کسے کہ بداند ترا باصل و تبار

کہاں آپ جو اپنی کہی ہوئی بات کے مطابق کر گزرنے کی سکت رکھتے ہیں اور کہاں کوئی جو آپ کی اصل و نسل (کی عظمت و شوکت) کو جان سکے۔

؎ حکایتے کہ مطابق بود بوصفِ تو نیست
گہر ز قدرِ تو بیرون کہ آورد زبحار

ایسی کوئی حکایت نہیں ہے جو آپ کے وصف عالی کے مطابق ہو۔ (کیوں کہ آپ کا مرتبہ بیان سے باہر ہے) سمندروں سے باہر لایا جانے والا موتی آپ کی

قدر و منزلت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

من آن کسم کہ روانِ نظامی و سعدی
کنند بر سخنم آفریں بلیل و نہار

میں وہ شخص ہوں کہ نظامی و سعدی رحمۃ اللہ علیہما کی روح بھی میری گفتگو پر شب و روز آفرین کہتی رہتی ہے۔

دلم بعزّت و تمکین ازاں بود مائل
کہ داشتند بطفلے مرا بعزّ و وقار

میرا دل شوکت و تمکنت کے ساتھ ان کی طرف ایسا مائل ہوا کہ کہ مجھے بچپن میں ہی عزت و وقار حاصل ہو گیا۔

مدام بستہ دہانم ازانکہ لب بستہ است
ہر آن صدف کہ درو ہست لولوئے شہوار

میں نے ہمیشہ اپنے منہ کو بند رکھا اس لئے کہ ہر اس صدف کے لب بند ہوتے ہیں جس میں عمدہ موتی موجود ہو۔

کنوں اگر ز درم دست خالیم و ز زر
ور از لباس مکلّف مرا تہی است کنار

اس وقت اگر چہ درہم (و دینار) اور (مال و) زَر سے میرے ہاتھ خالی ہیں اور اگر چہ پُر تکلف پوشاکوں سے میرا دامن خالی ہے۔

ے چہ بیم زانکہ غلافِ کہن نمیشکند
بہاؤ قیمت و خوبی تیغ جوہر دار

تو کیا غم کیونکہ ابھی پرانا لباس نہیں پھٹا۔ تیغ جوہردار (یعنی قلم) کی قدر و قیمت اور خوبی (مسلّم اور قائم ہے)

ے فغاں کہ قدر شناسی نماند در عالم
کہ لعل بر سرِ من ریختی و دُر بہ نثار

ہائے افسوس کہ دنیا میں قدر شناسی نہیں رہی کہ (لوگ) میرے سر پر لعل نچھاور کرتے اور موتی نثار کرتے۔

ے مگر زقدر شناسی ء شاہ امیدم ہست
کہ زر بہ بخشد و گوہرِ مراد و صد قنطار

مگر مجھے اپنے شہنشاہ حضرت سید محمد قاسم کی قدر شناسی کی وجہ سے امید ہے کہ آپ سونا، گوہرِ مراد اور سینکڑوں خزانے عطا فرمائیں گے۔

ے امیدوار چنانم زفیضِ ہمتِ شاہ
کہ جملہ کار کند بے حکائیت و گفتار

میں شہنشاہ کی دسترس اور طاقت کے فیض کا امیدوار ہوں۔ کہ آپ کسی بیان و گفتگو (اور عرض معروض) کے بغیر ہی سب کام کر دیتے ہیں (اور کسی کی امید و آس کو ناکام نہیں کرتے)

ے کنوں سخن بدعائے کنم تمام اینجا
ہمیشہ تا فلک است و ستارہ لیل و نہار

اب یہاں اس دعا کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ ہمیشہ جب تک آسمان، ستارے، رات اور دن ہیں۔۔۔

ے جہاں زلمعہء نُورت ہمیشہ باد منیر
زمانہ باد زفیض کفِ تو بر خور دار

۔۔۔۔جہاں آپ کے نور کی کرنوں سے ہمیشہ روشن و تاباں رہے اور زمانہ آپ کے دست اقدس کے فیض سے متمتع ہوتا رہے۔

☆ آپ کی اولاد کا ذکر دوسری قسم میں بیان کیا جائے گا نیز اسی گروہ سے متعلق حضرت مرشد کے سب سے بڑے دو فرزند ہیں۔تیس سال سے زیادہ کی عمر میں ان کی زیارت سے مشرف ہوا۔

اور ان سب (اکابرین) میں سے سید احمد شاہ ولد شاہ محمد نور ہیں۔ چالیس سال سے زیادہ کی عمر میں (ان کی زیارت کا) اتفاق ہوا۔ان کی اولاد کا تذکرہ بھی دوسری قسم میں آئے گا۔

اور اسی زمرہ سے شاہ محمد حسین ولد شاہ محمد نور رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں، جو تین نفوس قدسیہ ہیں۔۔اور وہ سب آفتاب کی طرح روشن چہرے کے مالک، سعد اکبر کی مانند خوبصورت ہیں اور (ان میں سے) ہر ایک فریدوںؔ (شہنشاہ کی

طرح) کرّ وفر اور جاہ وجلال کا مالک اور جمشید (بادشاہ کی مانند) عظیم المرتبت ہے ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں سید حیدر شاہ، سید شمس الدین اور سید ظفر علی، پہلے دو بزرگوں کی زیارت میسر نہیں ہوئی کیوں کہ وہ پہلے ہی رحلت فرما گئے ہیں سید جیا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سرہانے کی جانب تین قبریں واقع ہیں۔ مشرقی جانب سے پہلی قبر سید حیدر شاہ کا مدفن پاک ہے اور دوسری سید شمس الدین کی ہے البتہ سید ظفر علی شاہ کی زیارت کا اتفاق چالیس سال کی عمر میں ہوا۔ سید حیدر شاہ کی کوئی اولاد نہیں ہے جبکہ آخری دو بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ دوسری قسم میں آئے گا۔

دوسری قسم

اس زمرہ کے بڑے (افراد) کے ذکر میں ہے اور ان تمام میں سے سید السادات عالم محمد غوث ولد سید محمد ہاشم ہیں اور انہی میں سے سید محمد قاسم کی اولاد ہے۔ جو آسمان جاہ وعظمت کے قدسی نژاد، فلکِ رفعت کے پاکیزہ فطرت ہیں جن کی خاکِ پاء اہل بصیرت کیلئے کحلِ جواہر، اور جن کے ہر فرد کے قدموں کی مٹی اہل نظر کیلئے سرمۂ نور افزاء ہے اور وہ کل سات ذوات عالیہ ہیں جن میں سے یہ پانچ مذکر ہیں سید روشن الدین، سید ولی محمد، سید غلام محی الدین، سید غلام مصطفیٰ اور سید ابونصر اور باقی دو مونث ہیں۔

مرد حضرات میں سے سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے اور عورتوں

میں سے پہلی خاتون انتقال فرما گئی ہیں۔اوران سے اولاد نہیں ہے حضرت شاہ زندہ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے چھٹی قبر سید روشن الدین کا مدفن ہے جبکہ سید ابو نصر کی قبر سید ابو محمد کے قدموں کی جانب ہے۔ بلند مرتبہ خانقاہ کے عقب میں مشرقی سمت جو قبرستان ہے اس میں تمام خواتین مدفون ہیں اور کسی کو بھی وہاں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔لہٰذا کسی خاتون کے مقامِ (تدفین) کے متعلق تحریر کرنا ممکن نہیں۔

اور تا حال سید ولی محمد کا ایک فرزند ہے جو کہ اسی سال ہی متولّد ہوا ہے اور اس کا نام ولی احمد ہے، چنانچہ یہ قطعہ اس صاحبزادہ کی تہنیت و مبارکبادی میں بندہ نے طبع کیا ہے جو اسی بابرکت زیبارُو کی تاریخ ولادت (میں) ہے۔

تاریخ

میرسانم تہنیت ہائے کہ ہست
خوب و خوشتر از مبارک باد عید

میں ایسے بے شمار ہدیہ ہائے تہنیت اور مبارک باد پیش کرتا ہوں جو عید کی مبارک باد سے بھی کہیں زیادہ خوش کن اور خوب ہیں۔

اہلِ عالم را گُلِ شادی شگفت
در جہاں تا باد نو روزے وزید

اہلِ دنیا کیلئے خوشی ومسرّت کا پھول کھل پڑا ہے اور دنیا میں نوروز کی ہوا چل پڑی ہے (جس نے بہار کی آمد کی خبر دے دی ہے)

؎ قاسمِ عیش و طرب روزِ ازل
سوئے ما از عینِ مہر و لطف دید

اے روزِ ازل سے عیش وعشرت اور مسرّت وانبساط تقسیم فرمانے والے ہماری طرف (بھی) مہربانی وکرم کی نظر کیجئے

؎ شد ز بوئش ہر ولی تازہ دماغ
کیں گُل از بستان محی الدین دمید

اس کی خوشبو سے ہر ولی تازہ دماغ (اور ہشّاش بشّاش) ہوگیا ہے کیوں کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے گلشن کا پھول کھل اُٹھا ہے۔

؎ قاف تا قافِ جہاں بگرفت نور
کز فلک مہر ولائیت شد پدید

تمام اطراف واکنافِ عالم کو روشنی ونور نے گھیر لیا ہے کیوں کہ آسمان سے ولایت کا آفتاب ظاہر ہوگیا ہے۔

☆ اور ان تمام (بڑے افراد) میں سے سید محمد شاہ کی اولاد بھی ہے۔ جو بوستانِ شباب کے نونہال اور مرتضوی سعادت کا مطلع ہیں۔ تاحال ان سے ایک

ہی فرزند ہیں جن کا نام محمد نعیم ہے۔

اوران تمام میں سے سید احمد شاہ کی اولاد ہے اوروہ چار نفوس ہیں جن میں سے ہر ایک عالی مرتبت بادشاہ ہے اور ہر ایک بلندیٔ کمال کا ماہتاب ہے ان کے نام سید محمد فقیر، سید کمال الدین، سید معز الدین اور سید عظیم الدین ہیں۔ بہر حال سید محمد فقیر درجۂ شہادت کو پہنچے اور ان کی قبر سید شمس الدین کی قبر کے دائیں طرف ہے جو پہلے ذکر کردہ تین افراد میں سے تیسرے ہیں۔

اوران تمام افراد میں سے سید شمس الدین شاہ بن سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہے اور یہ پانچ ذوات قدسیہ ہیں ان میں سے ایک خاتون ہے۔

ان میں سے پہلے مرد جو کہ منبع علم وحیا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی وعنایت، ہدایت کی پٹاری کے قیمتی موتی سید شرف الدین ہیں اور تا حال ان سے ایک ہی بیٹا ہے جن کا نام ناصر الدین ہے۔

دوسرے مرد آسمان کے ماہتاب، تسلیم ورضا کے آفتاب، برج ولایت کے چمکتے دمکتے ستارے، لطف وعنایت کے صندوقچے کے موتی، صدق ویقین کے باغ کے سرو سید جلال الدین ہیں۔

ان میں سے تیسرے جو بوستانِ خوبی کے لالۂ نعمان [1] گلستان محبوبی کے پھول، گلشن مقیمی کے نوخیز سرو، خوشبوئے عنبر کے چمنستان کے گل سرسبد، وہ کہ حسن خلق

---

[1] لالہ نعمان: لالہ کے پھولوں کی ایک قسم جو غایت درجہ کے سرخ ہوتے ہیں کہا جاتا ہے کہ نعمان بادشاہ ان کو کوہستان سے شہر میں لایا تھا اور انہیں بہت پسند کرتا تھا اسی وجہ سے یہ نام پڑ گیا اور لالہ نعمان مشہور ہو گیا

میں جو بے نظیر و بے مثال ہیں، وہ جو قدر و منزلت سے موسوم ہیں (یعنی) سید غلام امیر اور چوتھے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے شرفاء میں سب سے شریف، منبع صدق وصفا سید قلندر شاہ ہیں۔

☆ اور ان تمام (اکابرین) میں سے سید ظفر علی شاہ بن سید شاہ محمد حسین (رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد ہے جو دو افراد ہیں (ان کے نام) سید عطاء اللہ اور سید عظمت اللہ ہیں۔

☆ اور ان تمام میں سے سید محمد مشتاق ولد سید محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہے اور وہ پانچ نفوس ہیں جو دیوان قضا کی مخمّس (پانچ ضلعوں والی عمارت) ہیں اور جود و سخا کی عمارت کے بانی ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی سید نظام الدین، سید نصیر الدین سید کامل شاہ، سید فضل حق اور سید عبدالحق ہیں۔

☆ اور ان تمام میں سے سید صدر الدین ولد مرشدی حضرت میر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند ہیں ان میں سے ایک بیٹی ہے (تین بیٹے ہیں) جن میں ایک سید قطب الدین ہیں جبکہ دوسرے دو سید شجاعت اور سید میر علی ہیں اور یہ (دونوں) اسی سال متولّد ہوئے ہیں اور یہ دو قطعات جو اس درویش کی طبع کا نتیجہ ہیں اور ہر دو فرزندان کی تاریخ ولادت (سے متعلق) ہیں پہلے ایک کی تاریخ (کا قطعہ) ہے (پھر دوسرا قطعہ دوسرے سے متعلق ہے)

قطعہ اُولیٰ

؎ میرسانم تہنیت ہا بر زبان
آنکہ تو بدرے و ما چوں انجم ایم

میں زبان سے بے شمار مبارک بادیں پیش کرتا ہوں کیونکہ آپ چودھویں شب کا چاند ہیں اور ہم ستاروں کی مانند ہیں۔

؎ گوہرے زادے کہ از عز و کمال
در بیانِ عز و قدرش ابکم ایم

آپ ایسے گراں بہا اور باکمال گوہر ہیں کہ ہم آپ کی قدر و قیمت بیان کرنے سے گونگے اور عاجز ہیں۔

؎ گفتمش در دودۂ شاہِ مقیم
کیستی گفتا کہ قطب اعظم ایم

میں نے ان سے پُوچھا کہ حضرت شاہ محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادے میں آپ کی کیا حیثیت و مرتبہ ہے؟ تو جواب دیا کہ ہم قطب اعظم ہیں۔

؎ بیگمان از جدّ و از آبائے خویش
بارگاہِ کبریائے را محرم ایم

بلاشبہ ہم اپنے آباءواجداد (کے مراتب عُلیا کے اعتبار) سے بارگاہِ خداوندی کے (اسرارورموز کے) محرم ہیں۔

قطعہ ثانیہ
(دوسرے کے متعلق)

زہے خجستہ مقامے و سعد ہنگامے
کہ از عنائیت و الطافہائے رب کریم

انتہائی مبارک مقام اور سعادت کے کیا خوب لمحات تھے کہ رب کریم کی عنایت اور مہربانیوں سے۔۔۔۔

رسید مژدۂ تہنیت مرا در گوش
سپیدہ دم کہ وزیدن گرفت بادِ نسیم

۔۔۔۔صبح سویرے جب بادِ نسیم چلی تو میرے کانوں میں مبارک خوشخبری پہنچی۔

خجستہ باد بدانت ولادتِ فرزند
ایا کمینہ غلامِ درت قریش و تمیم

اے شہنشاہ! کہ قریش اور تمیم قبیلوں کے لوگ آپ کے در کے غلام اور نوکر ہیں اس فرزند سعید کی ولادت مبارک ہو۔

ے زدستِ جودِ تو سائل ہمیشہ حاتم طے
قبولِ تہنیت از ما بکن بلطفِ عمیم

حاتم طائی بھی ہمیشہ آپ کے دستِ سخاوت کا سوالی رہتا ہے، اپنے لطفِ عمیم کے ساتھ ہماری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے۔

ے مرا بگوش رسید از ولادتش تاریخ
سراج آمدہ روشن ز دودمانِ مقیم

آپ کی تاریخ ولادت میرے کانوں میں پہنچی ''سراج آمدہ روشن ز دودمانِ مقیم'' (۱۱۸۴ھ) کہ خاندان مقیمیہ میں روشن چراغ آ گیا۔

☆ اوران جملہ (اکابرین میں) سے بارگاہِ الٰہیہ کے منتخب سید محبوب شاہ ولد سید جیا شاہ ہیں آپ کے بیٹے کا تذکرہ بابِ اول میں بیان ہو چکا ہے۔

الحمد للہ

مثنوی

شہے میر محمد تاج عشاق
نظیرش نیست الا سید مشتاق

حضرت شاہ میر محمد عاشقوں (کے سر) کا تاج ہیں سید محمد مشتاق کے سوا ان کی کوئی مثال (اور ثانی) نہیں

دل و جانم بلرزد زیں سخن نیز
کہ با یکتا دوئی را نیست انگیز

میری جان اور دل اس بات سے خوف کھاتے اور لرزتے ہیں کہ یکتائی کے ساتھ دوئی کا کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

ولے شمع و چراغند آن دو انوار
ضیائے ہر دو یک باشد نہ دیگر

اور لیکن شمع اور چراغ دو ایسے نور ہیں کہ (اگر ان دونوں کو روشن کر دیا جائے تو) دونوں کی روشنی ایک ہوگی دو نہ ہونگی (نہ ہی الگ الگ ہوسکیں گی)

کہ گوید عاشق و معشوق را دو
گہ آن اینست گہ ایں ست ہم اُو

عاشق اور معشوق کو دو کون کہتا ہے؟ کبھی وہ یہ ہے اور کبھی یہ وہ ہوتا ہے

(یعنی یکجان دو قالب کا مصداق ہوتے ہیں)

؎ اگر نورے عیاں گردد زمشتاق
بود آں لعل ہم از کانِ رزاق

اگر نور سید محمد مشتاق سے ظاہر ہو جائے (تو وہ بھی تو) میر محمد سید عبدالرزاق کی کان کا لعل ہی ہیں۔

؎ اگر عمرست و عبدالقادر امّا
دو و سہ چار گفتن بہ کہ یکتا

اگر سید عمر اور سید عبدالقادر (بھی) ہوں (تو ان سب کو) دو، تین اور چار کہنا بہتر ہے کہ ایک (کہنا بہتر ہے؟ یقیناً یہ سب ایک ہی ہیں یہ سب ایک ہی معدن کے لعل ہیں)

؎ بصورت گربود ہر چار گوہر
بمعنی یک نگر از بحث بگذر

اگر یہ چاروں گوہر (موجود) ہوں تو اس صورت میں درحقیقت انہیں ایک ہی دیکھ (ان میں فرق روا نہ رکھ) اور بحث سے گذر جا۔

؎ زامرے شد جُدا ہر چار را گام
جُدا صورت جُدا قالب جُدا نام

بحکم خداوندی چاروں کے قدم جُدا جُدا ہیں (اسی طرح ہر ایک کی) شکل و صورت بھی جدا ہے، جسم بھی جدا ہیں اور نام بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

ے وگر رہ چار را چوں درہم آمیخت
یکے سیرت یکے معنی در و ریخت

لیکن اگر چاروں کے مراتب کو آپس میں ملا دیا جائے تو اس سے ایک ہی حقیقت اور ایک ہی سیرت متشکل ہوگی۔

ے دل و جان عقل و عشق آمد گہر چار
زیک دُرج اند ایں دُرّان شہوار

دل اور جان، عقل اور عشق چار گوہر ہیں (لیکن یہ سبھی) شہوار موتی ایک ہی صندوقچے کے ہیں۔

ے بمدح یک بیایئد مدح ہرچار
یکے آدم بود نامش نہ بسیار

ایک کی تعریف میں چاروں کی تعریف آجاتی ہے آدمی ایک ہی تھا اس کے نام بہت سے رکھے گئے۔

ے بداں آں چار را نورے زلولاک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

ان چاروں کو لولاک [1] کا نور تصور کر (اس لیے کہ) خاک کو عالم پاک سے
نسبت ہو سکتی ہے؟

چو آں ہر چار را سرّے جدا نیست
یکے دیدن یکے گفتن خطا نیست

جب ان چاروں کے اسرار و رموز جدا نہیں ہیں تو ان کو ایک ہی دیکھنا، ایک ہی
کہنا بھی غلط نہیں ہے۔

زہے میرے چو میر المؤمنین ست
محمد وار رحمت عالمین ست

واہ حضرت میر محمد کیا خوب ہیں آپ امیر المؤمنین کی طرح (صاحب فضیلت و
مرتبت) ہیں، اور آپ حضرت محمد ﷺ کی مانند عالمین کیلئے رحمت ہیں)

درو اوصاف آبا ہست و اجداد
ازاں میرِ محمد نام بنہاد

آپ میں اپنے آباؤ اجداد کے اوصاف موجود ہیں اس لئے آپ
کا نام میر محمد رکھا گیا

---

[1] لولاک: یہ اشارہ اس حدیث قدسی کی طرف ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا۔
لو لاک لماخلقت الافلاک یعنی اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا، گویا ذات مصطفیٰ ﷺ
ہی تخلیق کائنات کا سبب ہے اگر آپ جلوہ گر نہ ہوتے تو کائنات میں کچھ نہ ہوتا

؎ زنامِ خود مبارک خلعت ایشاں
بدو دادند چوں دیدند شایاں

آپ اپنے نام مبارک (کی برکت) سے جس کے لائق جیسی خلعت ہوتی ہے اسے ویسی ہی عطا فرما دیتے ہیں۔

؎ زہے اعلیٰ صفت اعلیٰ جناب ست
زاعلیٰ اش ازاں اعلیٰ خطاب ست

واہ آپ جناب عالی کی کیسی اعلیٰ صفات ہیں، آپ (کی ذات اقدس) ان (صفات سے بھی) اعلیٰ ہے اسی طرح آپ کا خطاب بھی اعلیٰ ہے۔

؎ شود در نور او خورشید تاباں
چو ذرّہ بے سرو پائے شتاباں

آپ کے نور مبارک سے ہی آفتاب چمکتا ہے (ورنہ وہ تو) بے سروپا تیز تیز (گھومنے والے) ذرے کی طرح ہیں۔

؎ زمین و آسمانش زیر سایہ
بپائے ہمتش عرش ست پایہ

زمین و آسمان آپ کے زیر سایہ ہیں۔ اور آپ کے قدموں کی ہمت وقوت کی وجہ سے عرش آپ کا تخت ہے۔

بہشت و دوزخ و لوح و قلم ہم
نظر گاہ ست و آں زیرِ قدم ہم

جنت ودوزخ اورلوح وقلم بھی آپ کی نظروں کے سامنےاورزیرِقدم ہیں۔

چو موسیٰ چوں لوائے ہمت افراخت
بجز ارنی ہمہ را پاک انداخت

جب آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہمت وجرأت کا عَلَم بلند فرمایا اَرِنی ۱؎ کے سوا سب کو بے باق کردیا (یعنی موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی طرح آپ کی کرامات ہیں)

مگر در دیدہ بودش کحل ما زاغ
کہ شد بالانشیں زیں شاخ و زاں باغ

مگرآپ کی آنکھوں میں مازاغ کا سُرمہ ہے۔آپ اس شاخ اوراس باغ (کے بلندوبالادرختوں) سے بھی بلند مقام پرجلوہ افروز ہیں۔

بجز جانانش آمد در نظر ہیچ
بسر میبرد راہے ہیچ در ہیچ

سوائے اُس محبوب کے نظر میں کوئی نہیں سماتا ،آپ پر پیچ راستے سے راز کے ساتھ لے جانے والے ہیں۔

۱؎ اَرِنی: یہ اشارہ قصہء موسیٰ علیہ السلام کی طرف جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور درخواست کی کہ رب ارنی اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لن ترانی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

؎ بدید آں را کہ او نایذ بگفتن
شنید آں را کہ مے شایذ شنفتن

اسے دیکھ (کہ الفاظ میں جس کی زیارت کو) بیان نہیں کیا جاسکتا
اسے سن جسے واقعی سننا چاہئے۔

؎ ولے راز درون در دل نہاں داشت
سرِ موئے نہ باکس درمیان داشت

لیکن باطنی راز کو دل میں چھپائے رکھ اور کسی کو بال برابر بھی درمیان میں نہ رکھ
(راز کی کسی کو ہوا بھی نہ لگنے دے)

؎ کجا بیند کسے آنچہ او بدید ست
شنیدن کے تواں آنچہ او شنید ست

وہ شخص جو دیکھ سکتا ہے کہاں دیکھے؟ جو سن سکتا ہے اس کیلئے سننا کب ممکن ہے؟
(آپ کی زیارت اور آپ کی گفتگو کا حوصلہ و ہمت کسی میں نہیں)

؎ بریدن کے تواں از غیر با ہو
رسیدن کے تواں از سیر با او

کسی غیر کو آپ کے ساتھ لے جانا کیسے ممکن ہے؟ آپ کے ساتھ سیر کے لیے
کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ (آپ تو رفعت و بلندی کی آخری حدود پر متمکن ہیں)

~ کہ سیرش برتر از افلاک باشد
بپائش صد چو زہرہ خاک باشد

آپ کی سیر تو آسمانوں سے بھی برتر اوراونچی ہے زہرہ جیسے سینکڑوں ستارے آپ کے قدموں کی خاک بن چکے ہیں۔

~ اگر موسیٰ بگوئیذ بے عصا نیست
وگر عیسیٰ بخوانے بے خطا نیست

اگر آپ کو موسیٰ کہا جائے (تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ آپ) عصا کے بغیر نہیں ہیں۔ اور اگر آپ کو عیسیٰ کہہ دیا جائے تو یہ بھی غلط نہیں ہے۔

~ عصائش سحرہا را کرد بے نور
عصائے ایں شرور نفسہا دور

موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جادو کو بے اثر کر دیا (لیکن) آپ کے عصا نے نفوس کے شر دور کر دیے

~ عصائے او اگر فرعون را زد
عصائے ایں دو چنداں دون را زد

اُن کے عصا نے اگر فرعون کو مار ڈالا تھا (تو) آپ کے عصا نے اس سے دو گنا کمینے لوگوں کو ختم کر دیا۔

ے عصائے او اگرچہ میوہ و رشد
عصائے ایں ہمیشہ پر ثمر شد

اُن کا عصا اگرچہ میوہ وپھل اور ہدایت ورہنمائی دینے والا تھا۔(تو)اِن کا عصا ہمیشہ پُرثمر اور پھلوں سے لدا رہتا ہے۔

ے کسے کو از عصائے ایں خورد بر
ضعیفے را کند بالحق تناور

جس ضعیف شخص نے بھی اس عصائے مبارک سے پھل کھالیا وہ بلاشبہ اور یقینی طور پر طاقتور اور توانا ہو گیا۔

ے اگرچہ داد عیسیٰ مردہ را جاں
رساند ایں صد دل مردہ بحیواں

اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں کو زندگی عطا فرمائی، لیکن آپ نے سینکڑوں مُردہ دلوں کو حیات جاوداں سے بہرہ ور کر دیا۔

ے کسے کز دم عیسیٰ زندہ می شد
بمردے باز نے پائندہ می شد

(اگر) کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام کے پھونک سے زندہ ہو جاتا (تو آپ کا کمال یہ ہے کہ) مرد اپنی عورت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے زندگی پالیتا۔

ـــ کسے کش داد جانے سید اعلیٰ
بماند زندۂ جاوید اعلیٰ

وہ شخص جسے حضرت سید عالی مرتبت نے زندگی عطا فرمائی وہ اعلیٰ درجے کا زندۂ جاوید ہو گیا۔

ـــ شہے ما غالب و قادر تواں گفت
بملکِ عاشقی نادر تواں گفت

ہمارے شہنشاہ کو غالب وقادر کہا جاسکتا ہے۔ مملکتِ عاشقی کی نادر (ہستی) کہا جا سکتا ہے۔

ـــ عصائے او اگر شد اژدہائے
عصائے ایں خورد چندیں بلائے

اگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن (کر سانپوں کو کھا) جاتا تھا تو اِن کا عصا بھی ویسے ہی مصیبتوں کو کھا جاتا ہے۔

ـــ کمربستہ بخدمت ہم رقیباں
بود ہمتائے خضرش چوں نقیباں

آپ کی خدمت پر کمربستہ رقیب بھی حضرت خضر علیہ السلام کی طرح نقیب قرار پاتے ہیں۔

سکندر تشنہء آبِ حیاتش
کند قرابہ داری خور صفاتش

سکندر (بھی آپ کی بارگاہ سے) آبِ حیات کا پیاسا (اور طلبگار) ہے اور آپ کی صفات عالیہ کے آفتاب (سے خیرات کے حصول کے لیے) صراحی رکھے ہوئے ہے۔

زخوان حکمتش یک لقمہ لقمان
بصد منت گرفت و گفت خوشخواں

آپ کی حکمت ودانائی کے دسترخوان سے سینکڑوں منت سماجت کے ساتھ حضرت لقمان نے ایک لقمہ پایا اور آپ کے خوان حکمت کو عمدہ اور بہترین قرار دیا

زہے پیر بعالم ماہ تابے
غلط گفتم ماہ از بحرش حبابے

واہ بہت خوب! ہمارے شیخ ومرشد تو دنیا میں ماہتاب کی طرح ہیں۔۔۔ ۔۔۔(نہیں نہیں بلکہ) میں نے غلط کہہ دیا۔۔۔ چاند تو آپ (کی نورانیت) کے سمندر کا ایک بلبلہ ہے۔

چہ نسبت ماہ را با ایں جمالے
کہ گاہے بدر گردد گہ ہلالے

چاند کو آپ کے حسن وجمال کے ساتھ کیا نسبت ہوسکتی ہے، وہ تو کبھی بدر ہوجاتا

ہے اور کبھی ہلال بن جاتا ہے۔ (یوں وہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا کبھی تو وہ دنیا کو روشنی سے معمور کر دیتا ہے اور کبھی وہ تاریکی کو ختم نہیں کر پاتا)

ے پس از دو ہفتہ مے افتد بمحاق
بکونین ست کامل سید رزاق

(پھر) دو ہفتوں کے بعد اس کی آب وتاب ماند پڑ جاتی ہے، (لیکن) سید عبدالرزاق کونین میں (ایسے ماہتاب ہیں جو ہمیشہ بدر اور) مکمل رہتے ہیں۔

ے کرا یارا کہ در مدحش زند دم
ولا احصی ثناء اللہ اعلم

کسے مجال ہے کہ آپ کی مدح وتعریف میں دم مار سکے میں آپ کی ثناء اور اوصاف کو شمار نہیں کر سکتا اللہ بہتر جانتا ہے۔

ے مناجاتی بگویم ہر چہ تانم
کہ در نعتش سخن گفتن ندانم

مجھ سے جس قدر ممکن ہے مناجات ہی کہتا ہوں، کیوں کہ میں آپ کی تعریف میں بات کہنا نہیں جانتا۔

ے شہا عزت دہا عصیان گدازا
یتیماں پرورا بندہ نوازا

اے عزت دینے والے، اور گناہوں کو مٹانے والے شہنشاہ یتیموں

کو پالنے والے بندہ نواز آقا!

؎ کریما منعما بخشش طرازا
شفیعا شافعا ہر کار سازا

اے کریم، اے انعام واکرام عطا فرمانے والے، اے بخشش وعنائیت سے نواز دینے والے، اے شفیع وشافع اور ہر کام سنوارنے والے!

؎ ترا کارے ست دائم رحمت و جُود
کہ اصلت رحمۃ اللعالمین بود

آپ کا کام ہمیشہ رحمت ومہربانی اور بخشش وسخاوت کرنا ہے۔ کیونکہ آپ دراصل رحمۃ اللعالمین ہیں۔

؎ باصلش کل شیء یرجع آمد
بتو اوصاف ایشاں جمع آمد

اور ہر شے اپنی اصل کی طرف ہی لوٹتی ہے، (اسی لیے) ان کے اوصاف آپ میں جمع ہو گئے ہیں۔

؎ سزد ہر چند مے ورزی کرم را
دلی بخشی پریشاں خاطرم را

آپ جس قدر بھی لطف وکرم فرمادیں مناسب ہے، میرے پریشاں دل کو تسکین و تسلّی عطا فرمادیجیے۔

؎ عجب مشکل مرا افتاد کارے
کمند نفس را گشتم شکارے

مجھے عجیب مشکل سے واسطہ پڑ گیا ہے میں نفس کے جال کا شکار ہو کر رہ گیا ہوں

؎ زنم ہر چند دست و پا بناکام
شود محکم بہر اندام آں دام

ہر چند میں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر ناکامی سے دوچار رہا اور وہ دام (جس قدر میں رہائی کی تگ ودَو کرتا اسی قدر) میرے جسم پر مضبوط و محکم ہوتا چلا گیا۔

؎ فتادم در قفس چوں مرغ گستاخ
زنم منقار در ہر تنگ سوراخ

اب میں گستاخ پرندے کی طرح قفس میں پڑا ہوا ہوں۔ میں نے ہر تنگ سوراخ میں اپنی چونچ ماری (تاکہ رہائی مل سکے)

؎ ولے بیروں شدن را رہ ندانم
سرم شکند اگر بالا پرانم

لیکن باہر نکلنے کا کوئی راستہ مجھے نہ ملا (اس کوشش میں) اگر اوپر کو اڑا تو (چھت سے ٹکرا کر) میرا سر پھوٹ گیا۔

؎ سرم خست و دلم بشکست بے نور
عجب زار و نزارم ماندہ رنجور

میرا سر زخمی ہو گیا اور دل ٹوٹ کر بے نور ہو گیا، دکھ اور تکلیف کی بنا پر میں ضعیف و ناتواں ہو کر رہ گیا۔

نہ صبرے آنکہ تن اندر دہم من
نہ پائے آنکہ بیرون مے جہم من

(اب) نہ تو ایسا صبر آتا ہے کہ اپنے جسم کو (قفس کے) اندر رکھ سکوں اور نہ ایسے پاؤں میسّر ہیں کہ باہر کود سکوں۔

نہ رائے ماندن و روئے رہائی
نہ چشمِ وصل و نے تابِ جدائی

نہ رہنے کی کوئی تدبیر ہے اور نہ رہائی کی صورت بن رہی ہے، نہ وصل کی کوئی امید اور نہ جدائی و فراق کی ہمت موجود ہے۔

بجائے تنگ شد پرواز من بند
خوشا رفتارِ ناز انداز من بند

میرے (تخیّلات) کی پرواز تنگ سی جگہ پر مقیّد ہو کر رہ گئی ہے اور میرے سبک رفتار ناز و انداز اور فخر و مباہات بھی قید ہو گئے ہیں

نہ برگے غیر افسوس و نیازی
بجز امید رحمت نیست سازی

افسوس اور مایوسی، التجا اور عاجزی کے سوا کچھ سامان باقی نہیں رہا اور رحمت و کرم

کی امید کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔

ے بہ بینم ہر طرف کز راہِ فردے
بیایذ بر سرم چوں شیر مردے

میں نے ہر طرف دیکھا (اچانک) راستے سے ایک شخص شیر مرد کی طرح میرے سر پہ آ گیا۔

ے زراہ مردمی و لطف و اکرام
خلاصم میکند زیں قید و زیں دام

اور اس نے از راہ لطف و کرم بہادری کے ساتھ اس قید و بند سے مجھے رہائی دلائی۔

ے تو اعلیٰ ذاتی و اعلیٰ خطابت
کنوں سائل شدم اندر جنابت

آپ اعلیٰ ذات اور عالی خطاب کے حامل ہیں۔ اب میں آپ کی جناب اور آپ کی بارگاہ کا سائل ہوں۔

ے توئی ہر خستہ را چوں مومیائی
رہائی یا ولی اللہ رہائی

آپ ہی ہر زخمی کیلئے مرہم اور دوا ہیں مجھے رہائی عطا فرما دیں، اے ولی اللہ مجھے بھی رہائی عطا فرما دیں۔

؎ خطا کار و جفاور ز تباہم
زظلمِ خویشتن بس روسیاہم

میں تباہ و برباد اور خطا کار و جفا کار ہوں اور اپنے ظلم و ستم
کی بدولت روسیاہ ہو گیا ہوں۔

؎ بدرگاہت فتادہ عذر خواہم
پناہم دہ کہ بے زور و پناہم

اب میں معذرت خواہ ہو کر آپ کی درگاہ اقدس پہ پڑا ہوں اے شہنشاہِ ولایت!
مجھے پناہ عنایت فرما دیجیے کہ میں بے زور ہوں میری پناہ گاہ کوئی نہیں۔

؎ زشرمِ جرم نتوانم زدن دم
تراحم یا ولی اللہ تراحم

اپنے جرم و عصیاں سے شرمسار ہوں میرے لیے دم مارنا بھی ممکن نہیں، مجھ پر رحم
فرما دیجیے اے ولی اللہ! نظرِ کرم فرما دیجیے

؎ چہ کم گردد زنورِ چوں تو ماہے
کہ بنمائے بدیں گمراہِ راہے

اگر آپ گم گشتہ راہ (اور بھٹک جانے والے مسافر) کو راستہ دکھا دیں تو آپ ایسے
ماہتاب کے نور میں کیا کمی واقع ہو گی؟

نہ نقصان ست از رختِ تو چیزے
نہ از گنجِ گرانت یک پشیزے

نہ ہی آپ کے مال ومتاع میں سے کوئی چیز کم ہوگی اور نہ آپ کے عظیم خزانے میں سے ایک پیسہ بھی کم ہوگا۔

نہ از خورشید نورت ذرّہٗ کم
نہ از بحر صفایٔت نیز یک دم

نہ آپ کے انوار وتجلیات کے آفتاب سے ایک ذرہ کم ہوگا اور نہ آپ کی صفات عالیہ کے سمندر سے ایک گھونٹ بھی کم ہوگا۔

نہ یک خوشہ ز خرمنہائے انبار
نہ یک برگے زگلشنہائے پُر بار

نہ آپ کے کھلیان کے ڈھیر سے ایک خوشے کی کمی واقع ہوگی اور نہ پھلوں اور پھولوں سے بھرے ہوئے آپ کے گلشن سے ایک پتہ ہی کم ہوگا۔

کہ ایں مفلس ازاں رخت و ازاں گنج
بیک خر مہرہ برہد از غم و رنج

اگر اس مفلس وقلاش کو آپ کے اس اثاثے اور خزانے سے ایک کوڑی میّسر ہو جائے تو رنج وغم سے نجات مل جائے گی۔

؎ ز خورشیدت بیک تابے منوّر
زبحرت ہم بیک قطرہ تراتر

آپ کے روشن آفتاب کی ایک کرن اور آپ کے بحرِ بے کنار کا ایک پُرنم قطرہ۔۔

؎ بیک خوشہ زخرمنہائے اسرار
کند توشہ مہیّا بہر اسفار

۔۔۔اور آپ کے اسرار و رموز کے خرمن کا ایک خوشہ مسافروں کے لیے توشہ مہیا کر دیتا ہے

؎ بوئے یک گُلِ زاں باغ پیوست
شود دیوانہ و شیدا و سرمست

(آپ کے) اس باغِ (حکمت و دانش) کے پھول کی خوشبو سے (طالبِ حقیقت) دیوانہ، شیدائی اور سرمست و بےخود ہو جاتا ہے۔

؎ در آید خوش بہ نزہتگاہِ عشاق
طفیلِ شاہِ خوباں سید رزاق

باجمال لوگوں کے شہنشاہ حضرت سید عبدالرزاق کے طفیل عاشقوں کے نزہت کدہ اور (پاکیزہ قیام گاہ) پر خوش خوش آ۔

؎ کنَد برآلِ شاں عمرے تمامی
تحیّت ہم دعائے و ہم سلامی

(اور) آپ کی اولاد اطہار پر تمام عمر دُعا، تحیّت اور سلام بھیج

ے شہا مظلومی و محرومیم بین
زبخت و طالع بد شومیم بین

اے شہنشاہ! میری مظلومیت اور محرومی پر توجہ فرمایئے میری بدبختی، بُرے نصیب اور شومیء قسمت پر نظر کیجئے۔

ے کہ عمرم تا چہل نزدیک تر شد
مزاجم از گہء طفلی بتر شد

کہ اگرچہ میری عمر چالیس سال کے قریب ہو چکی ہے۔ (لیکن) میرا مزاج ابھی تک بچپن (کی عادات) سے معمور ہے۔

ے نیامد از من الاّ عیب در عیب
زنیکی ام تہی دامان تہی جیب

مسلسل عیبوں اور گناہوں کے سوا مجھ سے کچھ نہیں ہو سکا، میں نیکیوں سے تہی دامن اور خالی جیب ہوں۔

ے بکردم تا کنوں ہر لیل و انہار
خطا اندر خطا انبار انبار

میں اب تک غلطیوں پہ غلطیاں کرتے ہوئے روز و شب ان کے ڈھیر لگائے جا رہا ہوں

؎ نکِشتم تخم نیکی کو دھد بر
نہ در طاعت نہادم بر زمیں سر

میں نے نیکی کا وہ بیج کاشت نہیں کیا جو پھل دیتا ہے نہ ہی میں نے اطاعتِ الٰہیہ میں سر کو زمین پر رکھا۔

؎ زروئے عجز و زاری کو سزا بود
نیامد از منِ بدبخت اںجود

مجھ بدبخت سے ایسے سجدے بھی نہ ہو سکے جو عجز وانکساری اور آہ وزاری کے لحاظ سے مناسب (اور قابل قبول) ہوتے۔

؎ نہ گشتم ساعتے با حق مشغول
بباطل ضائع کردم وقتِ مقبول

میں ایک لمحے کیلئے بھی حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول نہ ہوا۔ (اور عبادت کرنے کی بجائے) میں نے اپنے قیمتی اور مقبول وقت کو باطل (اور غلط مصروفیات میں) ضائع کر دیا۔

؎ چناں دادِ گناہاں دادہ ام من
کہ در چاہِ ضلال افتادہ ام من

چنانچہ میں گناہوں کی داد دیتا رہا اور (نیکیوں کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے) ضلالت وگمراہی کے کنویں میں پڑا رہا۔

ے زمن بے مایہء تر فردے نیامد
بریش و جُبّہ نامردے نیامد

مجھ سے زیادہ بے مایہ اور مفلس و تنگدست کوئی شخص نہیں، داڑھی اور جبہ نامرد کو زیب نہیں ہے۔

ے زمن لب خشک تر در بحر کس نیست
اگر چونتو شہم فریاد رس نیست

اگر آپ جیسا شہنشاہ بھی میری فریاد کو پہنچنے والا نہیں تو سمندر میں (ہونے کے باوجود) مجھ جیسا خشک لب اور پیاسا کوئی شخص نہیں ہے۔

ے اگرچہ جرمہائم تو بتو ست
ولے امید رحمت نو بنو ست

اگرچہ میرے جرم و گناہ تہ در تہ اور بے شمار ہیں۔ لیکن رحمت و کرم کی امید بھی تر و تازہ اور بے حد و حساب ہے۔

ے اگر خود را بعصیاں قید دارم
ولے حبل المتیں امید وارم

اگرچہ میں نے خود کو گناہوں کی قید میں رکھا ہوا ہے۔ لیکن میں آپ کے محکم وسیلے کا بھی امیدوار ہوں۔

؎ زعیبم میاور بار بر دل
شہا ایں رشتہء امید مگسل

میرے عیوب وعصیاں کا جو بوجھ دل پر آپڑا ہے، (ان کی وجہ سے) شاہا! امید و آس کا یہ رشتہ ختم نہ فرمائیے۔

؎ تو ابرِ رحمتے من گلخن تار
نباشد ابر را از نیک و بد عار

آپ رحمت وکرم کا بادل ہیں جبکہ میں تنگ آتشکدے کی طرح ہوں۔ بادل سے کوئی نیک و بد محروم نہیں رہتا (لہٰذا میری آتش عصیاں پہ رحمت وکرم کا مینہ برسا دیجئے)

؎ چو در بارش در آید پارہ میغے
نہ از پاک و پلیدیش دریغے

جب بارش برساتے ہوئے سیاہ بادل کا کوئی ٹکڑا آجاتا ہے تو وہ پاک و پلید سے دریغ نہیں کرتا (بلکہ سب پر برستا ہے)

؎ اگر مفلس نبودے در جہاں کس
کرمہائے کریماں را شدے بس

اگر جہان میں کوئی مفلس نہ ہوتا تو سخیوں کی سخاوت بھی نہ ہوتی۔

؎ نبودے در جہاں سُقمِ سقیماں
چہ ساں ظاہر شدے حِکمِ حکیماں

اگر دنیا میں بیماروں کی بیماریاں نہ ہوتیں تو حکیموں کی حکمت کیسے ظاہر ہوتی۔

اگر گمراہ نہ بودے ہیچ خیلے
بعالم کے بُدی رسمِ طفیلے

اگر کوئی قافلہ گمراہ نہ ہوتا تو دنیا میں (منزل پر پہنچنے کے) وسیلے اور سبب کی رسم کب ہوتی۔

نے آمد زراہے پُر گناہے
کجا جستے نگاہے چونتو شاہے

اگر گناہوں سے معمور راستے سے کوئی نہ آتا تو آپ جیسے کریم شہنشاہ کی نظر کرم (کسی گنہگار کو) کیسے تلاش کرتی۔

نبودی گر فتادہ خستہ ماندہ
چومن بے ہمت و محروم و راندہ

اگر مجھ جیسا گرا پڑا، خستہ حال، بے ہمت، محروم القسمت اور راندہ ودھتکارا ہوا نہ ہوتا۔۔۔۔

نہ بشنیدی ز افواہِ بر اقوام
بعالم دستگیرے را کسے نام

۔۔۔۔تو لوگوں کے منہ سے دنیا میں کسی دستگیر کا نام تمہیں سنائی نہ دیتا۔

؎ شہا بے بال و پر بیچارہ ام من
ز وطنِ خویشتن آوارہ ام من

شاہا! میں بے چارہ بال و پر کے بغیر اور اپنے وطن سے آوارہ (اور بے ٹھکانہ و بے سہارا) ہوں۔

؎ بنامِ شاہِ محبوبِ حقانی
بیا گر چارۂ بیچارہ گانی

غوث الاعظم، محبوب سبحانی، قطب ربّانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام پہ بے چاروں اور بے سہاروں کی چارہ جوئی کیجئے۔

؎ بنامِ لعلِ کانِ پاک حیدر
بہاء الشیر غازیٔ قلندر

حضرت علی المرتضیٰ حیدر کرّار رضی اللہ عنہ کے معدن پاک کے لعل حضرت بہاول شیر غازی قلندر رحمہ اللہ کے نام پہ۔۔۔۔

؎ بخورشیدِ جہاں نورِ محمد
بنورِ جانِ جاں نورِ محمد

۔۔آفتاب جہاں اور جانِ جاں حضرت نور محمد علیہ الرحمہ کی نورانیت کے طفیل۔۔

؎ بشمعِ کبریائی ماہِ جلالی
بشانِ بوالمعالی تختِ عالی

شمعِ خداوندی، عظمت و بزرگی کے ماہتاب، بلند تخت پر متمکن حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے۔۔۔۔

بتاج و افسرِ شاہی مقیمی
بہ سیفِ سیف رحمان القدیمی

۔۔۔۔حضرت سید محمد مقیم محکم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی حاکمیت و تاج اور حضرت سیف الرحمٰن کی ازلی اور قدیمی تلوار کے طفیل۔۔۔۔

بنامِ سید عبداللہ امامے
بہ میریٰ و امیری نیکنامے

اور امام سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اور حضرت سید محمد امیر بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ کی سرداری و نیکنامی کے طفیل۔۔۔۔

بہ تختِ آن شہنشاہِ نکوفر
بدستِ شاہ حسین از ابر برتر

۔۔حضرت شاہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے تخت مقدس کے صدقے۔۔جن کا دست اقدس بادلوں سے بھی برتر اور بلند ہے اور جو عظیم دبدبے اور رعب و داب والے شہنشاہ ہیں۔۔۔۔

بنامِ پاک حضرت سید ہاشم
بحق ایں ہمہ اعلیٰ مراسم

۔۔۔۔۔۔۔حضرت سید محمد ہاشم علیہ الرحمہ کے اسم پاک، (دنیائے روحانیت میں عظیم مراتب) اور اعلیٰ مراسم رکھنے والے ان تمام اولیاء کے طفیل۔۔۔۔

بحقِ غوثی و قطبی و پیرے
کہ دستِ جُود از من وا مگیرے

میرے غوث، قطب اور مرشد کے صدقے۔۔۔۔۔۔ سخاوت کا ہاتھ مجھ سے نہ چھڑایئے۔۔۔۔۔۔

بدہ دستے کہ تا استادہ باشم
براہِ فقر پا بنہادہ باشم

(ان سب بزرگوں کے طفیل)۔۔۔۔ مجھے اپنا دست مبارک پکڑایئے تاکہ کھڑا ہو سکوں اور راہِ فقر میں پاؤں رکھ سکوں۔

بیا مرزاں خطا از بندہ خامے
پذیر از من مناجات و سلامے

مجھ ناقص بندے کی خطاؤں سے درگزر کیجئے اور میری مناجات اور سلام قبول فرمایئے۔

السلام والصلوۃ و مرحبا
ہم تحیّت آفریں و جندا

حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب پر صلوٰۃ و سلام، تحیات و مرحبا ہوں

؎ برہمہ اولاد و آل مصطفیٰ
خوشہائے خرمن خیرالوریٰ

حضور نبی کریم ﷺ کی تمام آل واولاد پر بھی صلوٰۃ وسلام ہو۔ جو کہ خیرالوریٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی پاکیزہ نسل پاک ہے۔

؎ خاصہ ایشان کو محی الدّینی اند
برہمہ بادا سلامِ دایماء

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خاندانِ عالی قدر کے تمام افراد پر ہمیشہ ہمیشہ خصوصی سلام ہو۔

؎ بر ہمہ طفل و صبی بر نا وپیر
الصلوۃ والسلام و ہم دعا

تمام بچوں، بڑوں، جوانوں اور بوڑھوں پر صلوٰۃ وسلام اور دعوات ہوں

؎ السلام از قطرہء باراں فزوں
ہم فزوں از دانہائے ریگ ہا

بارش کے قطروں اور ریت کے ذرات سے بھی زیادہ صلوٰۃ وسلام ہوں

؎ السلام از انجمِ گردون زیاد
ہم زیاد از قطرہ ہائے جملہ ہا

آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ سلام ہوں بلکہ تمام (سمندروں، دریاؤں اور

ندی نالوں کے) قطرات سے بھی زیادہ مرتبہ صلوٰۃ وسلام ہو

السلام از جملہ ذرّیات بیش
وز حروفِ جملہ مکتوبات ہا

تمام ذرّات اور مکتوبات وعبارات کے حروف سے بھی زیادہ دفعہ سلام ہو

السلام از طاعتِ پاکانِ زیا
وز ہمہ اوراقِ طوبیٰ باصفا

پاکباز اور اطاعت شعار بندوں کی اطاعت وفرماں برداری سے زیادہ، اور جنتی درخت طوبیٰ کے تمام پتوں سے بھی زیادہ سلام ہوں۔

السلام افزوں ز ذکرِ قدسیاں
ہر کہ ہست از عرش تا تحت الثرا

عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک موجود ملائکہ قدسی کے ذکر سے بھی زیادہ مرتبہ صلوٰۃ وسلام ہو

السلام والصلوۃ تا قیام
بر نبی و آل و اصحابش تمام

حضور نبی کریم ﷺ آپکی آل پاک اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر قیامت تک صلوٰۃ وسلام ہو

ے خاصہ بر اولاد پیرِ دستگیر
شاہ بہاء الشیر مردے ذوالکرام

خاص طور پر (سلام ہو) پیر دستگیر حضرت غوث الاعظم ﷺ کی اولاد جناب شاہ بہاول شیر قلندر پر جو فضل و کرم والے انسان ہیں۔

ے خاصہ بر اولادِ میراں شاہ مقیم
ہر کہ را بر لوحِ محفوظ ست نام

بالخصوص (سلام ہو) حضرت میراں شاہ محمد مقیم کی اولاد پر جن کے نامہائے مبارکہ لوح محفوظ پر رقم ہیں۔

ے بر ہمہ یاران رحمت ہم درود
باد از یزداں ہمیشہ بر دوام

ان تمام اصحاب پر رحمت و درود ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دائمی زندگی والے ہو گئے ہیں۔

ے بعد زیں گوید بصد عجز و نیاز
بندگی و خاک بوسی ایں غلام

اس (ہدیہ صلوٰۃ وسلام) کے بعد یہ غلام بندگی اور خاک بوسی کرتے ہوئے بصد عجز و نیاز عرض گزار ہے۔۔۔

؎ در جنابِ شاہِ بے پرواہ ما
آنکہ در وصفش نہ یارائے کلام

۔۔۔۔ اپنے بے نیاز شہنشاہ کی جناب میں جن کے اوصاف بیان کرنے کی ہمت کلام میں نہیں

؎ کمترین خلقش اگر سازد بیان
طیر و وحشی جن وانس و خاص و عام

تمام پرندے، جنگلی جانور جن وانسان اور سبھی خاص وعام (مخلوقات) اگر آپکے اخلاق عالیہ بیان کریں تو پھر بھی کم ہے۔

؎ کے تواند تا حشر کردن ادا
مختصر بشنو کہ مہدیؑ امام

(بلکہ اگر یہ سب مخلوقات آپکے اوصاف) حشر تک بیان کریں تو پھر بھی (کما حقہ ان کی) ادائیگی اور بیان کب ممکن ہے؟ مختصر طور پر سن لو کہ آپ ایسے امام اور مہدی ہیں ۔۔۔۔

؎ مظہر اسماست نامِ پاک او
ہم علی دروے وہم خیر الانام

۔۔۔ کہ جن کا نام پاک (دیگر تمام) اسماء مبارکہ کا مظہر ہے۔
اس میں حضرت علی کا نام بھی ہے اور خیر الانام ﷺ کا نام بھی ہے (یعنی آپ کا نام

ان تمام اسماء مبارکہ سے مرکب ہے)

گر بہ یا وسین خوانی بین کہ کیست
گر بہ میم و دال و دالست کہ کدام

اگر "یا" اور سین کو ملا کر پڑھے تو دیکھ کہ کیا (حرف) ہے اور "میم، دال" اور (پھر) "دال" کو ملائے تو پھر کون سا ہے۔ (یعنی یہ تمام حروف ملائیں تو "مدد یٰسین" بنتا ہے مراد سید مدد علی شاہ المعروف حضرت مدد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ)

ہر سہ خلف آمد بوصف و صورتش
ہر سہ شمع دین و دنیا لعل و فام

آپکے اوصاف عالیہ اور صورت نیّرہ سے مزیّن آپکے تین خلفاء ہیں جو تینوں لعل کی مانند اور دین و دنیا کی شمع ہیں

اولین عین ست بارحمت علی
دویمن پُر از سعادت شیرگام

جن میں سے پہلے واقعی رحمت علی ہیں (مراد سید رحمت علی شاہ رحمۃ اللہ) جبکہ دوسرے سعادت سے لبریز (یعنی سید سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ) ہیں

سویمن در شیر مرداں شد امیر
شیر را مرکب نمایئد بے لگام

اور تیسرے جو کہ بہادروں کے امیر قرار پائے (یعنی سید امیر علی شاہ رحمۃ اللہ

علیہ) جنہوں نے بغیر لگام کے شیر کو سواری بنایا۔

؎ زیں چمن بدمید با فضلِ حسین
نو گلِ خندان و سروِ خوشخرام

خوبصورت سَرو، اور نئے کھلنے والے پھول حضرت سید فضل حسین کے ساتھ یہ
چمن مہک اٹھا۔

؎ شد کشادہ جملہ در ہائے بہشت
شد تمامی حجرہ خوشبو زاں مشام

بہشت کے تمام دروازے کھُل گئے اور تمام حجرہ مبارکہ
اس کی وجہ سے مقام خوشبو بن گیا۔

؎ ہر گل و ہر میوہا شد از خوشی
رونق افزا ہمچو محبوب از حمام

ہر پھول اور پھل خوشی سے یوں رونق افزاء ہو گیا جس طرح محبوب حمام سے
(آراستہ ہو کر نکلا ہو)

؎ تہنیّت گو آمدہ بر در ملک
حور پاکوبان شدہ ہر صبح و شام

ملائکہ آپ کے در اقدس پر تہنیت و مبارک کہنے آئے اور حوریں بھی ہر صبح و شام
(زیارت کیلئے) حاضری دیتیں۔

؎ رنج و غم بر بست رخت از عالمے
طبل شادی کو فتند در ہر مقام

رنج وغم نے دنیا سے رخت سفر باندھ لیااور ہر جگہ خوشی ومسرت کے شادیانے بجنے لگے۔

؎ فرحت و عیش و جشن نو روز و عید
پنج نوبت میزدند اندر ایام

جشن نوروزاورعید کی طرح روزانہ پانچ مرتبہ خوشی وفرحت اورعیش ومسرّت کے شادیانے بجنے لگے۔

؎ ہم محمد تہنیت گو آمدہ
باسرِ عجزو نیاز از فکرِ خام

محمد بخش بھی اپنی فکرِ خام سے عاجزی اور نیاز مندی کے ساتھ مبارکبادی اور تہنیت گوئی کے لئے آگیا

؎ لائقِ بارت نیائید یک سخن
کن قبول از لطف ورحمت السّلام

آپکی بارگاہ کے لائق اور مناسبِ حال (مجھے) ایک بات بھی نہیں آتی اپنے لطف ومہربانی سے میرا اسلام قبول فرمایئے۔

؎ خوش گو ہرے زدرجِ سعادت بر آمدہ
آن خادمِ حسین کہ دارد جمالہ

سعادت کے صندوقچے کے خوبصورت اور حسن و جمال والے گوہر سید خادم حسین تشریف لے آئے۔

؎ بدرِ جہاں ز رشکِ رُخش در محاق شد
در مہد ناز دید چو رخشاں ہلالہ

چودھویں رات کا چاند جس کے رُخ انور پہ رشک کرتے ہوئے غروب ہوگیا اُسے ناز کے پنگھوڑے میں دیکھ جو ہلال کی طرح رخشندہ وروشن ہے۔

؎ یاربّ بدار تازہ و سر سبز دائما
ایں باغ و باغباں مبارک نہالہ

اے پروردگار! اس باغ کو، باغبان کو اور اس کے بابرکت پودے کو ہمیشہ تازہ اور سرسبز رکھ۔

؎ سعد اختر ست طالع میموں نیکفال
پیروز باد ہمیشہ بجاہ و جلالہ

طلوع ہونے والا یہ مبارک، نیک فال سعد ستارہ ہے یہ ہمیشہ پورے جاہ وجلال کے ساتھ (چمکتا دمکتا) بابرکت اور مظفّر و منصور رہے۔

؎ خوش خوش مقام جملہء فرخ خصالہ
بلبل بحیرت آمد کہ ندیدم مثالہ

یہ انتہائی خوبصورت اوراعلیٰ مقام پہ جاگزیں ہے اس کی تمام خصلتیں بابرکت اور قابلِ تعریف ہیں (حتیٰ کہ) بلبل بھی حیران وششدر ہے کہ میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی۔

؎ تاریخ زاد دانشِ چوں خواستند وگفت
من خوش گلِ زگلبنِ یس و آلہ

عقل نے جب آپکی تاریخ ولادت (کے متعلق معلوم کرنا) چاہاتو کہا کہ میں (حضرت مدد علی) یٰسین اورآپکی آلِ پاک کے گلشن کا خوبصورت پھُول ہوں (حروف ابجد کے اعتبار سے ''من خوش گل زگلبنِ یس وآلہ'' کے عدد ۱۲۶۷ بنتے ہیں گویا ۱۲۶۷ھ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔)

؎ ایں تہنیت زبندہء ناقص قبول کن
شاہا بہ کرم ورزی و فضلِ کمالہ

اے عالی قدر شہنشاہ! اپنے کرمِ عمیم اور فضل وکمال سے اس ناقص بندے کی جانب سے یہ تہنیت ومبارکباد قبول فرمایئے۔

تمت بالخیر

تذکرہ مقیمی بروز منگل بوقت ظہر ۱۵ر جمادی الاول ۱۳۲۴ھ
۲۴ ساون ۱۹۶۳ بکرمی بمقام سموال مکمل ہوا۔

باب سوم

کتاب کے اس حصے کو ہم نے خود باب سوم سے تعبیر کیا ہے۔ پہلے دو ابواب میں خاندانِ مقیمیہ کے عالی قدر اسلاف کا تذکرہ تھا اور اس تیسرے باب میں حضرت پیرا شاہ غازی رحمہ اللہ اور ان کے ذی قدر اخلاف کا بیان ہے۔

مترجم ________ محمد منور نورانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ
حضرت پیرا شاہ غازی قلندر رحمہ اللہ

پیرا میرا اوہ دمڑی والا پیرا شاہ قلندر

ہر مشکل وچہ مدد کردا دوہاں جہاناں اندر

آپ سخی سرکار، شاہِ شاہاں، پیرِ پیراں، دستگیرِ درماندگاں، رہنمائے گمراہاں، مشکل کشائے ہر دو جہاں جناب قطب الاقطاب، فرد الاحباب پیران پیر عالیجناب مست، مست ساز، بادشاہ بے نیاز، شیر بیشہء اولیاء، اوج کبریائی کے شہباز، شہادت پناہ حضرت غازی پیر پیرا شاہ صاحب قادری قدس اللہ تعالیٰ سرّہ العزیز عاجز و درماندہ افراد کے پیر دستگیر حضرت سید شاہ محمد امیر بالا پیر کے مرید تھے اور وہ (حضرت سید محمد امیر بالا پیر) حکیم زمان، تارک دنیا واصل الدین صاحبِ حجرہ منوّرہ حضرت سید شاہ محمد مقیم محکم الدین کے فرزند ارجمند، مرید اور سجادہ نشین تھے اور وہ (حضرت شاہ مقیم) حضرت سیّد السادات سخی سید جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر صاحب کے مرید تھے اور وہ (حضرت زندہ پیر) حضرت جناب قطب الاقطاب، مالکِ رقاب، آسمان محبوبیّت کے آفتاب، مطلوبیّت کی پٹاری کے موتی سیّد السادات پاکیزہ ذات وصفات سے متّصف غوث صمدانی حضرت میراں محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید رشید ہیں۔

☆ کتاب تذکرہ مقیمی میں فقیر سے جس قدر ممکن و میسّر ہوا حجرہ منورہ کے صاحبانِ طریقت کا بہترین عبارت (اور عمدہ انداز) میں تذکرہ تحریر کیا اور یہ چند

اسمائے مبارکہ یمن وتبرک کے لئے اس مختصر میں تحریر کردیے ہیں نیز اس لئے کہ ہر خاص وعام کو معلوم ومفہوم ہوجائے کہ ہمارے حضرت مرشد کریم اس واسطے سے جناب حضرت غوث محی الدین (شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) تک پہنچتے ہیں آپ بلاشبہ خاندان قادریہ سے ہیں اور حضرت شاہ مقیم کے گروہ سے (متعلق) ہیں اور یہ کہ فقراء کہتے ہیں کہ آپ (حضرت غازی قلندر) حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے مرید (بھی) ہیں اور (آپ کے متعلق) اس گمان کہ وجہ بھی انشاءاللہ تعالیٰ بیان ہوگی۔

☆ اس کتاب میں بعض بزرگوں کا سنہ، عمر اور قومیت بیان نہیں کریں گے کیونکہ میں نے اپنے پیرومرشد سے سنا جو اپنے پیر کی زبانی حکایت بیان کررہے تھے کہ ایک دن یارات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ تمھارے مرشد کی کیا عمر ہے، بوڑھے ہیں یا جوان، میں نے اسے جواب دیا کہ میرے مرشد بوڑھے ہیں اسی اثنا میں ایک خوبصورت نوجوان جو دس یا بارہ سال کا معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آبیٹھا اور گرم لہجے میں فرمانے لگا کہ "تو مجھے بوڑھا کہتا ہے اور (مجھ سے) کمزوری وضعف کی نسبت کرتا ہے میں ہی وہ تیرا مرشد ہوں غور سے دیکھ کہ میں بوڑھا ہوں یا جوان " یہ کہا اور چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تیزی سے آسمان کی جانب چلا گیا یہ حکایت سننے کے باوجود بندہ کیونکر گستاخی کرسکتا ہے؟ (کہ ان کی عمر کا تعین کرتا پھرے)

میرے پیر کی پیدائش جن کا اسم مبارک بدوح شاہ صاحب ہے بافندہ گھرانے میں ہوئی اور ان کا لقب آپ جناب (حضرت پیرا شاہ غازی) کی طرف سے شیر خاں مغل ہے۔ میں قومیت کی بات ختم کرتا ہوں پھر زبدۂ اولیاء حضرت پیرا شاہ غازی کی خرق عادت کی کرامات کا ذکر کرتا ہوں۔

زبدۃ الاولیاء حضرت پیرا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور خرق عادت واقعات

میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ ابتدائی دور میں پیشہ تجارت سے وابستہ تھے اور بہت مالدار تھے آپ کی دو ازواج مطہرات تھیں ایک سے دو بیٹے تھے جبکہ دوسری سے کوئی (اولاد) نہ تھی اور یہ دوسری اہلیہ محترمہ اس قدر جمال وکمالات کی مالک تھیں کہ قلم کی زبان اور زبان کا قلم اس کے بیان سے گنگ اور عاجز ہے اور طبیعت کو بھی مجال نہیں (کہ ان کے اوصاف بیان کر سکے) آنحضرت پیرا شاہ کو اس اہلیہ سے کمال کی محبت تھی ان کی فرقت وجدائی کے وقت پشتِ صبر ہلال (کی مانند یعنی کبڑی) ہو جاتی۔ جب سفر پہ ہوتے تو منزل بمنزل ان کی یاد دامنگیر رہتی اور کسی نہ کسی کو ان کے تازہ بتازہ حالات واخبار سے مطلع ہونے کے لئے بھیجتے رہتے۔

ایک دفعہ ایک آدمی کو ان کی طرف بھیجا اور خود دریا کے کنارے قرآن شریف سامنے رکھ کر پڑھنے میں مشغول ہو گئے اچانک اس آدمی نے آکر کہا کہ آپ کی اہلیہ محترمہ عفیفہ کو کسی شریک نے زہر دے دیا ہے جس سے وہ ہلاک ہو گئی ہیں حضرت پر غم نے ایسا اثر کیا کہ اس خبر کے سنتے ہی ہوش وخرد سے بے گانہ ہو کر دریا میں کود گئے اور قرآن شریف بھی اپنے ساتھ پانی میں لے گئے اور پانی کی

تہہ میں ایسے عُزلت نشین ہوئے کہ آپ کا کوئی اثر کنارے اور پانی کی سطح پر ظاہر نہ ہوا ہر چند کہ لوگوں نے پانی میں آپ کو تلاش کیا لیکن مقصود حاصل نہ ہوا بالآخر ہر کوئی گھر کی طرف لوٹ گیا کہتے ہیں کہ آپ بارہ سال تک قرآن شریف سمیت اس پانی میں رہے اور اس کے بعد مع قرآن پاک باہر تشریف لائے اور وہ مصحف شریف کھلا ہوا تھا۔ جب کہ (پانی میں رہنے کے باوجود) اس کا کوئی حرف یا حرکت کم نہ ہوئی اور نہ ہی جسم مبارک اور جامہ مبارک پہ کسی قسم کا نقصان (یا اثر) ظاہر ہوا کہا جاتا ہے کہ آپ یہ بارہ سال حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کی صحبت میں رہے اور انہی سے تمام فیوض و برکات حاصل کیے اسی وجہ سے بعض نے آپ کی خلافت کی نسبت حضرت خضر علیہ السلام سے کی ہے۔ پانی سے باہر آنے کے بعد آپ پر مستی (وسُکر) کی حالت طاری ہوگئی شہروں ودیہاتوں میں بہت کم سکونت اختیار فرماتے۔ شب وروز مجنوں کی طرح کوہ و بیاباں میں گشت کرتے رہتے اور چوپائے اور درندے آپکی طرف راغب و مائل رہتے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے سرِ اقدس کے بال مبارک دراز اور لمبے تھے جب اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا نام زبان پر لاتے۔ سرو جملہ اعضاء کے بال سیدھے ہو کر آسمان کی جانب ایستادہ ہو جاتے ظاہراً عوام کی نگاہ میں ننگے سر اور برہنہ پا رہتے اور میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ

پیرا سر برہنہ نیستؒ برسر تاج دارد چار ترک
ترکِ دنیا ترکِ عقبیٰ ترکِ مولیٰ ترکِ ترک

حضرت پیرا شاہ غازی قلندر سر برہنہ نہیں ہیں بلکہ اپنے سر اقدس پر چار ترک کا تاج رکھے ہوئے ہیں (اور وہ چار ترک یہ ہیں) ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ سرداری اور ترکِ کلاہ شاہی۔

یہ شعر آپ حضرت کے احوال و آثار کے موافق ہے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ ایک سانپ آپ کے پاؤں مبارک سے لپٹ گیا اور اس کا سر آپ کے پاؤں کے شگاف یعنی بیائی میں ایسا پھنس گیا کہ باہر نہ نکل سکا سانپ نے کاٹا لیکن آپ بے پرواہ ہو کر برابر چلتے رہے جس کی وجہ سے سانپ پارہ پارہ ہو گیا اس کے خار جو باقی تھے لوگوں نے دیکھا اور ان کو نکال باہر پھینکا۔

☆ سنا ہے کہ ایک دن کہیں جا رہے تھے شدید بارش کے نزول کا نازک وقت تھا آپ نے ایک خاتون کے گھر میں جانے کا ارادہ کیا (تا کہ بارش سے پناہ مل سکے) اس خاتون نے شور و غوغا شروع کر دیا اور گھر کے اندر داخلے کے لیے راستہ نہ دیا اور کہا کہ میں نے تم جیسے بہت دیکھے لیکن مقصودِ دل حاصل نہ کر سکی آپ نے پوچھا تیرا مقصد و مراد کیا ہے؟ بیان کر اس نے کہا میری مراد (کی تکمیل) حق تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے تجھ سے بیان کرنے کا فائدہ؟ آپ نے فرمایا بہت فائدہ ہے تو بیان کر اس عورت نے کہا میری مراد و مقصود حصول

اولاد ہے جو کسی کی خدمت سے حاصل نہ ہوسکی ہر کسی نے چند ماہ وسال کا وعدہ وقرار کیا لیکن میری حالت ویسی ہی رہی (اور مراد بر نہ آئی) آنحضرت نے اس کے احوال سماعت فرمائے تو اسی وقت جوش میں آ کر فرمایا۔

پیرا چلیا کم نوں اگوں پیا لٹھم
نویں مہینے جمدا اجے راتیں جم

چنانچہ سنا ہے اس عورت کو اسی شب فرزند متولد ہوا

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر میں ایک آدمی آپ کے ہمراہ ہولیا جب کچھ آگے گئے سامنے دریا حائل ہوا وہاں کشتی نہ تھی خود اللہ اللہ کہتے ہوئے دریا میں چل دیے اور اس آدمی کو کہا کہ تم (میرا نام) پیرا پیرا کہتے ہوئے میرے پیچھے چلے آؤ۔ جب دریا میں پہنچے تو پانی دونوں کی پنڈلیوں تک تھا جب کنارے کے نزدیک آئے تو اس آدمی نے بھی (یہ خیال کرتے ہوئے کہ خود تو اللہ کا نام لیتا ہے اور مجھے اپنا نام الا پنے پر لگا دیا ہے) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نام کا وِرد شروع کر دیا چنانچہ اسی وقت دریا کا پانی اس کی گردن تک جا پہنچا اور غرق آب ہونے کا خوف پیدا ہوا تو الامداد الامداد کہہ کر فریاد کی آپ نے اس کی فریاد سن کر رُوئے مبارک اس کی جانب کیا اور فرمایا۔

مثنوی

نامِ من گفتن نمی دانی ہنوز
نامِ ایزد را بباید درد و سوز

ابھی تُو میرا نام لینا نہیں جانتا (اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیسے لے سکتا ہے؟) اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی زبان پر لانے کے لئے (جس) درد و سوز کی ضرورت ہے (ابھی تُو اس سے محروم ہے)

نامِ من گفتن ندانی اے جواں
ہاں چہ رانی نامِ ایزد بر زباں

اے جوان! میرا نام لینا تو جانتا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا نامِ نامی اسمِ گرامی کیسے زبان پر لاسکتا ہے؟

آں زبان و حلق کو اے مرد راہ
کہ بداں یاد آوری نامِ اِلٰہ

اے مسافر! وہ زبان اور حلق کون سا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام کا تذکرہ کرنا جانتا ہو (یعنی کماحقہٗ اس کے اسم جلالت کی ادائیگی مشکل ہے)

نامِ اُو گفتن نہ کارے چونتو ایست
من بگویئم نامِ او ایں لاف نیست

اس خلاق کائنات کا نام لینا تجھ جیسے کا کام نہیں ہے میں اس کا نام الاپتا

ہوں۔کوئی لاف زنی یا شیخی نہیں بگھار رہا ہوں۔

ہر کہ محوِ نام شد انعام یافت
پرتوے زاں نام برنامش بتافت

جو بھی اس کے نام میں محو ہو گیا انعام پا گیا اُس کے نام کے پرتو اور عکس سے اِس کا نام بھی چمک گیا۔

نامِ من از عکس نامش نور شد
طور بیں از عکسِ او مسرور شد

میرا نام اس کے نام کے عکس سے منوّر ہو گیا طور پہاڑ بھی اس کے عکس سے مسرور و شاداں اور روشن و تاباں ہوا۔

عکس نامِ اوست درنامم بہ بیں
کآب بحر از ہیبتش شد در زمیں

غور سے دیکھ میرے نام میں اسی کے نام کا عکس (یوں پنہاں) ہے
جیسے سمندر کا پانی اس کی ہیبت سے زمین میں سما گیا

ایں معیت ہست نے شرکِ دوئی
ہاں بگو نامم کہ سالم میروی

یہ معیّت و رفاقت ہے کسی غیر کی شراکت نہیں پس میرا نام لیتا رہ
تا کہ سلامت رہ سکے

بر زبانِ تست لائق نامِ من
نامِ یزداں را سزا شد کامِ من

تیری زبان پر میرا نام مناسب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے لیے میرا منہ مناسب ہے۔

دستِ خود طالب دہد در دستِ پیر
دستِ حق در دستِ او شد دستگیر

طالب اپنا ہاتھ پیرو مرشد کے ہاتھ میں دیدے (کیونکہ) حق تعالیٰ کا دست قدرت پیر کے ہاتھ میں سے اس کے ہاتھ کو تھام لیتا ہے۔

از یداللہ فوق ایدیھم بداں
کیست در دستش نہاں چوں جسم وجاں

﴿**ید اللہ فوق ایدیھم**(1)﴾ (یعنی اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) سے سمجھ لے۔ کہ اس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ یوں پوشیدہ ہے جس طرح جسم میں جان۔

---

(1) یہ آیت بیعت رضوان کے حوالے سے نازل ہوئی جب صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی کہ اہل مکہ سے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیں گے لیکن بعد از ان شہادت کی خبر جھوٹی ثابت ہوئی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے اس عمل پر تحسین فرمائی اور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔

؎ یافت نامم قوت از پروردگار
ہیں بگو نامم کہ آئی بر کنار

میرے نام نے پروردگار سے ہی قوت پائی ہے پس میرا نام لے تاکہ کنارے پر آسکے

(چنانچہ) جب اس جوان نے آپ کا نام زبان پر لانا شروع کیا پانی نیچے چلا گیا اور وہ سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچ گیا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، حضرت غوث الاعظم ﷛ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ان کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے فقیر! ہماری طرف سے تا قیام قیامت ایک لاکھ ٹکہ وظیفہ روزانہ مقرر کیا جاتا ہے جو مخلوق دنیا تمھارے واسطے نذر و نیاز مان کر پیش کیا کرے گی آپ نے جواباً عرض کیا اے غریب نواز! یہ مالِ دنیا اس فقیر کے کسی کام کا نہیں بلکہ اس سے تو میرے خلفاء عیش پسند اور دنیا کی طرف راغب ہو جائیں گے اور نام حق سے غافل ہو جائیں گے اسے کم تر کیجئے دوبارہ فرمان ہوا سوا لاکھ روپے میں سے سوا لاکھ دمڑی ہر روز آپ کی نذر ہوگی اور یہ ضرورت سے زائد بھی نہیں اور نہ ہی دینے والے کے لئے ملول و رنج کا باعث۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ہر روز شہروں، دیہاتوں، آبادی و ویرانی میں رہنے والے لوگ سوا لاکھ روپے غوث الاغواث، محبوب سبحانی ﷛ کے نام پر نذر مانتے ہیں اور ان میں سے سوا لاکھ دمڑی حضرت پیر پیرا شاہ غازی قدس سرہ کے نام کی

نذر ہوتی ہیں اور شہروں اور دیہاتوں میں خیرات کی جاتی ہیں۔ اور یہ بندہ ادب وخوف کی بناء پر آپ کا نام مبارک زبان پر نہیں لاتا بلکہ دمڑی والا کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ جہاں بھی دمڑی والی سرکار کہا جائیگا اس سے مراد آپ ہی کی ذات گرامی ہوگی۔

☆ لوگ بیان کرتے ہیں کہ فتح محمد خاں نامی ایک آدمی چک ٹھاکرہ میں رہائش پذیر تھا اس کے اہل خانہ نیک نیّت اور صاحبِ اہلیّت تھے ایک روز حضرت سرکار درویشوں کی جماعت کے ساتھ اس گاؤں میں تشریف لائے اور اس نیک نام کو اشارہ کیا کہ ہمارے درویشوں کے لیے کھانا لاؤ اس نے آپ کا حکم بجا لانے کے لیے سر تسلیم خم کیا اور اپنے گھر میں آکر درویشوں کے لیے کچھ تلاش کرنا شروع کیا چونکہ قحط کا سال تھا کوئی چیز ہاتھ نہ آئی ناچار وشرمسار ہوکر ایک برتن میں ہاتھ ڈالا تو کچھ روٹیاں ہاتھ آئیں وہی لاکر درویشوں کی خدمت میں حاضر کر دیں اس دیہات میں عزت وجاہ کا مالک ایک دولت مند تھا شہنشاہ ٹھاکر کے نام سے معروف تھا جو غیر حاضر تھا (اس نے درویشوں کی خاطر مدارت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ حضرت نے اس کے بخل وکج خلقی کو پسند نہ فرمایا جبکہ فتح محمد خاں کے خلوص وخدمت گزاری کو آپ نے بنظر تحسین دیکھا) اور کچھ فرما کر ایک جگہ سے اُٹھ کر دوسری جگہ جا کر بیٹھ گئے، اس روز سے آج تک رزق، عزت اور سرداری فتح محمد کے گھرانے میں ہے جبکہ وہ ٹھاکر بے نام ونشان ہو چکا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

☆ بیان کرتے ہیں کہ موضع چک ٹھاکرہ جس کی حد میں مقبرہ منورہ واقع ہے اس گاؤں کا نمبردار گھوڑی پر سوار ہو کر کسی کام سے واپس آرہا تھا راستے میں ایک خوفناک ندی تھی جس کا نام سوکیتر ہے جب اس ندی کو عبور کرنے لگا تو اچانک پہاڑی سلسلے سے بہت زیادہ پانی (کاریلا) آگیا چست وچالاک سوار نے بڑی جدوجہد کی (تاکہ سیلاب سے نکل سکے) لیکن خوفناک سیلاب نے اس پر غلبہ پالیا اور وہ سوار اور گھوڑی بے بس ہو کر سیلابی ریلے میں لڑھکتے چلے گئے اچانک اس کی زبان سے ''حضرت پیر دمڑی والا'' کا اسم گرامی نکلا آپ نے اس سخت ترین حالت میں اس کی طرف توجہ فرمائی اس نے گھوڑی کو ایڑی لگائی وہ اُچھلی اور ایک ہی جست میں پانی کے گرداب سے نکل کر کنارے پہ آپہنچی وہ سوار آپ کی خدمت انور میں حاضر ہوا اور دعوئ خدمت کے ساتھ شکایت کا آغاز کیا اور کہا کہ مجھ پر یہ حالت گزری اور آپ نے مددگاری ودستگیری نہ فرمائی آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ''ابھی ہماری مدد تمہیں نہ پہنچی؟ حالانکہ تیری گھوڑی ہم اپنے کندھوں پر اٹھا کر پانی سے باہر لے آئے اور وہ ایڑی جو تم نے لگائی اس کا نشان ہمارے جسم پر ظاہر ہے آؤ اور دیکھ لو'' اس نے قریب آکر دیکھا سرنگوں ہو کر زمین کو بوسہ دیا اور تعریف کرتے ہوئے واپس گیا

☆ ایک شخص جو بادشاہ کا ملازم تھا ایک دفعہ پانچ سو روپیہ گرہ میں باندھے ہتھیار اور قیمتی لباس پہن کر رخصت لے کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے گھر کو چل

دیا اچانک اسے راستے میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا اور لباس ،ہتھیار ،گھوڑا اور رقم لوٹ لی اور ایک لمحہ میں اسے محتاج کر دیا یہ شخص لاچار و شرمسار ہو کر نہ تو بادشاہ کی طرف گیا اور نہ ہی گھر کی جانب بلکہ وہ قطب زمانہ حضور پرنور پیرا شاہ غازی کی بارگاہ میں چلا آیا اور آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر زمین کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ مجھے اپنے خُدّام میں جگہ عطا فرمایئے اور اپنے فقراء میں شامل فرما لیجئے کیونکہ اب میرے لئے کوئی دوسری جگہ نہیں ہے اور اس نے گزرے ہوئے حالات کا کوئی تذکرہ نہ کیا آپ نے اس کے بیان کیے بغیر ہی اس کی حالت معلوم کر لی اور فرمایا آرام کر اور کچھ پریشان نہ ہو جب کچھ دیر ہوئی تو ایک آدمی آیا اس نے آنحضرت کے سامنے سر زمین پر رکھا اور زمین کو بوسہ دیا اور پانچ سو روپے، ہتھیار اور ایک گھوڑا آپ کی نظر کیا اور کہا کہ مجھے ایک مشکل درپیش تھی اس وقت میں نے ان تمام چیزوں کی نذر مانی تھی الحمدللہ اب میری وہ مشکل آسان ہو گئی ہے تو یہ سب کچھ آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں آپ نے اس سائل مرد کو بلا کر فرمایا یہ ہتھیار اور لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہو اور آزما کہ یہ تیرے گھوڑے جیسا ہے یا نہیں اور یہ پانچ سو روپے بھی کمر سے باندھ لے اس نے ویسا ہی کیا گھوڑے کو اپنے گھوڑے جیسا پا کر پسند کیا آپ نے فرمایا جاؤ یہ سب چیزیں تیری ہیں وہ شخص سلام کر کے رخصت ہوا اور سب چیزیں ساتھ لے گیا ۔

بیت

زہے جواد شاہی ما ست کز جود
زروخاشاک یکساں دید و بخشود

واہ! ہمارے شہنشاہ کتنے بڑی سخی ہیں جو اپنی سخاوت کی بناپر سونے اور گوڑے کو یکساں دیکھتے ہیں اور بخش دینے والے ہیں (ان کی نظر عنایت وجودت میں زروجوہرات کی کوئی حیثیت نہیں)۔

☆ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ موضع بیلہ ءمناور میں ایک درخت کے ساتھ جسے ہندی میں سروٹ کہتے ہیں ایک ہی جگہ سات سال تک کھڑے رہے اس کے بعد نوشہرہ کی جانب روانہ ہوئے اس وقت حضرت پیر محمد سچیار نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت حاجی نوشاہ گنج بخش کے خلیفہ راشد تھے) بقید حیات تھے انہوں نے بذریعہ کشف معلوم کیا کہ ایک کامل ہستی ملاقات کے ارادے سے تشریف لا رہی ہے تو وہ بھی اپنے حجرہ مبارک سے نکلے اور استقبال کے لیے باہر تشریف لائے اور شرف زیارت حاصل کیا۔ سنا ہے کہ اس وقت ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ مست شخص بھی شاید دوسروں کی طرح کسی عُقدہ کشائی کے لیے

میرے پاس آیا ہو یہ بات حضرت پیر محمد سچیار نے دل میں کہی اور ہمارے پیر ومرشد آں حضرت نے (ان کے خیال باطنی سے مطلع ہوکر) ظاہری طور پر (بآواز بلند) ارشاد فرمایا کہ ہرگز اس خیال کو دل میں مت لاؤ میں تو صرف ہمنامی کی شرم کو بجالاتے ہوئے تمہاری ملاقات کو چلا آیا ورنہ مجھے تم سے کوئی حاجت درپیش نہیں ہے بلکہ بروز قیامت دیکھ لینا یہ سروپا برہنہ تم سے تین انگشت بلند وبالا ہوگا یہ سن کر حضرت پیر محمد سچیار نے استغفار کی (اور معذرت طلب کی) اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔

☆ ایک دفعہ حضرت جناب سید کھیوا امام جو حضرت میراں بہاء الشیر قلندر قدس اللہ سرہ العزیز کی اولاد اور حضرت میراں محمد مقیم محکم الدین کے اقرباء سے اور حضرت سید شاہ محمد امیر بالا پیر کے مریدوں میں سے تھے بزرگ زادہ اور خود بھی یگانہ روزگار بزرگ تھے جب سیر کرتے ہوئے اس طرف وارد ہوئے تو علاقے کے لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے علاقے میں کوئی کامل مرد ہے؟ لوگوں نے گواہی دی کہ ہے اور انہوں نے جناب دمڑی والا کی طرف اشارہ کیا۔ شاہ صاحب نے ایک بااعتماد خادم کو آں حضرت کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھو کہ تمہارا پیر ومرشد کون شخص ہے؟ خادم گیا لیکن آپ کی ہیبت کی بناپر نزدیک جانے کی جرات نہ ہوئی خادم پوچھ ہی نہ سکا بلکہ گرمی وحدت کی وجہ سے نزدیک ہی نہ جا سکا آپ سربزانو ہوکر مراقبہ میں تھے آپ نے سر نہ اٹھایا اور اپنی حالت پہ اسی

طرح خاموش رہے خادم واپس چلا گیا شاہ صاحب نے بعدازاں دوسرے خادم کو احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا وہ بھی انتظار کرتا رہا لیکن اسے بھی وہی صورت درپیش ہوئی تو شاہ صاحب خود قدم رنجہ فرما کر آنحضرت کے نزدیک تشریف لائے اور آواز دی لیکن آں حضرت اسی صورت میں بیٹھے رہے اچانک شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے آپ کے کندھے کو ہلایا تو آپ نے سر اٹھا کر فرمایا" جس کا کھیوا اسی کا بیرا" یوں ان کے سوال" کہ مرید کس کے ہیں؟" کا جواب معلوم ہو گیا کہ آپ حضرت بالا پیر کے مرید ہیں جیسا کہ کھیوا امام صاحب بھی حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر کے مرید تھے نیز آنحضرت نے آپ کی طرف اشارہ بھی کیا اور بابا دین محمد صاحب کا شجرہ شریف حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کے فرزند اکبر حضرت شہنشاہ شاہ محمد نور کے عہد سجادگی میں حجرہ شریف سے لایا ہوا ہے اور اس غریب نے مذکورہ سجادہ نشین صاحب سے سنا ہے۔

میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ دولو محمد سعید قدس سرہ جو کہ نوشاہ حاجی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں سوار ہو کر بڑے کرّ وفر کے ساتھ اس علاقے کی سیر کو آئے۔ مرصّع زینوں والے بہت سے سوار بھی آپکے ہمراہ تھے حضرت دولو صاحب بھی مرصّع رتھ میں سوار تھے جب اس علاقے کے مضافات میں پہنچے تو لوگوں سے پوچھا کہ کیا تمہارے علاقے میں کوئی صاحب کمال ہے کہ

جس کی ہم زیارت سے مستفیض ہوں تو انہوں نے بتایا کہ ہاں ہے اور انہوں نے جناب دمڑی والا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خوشخبری سنائی جب وہ ہمارے پیرومرشد کے حضور پہنچے اور دور سے ہی آپ روشن ضمیر کو دیکھا تسلیم و تعظیم بجالاتے ہوئے حضرت دمڑی والا سرکار کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوگئے آنحضرت اس وقت سر بزانو ہوکر مراقبے میں تھے جب سر اقدس اٹھایا اور دیکھا کہ صاحب زادہ دست بستہ کھڑا ہے آپ ان کے آداب سے خوش ہوئے اور جوش میں آکر فرمایا کہ" اے سعید کیا چاہتا ہے بیان کر" صاحبزادہ نے عرض کیا "یا حضرت شوق" اس سے زیادہ انہوں نے کوئی بات نہ کہی۔ آپ ان کے اس مختصر کلام سے پھر خوش ہوئے اور فرمایا "اے سعید شوق کا نام تمھاری زبان پر آیا اور تمھاری زبان نہ جلی؟ دیکھ کہ پیر ابحرِ شوق میں غوطہ زن ہوا اور اس کا سیلاب سر سے گزر گیا" آپ کا یہی فرمانا تھا کہ (اس کی تاثیر سے) آتشِ شوق صاحبزادہ صاحب کے اعضاء باطنی میں بھڑک اٹھی وہ سواریوں اور رتھوں سے بیزار ہوگئے (سامان تعیّش کو چھوڑ دیا) ایک ہی چادر سے جسم کو چھپا کر اکیلے ہی اپنے کاشانہ اور آباء واجداد کے آستانہ پر پہنچے اور خلوت میں بیٹھ کر یاد حق میں مشغول ہوگئے زرد رنگ اور ضعیف البدن ہوگئے گفتگو اور کلام کم کر دیا اور وہ حضرت مرشد کریم کے فرمان کے مطابق اس شعر کا مصداق بن گئے۔

بیت

ے خنجرِ خاموشی و شمشیرِ جوع
نیزۂ تنہائی و ترکِ ہجوع

خاموشی کا خنجر بھوک کی تلوار تنہائی کا نیزہ اور ترک آرام وسکون

بیت

ے زہے رہبرِ رہبرانِ خوشخرام
کہ شاہانِ عالم بہ پیشش غلام

آپ محبوب اور خوشخرام رہنماؤں کے ایسے رہنما ہیں کہ شاہانِ عالم بھی آپکے سامنے غلاموں کی طرح ہیں۔

☆ جب ایران کے بادشاہ نادرشاہ نے دہلی کو فتح کرلیا نیام سے تلوار نکال کر محمد شاہ دہلوی (شہنشاہ ہند) کے سر پر آپہنچا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا ان دنوں حضرت دمڑی والا صاحب ملوٹ کے ایک پہاڑ پہ تشریف رکھتے تھے (آپ نے بذریعہ کشف نادرشاہ کو ملاحظہ فرمایا تو) اچانک اٹھ کھڑے ہوئے اور

بڑے جوش وخروش سے فرمایا ''ہرگز اس آدمی کومت مارنا کہ یہ خلیفۂ پیغمبر ہے ''
کچھ دیر بعد پھر اپنی مسند پر بیٹھ گئے حاضرین مجلس نے اس وقت اور تاریخ کو نوٹ کرلیا تا کہ یاد رکھ سکیں اس وقت نادر شاہ اور محمد شاہ نے اس حالت میں آپکی صورت مبارکہ کو آنکھوں سے دیکھا اور آپکی رعب ودبدبے سے معمور آواز کو بھی سُنا جب محمد شاہ نے اس شورش سے امان پالی تو اس نے اس علاقے کے لوگوں سے پوچھا کہ اس حُلیے اور اس لباس وزبان کا ایک آدمی میرے لیے اس مشکل وقت میں پناہِ جان بنا تھا گویا اس نے مجھے ازسرنو زندگی بخشی (اس کا تمھیں کوئی پتہ ہے)۔ چونکہ اس علاقے کے بہت سے لوگ اس وقت وہاں (حضرت دمڑی والا علیہ الرحمہ کے پاس) موجود تھے اور ہر ایک نے اپنے پاس اس واقعے کا دن وتاریخ نوٹ کر کے محفوظ کر لیے تھے چنانچہ بڑے تجسّس، تفتیش اور تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ سرکار حضرت دمڑی والا ہی اس کے مددگار بنے تھے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ میرپور کا رہائشی ایک درزی آنحضرت کا ایسا محبّ تھا کہ ہر سال بروز عید خصوصی طور پر نیا لباس تیار کر کے آنحضرت کو پہناتا اتفاقاً ایک سال عید کے موقع پر مزدوری یا کسی ضروری کام کے لیے گھر سے دور دہلی میں چلا آیا اور آنحضرت کی قبا تیار کر کے اپنے گھر میرپور میں رکھ آیا تھا اس کی اہلیہ نے جب دیکھا کہ آنحضرت نماز عید کی ادائیگی کے بعد مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اس نے جلدی جلدی وہ قبا گھر سے لی اور قطبِ زمانہ آنحضرت کی

خدمت میں پیش کر دی اور زیب تن کرائی۔

ادھر وہ درزی نماز عید کی ادائیگی کے لیے جب دہلی کی عید گاہ میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ (نماز عید کی ادائیگی کے دوران) آنحضرت بھی اس کے کندھے سے کندھا ملائے نماز ادا فرما رہے ہیں نماز ادا کرنے کے بعد اس نے سلام کیا اس کے بعد اس نے آپ کو وہاں نہ دیکھا ہر چند آپ کی تلاش کی لیکن آپ کو (دوبارہ) نہ پا سکا جب (دہلی سے واپس) اپنے گھر میر پور آیا اپنی اہلیہ سے وہ قبا مبارک طلب کی تا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرے اور قبا آپ کی نذر کر کے بہرہ مند ہو سکے اس کی بیوی نے کہا میں نے تمہارے معمول کے مطابق بروز عید وہ قبا آنحضرت کی نذر کر دی تھی اس آدمی نے کہا کہ میں نے اس دن آپ کو دہلی میں دیکھا تھا جب کہ تجھ سے یہ سن رہا ہوں شاید تو نے کسی دوسرے کو دے دی ہو اس عورت نے لاحول پڑھتے ہوئے کہا کہ میری مجال نہیں ہے کہ تو قبا مبارک آں حضرت کے لیے سیئے اور میں کسی دوسرے کو دے دوں مدعی اور مدعا علیہ ابھی اس پر تکرار ہی کر رہے تھے کہ آنحضرت ان کے گھر میں تشریف لے آئے اور اس خاتون کی گواہی دی کہ اس کی طرف سے کوئی خیانت نہیں ہوئی ہے اس نے قبا ہمیں پہنچا دی تھی تو بھی سچ کہہ رہا ہے اور یہ عورت بھی درست کہتی ہے اس قسم کے کام ہماری طاقت سے باہر اور مشکل نہیں ہیں۔

☆ ایک دن دریائے گنگا کے کنارے پر تشریف فرما تھے اور ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا اچانک آپ اس کے ہاتھوں اور نگاہوں سے غائب ہو گئے جبکہ ابھی حجام نے اپنا کام مکمل نہ کیا تھا وہ حیران و ششدر رہ گیا کچھ دیر بعد آپ اس کے سامنے آ کر (پہلے کی طرح) بیٹھ گئے اور آپ کا جامہ مبارک اور جسم اطہر پانی سے تر تھا حجام نے حجامت مکمل کرنے کے بعد آپ کے غائب ہو جانے کا احوال پوچھا تو فرمایا کہ ایک تاجر کا بہت سا سامان جہاز میں لدا ہوا تھا اور وہ جہاز گرداب میں پھنس گیا اس تاجر نے کچھ دمڑیاں میری نیاز مانیں اور مجھے یاد کیا چنانچہ میں اسکی مدد کے لیے گیا اور اس کے جہاز کو گرداب سے باہر نکال کر ساحل پر پہنچا دیا آپ یہ صورت حال بتا کر پھر اس سے پوشیدہ ہو گئے ہر چند اس نے تلاش و جستجو کی لیکن آپ کو نہ پایا اس صادق الیقین (حجام) نے آپ کے ناخن و موئے مبارک دفن کر دیئے اور وہاں ایک خانقاہ بنا دی کہا جاتا ہے کہ لوگ قطار در قطار اس خانقاہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

☆ موسم سرما میں ایک دن ایک شخص کو فرمایا کہ جاؤ اور میٹھا خربوزہ لے آؤ اس نے عرض کیا جناب عالی اس موسم میں خربوزہ کہاں پیدا ہوتا ہے فرمایا جاؤ اور کسی جگہ دیکھو وہ آپ کے فرمان کے مطابق گیا اور دیکھا کہ ایک جگہ زمین میں زرد اور خوشبودار خربوزہ پڑا ہوا ہے اس نے اٹھایا اور لا کر آنحضرت کو پیش کر دیا لوگ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر قائل ہو گئے۔

☆ ایک روز ایک ٹیلے پر تشریف فرما تھے ایک عقیدت مند جو آپ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا اس نے سوال کیا کہ اولیا اللہ کن کو کہتے ہیں اور ان کے کیا اوصاف ہوتے ہیں؟ وہ ٹیلا جس پر آپ تشریف رکھتے تھے اور اس کے نیچے کچھ درخت یا دیگر نشانات تھے آپ نے اپنا دست مبارک اس ٹیلے کی طرف کیا اور فرمایا کہ ان اولیاء کرام کو یہ قدرت وطاقت ہوتی ہے کہ جب اس ٹیلے کو کہیں روانہ ہو تو وہ روانہ ہو جاتا ہے اس عقیدت مند نے جب ٹیلے کی طرف توجہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ ٹیلا درمیانی رفتار کے ساتھ بغیر کسی ذریعے اور سبب کے چلتا جا رہا ہے اور درخت وعلامات ونشانات دور رہ گئے ہیں (اس عقیدت مند نے آپ کو مخاطب کر کے) عرض کیا یا حضرت یہ ٹیلا چل پڑا ہے اور وہ درخت پیچھے رہ گیا آپ نے ٹیلے کی طرف دیکھا اور اس پر دست مبارک رکھ دیا اور فرمایا میں نے مثال سمجھانے کے لیے ایسا کیا تھا نہ کہ تجھے یہ کہا کہ روانہ ہو جا ٹھہر اور اسی جگہ کھڑا ہو جا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ ملوٹ گاؤں میں مرزا نامی ایک شخص جو کسی راجے کا بیٹا تھا بقضائے الٰہی وہ بے حد غریب ومفلس ہو گیا حتی کہ اس نے گداگری اختیار کر لی جب آپ نے اس کی تنگدستی کو دیکھا تو آپ کو رحم آ گیا اور اسے فرمایا کہ آؤ میں تجھے تیرے گھوڑے باندھنے کی جگہ بتاؤں وہ شخص آپ کے پیچھے چل دیا رفتہ رفتہ (ایک ایک کر کے) آپ اسے فرماتے جاتے کہ اس جگہ غلے کے ڈھیر ہوں

گے یہ جگہ مبلغات کی ہے اور اس جگہ دیوان خانہ ہوگا یہ حرم خانہ کی حدود ہیں اور اس میدان میں گھوڑے اور گائیں باندھنے کی جگہ بنا دینا (یوں آپ باری باری ضرورت کی تمام جگہوں کے متعلق ارشاد فرماتے رہے) مرزا استنتار ہا اور اس کا دل بے قرار ہوتا رہا اس نے دل میں کہا کہ مجھ جیسا گدا اور نادار کس طرح اتنے کام سرانجام دے سکتا ہے کیوں کہ میں تو محتاج وفقیر ہوں۔ جب چند روز ہوئے بادشاہ وقت نے مرزا کو نوکری دے کر معزز عہدہ پر فائز کر دیا اور اس کے ہاتھ میں بہت سا مال دے دیا گویا کہ مرزا مختار ہو گیا اس نے بے شمار سونا اپنے گھر بھیج دیا اور تعمیر شروع ہوگئی اور جس جس جگہ کے متعلق آپ نے جو فرمایا تھا وہ ویسے ہی تیار ہوا۔

عرصے بعد جب مرزا جاہ وجلال کے ساتھ اپنے گھر آیا اسکے پیر ومرشد حضرت دیوان صاحب حاجی عبداللہ بشند ورو الا کی اولاد میں سے تھے (وہ دیوان حاجی عبداللہ) جن کا لقب صاحب ہے اور ان کی اولاد کو بھی صاحب کہا جاتا ہے چنانچہ اس کے مرشد گھرانے سے ایک بلند و ارجمند پیر صاحب اپنے بہت سے سوار اور پیادہ ہمراہیوں کے ساتھ مرزا کے گھر آئے مرزا ان کی خدمت میں مشغول تھا اچانک آنحضرت دمڑی والا صاحب قدس سرہ سیر سے تشریف لائے اور اپنی نشست گاہ پر بیٹھ گئے اور ایک آدمی کو بھیجا کہ مرزا کو بلا لائے جب وہ آدمی مرزا کے پاس گیا اور اسے حضرت کا فرمان عالی بیان کیا مرزا نے بڑے ادب

سے دست بستہ جواب دیا کہ آنحضرت کے پاس جا کر میری طرف سے عرض کرو کہ کھانا تیار ہے صاحبان کو کھلا کر آتا ہوں جب وہ آدمی واپس آیا آپ نے دور سے ہی اسے پوچھا کہ کیا کہتا ہے اس جوان نے مرزا کی زبان سے جو سنا تھا عرض کر دیا آپ یہ سن کر جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ "کھانا پیرا کا، کھائیں مرزا اور صاحبان، یہ کیسے کھا سکتے ہیں واپس لیا جائے گا" آپ کے فقط یہی کہنے سے ہی اس کی عزت ونعمت اور مال وجاہ زائل ہو گیا اور وہ دوبارہ حسب سابق گدائی کو پہنچ گیا۔

☆ یہ موضع سموال جہاں اب صاحبزادگان سکونت پذیر ہیں یہاں ایک شہر آباد تھا جس کے نشانات، پختہ مساجد اور کچھ کنویں (اب تک موجود) ہیں اس شہر میں چھب قوم کا ایک راجہ حکمران تھا جس کا نام سرخرو خان بن کمال خان تھا جو جاہ وجلال اور حشمت و مال میں اس وقت بے مثال تھا۔ عادل، خوش اخلاق اور سخی تھا اور اپنے پیر کے ساتھ عقیدت ومحبت اور بہت زیادہ صدق ویقین رکھتا تھا اس راجہ نے حج کا ارادہ کیا اور اپنے پیر حافظ برخوردار صاحب باغانوالہ کے پاس گیا اور ان سے حج پہ جانے کی اجازت چاہی انہوں نے جواب میں فرمایا کہ تیرا قائم مقام اور نائب کوئی نہیں ہے تم کس طرح جا سکتے ہو (کیونکہ تمہاری عدم موجودگی میں رعایا کا خیال کون کرے گا) میں تمہیں اسی جگہ حج بیت اللہ کروا دوں؟ اس نے عرض کیا کہ میں مع سیر وسفرِ جہاز حج کرنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا آؤ اور جس پتھر پر بیٹھ کر میں نے وضو کیا ہے اسے اٹھا کر اس کے نیچے

دیکھ جب اس نے ایسا کیا تو دیکھا کہ وہ حاجیوں کے دوش بدوش حج ادا کر رہا ہے اور اس کے بعد جہاز پر بیٹھ کر سمندر کی سیر کرتا پھرتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ جو تیری آرزو تھی پوری ہوگئی اور حاجیوں کی گفتگو بھی سن لی؟ اس نے کہا، ہاں، فرمایا کہ ''اب اس پتھر کو اسی جگہ زمین پر رکھ دو'' جب اس نے نیچے رکھا تو خود کو اسی علاقے میں دیکھا سلام اور شکر بجالایا اور اس کرامت کی بنا پر جس کا انکار کرنا مشکل و ناممکن تھا اس کا یقین مزید پختہ ہو گیا۔

اس راجہ کا کوئی فرزند نہ تھا اس مراد کے حصول کے لیے اس نے ہر کامل کی خدمت میں درخواست پیش کی (لیکن امید بر نہ آئی) بالآخر ہمارے پیر دمڑی والا صاحب کی خدمت میں بھی کمال لاچاری و عاجزی سے سوال کیا آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا خادم بن جا تیری مراد پوری ہو جائے گی آ میں تمہیں اولاد دکھاؤں یہ کہا اور اسے پانی کے کنارے پر لا کر فرمایا کہ یہ بہت سے بچے ہیں دیکھ ان میں سے جو تو پسند کرے ہم تمہیں دے دیں گے جب اس نے (پانی میں) نگاہ کی تو دیکھا کہ بہت سے بچے کھیل کود میں مشغول ہیں جن میں سے ایک یا دو نہایت خوب صورت ہیں اس نے انہیں پسند کیا آپ نے فرمایا کہ اگر میرا خادم بن جائے تو وہی بچہ تمہیں ملے گا جو تو پسند کرے گا اس راجہ نے قدرے توقف کیا یہ سوچ کر کہ یہ بچے میری قسمت میں ہیں تبھی تو مجھے نظر آئے ہیں اگر میں ان کا خادم نہ بنوں شاید یہ پھر بھی مجھے مل جائیں گے چنانچہ اس نے

آپ کے فرمان مبارک کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اگر میرے مقدر میں اولاد لکھی ہوئی ہے تو مل جائے گی ورنہ مجھے آپ سے بھی حاصل نہ ہو گی (اس صورت میں) اپنے پیر سے روگردانی کر کے مجھے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ جب آپ نے اس کا یہ جواب سماعت فرمایا تو جلال میں آ گئے اور جوش سے فرمایا کہ ''اگر تیری قسمت میں لکھا ہے تو میں اسے محو کر سکتا ہوں اور اگر نہیں لکھا تو میں لکھ سکتا ہوں کہ قلم میرے ہاتھ میں ہے میں جو چاہوں اسی وقت لکھ سکتا ہوں اور جو کچھ اس وقت قسمتوں میں لکھا ہوا تھا اب بھی ویسا ہی ہے'' اس کلام میں جو رموز ہیں اس کی بُو سے اہل معنی اور اہل حقیقت کے دماغ معطر ہیں جب کہ اہل ظاہر کو اس سے انکار ہے چنانچہ مولانا جلال الدین رومی معنوی نے مثنوی میں فرمایا۔

بیت

چوں قلم در دست غدارے بود

لاجرم منصور بر دارے بود

جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو تو یقیناً منصور تختہ دار پر ہی ہوتا ہے۔

شاید کہ اس وقت آنحضرت پر بھی وہی حالت (جذب و مستی) طاری تھی جس میں

پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی باتیں زبان پر لائی تھیں جن کی حقیقت سے عام لوگ محروم تھے جبکہ ایسے پاکبازانِ قوم کی باتیں صرف خاصانِ بارگاہِ الٰہی ہی سمجھ سکتے ہیں۔

مثنوی محمدی

از لبِ منصور انا الحق حق بداں
من خدائم گفت عطار آں زماں

شیخ منصور حلاج کی زبان سے نکلے ہوئے انا الحق کو حق خیال کر اس زمانے کے عطار (منصور) نے کہا کہ ''میں خدا ہوں''

بشنوید از بویزید ایں خوش سخن
کہ منم سبحان و اعظم شانِ من

بایزید بسطامی سے یہ اچھی بات سنو کہ میں سبحان ہوں اور میری شان بہت بلند ہے۔

قم باِذنی گفت شاہ شمس دین
شیخ سرمد نیز رفتہ ہم بریں

شاہ شمس الدین نے **قُمْ بِاِذْنِی** (میرے حکم سے کھڑا ہو جا) کہا اور شیخ سرمد

بھی اسی (راستے) پر چلے۔

پیر ما را بود حالے ہمچوں شاں
ایں چنیں گفتن ازیشاں حق بداں

ہمارے پیر کی حالت بھی انہیں کی طرح تھی ان کی طرف سے بھی ایسے ہی کہنے کو حق خیال کر۔

اس کے بعد فرمایا ''بالن والے جاسیں جل بل بالن ہوسیں،، آپ نے باغانوالہ کو بالن والا فرمایا جہاں سرخرو خان کے پیر حافظ برخوردار صاحب رہتے تھے اور یہ گاؤں ضلع گجرات میں ہے نیز آپ نے دو کنکر ہاتھ میں لے کر ایک کو دائیں طرف پھینک دیا اور دوسرے کو بائیں طرف اور فرمایا کہ ایک مدت تک کے لیے سموال کی بیخ اکھاڑ دی گئی ہے یہی کہنا تھا کہ سموال میں آگ لگ گئی اور اس راجہ کے جسم میں ایسی حدّت اور سوزش پیدا ہوگئی کہ آرام وسکون سے محروم ہوگیا چنانچہ منزلوں پہ منزلیں مارتا اپنے پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر حال بیان کیا چونکہ حافظ صاحب اس پر بڑے مشفق ومہربان تھے اس کا حال سن کر مراقبے میں گئے اور باطنی طور پر حضرت شاہ دولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ ''جن کی زیارت گاہ گجرات شہر میں ہے'' کی ہمراہی میں حضور سرور کائنات علیہ وعلی آلہ افضل التحیات کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ سرخرو خان ''جو کہ دین دار راجہ ہے'' کو فرزند عنایت فرمائیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ اولاد کے

خزانے پر بڑا مضبوط تالا پڑا ہوا ہے اور اس وقت اس کی چابی سروپا برہنہ پیرا شاہ کے ہاتھ میں ہے اگر وہ دیتے ہیں تو ٹھیک ورنہ میں ان سے نہیں لوں گا کیونکہ وہ تم سے زیادہ مقبول ومختار ہیں اگر وہ دروازہ کھولیں تو کھل جائے گا۔ کہتے ہیں کہ ہر چند انہوں نے کوشش فرمائی لیکن اس خزانہ سے کچھ بھی نہ ملا۔ چنانچہ واپس آکر سرخرو خاں کو کہا کہ حضرت پیرا صاحب کی خدمت میں جا۔ تا کہ قہر وغضب سے امان پا سکے تو وہ اس سوزش بدن کے ساتھ ''جو شمع کی مانند قطرہ قطرہ کر کے پگھلا رہی تھی'' آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور بڑی عاجزی وزاری سے عرض کیا کہ اولاد کے معاملے میں میری بس ہوگئی میرے لیے اب اتنا ہی کافی ہے کہ سوزش بدن سے امان پالوں اور تندرستی واقبال مندی کے ساتھ شہر سموال میں اسی طرح کچھ عرصہ جاہ وجلال کے ساتھ رہ سکوں۔ اس کی توبہ وآہ زاری کی وجہ سے آپ کی ناراضگی قدرے کم ہوئی تو فرمایا ''تجھ سے اور تیرے شہر سے میں نے سوزش دور کر دی (تجھے اور تیرے شہر کو امان دی نیز فرمایا) سموال سرخرو نال'' اس کے بعد اس شہر کی اینٹ سے اینٹ جدا ہو جائے گی اور تیری قبر بھی سموال میں نہ ہوگی (چنانچہ) جب وہ فوت ہوا تو اس کی قبر اور اس کی اہلیہ کی قبر موضع اورنگ آباد میں مسجد کے قریب جنوب مشرقی سمت یا جنوب کی طرف بنی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سموال میں ہر سال آگ لگ جاتی جس سے حالات خراب ہو جاتے اور کافی نقصان ہوتا۔ جب کافی عرصہ

اسی طرح گزر گیا تو سموالیان قوم سے ایک بیدار بخت، نیکو کار، دل وجان سے فقراء سے محبت کرنے والا راجہ بندو خاں مسندِ حکومت پر بیٹھا وہ آپ کے دربار گوہر بار کی بہت زیادہ خدمت کرتا اور وہ آپ کے خاندان کے فدویان ومعتقدین میں سے تھا ہر موسم میں درگاہِ عالیہ پر حاضر ہوتا، عرس مناتا اور تانبے کا وہ نقارہ مبارک جو درگاہِ معلیٰ پر ہر ہفتے جمعرات کو بجایا جاتا ہے اسی کا رکھا ہوا ہے علاوہ ازیں وہ آپ کے خلفاء کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتا، خدمت سرانجام دیتا اور ان سے دعا کا خواہش مند ہوتا اور کہتا کہ موضع سموال میرے آباؤ اجداد کا مسکن ہے میں چاہتا ہوں کہ آباد ہو جائے اس کی یہ آرزو قبول ہوئی اس کا سبب یوں ظہور پذیر ہوا کہ باعمل عالم، صاحب کمال فاضل، ہر ناکام کو کامیاب بنا دینے والے، خیر الانام کے مقتدی ومطیع، اہل تقویٰ کے مقتداء وپیشوا فطرت سلیمہ کے حامل، جوان اور مرد کامل حضرت حافظ محمد مقیم قدس سرہ اپنے وطن مالوف سے پھرتے پھراتے موضع غازی گوہڑہ میں تشریف لائے اہل وعیال بھی ہمراہ تھے راجہ بندو خاں نے آپ کی خدمت میں التماس کیا کہ موضع سموال کو اپنے با برکت قدموں سے رونق بخشیں آپ نے اس کی درخواست کو قبول فرمایا اور اس سمت تشریف فرما ہونے کے لیے چل پڑے جب قریب پہنچے تو علاقے کے لوگوں سے سنا کہ موضع سموال پر اہل کمال کی غیرت ہے (اور حضرت غازی قلندر کے غضب کا اثر ہے) شاید کہ یہ آپ کے قدموں کی برکت سے آباد ہو جائے

جب آپ نے یہ خبر سنی تو بغیر اجازت وہاں جانے میں مصلحت نہ دیکھی (چنانچہ) ہمراہیوں سے الگ تھلگ ہوکر حضرت دمڑی والا کی بارگاہ اقدس پہ پہنچے اور مزار پرانوار کے قریب خلوت گزیں ہو گئے (اور مراقبے کی حالت میں آپ سے سموال میں رہائش پذیر ہونیکی اجازت طلب کی) کچھ دیر بعد اجازت ملی کہ جاؤ اور سموال میں آباد ہو جاؤ لیکن شرط یہ ہے کہ دوسروں کو وہاں سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوگی حافظ صاحب نے دوبارہ عرض کیا کہ اے غریب نواز! میں پانی ایندھن اور گھاس پھوس وغیرہ لانے سے معذور ہوں اگر مجھے جگہ عطا فرمائی ہے تو دوسروں کو بھی عطا فرما دیں تا کہ وہ میرے کام کر سکیں اس عرضداشت سے بحر کرم موج میں آ گئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں اجازت بخشی اور دوسروں کو بھی جس کو چاہو آباد کرو مگر سرخرو خاں کی قوم کو اگر آباد کرو گے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا اور (آپ نے خواب میں) اس وقت کے سجادہ نشین اور خلیفہ کو حکم دیا کہ یہ صاحبزادہ حافظ صاحب مہمان ہیں ہر ہفتہ مستورات کے لیے چھاچھ اور مکھن وغیرہ بھیج دیا کریں اس زمانے میں سجادہ نشین صاحب کا یہ معمول تھا (کہ ہر ہفتہ دودھ مکھن وغیرہ پہنچادیا کرتے تھے) بعدازاں صاحبزادگان کے گھر میں یہ تمام سامان وافر مقدار میں دستیاب ہو گیا جس سے ان کی حاجت پوری ہو جاتی (چنانچہ یہ دستور ختم ہو گیا)

واللہ اعلم بالصواب

☆ ایک روز ایک چرواہا بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ صحرا میں جا رہا تھا اچانک حضرت دمڑی والا صاحب نے اس کی طرف نظر کی اور اسے فرمایا کہ دودھ دوہ کر لاؤ وہ نوجوان ناواقف تھا اور دودھ والی بکریاں دوہ کر ان کا دودھ گھر میں رکھ آیا تھا یہ جانتے ہوئے کہ ابھی (دودھ دوہے ہوئے) جتنا وقت گزرا ہے اس میں تو دودھ بکریوں کے پستانوں میں نہیں آتا چنانچہ اس نے آپ کے فرمان کے خلاف کیا اور آپ کے ارشاد عالی کی بجا آوری میں ہچکچاہٹ اور توقف کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے آپ کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا اور قدرت الٰہی سے وہ اسی وقت پورے ریوڑ سمیت گم ہو گیا اس کے جملہ رشتہ داروں نے اسے بہت تلاش کیا کئی کئی میل تک پہاڑوں اور صحراؤں میں ہر جگہ ڈھونڈا لیکن چرواہے اور ریوڑ کا کوئی نام و نشان نہ پایا بڑی تلاش و جستجو کے باوجود اس کے مُو اور بُو (نشانی وخوشبو) دست و دماغ تک نہ پہنچے ناچار ہو کر مشائخ کی خدمت میں گئے اور دعائے خیر چاہی لیکن ان کا کام سرانجام نہ پا سکا جب چھ ماہ گزر گئے بالآخر دل گرفتہ ہو کر روتے ہوئے ایک شیخ کی خدمت میں گئے اور حال بیان کیا مجھے معلوم نہیں کہ وہ شیخ، شیخ مونگا ولی تھے یا کوئی دوسرے شیخ قدس سرہ تھے جب شیخ کو ان کے حال پر ملال و وبال پر رحم آیا تو مراقبہ میں جا کر نگاہ دوڑائی لیکن وہ ریوڑ ان کی نظر میں نہ آیا تو ان کو ہمراہ لے کر حضرت پیر دمڑی والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور شیخ مذکور نے آداب بجالاتے ہوئے سائلوں کی طرح دور

سے ہی دست بستہ کھڑے ہوکر آپ کی جناب میں درخواست پیش کی آپ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے اس نوجوان سے دودھ طلب کیا لیکن اس نے انکار کر دیا یہ اسی کی سزا ہے اب اگر (یہ اس کے رشتہ دار لوگ) توبہ کریں اور آپ اس کی سفارش کر دیں تو اس کو مع ریوڑ ان کے گھر پہنچا دوں گا'' (چنانچہ) ان سب نے عجز وانکسار کے ساتھ توبہ واستغفار کی پھر ہمارے سرکار حضرت دمڑی والا صاحب نے انہیں بشارت دی کہ آج رات وہ انشاءاللہ پہنچ جائے گا (آپ کے فرمان عالی کے مطابق) جب مغرب کا وقت ہوا تو وہ (چرواہا) اپنے ریوڑ سمیت گھر کے قریب پہنچ گیا اس کے اہل خانہ نے دیکھا تو دوڑتے ہوئے آئے اس کے سر و چہرے کو چومنے اور اس کے احوال پوچھنے لگے کہ یہ چند مہینے کیسے اور کہاں گزارے ہیں، ہم نے تجھے اس ملک میں بہت تلاش کیا لیکن تیرا، تیرے ریوڑ اور کتے کا کوئی نشان نہ پایا ان کی یہ باتیں سن کر وہ پریشان ہو گیا لاحول پڑھتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ یہ کیا کہہ رہے ہیں میں بوقت فجر آپ سے جدا ہوا ہوں اور حسب معمول چار پہروں کے بعد آپ کے پاس پہنچ آیا ہوں مہینے وسال کب ہوئے ہیں؟ اور ریوڑ اور کتا بھی اسی چراگاہ میں میرے ہمراہ رہے جہاں ہر روز میں انہیں چراتا ہوں آپ لوگوں کو یہ کیا مرض لاحق ہو گیا ہے کہ تمھاری زبانوں سے عجیب گفتگو نکل رہی ہے کہاں ماہ وسال اور کہاں میرا ایک دن؟ بلکہ میرے قیاس میں تو آج کا دن دیگر دنوں سے چھوٹا ہے

یا میں وقت مقررہ سے جلد گھر پہنچ آیا ہوں غرض یہ کہ دونوں طرف کے افراد ایک دوسرے کی اس گفت وشنید سے حیران رہ گئے پھر انہوں نے کہا کہ تیرے ناخن اور حجامت کے بال بھی بہت دراز ہو گئے ہیں جو ہماری اس بات کے گواہ ہیں جب اس نے اپنے ناخنوں اور حجامت کو دیکھا تو ان کی بات کو درست خیال کرتے ہوئے کہا کہ اب مجھے یاد آیا ہے کہ فلاں جگہ پہ ایک فقیر نے مجھ سے بکری کا دودھ طلب کیا جو میں نے نہ دیا اس خبر کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں البتہ میں تمام دن اسی چراگاہ میں رہا ہوں اور اب آپ سب کے پاس موجود ہوں پھر (حقیقت حال سمجھ جانے کے بعد) وہ نوجوان اپنے قبیلے کے ایک بزرگ کو وسیلہ بنا کر اپنے ہمراہ لیے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زمین بوس ہوا اور ہر سال اپنے ریوڑ میں سے ایک بکرا آنحضرت کی نذر کرنا معین کیا۔

یہ کرامت بھی ایسی ہے (جیسے حضرت غوث صمدانی والی کرامت) کہ حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی ﷜ نے ایک بادشاہ کو مع فوج وملک وشہر اور اس کے جملہ مال واسباب کو پیالے کے نیچے پوشیدہ کر دیا اور پھر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر جب پیالہ اٹھایا تو سب چیزیں اسی طرح صحیح وسلامت اس کے نیچے سے برآمد ہوئیں۔

قطعہ

ایں چنیں کارے زمرداں سہل دان
درقیاس تو اگرچہ مشکل ست

اس طرح کے کام کا اہل حق سے وقوع پذیر ہونا آسان خیال کر اگر چہ تیرے قیاس اور وہم وگمان میں ایسا ہونا مشکل ہے

در شبِ معراج حضرت دل دہد
آنکہ اہل دیدہ واہل دل ست

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کہ اہل دل اور صاحب نظر ہستی ہیں نے شب معراج کو کرشمہء کمال دکھایا اور رہنمائی فرمائی۔

ہچو مرد طفل زای یابد سزاے
ہر کہ زیں رو پوشہا خود غافل ست

آدمی کا بچہ بھی اُس جیسی ہی لیاقت پاتا ہے جو اس سے چہرہ چھپائے (یا اس حقیقت کا انکار کرے) وہ خود غافل ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک دن اُسی (مذکور) درزی "جس کی اولاد اب تک میر پور میں سکونت پذیر ہے" کے مکان کی چھت پر تشریف فرما تھے کافی لوگ

آپ کی زیارت کے لیے آتے رہے جب انبوہ کثیر ہوا تو چھت سے کچھ مٹی نیچے گر پڑی اس درزی کی بیوی نے آہستہ سے کہا شاید آج مکان گر پڑے گا آپ اس کی آہستہ بات پہ بھی مطلع ہو گئے اور بلند آواز سے فرمایا کہ اس خطرے کو دل میں نہ لا کیونکہ یہ گھر نہیں گرے گا اور تادیر باقی رہے گا آنحضرت کے فرمان عالی کے مطابق وہ مکان اب تک قائم اور موجود ہے حالانکہ اسے کم وبیش ایک سو چالیس سال ہو چکے ہیں سنا ہے کہ اب اس دور میں اسے چونے کے ساتھ پختہ کر دیا گیا ہے اور آنحضرت کے موئے مبارک کی زیارت گاہ بھی درزیوں کے اس گھر میں موجود ہے اور شاید یہ درزی بھی اسی بزرگوار درزی کی اولاد میں سے ہیں جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

یہ زیارت مبارک تین قسم کی ہے؟

(1) تاج مبارک

(2) اُون کا دھاگا مبارک جو فقیر لوگ گلے میں آویزاں کیئے رہتے ہیں

(3) موئے مبارک

علاوہ ازیں آنحضرت کا لکھا ہوا ذات پاک (اللہ تعالیٰ) کا اسم گرامی بھی ہے

باقی تبرکات سجادہ نشین حضرات کے گھر میں تھے اور اب ان کے احوال معلوم نہیں ہیں ایک تاج مبارک دوم اُون کا دھاگا مبارک پائے جاتے ہیں ہتھیاروں میں سے نیزہ مبارک جسے ہندی میں سانگ کہتے ہیں۔

بابا صاحب جو اس غریب کے جد کلاں ہیں ''یعنی حضرت بابا دین محمد صاحب'' کا ایک عصا اور ایک جامہ مبارک، نیز عصا اور خرقے کا بھی اب کوئی پتہ نہیں ہے۔

﴿واللہ اعلم بالصواب﴾

☆ ایک دفعہ ابر آلود موسم اور رات کی سخت تاریکی میں دریا کے کنارے سیر کر رہے تھے کہ کنارے پر گٹیالی پتن کے ایک ملاح کو آواز دی کہ ''کشتی لاؤ'' اس سعادت مند ملاح نے جب آپ کی آواز کو پہچانا تو جلدی سے اکیلا ہی کشتی لے کر (آپ کی طرف) چل دیا اور تاریک رات وخوفناک بادلوں کا کوئی ڈر اس بزرگوار کے دل میں نہ آیا جذبۂ شوق سے سرمست ہو کر کمر ہمت باندھے دریا کی پشت پر سوار ہو کر اس جگہ پہنچا جہاں سے آواز مبارک سنی تھی کشتی سے نیچے اتر کر ادھر ادھر گھوم کر تلاش کیا لیکن اس صاحبِ آواز کو نہ پایا اتنے میں دوسرے کنارے سے آواز مبارک آئی دوبارہ کشتی کھیتا ہوا تنہا ہی دریا عبور کر کے واپس آواز کی جگہ پر آیا لیکن وہاں بھی آپ کو نہ دیکھا حتی کہ پہلے کنارے پر اسی جگہ سے ہی پھر آواز آئی چنانچہ اُسی طرح ہی اس سمت چل دیا (اور دوبارہ دریا عبور کر کے وہاں جا پہنچا) اور تیسری دفعہ آں حضرت کو دیکھ کر تعظیم وتسلیم بجالایا اور کشتی حاضر کی آپ اس کی ہمت ومحبت پہ راضی ہوئے اور ارشاد فرمایا ''اس گٹیالی پتن پر کبھی کشتی غرق نہ ہو گی لیکن تو اور تیری اولاد اس دعا مبارک کو یاد رکھے اور اس نعمت کے شکرانے کے طور پر خدمت بجالائے'' اس ملاح نے آپ کے اس فرمان عالی کو غنیمت شمار کرتے ہوئے یہ رسم اور معمول بنا لیا کہ ہر سال کشتی کی

زمام یعنی بڑا رسا تیار کر کے بڑے اشتیاق سے آنحضرت کے پاس لاتے اور کنویں کے لیے پیش کرتے اور دوسری رسم یہ اختیار کی کہ جب نئی کشتی تیار کرتے ہیں اس مقام مبارک پر خلیفہ دَربارِ اقدس کو مدعو کر کے آں حضرت کے نام پر کچھ نذر و نیاز پیش کرتے اور پہلے اس کشتی پر خلیفہ کو سوار کر کے چلاتے ہیں۔ ان دونوں رسموں کو اس بندہ نے بھی دیکھا ہے کہ اس ملاح کی اولاد بڑے اہتمام سے انہیں برپا کرتی ہے اور اس دربار اقدس کے ساتھ محبت کرنے والے کا علم بلند کیے ہوئے ہے تا دم حال مذکورہ پتن کی کشتی کے لیے کوئی وبال و مصیبت رونما نہیں ہوئی۔

﴿واللہ اعلم بالصواب﴾

تذکرہ
نشست گاہ آنحضرت قدس سرہ

آپ کی نشست گاہ ملوٹ میں پہاڑ کے دامن میں ہے اس کا نام پیر تلاٹ ہے کہتے ہیں کہ آپ اس بلند جگہ پر کافی مدت تک رہے اور طالبان حقیقت کو رشد و ہدایت سے ہمکنار کرتے رہے آنحضرت کی نگاہ فیض اس پاکیزہ جگہ پر بہت زیادہ ہے آپ کا فرمان ہے کہ جو اس سنگ ملوٹ پر جا کر فریاد پیش

کرے تو وہ فریاد میں خود سنتا ہوں (اور اس کی حاجت روائی کرتا ہوں) اسی وجہ سے اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی کہ بہت سے بزرگوں کی خانقاہیں اس زمین میں موجود ہیں (یوں یہ خطہ اہل اللہ کا مرکز) اور زیارت گاہ خاص و عام ہے

(واللہ اعلم بالصواب)

☆ نیز آستانہ کھڑی شریف سے شمال کی طرف ایک کوس (چار ہزار گز) کے فاصلے پر چک ٹھاکرہ میں واقع پہاڑ کی چوٹی پر ایک کھلا میدان (فراخ جگہ) ہے جسے مہندرا کہتے ہیں اس پہاڑ پر ایک دراز پتھر پڑا ہوا تھا جس کا سر محراب کی مانند نظر آتا تھا آپ کی نگاہ مبارک اس دراز پڑے ہوئے پتھر پر پڑی تو اسے فرمایا کہ ''کھڑا ہو تا کہ میں تجھ سے ٹیک لگاؤں'' کہتے ہیں کہ وہ سنگ مبارک فی الفور کھڑا ہو گیا جب کہ اس کا آدھا حصہ سخت زمین سے پیوست تھا اور آدھا حصہ جس کے سرے پر محراب بنا ہوا تھا کھڑا ہو گیا آنحضرت اس سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے کافی مدت تک اس زمین نے آپ کی قدم بوسی کی دولت پائی اور اس وقت تک وہ پتھر اسی صورت میں ایستادہ ہے اور وہ جگہ کہ جہاں آپ نے پشت مبارک لگائی تھی وہاں (ٹیک لگانے کے) نشانات بھی ظاہر ہیں اور آپ کے قدموں (والی جگہ) کے اردگرد دیوار مبارک ہے اکثر اوقات کثیر تعداد میں مخلوق اس جگہ کی زیارت کے لیے نذر و نیاز کے ساتھ حاضر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میدان میں بڑی رونق رہتی ہے وہاں درخت بھی ہیں جنہیں ہندی

زبان میں ''پلاہی '' کہتے ہیں۔

☆ علاوہ ازیں آنحضرت کی ایک نشست گاہ مزار پُرانوار کی مشرقی سمت مکان شریف کے نواح میں شیشم کے درخت کے نیچے تھی آپ وہاں تشریف رکھتے تھے، شیشم کے اس درخت کے گرد اونچی جگہ (چبوترہ وغیرہ) تعمیر کر دیا گیا وہ شیشم ہمارے زمانے میں خشک ہو گیا تو سجادہ نشین صاحب نے اسے مسجد کے کام پر لگوا لیا اور اس بلند جگہ کو آپکے قدموں کے نشان کے طور پر رہنے دیا۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ رہتاس کے خطے میں ملد یہہ محال نام کا ایک گاؤں ہے اس کے قریب بھی آنحضرت کی نشستگاہ ہے وہاں چراغ روشن ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن اس دیہات کی رہائشی ایک عورت آنحضرت کے پاس دودھ لائی (وہ گھر کی دیواروں کو لیپ کر رہی تھی اس لیے جلدی میں تھی) اس نے آتے ہی کہا کہ اسے نوش فرمالیں جب آپ نے کچھ پیا تو وہ دودھ گرم تھا جس کے باعث آپ نے یہ فرمان خاص ارشاد فرمایا ''ملدے کہندیں نہ ٹھہری لے بیٹھیاں رہن کواریاں مرن مسوبھی'' (دیواروں کے لیپ گر جایا کریں گے بچیاں کنواریاں رہیں گی نوجوان فوت ہو جایا کریں گے) چنانچہ (آپکے اس فرمان کے بعد) دیہات کی دیواروں کو جس قدر بھی گارے سے لیپ کرتے وہ گر جاتا اور دیواریں جلد برہنہ ہو جاتیں۔ نیز وہاں جوان مرگ بھی بہت ہوتیں۔

☆☆☆

ایک دن کشمیر کی سیر سے واپس آرہے تھے جب میر پور کے قریب ایک میل یا کم وبیش کی مسافت پر پہنچے۔ صحرا میں ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا (اس دوران) موضع جبوٹ کا رہائشی ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں پہنچ کر زمین وقدم بوس ہوا اور چاہا کہ کوئی خدمت ارشاد فرمائیں بجالاؤں آپ نے ازراہِ کرم اس کی درخواست پر ارشاد فرمایا کہ ''جاؤ باجرے کی روٹی اور ساگ لے آؤ'' وہ آدمی انتہائی غریب تھا اس خدمت کے حصول پر فخر وناز کرتے ہوئے خوش خوش اپنے گھر پہنچا اور جو کھانا آپ نے فرمایا تھا تیار کر کے آپ کی جانب چل دیا کہتے ہیں کہ اس کے گاؤں میں اس کا ایک شریک اور ہم قوم تھا جو نہایت مال دار اور بادشاہ وقت کا ملازم تھا صاحبِ جاہ وجلال، دولت واقبال اور غلاموں لونڈیوں والا تھا اسے خبر ہوئی کہ فلاں جگہ پہ ایک کامل ولی بیٹھا ہوا ہے اور یہ میرا شریک ان کے لیے کھانا لے جا رہا ہے شاید کہ اس درویش کی زبان سے مہربانی ظاہر ہو جائے اور کھانا کھانے کے بعد اسے دعا دیں جس کی وجہ سے (وہ خوشحال ہو کر) میرا ہمسر اور مدّ مقابل بن جائے یہ سوچ کر وہ دوسرا شخص بھی لذیذ کھانا مثل پلاؤ، کلیہ وغیرہ تیار کر کے اس آدمی کے پیچھے پیچھے آپ کی خدمت پُر عظمت میں حاضر ہو گیا دستر خوان سامنے رکھا گیا آنحضرت نے باجرے کی روٹی اور ساگ تناول فرمایا جب کہ اس پلاؤ گوشت وغیرہ کی طرف نہ دیکھا اور نہ ہاتھ لگایا یہ پُر تکلّف کھانا لانے والے آدمی نے حیران ہو کر عرض کیا کہ سرکار کے

تناول فرمانے کے لائق میرا کھانا ہے جو آپ کے سامنے موجود ہے اسے بھی تناول فرمائیں آنحضرت نے اس کی جانب دیکھ کرایک ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا اور ساگ اور دوسرے دست اقدس میں اس پلاؤ وغیرہ کو پکڑا اور دونوں کو دبایا تو اس باجرے ساگ سے دودھ جب کہ پلاؤ وغیرہ سے خون جاری ہو گیا آپ نے فرمایا کہ یہ مخلوق کا خون ہے ہم نہیں کھائیں گے جب کہ وہ دودھ حلال اور اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا رزق ہے ہمیں اس نان اور ساگ کا کھانا رنگا رنگ کھانوں سے بہتر ہے جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے

فرد خوردہ ازدست رنج خویش ترہ
بہ ز حلوا ؤ نان و مرغ و برہ

آدمی کا اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا ہوا ساگ یا ترکاری (اُس) حلوہ و نان اور مرغ و بکرے کے گوشت سے بہتر ہے (جو دوسروں کا حق غصب کر کے حاصل ہوا ہو)

اس دولت مند پر عتاب نازل ہوا جب کہ اس مسکین نے آداب وخدمت کی وجہ سے بے حساب انعام وثواب پایا اسی سبب سے اب تک اس مسکین کی اولاد مال ودولت اور اقبال وعزت کے اعتبار سے ترقی وعروج پر ہے جب کہ وہ دوسرا (متکبر دولتمند) گمنام ہو چکا ہے (اور اس کا نام ونشان باقی نہیں رہا) اور وہ گاؤں بھی اس مسکین کی اولاد کے تصرف میں ہے اور تادمِ حال حسبِ استطاعت سچے خادم ہیں۔ **﴿واللہ اعلم بالصواب﴾**

تذکرہ
مریدین (وخلفاء)

اس حصے میں جو حضرات آنحضرت کی خدمت میں رہے ان کو مرید کرنے کا ذکر ہوگا اس دوران جو بھی خرق عادات وکرامات آئیں گی ان کو بھی انشاءاللہ تحریر کیا جائے گا ان میں سے نو افراد ہیں کہ بندہ نے جن کا لقب یا نام سنا ہوا ہے جبکہ دوسروں کے متعلق مجھے کچھ شنید نہیں

مرید اوّل
بابا دین محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا دین محمد (رحمۃ اللہ علیہ) ابھی شیر خوار تھے کہ آنحضرت دمڑی والا رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی ان کے والدین سے (بغرض تربیت وپرورش) لے لیا آپ انہیں اپنے دوش مبارک پر اٹھا لیتے اور ان کے حق میں بہت زیادہ لطف وشفقت اور مہربانی ومرحمت کا مظاہرہ فرماتے اور انہیں اپنا فرزند ہی پکارتے بلکہ اپنے فرزندوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن آپ ان کو بچپن میں اپنے کندھے مبارک پر اٹھائے ہوئے جا رہے تھے ایک جگہ تنور گرم اور جلتا ہوا دیکھا تو آپ نے انہیں اس میں ڈال دیا (یہ صورت حال دیکھ کر) جب کسی نے کہا "ہائے بچہ جل گیا" آپ نے جواباً فرمایا "سڑے تیرا تنور میرا لڑکا لال گلال" کہتے ہیں کہ جنگل سے خشک گھاس جمع کر کے اُس پر ہمارے بابا جی کو رکھ کر اوپر اوپلوں کا ڈھیر لگاتے اور پھر ان کو آگ لگا دیتے جب اوپلے وغیرہ جل کر خاکستر ہو جاتے تو اس بچے کو صحیح سلامت باہر نکال لیتے جب کسی نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ یہ آگ تو ذاتی طور پر آگ ہی ہے۔ جبکہ اس (بچے) کو میں خود آگ بنا رہا ہوں اور اپنی خدمت کے لائق کر رہا ہوں اس لیے کہ میرے وجود میں ایسی آگ ہے جس کی حرارت دوسروں کو میرے نزدیک نہیں آنے دیتی اور اس بچے کے جسم کو میں پختہ کر رہا ہوں یہ میرے نزدیک آسکے گا انشاء اللہ تعالیٰ یہ میری خدمت کے قابل ہو جائے گا میرا خادم اور پھر میری جگہ پر مخلوق کا مخدوم ہوگا کہتے ہیں کہ اس مرید رشید کے سوا آنحضرت کے نزدیک جانے کی کسی کو مجال نہ تھی آپ کے سامنے تمام خدمات مثلاً حقہ پانی کھانا وغیرہ لا کر رکھنے اور آپکی خدمت میں درخواست پیش کرنے اور معروضات بیان کرنے کی تمام ذمہ داری انہیں کی تھی اور دوسرا ہر کوئی اپنی طاقت کے مطابق آپ کے سامنے جاتا (آپ کے بڑے ہو جانے کے بعد) ان تمام دنوں میں جن میں کہ آں حضرت اس دنیا میں تشریف فرما رہے آپ ہی خدمت پہ کمر بستہ رہے اور آخر میں آپ ہی ان کے سجادہ نشین قرار پائے۔

تذکرہ اولاد حضور غازی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

بزرگوں سے سنا ہے کہ آنحضرت غازی قلندر رحمہ اللہ کے دو فرزند تھے (ایک دفعہ) ان میں سے ایک آنحضرت کی خدمت میں آئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ میر پور جاؤ اور مسجد سراجاں میں قیام پذیر ہو اور مسجد کی روٹیاں کھاؤ اور جان لو کہ میرا میرے مصلّے اور دمڑیوں کا وارث دین محمد ہے میری دولت سے تمھارے لئے کوئی حصہ نہیں ہے آں حضرت کے اس فرزند نے ایسا ہی کیا سنا ہے کہ اس صاحبزادہ صاحب کا نام حضرت میاں ساون جی تھا۔ میر پور شہر میں مسجد سراجاں میں سکونت پذیر ہوئے اور ایک خاتون کے ساتھ نکاح کیا لیکن فرزند نہ ہوا اس عفیفہ کا (پہلے خاوند سے) ایک فرزند تھا جس کا نام میاں گوجر صاحب تھا ان کے مکان پر رہے اور اسی جگہ فوت ہوئے ان کی اور گوجر کی والدہ کی قبر اسی مکان شریف میں ہے اور وہ تمام جگہ اور دیوار مبارک اس آستانہ مبارک کے سجادہ نشین یعنی اس بندہ (میاں محمد بخش) کے والد حضرت میاں شمس الدین کی بنائی ہوئی ہے اور اس مکان کی آبادی انہیں سے ہے آپ کے طالبان میاں دینا اور حضوری نے اپنے دست مبارک سے اِسے تعمیر و آباد کیا ان سے پہلے میاں گوجر صاحب تھے وہ بھی میاں شمس الدین سجادہ نشین کے طالب تھے۔

مرید دوئم
حضرت میاں جھلّا صاحب قدس سرہ

ان کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ یہ جاہ وحشم اور ناز ونعم والے ایک امیر آدمی تھے ایک دن اپنے گھر کی چھت پر عیش وعشرت کی محفل (سجا کر اُس) میں بیٹھے تھے اور قوال ان کے سامنے صف بنا کر نغمہ سرا تھے اور اپنا ہنر دکھا رہے تھے اتفاقاً آنحضرت (غازی قلندر) بازار یا کوچے سے (چلتے ہوئے) اس سمت آنکلے اور ان (قوالوں کی) ہاؤ ہو سنی تو اس مکان کے نیچے کھڑے ہو گئے اچانک وہ قوال خاموش ہو گئے آنحضرت ان کے نغمے کا انتظار کرتے رہے پھر فرمایا "اے قوال ہماری آمد پر خاموشی اختیار کر لی اسی طرح نغمے کی حالت میں آؤ" جب انہوں نے یہ آواز سنی دوسرے خاموش رہے اور کوئی حرف زبان پر نہ لائے جب کہ یہ مغرور نوجوان امیر آپ کے سامنے آکر بدزبانی کرنے لگا اور کہا کہ ہم گپ شپ اور صلاح مشورہ کر رہے ہیں اور تو جھلا قوالوں کو گیت ونغمے کا حکم دے رہا ہے آپ نے اس کا یہ گستاخانہ کلمہ سنا تو فرمایا کہ میں جھلا نہیں ہوں بلکہ تو جھلا ہے یہ کہا اور وہاں سے چل دیے اسی اثنا میں یہ امیر بے قابو ہو گیا، اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، سر میں مٹی ڈال کر، اپنے عزیزوں دوستوں سے کٹ کر اور خدمت

گاروں سے بھاگ کر آنحضرت کے پیچھے دوڑ کر پہنچا اور فریاد، آہ وزاری اور اپنی عاجزی وخواری ظاہر کر کے معذرت چاہی اور بعد ازاں آنحضرت کا خدمت گار بن گیا کہتے ہیں کہ جب آپ (حضرت دمڑی والا سرکار) چل پڑتے تو یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑتے اور جب وہ بیٹھ جاتے تو یہ آپ کے سامنے دست بستہ، عاجزی وانکساری سے کھڑے ہو جاتے اور آں حضرت گاہے بگاہے مہربانی وشفقت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے "جھلیا تینوں بھی جھلیا" آپ یہ کلمہ سن کر خوش ہوتے اور آنحضرت کے سامنے بیٹھ جاتے (یوں یہ امیر آدمی میاں جھلا کے نام سے مشہور ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر خواص اور خلفاء میں سے ہو گئے)۔

بیان کرتے ہیں کہ یہ اسی مذکورہ صورت میں روز وشب گریاں ونالاں رہتے اور خستہ حال ہو گئے آخر کار آنحضرت سرکار دمڑی والا کی خدمت کرنے سے آپ کا کام مکمل ہو گیا (اور آپ کامل واکمل ہو گئے)

مرید سوئم
حضرت میاں بھلّا صاحب

آنحضرت کے تیسرے مرید (وخلیفہ) حضرت بھلا ہیں جو اپنے وقت میں برگزیدۂ فقراء زبدۂ اولیا، پیشوائے صلحاء تھے اکثر اوقات مستی (وحالت

سکر) میں رہتے ایک دفعہ کسی علاقہ کی سیر کیلئے تشریف لے گئے اور گھومتے پھرتے رہے ایک دن آپ پر بھوک غالب آگئی (لیکن بھوک مٹانے کا) کوئی چارہ نہ دیکھا (تو) آواز لگائی اور کہا کہ ''جو گندم کی روٹی، گھی اور شکّر سے تر کر کے مجھے پیش کرے گا اگر بے اولاد یا با اولاد ہو گا ہم اسے فرزند سے نوازیں گے چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کی فرمائش (کا سامان) حاضر کر دیا جب حضرت میاں بھلا صاحب اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچے اور (اس واقعہ کو) مدّت گزر گئی حضرت پیر صاحب نے انہیں اس سمت جانے کا حکم دیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے (نیز پوچھا) تم (دوبارہ ادھر) کیوں نہ گئے اس کا سبب کیا ہے؟ اس مرید رشید نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے قبلہء جانِ من! اگر اس علاقے کی طرف جاؤں تو مجھے شرم آتی ہے (حضرت پیر صاحب نے) فرمایا وہ کیوں؟ تو آپ نے گذشتہ واقعے کو بیان کر دیا اور کہا کہ مجھے خبر نہیں ہے کہ وہاں فرزند پیدا ہوئے ہیں یا نہیں؟ آنحضرت نے ان کو تسلی دی کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت جو تو نے کہا (اس کے مطابق) سب کو فرزند ہوں گے تو آپ نے زمینِ خدمت کو بوسہ دیا اور فرمانِ مقدس کے مطابق رخصت ہوئے اور اس علاقے جا پہنچے وہاں سب کو اپنی مراد کے برآنے پر شاداں (فرحاں اور خوش وخرم) دیکھا اور جب (آپ کے گرد) مخلوق کا انبوہ کثیر ہوا تو آپ واپس آگئے اور اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رحلت پائی۔ **﴿واللہ اعلم بالصواب﴾**

مرید چھارم
صاحبِ مزار دھرہ گاؤں

یہ فردالافراد صاحب ارشاد تھے میاں گھوڑا ان کا لقب ہے آنحضرت کی خدمت میں سرگرم اور آپ کے آفتابِ حکمرانی تلے موم کی مانند نرم تھے کہتے ہیں کہ ان کے اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ حضرت دمڑی والا صاحب گاہے بگاہے نقّارہ اپنے ہمراہ رکھتے اور اس مرید رشید کے کندھے پر رکھ دیتے اور یہ آنحضرت علیہ الرحمہ کے ہمراہ دوڑتے کودتے اور نعرے لگاتے ہوئے چل پڑتے کہتے ہیں کہ جنوب کی طرف دیوتی دیوتا جو ایک پہاڑ کے پشتے کا نام ہے یہ وہاں پر نقارہ بجاتے اور شمال کی طرف تمام بازاروں میں اس کی آواز سنائی دیتی چنانچہ نقارہ اٹھانے کی وجہ سے ان کو اس لقب سے ملقب کر دیا گیا (کہ آپ پوری ہمت وطاقت سے یہ فریضہ انجام دیتے) یہ قوت وطاقت میں باکمال تھے موضع ملوٹ کے نزدیک جنوب کی طرف دہرہ نام کا ایک گاؤں ہے اس کے نزدیک پیر پلاہ نام کا ایک درخت ہے اس درخت کے قریب مغرب کی جانب ایک بابرکت مزار ہے کہتے ہیں کہ اس درخت کے نیچے آنحضرت کی نشست گاہ ہے اس مزار کے مدفون نے آنحضرت علیہ الرحمہ کے عہد مبارک میں وفات پائی اور اسے آنحضرت نے خود دفن کیا ہوسکتا ہے کہ یہی قبر حضرت میاں گھوڑا صاحب کی ہو یا کسی دوسرے کی۔

مرید پنجم
حضرت میاں پیرا

یہ باجمال مرداور باکمال فرد تھے اکثر اوقات سکراور مستی میں رہتے ان کا یہی کام تھا کہ ایک ساز جسے چنکارا کہتے ہیں بجاتے رہتے ایک مرتبہ حضرت ہادی (آنخضرت دمڑی والا) نے ان کوفرمایا کہ چنکارا بجاؤ اور یہ مرید اس وقت ایسی حالت میں تھے جس میں حفظِ آداب مشکل ہوتا ہے آنجناب کے جواب میں فرمایا کہ میں بجاؤں گا لیکن جس وقت خود چاہوں گا اس وقت بجاؤں گا تو آنخضرت نے فرمایا کہ وہ ہاتھ جس سے بجاتا ہے دور ہو جائے ابھی اس واقعہ کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک پولیس آفیسر آیا اور اس نے کوئی کام کہا تو آپ نے انکار کردیا، اُس پولیس آفیسر نے تلوار نیام سے باہر نکال کر آپ پر حملہ کر دیا اس مردرشید نے جوں ہی (پکڑنے کے لیے) ہاتھ لمبا کیا تلوار کلائی پر لگ گئی اور ہاتھ کلائی سے کٹ گیا آپ کی قبر مبارک میر پور کے علاقے میں موضع اکالگڑھ میں ہے۔

مرید ششم
حضرت حاجی شاہ صاحب

یہ آنخضرت کے چھٹے مرید (وخلیفہ) ہیں ان کا لقب مبارک حضرت

حاجی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز ہے یہ فنافی اللہ اور باقی باللہ تھے بہادر مرد اور یگانہ روزگار قطب تھے کاشفِ اسرارِ محبت اور واقفِ نثارِ کرامت تھے۔

مثنوی

ے رہروانِ رہبری را ہادی
قبلہء صد جان و دل را حاجی

آپ رہنمائی اور رہبری کرنے والوں کے ہادی ورہنما ہیں سینکڑوں جانوں اور دلوں کے قبلہ کے حاجی وزائر ہیں۔

ے مرد میدانِ وفا میدان ورائے
نا اُمیداں را امید ازوے روا

وفا کے میدان کے بھی مرد ہیں اوراس کے علاوہ بھی (بے شمار) میدانوں کے مرد ہیں ناامید لوگوں کوان سے امید رکھنا روا اور جائز ہے۔

☆ آپ کی قبر مبارک میر پور شہر میں مشرقی دروازے کے اندر سرس کے درخت کے نیچے دیوار کے ساتھ ہے۔مزار اور پختہ فرش برسرِ بازار ظاہر ہے۔

☆ باقی مریدوں یعنی میاں میرو صاحب،مستان شاہ صاحب اور دوسروں کا تذکرہ آنحضرت کی رحلت (کے تذکرے) کے بعد لائق اور مناسب رہے گا۔

تذکرہ مرید ہفتم

حضرت میاں حاجی صاحب بگا شیر

بزرگوں سے سنا ہے کہ ان حضرت کا نام مرید خان تھا اور یہ بادشاہ محمد شاہ کے ملازم تھے امیر کبیر مشیر با تدبیر اور چار ہزار سواروں کے سردار تھے کہتے ہیں کہ ان دنوں ایک کامل و اکمل (ولی مرد) دارالسلطنت دہلی میں ظاہر ہوئے اور بہت سے لوگ اس کامل کی خدمت کا شرف پا کر کامیاب ہوئے اِن حضرت (یعنی حضرت حاجی بگا شیر صاحب) کو بھی ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا آتش شوق ان کے دل میں جل اٹھی اور سامان صبر جل گیا حتی کہ ان کی نذر و نیاز کے لیے تیار ہو گئے اور اپنے دوستوں سے صلاح، مشورہ کر لیا کہ علی الصباح ان کی قدم بوسی کروں گا جب (رات کو) سوئے تو ان کو خواب میں آواز سنائی دی کہ "اے مرد میداں مریدی کا فیض اور اس سعادت کی بہرہ یابی جو تیرے لیے مقدر ہے میرے پاس ہے دوسرے بزرگ اگرچہ کامل (ولی) ہیں لیکن (ان کا فیض) دوسروں کے شامل حال ہے تمہارے لیے فیض فقط میرے پاس ہے آپ نے دل و جان سے آواز سن تو لی لیکن ابھی آواز دینے والے کو نہ دیکھ سکے اور نہ ہی ان کا کوئی نام و نشان پوچھا نیند سے بیدار ہوئے زار زار رونے لگے اور جگر (سوزش عشق سے) جلنے لگا یوں حیران و پریشان تھے جیسے زلفِ محبوب ہو زبان خاموش اور سینے میں جوش ہو۔

مثنوی

یارب ایں حرماں چہ بود از بہرِ من
کہ ندیدم روئے آں اہل سخن

اے پروردگار! میرے لیے یہ کیسی محرومی کی بات ہے کہ میں نے اس صاحبِ سخن کے چہرۂ اقدس کی زیارت نہیں کی۔

نے بداں سوی رفتنم را پائے ماند
نے دریں جا ماندم را جائے ماند

نہ تو مجھے اپنے جانے کے لیے قدم میسّر ہیں اور نہ ہی اس جگہ اپنے رہنے کی جگہ پاتا ہوں

من زلیخا وار حیراں ماندہٗ
نَے بمغرب نَے بکنعاں ماندہٗ

میں زلیخا کی مانند حیران وپریشان ہوں نہ تو مغرب میں رہ سکتا ہوں نہ کنعان میں ٹھہر سکتا ہوں۔

نزمکان و نام خود آگاہ کرد
دستِ من از دیگراں کو تاہ کرد

(خواب میں ملنے والے نے) نہ تو اپنے نام اور نہ ہی مقام سے آگاہ کیا ہے

(جب کہ) میرے ہاتھ کو دوسروں (تک پہنچنے) سے کوتاہ کر دیا اور روک دیا ہے

ایں صلائے خوان یا غول من ست

رہبر ست ایں خواب یا خود رہزن ست

یہ واقعی کوئی (سچا) پکارنے والا ہے یا کوئی دیو، جن (یا میرا وسوسہ) ہے اورخواب میں آنے والا کوئی رہبر ورہنما ہے یا کوئی راہزن اور ڈاکو ہے۔

(غرض یہ کہ) تمام شب وروز اسی صورت میں (پریشان) رہے جب دوسری شب ہوئی تو وہی پہلا ارادہ کیا (کہ صبح جا کر مرید ہو جاؤں گا) سوئے تو وہی آواز دوبارہ سنائی دی حیرانی وپریشانی دوگنا ہو گئی اسی حالت میں پھر (بقیہ) شب اور دن گزر گیا (وہم ویقین میں غلطاں وپیچاں رہے) تیسری شب ہوئی تو ظاہر وباطن سے بہت زیادہ گریہ وزاری کی مناجات کے لیے ہاتھ اٹھا کر اس آواز دینے والے کو زلیخا کی طرح سوال کیا کہ مجھے اپنے نام ونشان اور دیدار سے آگاہ کریں ورنہ میں اسے خواب، خیال یا وسوسہ سمجھ کر اس شیخ کے سامنے جا کر اس کا مرید ہو جاؤں گا (یوں) بہت ہی زیادہ عجز وانکسار کا اظہار کرتے ہوئے سو گئے دکھی دل، غمناک آنکھوں کے ساتھ نیند کی چادر اوڑھ لی تو کیا دیکھتے ہیں کہ دلکش جہاں کے جمال، قلب وروح کے دکھوں کے زوال (اس حسین صورت اور باعث راحت وفرحت ہستی) نے آئینۂ دل سے اپنے رخِ انور کی زیارت کرادی حاجی صاحب قدموں میں گر پڑے بے اختیار اپنے زخم آپ کے

سامنے کھول دیے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ کا نام ونشان پاؤں تو خوش بخت بنوں تو خواب میں اپنے دہن مبارک سے موتی بکھیرتے ہوئے (اس ہستی نے) ان کے گوشِ دل میں یہ بات ڈال دی کہ میرا نام پیرا شاہ غازی ہے میرپور کے علاقے میں ملوٹ پہاڑ پر بیٹھا ہوں۔

مثنوی

گر مرا خواہی بیا برآں جبال
کہ بجانانت دہم قرب و وصال

اگر تو مجھے چاہتا ہے تو اس پہاڑ پر چلا آ تا کہ وہاں میں تجھے قرب و وصال عطا کر دوں

غیر ما را قوّتِ ایں کار کو
یار چوں من صاحب اسرار کو

ہمارے علاوہ کون ہے جسے اس کام کی قوت حاصل ہے ہم جیسا صاحب اسرار و رموز کون ہے؟

چوں مرا باشی ترا باشیم ما
چوں فنا باشی بمن باشی بقا

جب تو میرا ہو جائے گا میں تمہارا بن جاؤں گا جب تو فنا ہو جائے گا تو تیری بقا

میرے ساتھ وابستہ ہو جائے گی۔

ایں بقائے تو فنا را لائق ست
آں بقا زیں صد بقا ہم فائق ست

تیری یہ بقا اس فنا (فنا فی الشیخ) کے لائق ہے اور یہ بقا دوسری سینکڑوں بقاؤں سے فائق و اولیٰ ہے

گر بقا خواہی بقا خواہی بقا
ہاں و ہاں کاہل مشیں پیشم بیا

اگر تو بقا چاہتا ہے اور حقیقی بقا کا طلب گار ہے تو خبردار پھر خبردار کاہل مت ہو (جلد از جلد) میرے پاس چلا آ۔

جب آپ اس خواب سے بیدار ہوئے تو دنیا سے بیزار ہو کر ان سے ملنے کے لیے تیار ہو گئے محبت کی صاف و شفاف شراب نوش کر کے، پشم کا موٹا لباس ناف سے زانو تک پہن کر، کمر ارادت باندھ کر، زنجیر غفلت کو توڑ کر، مرکب ہمت پہ سوار ہو کر، غیروں اور ماسوا سے جدا ہو کر، صبر کی لگام ہاتھ سے چھوڑ کر ملوٹ کی طرف قدم رکھ دیا (اور سفر میر پور پر روانہ ہو گئے) ظاہر میں ننگے پاؤں اور پیدل تھے شب و روز سفر کرتے ہوئے اس شہسوار کو ڈھونڈنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے

کہتے ہیں کہ جس وقت امیر تھے بڑے لطیف بدن تھے وہ آدمی جو روئی کا لباس پہنتا ہو تو اس کا بدن کیسا سلامت ہوتا ہے یہی حالت آپ کی بھی تھی

جب آپ حالت فقر میں آئے اسی بدن لطیف پر ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور ننگے پاؤں چل پڑے جب ایک جگہ پہنچے تو وہاں ایک شخص نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ جواب دیا کہ میں فقیر ہوں اس نے کہا کہ تمہارا پیرو مرشد کون ہے؟ آپ نے اسے پیرو مرشد کا نام مبارک بتایا تو اس شخص نے نام مبارک سن کر دو پیسے یعنی آٹھ یا نو دمڑی ان کے سامنے رکھی کہ یہ تمہارے پیر کی نیاز ہے۔ یہ پیسے لے لو آپ نے بڑے ادب سے یہ پکڑ لیے اور روانہ ہوئے جب میر پور کے علاقے میں پہنچے تو حضرت شیخ کے راستے کا پوچھ کر (ان کی جانب) چل دیے کہتے ہیں کہ آنحضرت بھی یوں منتظر تھے کہ جب خدام کا سردار اور خلیفۂ کبیر اس دن آنحضرت کے سامنے کھانا لے کر آیا تو آپ نے (کھانا) واپس کر دیا اور فرمایا کہ دور سے آنے والا ایک عزیز مہمان پہنچنے والا ہے جب وہ آئے گا تو ہم (اکٹھے) کھائیں گے جب ظاہر ہوئے تو فرمایا کہ نزدیک پہنچ چکا ہے اور جب آپ آنحضرت کی خدمت میں پہنچے اور شہنشاہ (ولایت کی بارگاہ) کے آداب اور تعظیم و تسلیم بجالائے زمیں بوسی کی سعادت و شرف حاصل کر لیا تو آنحضرت نے اٹھا کر انہیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ اے نصیب خان! آؤ جب آنحضرت نے مرید خان کی بجائے نصیب خان فرمایا تو آپ اہل نصیب میں سے ہو گئے نیز فرمایا کہ دنیا کے بادشاہ کی خدمت و ملازمت میں تم چار ہزار سواروں کے سردار تھے اور میرے کہنے پر اس عہدے سے الگ ہو گئے اور اس منصب کو ترک کر کے میرے پاس چلے آئے اب فقیر سے جو چاہتے ہو مانگو آپ نے عرض کیا۔

مثنوی

ہرچہ ہست احسان تُست اے دِلرُبا
وآنچہ اکنون آید از تو ہم بجا

اے دلربا! آپ اس وقت جوارشاد فرمارہے ہیں ٹھیک ہے (لیکن میں جو کچھ بھی ہوں یا میرے پاس) جو کچھ بھی ہے آپ ہی کا احسان ہے۔

من چہ دانم خواستن نا خواستن
کار شاہ آمد غلام آراستن

میں کیا جانوں کہ (کیا) مانگنا ہے (اور کیا) نہیں مانگنا، غلام کو (بن مانگے) آراستہ کردینا شہنشاہ کا کام ہے۔

تو کریمی تو کریمی تو کریم
مستحق جودت آمد ایں یتیم

آپ صاحبِ کرم ہیں سخاوت ومہربانی والے ہیں یہ یتیم وبے آسرا تو آپ کی سخاوت (وعنایت) کا مستحق ہے۔

اس کلامِ موزوں سے بحرِ کرم موج میں آگئے اور فرمایا کہ میں نے چار ہزار اہل حضور (اصحابِ ولایت) کو تمہارا ماتحت کردیا اور ان میں سے کوئی بھی تمہاری اجازت کے بغیر حضوری میں نہ جاسکے گا۔

آپ نے عرض کیا یہ سب آپ سرکار کا اکرام وعزت افزائی ہے آنخضرت نے ارشادفرمایا بس کرو میں بارہ ہزاراولیاء پرافسر ہوں میری ہمسری وبرابری نہ چاہواسی پر قناعت کراور دیکھ کہ جناب محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ کی بارگاہ میں تجھے حاضر کر کے دربانی اور چوبداری کا عہدہ بھی بخش دیااور چار ہزارافرادِ(ولایت) کا سردار بھی بنادیااور تمہارانام حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز کے دفتر میں درج کر دیا گیاہے (چنانچہ) جب آپ نے نگاہ مبارک اٹھائی اوراپنانام اس عہدے کے ساتھ (حضور محبوب سبحانی کے) دفتر میں لکھا دیکھا تو عرض کیا کہ اے آقا! میرانام تو دفتر میں درج ہو گیا لیکن مجھے اس نام پرمہر مبارک لگی ہوئی نظرنہیں آئی نام،نامہ اور پروانہ شاہی یوں ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کے منصب پر بادشاہی مہر ثبت کی جاتی ہے ایک ٹکا سرخ اس مہر کے محافظ کودیتے ہیں۔چنانچہ آنخضرت نے بموجب رسمِ ظاہر ارشادفرمایا کہ اگرمہر چاہتا ہےتو مہر دار ٹکہ مجھے دےتو آپ نے حضرت دمڑی والا کے نام کا روپیہ جواپنے پاس رکھتے تھے،آنخضرت کے خادم یعنی بابا دین محمد صاحب یا آنخضرت کی خدمت میں پیش کر دیا جب یہ تمام رسم پوری ہوگئی آنخضرت خود اٹھے اوراپنادست مبارک جلدی کے ساتھ اوپر اٹھا کر فرمایا"اے نصیب خان! غور سے دیکھ کہ تیرے نام،عہدہ اور منصب پرمہر بھی لگادی گئی ہے آپ بھی اپنی نظر مبارک کوآنخضرت کے دست مبارک کے ساتھ ہی اوپر کی طرف لے گئے تو

آپ کی آنکھوں سے تمام حجاب دور ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور محبوب سبحانی، شیر یزدانی، غوث صمدانی قدس سرّہ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور دفتر محبوبی حضرت شاہ شرف قلندر کے ہاتھ میں ہے اور اس پر نام، عہدہ اور ان کا منصب لکھنے کے بعد مہر مبارک بھی لگا دی گئی ہے اور نام مبارک ان القاب کے ساتھ تحریر ہے ''پیر غلام بگا شیر قدس سرہ'' اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپکے ماں باپ نے تو آپ کا نام مرید خاں رکھا تھا جب کہ قسمت کی یاوری کی بنا پر آنحضرت کی زبان مبارک سے نصیب خان نکلا تو نصیب والے ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی داڑھی مبارک برنگ والضحیٰ (سفید) تھی جب کہ آپ کے سرِ اقدس کے بال مبارک رات کی طرح (سیاہ) تھے اسی وجہ سے بگا شیر اور پیر غلام نام پڑ گیا یعنی بڑھاپے میں غلامیٔ خاص کو پہنچے اور (ایسے) سفید شیر ہیں کہ جو شیروں پر غالب و سردار ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ اس کے بعد کافی مدت تک آنحضرت کی خدمت میں رہ کر روز بروز فیض حاصل کرتے رہے کچھ عرصہ بعد آنحضرت نے انہیں چلّہ کشی کا حکم فرمایا اور ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کیا اور زبان مبارک سے جگہ بھی بتا دی۔ آپ پیر و مرشد کے اشارہ مبارک پر سجدۂ شکر بجالاتے ہوئے کوہستان کی جانب چل دیے اور چالیس دن مراقبہ کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کرلیا (وہاں پہنچ کر) کسی دل پسند جگہ کو تلاش کرتے رہے جہاں بھی بیٹھنے کا ارادہ کرتے آرام و سکون نہ پاتے اور دوسری جگہ چلے جاتے وہاں بھی (تسلی و تسکین اور) دلجمعی نہ

پاتے کہ (شاید) کسی اور جگہ بیٹھنے کا حکم ہے (آخرکار) جب ایک اور جگہ پہنچے۔ دل جمعی اور تسکین وقوع پذیر ہوئی تو اسی مقام پر بیٹھ گئے اور سکر و استغراق کی ایسی حالت میں محو اور مستغرق ہوئے کہ ایک سرِ مو کی مقدار بھی جنبش و حرکت نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ اپنی ٹھوڑی مبارک زانو مبارک پر رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے اور چشمِ مبارک سے جو آنسو گرتے زانو (گھٹنے) پر گرتے اور اسی جگہ پر ٹھہر جاتے چنانچہ آنکھ مبارک کے گوشۂ اقدس سے لے کر زانو کی چوٹی تک (آنسوؤں کے) اس پانی سے ستون سا بن گیا اور جسم مبارک سے اس قدر بھی حرکت ظاہر نہ ہوئی کہ وہ ستونِ آب ٹوٹ یا گر جاتا۔

تذکرہ وفات
حضور غازی قلندر علیہ الرحمہ

اب میں آنحضرت کی رحلت کے بیان کی طرف لوٹتا ہوں ۔اور آنحضرت کے مرید ہفتم جناب مستان شاہ صاحب کا ذکر بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان کے مقام پر کیا جائے گا۔

کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ میں نے دمڑی اور سجادہ دین محمد کو دیا اور فقر نصیب خاں کو جبکہ باقی دال روٹی کھائیں گے اور بلغمی موت مریں گے۔اس سے مراد یہ ہے کہ بابا دین محمد سجادہ نشین ہیں دمڑیوں کے مالک اور

سجادہ کی زینت ہوں گے جبکہ فقر کا ظہور نصیب خاں سے ہوگا اور باقی اپنے زمانے تک ہی ہیں ان کے خلفاء نہ ہوں گے بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت کا فرمان ہے کہ دریائے چوکھ دین محمد اور بگا شیر کی سرحد ہے۔ ان میں ہر ایک اپنی اپنی حد کو تصرف میں لاتا ہے نیز ان میں سے جب کوئی دریا میں سے گزرتا ہے تو اپنی حدود میں ہی رہتا ہے۔

اس غریب مسکین (میاں محمد بخش) کو ہر دو جانب سے عنایت (وفیض) حاصل ہے کیونکہ یہ کمترین دین محمد کے خاندان سے ہے اور ان کے سجادہ نشین حضرت جناب شمس الدین کا بیٹا ہے۔ اور مرید وخرقہ پوش وغلام حلقہ بگوش جناب مقدس نصیب خاں کا ہے جن کا لقب مبارک بگا شیر ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت غلبہء حال کے وقت نر شیر کی مانند نعرہ زنی کرتے اور گفتگو فرماتے ایک دفعہ رہتاس کے نواح میں موجود ایک صحرا جو بوڑہ جنگل اور موضع ملدے کے قریب ہے ایسی ہی حالت (غلبۂ حال) میں تھے نیز یہ بھی سنا ہے کہ ایک جگہ جسے گھان کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہے اس جگہ کے کنارے پر بہت زیادہ گھاس اور درخت ہیں وہاں یہ صورت حال درپیش ہوئی (لیکن) زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ ایک رات اسی (مذکورہ بالا) صحرا میں سیر کر رہے تھے اٹھتے اور بیٹھتے تھے اور گاہے بگاہے اسی حالت میں یہ کلام مبارک زبان اقدس پر لاتے کہ "مارو مارو اور جانے نہ دو" اس دوران آپ کے بدن پر کاری زخم لگ گیا۔ چنانچہ خواجہ حافظ لکھتے ہیں۔

غزل

سرّی ست از حقوقِ محبت برائے ما
عشاق از دو دیدہ کشد ابتلائے ما

ہمارے لیے محبت کے حقوق سے ایک راز ہے اہل عشق ومحبت اپنی دونوں آنکھوں سے ہماری ابتلاء وآزمائش ملاحظہ کرتے ہیں۔

ما آدم از بہشت بریں زاں کشیدہ ایم
تا قدرتم ہمی نگردد در سرّائے ما

ہم نے آدم کو بہشت بریں سے اس وجہ سے نکالا ہے تا کہ ہماری قدرت ہمارے بھیدوں میں ہی کھو کر نہ رہ جائے۔

گہ ارّہ را بفرق زکریّا نہادہ ایم
ایّوب صابر آمدہ بر قہرہائے ما

کبھی ہم نے زکریا کے سر پر آرا رکھ دیا ہمارے ہی قہر وغضب (مصائب وتکلیفوں) پر ایوب نے صبر کیا۔

دندان مصطفٰے زای اے دوست بشکنیم
یوسف بچاہ زندان دارد بلائے ما

اے دوست حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دانتوں کو ہم نے شکستہ کر دیا اور ہماری آزمائش نے ہی یوسف کو قید وبند کے کنویں میں ڈال دیا۔

گہ زہر را نصیب بحلق حسن کنیم
گہ تیغ بر حسین کشد کبریائی ما

کبھی ہم نے امام حسن کے حلق میں زہر ڈالا اور کبھی ہماری کبریائی نے امام حسین پر تلوار سونت لی۔

☆ صبح سویرے جس کسی نے دیکھا تو کہا کہ شاید انہوں نے ان چوروں کا نعرہ سنا تھا جنہوں نے آنحضرت پر حملہ کیا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ آنحضرت اللہ تعالیٰ جل شانہ سے شربتِ شہادت کے طلبگار تھے جب لوگ آپ کے زخموں کو ٹانکے لگاتے آنحضرت حرکت وجُنبش کرتے جس سے وہ ٹانکے ٹوٹ جاتے اور سلائی باقی نہ رہتی (اور بے خودی کے عالم میں زخم دوبارہ کھل جاتے)

قصہ مختصر حضرت بابا صاحب یعنی ہمارے جد کلاں بابا دین محمد کو ''جو آنحضرت کے فرزندوں کی بجائے آپ کے خلیفہ وخادم خاص تھے'' اس چک ٹھاکرہ ''جہاں آنحضرت کا مکان منور بھی ہے'' کے باشندوں نے ''جو حضرت بابا دین محمد صاحب سے محبت رکھتے تھے'' بڑے کمال واعتماد کے ساتھ درخواست کی کہ بہرصورت آنحضرت کو اس مکان میں لائیں اور آنحضرت کا مزار مبارک اسی جگہ ہونا چاہیے۔ان کی درخواست والتماس اور انکی عقیدت ومحبت کی بنا پر شفقت فرماتے ہوئے آنحضرت نے اس جگہ کا ارادہ کرلیا اور جب آپ کو اٹھا کر (اس

علاقے میں) لانے لگے اس وقت آنحضرت ہوش وحواس میں تھے، لاچار نہیں تھے، آپ بوڑہ جنگل میں رہنے کے بہت زیادہ خواہش مند تھے جبکہ موضع ٹھاکرہ میں جانے کے زیادہ آرزومند نہ تھے لیکن حضرت بابا دین محمد صاحب کی مرضی مبارک پر آپ نے رضامندی ظاہر فرمادی اور فرمایا جہاں چاہتے ہو مجھے لے چلو تم میرے ولی عہد اور قائم مقام ہو تمہاری رضا میری رضا ہے لیکن اگر تم مجھے موضع بوڑہ جنگل میں رہنے دو گے اور تم اور تمہاری اولاد ''جو میرے آستانے کے سجادہ نشین ہوں گے'' بھی اسی جگہ رہو گے تو پلاؤ قلیہ کھاؤ گے زری بادلا پہنو گے جرّہ باز اڑاؤ گے پالکی نشین ہو گے اور دہلی وکابل کے بادشاہ سلام کرنے آئیں گے اور اگر چک ٹھاکرہ لے جاؤ گے، دال روٹی کھاؤ گے اور کبھی مہمان کو پیٹ بھر کر کھلاؤ گے اور کبھی بھوکا رکھو گے۔ اور وہ دونوں کنارے بہت زیادہ منافقوں کے کنارے ہیں اور ہم اس جگہ کبھی ہوں گے اور کبھی نہیں ہوں گے۔

ان دو کناروں سے مراد دریا کا کنارہ اور پہاڑ کا کنارہ ہے یا دریا کے دونوں کنارے مراد ہیں کہ یہاں اہل ادب واہل باطن کم ہیں اور مطلب کی خاطر ایک دوسرے کے سامنے بہت زیادہ چاپلوسی کرتے ہیں اور اپنے باطل عقیدے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

آپ کے اس فرمودۂ خاص کے الفاظ یہ ہیں۔

''اگر بوڑہ جنگل رکھو گے، پلاؤ قلیہ کھاؤ گے زری بادلا ہنڈاؤ گے جرّہ باز

اوڈاوَ گے پالکی نشین ہوو گے دہلی کابل دے بادشاہ سلام کر کے جان گے اتے جیکر ٹھاکرہ دے چک لے چلو گے دال روٹی کھاوَ گے کدی مہمان رجاوَ گے کدی نہ رجاوَ گے اتے اوہ دوہرا دندا منافقاں دا ہے پیرا (قدس سرہ) کدی اتھے رہیگا کدی ناں " چوں کہ بابا صاحب دین محمد کو دنیا کے اسباب کی پرواہ نہ تھی اور نہ ہی دولت وعیش کی خواہش، دنیا آپ کی نگاہ میں گھاس کے ایک تنکے کے برابر بھی قدر و قیمت نہ رکھتی تھی اور آپ ان لذّات دنیا کے ترک کو روا سمجھتے تھے اسی لیے آنحضرت کو کندھوں پر اٹھا کر اس جگہ لے آئے کہتے ہیں کہ ان دنوں اس زمین میں "کہ جہاں اب مکان منوّرا اور روضہء مطہر ہے" ایک باغ تھا اور اس فقیر نے بھی دَربارِ دُربار کے سامنے اس باغ کے نشانات جن مین انار کے درخت، سیوُ بیر اور راویل وغیرہ شامل ہیں بچشم خود دیکھے ہیں، راویل اب بھی موجود ہے۔ اور موسم بہار میں خوب کھِل کر خوشبو دیتا ہے۔ اور ایک کنواں جو اب بھی جاری ہے اور زمزم کی طرح انسانوں اور حیوانوں کے لیے فیض رساں ہے۔

اور اس باغ میں ایک بستان سرا (مکان) بھی تھی جو اس مکان شریف کے دو کمروں کے درمیان تھی وہاں آپ کو رکھا گیا اور چند دن یا کچھ گھڑیاں اسی گھر میں آپ زندہ رہے اور بہت سے لوگوں کو نعمت ظاہری و باطنی سے بہرہ ور فرمایا اور حضرت جد کلاں بابا دین محمد صاحب کو دستار و سجادگی عطا فرمائی اور ذوق وصال کا شربت چکھ کر، شہادت کبریٰ کا جام نوش فرما کر محبوب حقیقی کی محفل میں کامیاب

ہوئے اپنے خا کی چہرہء مبارک پر نامحرموں سے پردہ اوڑھ لیا۔ اور اس غمناک سرائے (یعنی دنیا) سے سامانِ (آخرت) باندھ کر لامکاں کی منزل پر جا پہنچے اور ہمیشہ کے لیے آرام فرما ہو گئے۔

یہ بھی آنحضرت کا فرمان ہے کہ

جیوں جیوں دور قیامت نیڑی
رونق میری ہوگ اوتیری

تاریخ رحلت آنحضرت (پیرا شاہ غازی) قدس سرہ

یگانہ باقطاب عالم پناہ
سر سرّ شناسان و سر باز راہ

آپ تمام اقطاب میں بے مثل و بے مثال اور عالم پناہ ہیں واقفانِ رموزِ حقیقت کے سردار اور راہ طریقت کے جوانمرد ہیں

امینی کماں یاب زو جان و تن
مکین و مکان و زمین و زمن

آپ ایسے امین ہیں کہ جن سے جان و جسم، مکین و مکان اور زمین و زمانے نے

امان وسکون حاصل کیا۔

ؔ زہے زیب مستانِ جامِ الست
کزو آمدہ مست بر مست مست

آپ جام اَلَست کے مستانوں کی زیب وزینت ہیں آپ کی وجہ سے مست پر مستی طاری ہوتی ہے۔

ؔ کسے کو شد از جامِ اُو جرعہ یاب
چو شمس ست در عالم جاں بتاب

جو شخص آپ کے جام سے ایک گھونٹ حاصل کر لے تو وہ دنیا میں جان وروح کو آفتاب کی طرح چمکا دینے والا بن جاتا ہے۔

ؔ بچشمش ہر آنکس کہ منظور شد
بعالم علم دار منصور شد

جو شخص آپ کی نگاہ میں مقبول ومنظور ہو گیا۔ وہ دنیا میں (فتح کا) جھنڈا اُٹھانے والا اور کامیاب وکامران ہو گیا۔

ؔ جمالیکہ او را مثالے نبود
کمالیکہ او را زوالے نبود

آپ کے حسن وجمال کی کوئی مثال نہیں آپ ایسے صاحب کمال ہیں جن کو زوال نہیں۔

دلش چوں گرفت ازیں تنگنا
نمود انتقالے بدارالبقا

جب آپ اس تنگ جگہ (دنیا) سے دل گرفتہ اوراچاٹ ہوگئے تو دارالبقا (یعنی ہمیشہ کی زندگی کے گھر) میں منتقل ہوگئے۔

ازاں سال دیرینہء بے نشاں
خبر جستمے گہ بگاہ از کساں

اس بے نشاں اور پرانے سال سے گاہے بگاہے لوگوں سے خبر ملتی رہی۔

بمن گفت الہام بر گو باہ
زہے پیر مردان حق پیر شاہ

مجھے الہام کرنے والے نے کہا کہ آہ وزاری کے ساتھ کہہ "زہے پیر مردان حق پیر شاہ" (1155ھ) یعنی حضرت پیرا شاہ قلندر مردان حق کے بھی پیر ہیں۔

بزرگوں کا معمول ہے کہ آنحضرت کے (نام پر) شب قدر کو چراغ جلاتے ہیں ممکن ہے کہ آنحضرت کی رحلت بھی اسی شب کو ہوئی ہو، رحلت کے بعد بھی آپ سے کرامات وعنایات کا اس قدر ظہور ہوا کہ تقریر وتحریر میں (اس کے بیان کی) گنجائش نہیں۔ (البتہ) جہاں بھی آپکے خدام وخلفاء کا ذکر آئے گا آنحضرت کی کرامت کا تذکرہ بھی ہوگا۔ اہل محبت میں سے ہر کسی نے ان سے

حصہ پایااور محبت کو پروان چڑھایا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت کی سجادگی مبارک حضرت بابا دین محمد صاحب کے لیے قرار پائی تو ان کی خدمت اقدس سے طالبین (ہدایت) کو رُشدو ہدایت اور نامرادوں کو مراد حاصل ہوئی۔ آپ (بابا دین محمد صاحب) ایسے سخی تھے کہ آپ کے نزدیک دنیا کی حیثیت مٹی پتھر کے برابر بھی نہ تھی (اس لیے آپ مال دنیا) ہر غلام و آزاد کو بخش دیتے اور ایسے کریم تھے کہ یتیم کو باعث نعمت خیال کرتے ایسے مہربان تھے کہ بڑے بڑے مہربانوں پر آپ کی مہربانی وشفقت حاوی ہوتی ایسے شیخ طریقت تھے کہ بڑے بڑے اہل کرامات اور بلند درجات ومقامات والے (اہل اللہ) بھی آپکی رہبری ورہنمائی کے محتاج رہتے اور ایسے شاہباز تھے کہ اہل زمانہ آپکے پنجے میں تیتر کی مانند تھے جیسا کہ بیان کرتے ہیں کہ موضع بڑجّن کے باشندے حضرت دمڑی والا صاحب کے خدام اور مریدوں میں سے تھے حضرت بابا صاحب کے عہد میں بے پرواہ ہوکر آپ سے غافل ہوگئے اور ایک دوسرے بزرگ، جو حضرت جناب قطب الدّین پنڈی والے کی اولاد میں سے تھے، کے پاس جا کر انہیں اپنا پیشوا بنالیا وہ لوگ اس بزرگ کی خدمت میں سرگرم تھے کہ اسی دوران حضرت بابا دین محمد بھی اس گاؤں میں تشریف لے آئے اور آتے ہی اس بزرگ کے سامنے جا کر فرمایا کہ ''اس گاؤں کے لوگ ہمارے خادم ہیں جبکہ تم ان سے خدمت لے رہے ہواور یہ تمھیں پیر کامل خیال

کر کے غافل ہو گئے ہیں اس کام (پیری مریدی) میں شراکت نہیں ہوتی اب مختصر یہ کہ میں ان تمام لوگوں، گاؤں، بھینسوں اور بھیڑ، بکریوں کو پتھر و جمادات بنا دیتا ہوں اور تم انہیں دوبارہ صورتِ اصلی میں لا کر اپنا خادم بنالو ورنہ تم انہیں پتھر بناؤ اور میں انشاء اللہ ان سب کو ان کی اصلی صورت میں واپس لا کر از سرِ نو اپنا خادم بنا لیتا ہوں اور اگر یہ دونوں کام تم سے ممکن نہیں تو پھر اپنی فکر کرو اُٹھو اور واپس چلے جاؤ اور گورخر کی طرح شیر کے پنجے کا شکار مت بنو" چونکہ یہ کام اس بزرگ کے بس میں نہ تھا اس لیے انہوں نے معذرت کی اور رخصت لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے اور اس گاؤں کے باشندوں نے بھی ہزار بار توبہ و استغفار کی اور اپنے پیر حضرت بابا دین محمد صاحب کے سامنے عہد کیا کہ آج کے بعد (ہم اور) ہماری پشت میں سے ہونے والی آئندہ نسلیں ہرگز ہرگز انگشت نمائی نہ کریں گی اور آپکے غضب و غیرت اور ناراضگی سے امان پانے کے لیے (یہ بھی عہد کرتے ہیں کہ) آپکے خاندان عالی کی اولاد کے علاوہ کسی کے خادم، مرید اور طالب نہ ہوں گے جب انہوں نے از حد عجز و انکساری کا مظاہرہ کیا اور عہد و پیمان کو (نئے سرے سے) استوار کیا تو آپ نے ان کو معاف فرما دیا اور ان کے حق میں دعا بھی فرما دی اس دعائے مبارک کا اثر اب بھی ان کی اولاد پہ ظاہر ہے (اور وہ بدستور خادمانِ دربار اقدس ہیں اور اسی خاندان عالیہ سے وابستہ ہیں)

بیان کرتے ہیں کہ زمینداروں کی ایک سادہ سی عورت تھی جو اکیلی رہتی

تھی اس کے سر میں بہت زیادہ جوئیں پڑی رہتی تھیں جنہیں کوئی نہ چُنتا (وہ بڑی پریشان رہتی اور) اس کی یہی آرزو تھی کہ میں جب تک زندہ ہوں ان جوؤں سے جان چھوٹ جائے۔ اس نے یہی درخواست آنحضرت بابا دین محمد صاحب سے بھی کی تو آپ نے فرمایا اب جوئیں نکالنے کے لیے کسی کی حاجت نہ ہوگی (اور کسی کی منت سماجت نہ کرنے پڑے گی) وہ بڑھیا کئی سال تک حالت ضعیفی میں بھی ان سے محفوظ رہی اور اسے دوبارہ جوئیں نہ پڑیں اور وہ تمام زمیندار آپ کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتے جو پوری ہوتیں چنانچہ وہ لوگ آپ کے معتقد بن گئے۔

تذکرہ
حضرت میاں ڈھیرو صاحب

بیان کرتے ہیں کہ یہ حضرت بابا دین محمد صاحب کے بھائی تھے جنہیں آپ نے حضرت سرکار دمڑی والا کی رحلت کے بعد خدمت اقدس سے مشرف کیا آپ نے انہیں مزار مبارک کے نزدیک بٹھا کر طالب اور مرید بنایا اسی وجہ سے ان کا نام ڈھیرو صاحب ہے یہ ایک مدت تک پابرہنہ چلتے رہے اور ریاضت کرتے رہے، کہتے ہیں کہ جب ان کی ظاہری آنکھوں کی روشنی (یعنی بینائی) کم ہوگئی تو جوتی پہن لی چلتے ہوئے ایک کنویں تک پہنچے تو اس میں جا گرے خیال کیا کہ میں نے (مرشد کی) اجازت کے بغیر جوتے پہنے ہیں اسی لیے کنویں میں جا

گراہوں توبہ استغفار کی تو سلامتی کے ساتھ وہاں سے (خود بخود) باہر نکل آئے

ایک مدت تک خلعت سجادگی ان کے سر پر رہی یہاں تک کہ حضرت بابا صاحب کے فرزند بالغ ہو گئے ان کی قبر مبارک چاردیواری کے اندر جنوبی دیوار کے ساتھ ہے اور اس کے پہلو میں پانی کے گزرنے کا راستہ بھی ہے چاردیواری کے اندر ایک اور قبر برادرم میاں صوبہ کی ہے جو اس کے مشرقی جانب واقع ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تذکرہ
حضرت بابا جیون صاحب قدس سرہ
سجادہ نشین حضرت بابا دین محمد صاحب

بچپن اور خوردسالی سے ہی آپ پر یہ حالت وارد ہو چکی تھی کہ کبھی ہوش میں آکر چوکنا ہو جاتے اور کبھی مستی وسکر کی حالت میں ریاضت میں محو ہو جاتے یوں آپ اس زمانے کے صاحبزادگان کی طرح عیاش (اور بگڑے ہوئے) نہ تھے (بلکہ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے) جب ہل چلانے کے لیے جاتے تو ایک بیل کا رخ ایک طرف اور دوسرے بیل کا رخ دوسری طرف کر کے ان کی رسی گردن پر ڈال لیتے جب کوئی شخص دیکھ لیتا تو درست کر دیتا۔ آپ چادر کے پلّو سے ان بیلوں کو ہانکتے ہوئے لے کر چلتے (ہل چلاتے ہوئے) زمین کے ایک

گوشے کو مسلسل دو بار کھودتے ہوئے چلتے اور دوسرے گوشے تک پہنچ جاتے اسی طرح چاروں اطراف اور کونوں میں ہل چلاتے۔

بیان کرتے ہیں کہ آپ کی سخاوت اس قدر تھی کہ ایک دن ہل چلانے کے دوران ایک سائل (غریب زمیندار) آپ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ مجھے ہل چلانے کے لئے آہنی آلہ ''جسے اس علاقے میں پھال اور پھالہ کہتے ہیں'' عطا فرمائیں کیوں کہ میں تنگ دست ہوں اور مجھ میں خریدنے کی طاقت نہیں ہے اس نے جو طلب کیا تھا آپ نے دے کر رخصت کر دیا پھر خیال آیا کہ یہ باقی سامان کہاں سے لائے گا (یہ سوچ کر) لکڑی کے تمام آلات ایک ہی دفعہ میں اسے عطا فرما دیے تیسری بار اسے پھر واپس بلا کر دونوں بیل بھی دے دیے نیز بیج بونے کے لئے غلہ بھی دے کر رخصت کیا تا کہ کسی کا محتاج نہ رہے کیونکہ (یہ امید لگا کر) میرے پاس آیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کی سخاوت ایسی تھی۔

ایک اہلیہ سے تین فرزند تھے جب کہ دوسری بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی آخری بیٹے جو کہ بہت خوبصورت اور تھوڑی عمر کے تھے لیکن اپنے افعال وحقیقت کے اعتبار سے بزرگ تھے ابھی اڑھائی سال کے تھے کہ والد صاحب (حضرت بابا جیون) انتقال فرما گئے اور حضرت دمڑی والا صاحب کے قدمین مبارک میں آرام فرما ہو گئے ان کی قبر مبارک پختہ دیوار کے اندر آنحضرت کے قدموں تلے نزدیک ہی واقع ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تذکرہ
فرزندان حضرت بابا جیون صاحب

(جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آپ کے چار فرزند تھے) ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت میاں قادر بخش، میاں کرم بخش المشہور میاں کملا، میاں الٰہی بخش اور میاں شمس الدین۔

حضرت بابا کرم بخش مست ومجذوب اور مستجاب الداعوات تھے جس کے متعلق جو کہہ دیتے ویسے ہی ہو جاتا۔ تمبا کو (حقہ) بہت زیادہ پیتے تھے جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں کڑوا تمبا کو پیش کرتا تو اس پر خوش ہو جاتے اور جو کچھ وہ چاہتا آپ کہہ دیتے اور ویسا ہی ہو جاتا چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک روز راجہ عمر خاں آپ کے پاس آکر دعا کا خواستگار ہوا کہ قلعہ منگل جو دوسروں کے قبضے میں ہے میرے تصرف میں ہو جائے آپ نے جواب میں فرمایا کہ کڑوا تمبا کو لاؤ جب دو گٹھی تمبا کو منگوا کر آپ کے سامنے رکھا گیا تو فرمایا جاؤ میں نے (قلعہ) منگل تجھے دے دیا اور قیامت تک کے لیے تمہارا خیمہ (حکمرانی) اس قلعہ پر رہے گا (چنانچہ) تھوڑی مدت میں ہی وہ قلعہ اس کے تصرف میں آ گیا اور طویل مدت تک اس کے اقتدار تلے رہا اس راجہ کی قبر بھی اس قلعہ میں ہے۔

بیان کرتے ہیں اس (واقعے) کے بعد ایک روز راجہ اکبر علی خاں نے

بھی آپ سے دعا چاہی کہ سکھوں کی فوج نزدیک آ گئی ہے اور میں اس پر ضرب لگانا چاہتا ہوں میری آرزو ہے کہ میرا لشکر فتح یاب و کامران ہو آپ نے فرمایا جاؤ تم قتل ہو جاؤ گے جب کہ تمہارے لشکر کو فتح و ظفر ملے گی حسب فرمان ایسا ہی ہوا اچانک وہ راجہ بندوق کے زخم سے ہلاک ہو گیا جب کہ اس کے لشکر کو فتح ملی اور اس کے تمام دشمن نیست و نابود ہو گئے۔

بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس کسی کو کوئی مشکل درپیش ہو نانِ شیریں جسے میٹھی روٹی کہتے ہیں پکا کر میری نیاز پیش کرے انشاءاللہ تعالیٰ آسان ہو گی۔

آپ کی قبر مبارک پختہ دیوار کے باہر لیکن اس کے ساتھ متصل ہے قبر مبارک بھی گچ اور چونے وغیرہ کے ساتھ پختہ کی ہوئی اور دروازے سے شمال کی طرف قریب ہی پختہ فرش پر ہے۔

آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے کیونکہ آپ نے شادی نہیں کی۔

میرے جدّ محترم حضرت میاں جیون صاحب کے بعد سجادہ نشینی میں توقف رہا کیونکہ سجادہ نشینی کے لیے میرے والد گرامی حضرت میاں شمس الدین صاحب کے متعلق حکم دیا گیا تھا جب کہ (حضرت میاں جیون صاحب کی رحلت کے وقت) آپ کی عمر اڑھائی سال تھی یوں آپ اس عمر میں یتیم ہو گئے چنانچہ آپ کے بالغ ہونے تک منصب سجادگی کسی ایک فرد کیلئے معیّن نہ ہو سکا (البتہ

مختلف اوقات میں مختلف بزرگ) چند روز تک دربار اقدس اور آپ کی والدہ بزرگوار کی خدمت کرتے اور نذر و نیاز حاصل کرتے رہے لیکن آپ کی والدہ صاحبہ کے حکم پر دَربارِ دُربار کے جملہ امور عم محترم میاں کرم بخش المشہور میاں کملا صاحب جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے سرانجام دیتے رہے۔

تذکرہ
والد گرامی سجادہ نشین حضرت
میاں شمس الدین صاحب

اس خاکسار (میاں محمد بخش) کے والد گرامی حضرت شمس الدین قدس سرہ سخاوت شعار تھے آپ نے اپنے شجرہ مبارکہ میں خود کو اپنے والد گرامی حضرت میاں جیون صاحب کے ساتھ ظاہر کیا اور انہی کو اپنا مرشد قرار دیا ہے آپ بہت سے بزرگوں سے بہرہ یاب ہوئے ہیں چنانچہ زمانہ طفولیت میں یتیمی کی حالت میں تھے کہ ایک شخص نے کسی وجہ سے آپ کو طمانچہ مارا تو یہ مظلوم درد سے روتے روتے والدہ کے پاس آئے اور احوال بیان کیا والدہ محترمہ نے دکھ محسوس کرتے ہوئے آپ کو کہا کہ "میں بیچاری بیوہ اور پردہ دار ہوں کسی سے انتقام نہیں لے سکتی میرے سامنے رونے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں اپنے پیر و مرشد یعنی حضرت دمڑی والا صاحب کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر فریاد کرو کہ وہ تمہاری دادرسی کریں"

آپ والدہ محترمہ کے فرمان کے مطابق فوراً (حضرت دمڑی والا صاحب کے مزار پر پہنچے اور) قدموں تلے گر کر آہ وزاری کرنے اور اشک بہانے لگے اور روتے روتے سو گئے ظاہراً آپ پر غنودگی طاری تھی لیکن دل دکھی تھا حالت خواب میں دیکھا کہ ایک ایسا دلاور مرد کہ "دنیا میں اس کی مثل بہادر نایاب ونادر ہوتے ہیں" بندوق پکڑے ٹریگر پہ ہاتھ رکھے اور نالی کا رخ سیدھا کیے ہوئے آیا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دلاسا دیا اور کہا "اے بیٹے چپ ہو جا بالکل نہ رو تمہاری گریہ وزاری حضرت دمڑی والا کی بارگاہ میں مقبول ہو گئی ہے اور مجھ بگا شیر برق انداز کو آپ سرکار نے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے مجھے فقیر سپاہی کہتے ہیں میں بالکل دیر و تاخیر نہیں کرتا اس بندوق کا منہ جس طرف چاہتا ہے کر اور دیکھ کہ اس بندوق میں دو تیر (یعنی گولیاں) ہیں جو کچھ لوگوں کے لیے کافی ہیں لیکن دشمنوں کے ہاتھ سے روٹی نہ کھانا اور نہ ان پر راضی ہونا"

جب آپ نیند سے بیدار ہوئے گریہ وزاری کی بلند آوازیں اپنے کانوں سے سنیں معلوم کیا (تو پتہ چلا) کہ یہ آوازیں اسی شخص کے گھر سے آرہی ہیں کچھ دیر بعد اس گاؤں کے کچھ لوگ آپ کے پاس آکر عرض گزار ہوئے اور بڑی منت سماجت کے ساتھ اس شخص کے گھر میں لے گئے ہزار توبہ ومعذرت کے ساتھ کھانا کھلایا کھانا کھانے تک اس شخص کا جوان بیٹا مر چکا تھا وہ خود بھی جان بلب تھا جب آپ راضی ہو گئے اور دم کیا تو وہ صحت یاب ہو گیا یوں آپ قدس سرہ

کوسب سے پہلے حضرت جناب عالی سرکار دمڑی والا کی جانب سے خیر وشفقت حاصل ہوئی۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ بچپن میں درویشانہ طور پر گھر سے نکل پڑے اور شہر گجرات میں حصول علم کے لئے قیام پذیر ہو گئے ایک دن آپ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ ان دنوں ہمارے پیر کے خاندان میں علم باطن کے معلمین صرف دو چار آدمی رہ گئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ رحلت کر جائیں اور میں علم ظاہر میں ہی مشغول رہ جاؤں مجھے چاہیے کہ ابھی ان میں سے کسی کی خدمت میں چلا جاؤں اور علمِ باطن بھی حاصل کرلوں (چنانچہ) پختہ ارادہ کر کے اس شہر سے وطن جانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ باہر آکر ابھی اس شہر کے تالاب تک ہی پہنچے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت میاں بدوح شاہ صاحب (بابا بدوح ابدال) سیر کر رہے ہیں آپ نے انہیں دیکھ کر سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ ”صاحبزادہ صاحب علم اعلیٰ ہنر ہے اسے سیکھو ہم شب وروز تمھارے قریب ہیں اس اندیشے کو دور کرو اور چند روز صبر کے ساتھ گزارو“ وہ یہ تسلّی دے کر رخصت ہو گئے اور حضرت والد گرامی پھر حصول علم میں مشغول ہو گئے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ جب اُبی محترم نے کوکنار (پوست) کا نشہ شروع کیا والدہ صاحبہ کو خبر نہ تھی جب (آپکی) والدہ صاحبہ کو پتہ چلا تنگ دل ہو کر انہوں نے گریہء وزاری شروع کردی، بہت زیادہ ناراض ہوئیں اور زجر وتوبیخ کی آپ

نے والدہ کی ڈانٹ ڈپٹ سے حیران و پریشان ہو کر سرکار (دمڑی والا کے مزار) کے قدموں تلے پہنچ کر رونا شروع کر دیا اور سر جھکا کر آہ وزاری کرتے ہوئے اسی جگہ سو گئے تو آنحضرت کے جمال جہاں آراء کا دل سے معائنہ کیا (اور زیارت آنحضرت دمڑی والا سرکار سے بہرہ یاب ہوئے) آنحضرت نے آپکی بہت زیادہ دلداری و غمگساری کرتے ہوئے فرمایا ''اے بیٹے پوست کے معاملے میں اندیشہ نہ کر پوستی اللہ نال دوستی اتے تیریاں دوئے باھاں میرے ہتھ'' (یعنی تیرے دونوں بازو میرے ہاتھ میں ہیں)

ہر دو بازوؤں سے مراد اس دنیا کا بازو اور آخرت کا بازو ہے یا اس سے مراد ان (حضرت شمس الدین) کا بازو اور میرا (میاں محمد بخش کا) بازو ہے کیونکہ میں ان کا فرزند ہوں اور یہ عنایت آپ سرکار کی جانب سے ہے۔

☆ ایک مرتبہ آپ میر پور کی طرف جا رہے تھے اور آپکے خادم نے کچھ زرد روغن آپکی نذر کیا آپ سیّد پھاون شاہ صاحب قدّس سرّہ کی خدمت میں گئے جو ان دنوں حیاتِ دنیا میں تھے اور آپ وہ زرد روغن (کھانے کا تیل) ان کی نذر کر کے سلام و آداب بجالائے کہتے ہیں کہ اتفاقاً اس روز سید صاحب کے لنگر میں روغن نہ تھا کھانے میں جب وہ روغن میسّر ہوا تو خوش ہو کر فرمایا کہ اے بیٹے آج ہمارے لنگر میں روغن نہ تھا تو لے آیا (اس خوشی میں) میں نے تمہیں بھی روغنی کر دیا یعنی تمہارے باطن کی خشکی دور کر کے فقر کی تری تمہیں دی نیز آپ نے سید

صاحب سے تبرک بھی لیا۔

☆ آپ حضرت میاں فیض بخش صاحب قدس سرہ کی خدمت وصحبت میں رہے اوران سے بھی بہرہ وافر حاصل کیا۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ان سے رخصت ہونے کے لئے تعظیم وآداب وتسلیم بجالائے اورروانگی کا ارادہ ظاہر کیا آنخضرت آپ کے آداب وتسلیم کی بجا آوری سے راضی وخوش ہوئے اور شفقت فرماتے ہوئے والدِ محترم کے دونوں بازو پکڑ کر بغداد کی طرف کئے اور بلند آواز سے آنجناب کی خدمت ارجمند میں عرض کیا کہ اے پیرِ پیراں اس فقیر کے بازو تھام لیجئے۔

جب چند مرتبہ یہی آواز دی تو آنجناب (حضرت غوث صمدانی قدس سرہ) کی بارگاہ میں مقبول ہوئے۔(حضرت میاں فیض بخش صاحب نے) آپکو مبارکباد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے تمھارے دونوں بازو حضرت غوث صمدانی قدس سرہ کے ہاتھ میں دیے اور تمہیں آنجناب عالی قدر کے سپرد کیا اب جو بھی تیری برابری (کا دعویٰ) کرے گا اور ترکِ ادب کرے گا سرنگوں ہو جائے گا اور تمہارا حکم کشمیر ولاہور تک جائے گا اور قابل پذیرائی ہوگا'' چنانچہ تادم حال بفضل خداوندی ایسا ہی ہے جب آپ بالغ ہو گئے اور (ظاہری وباطنی علوم میں) قابلیّت حاصل کر لی تو سجادہ نشینی آپ کے حوالے کر دی گئی۔

☆ ایک روز میر پور کی طرف جا رہے تھے راستے میں ایک خادم کا گھر تھا

وہاں جا کر قیام فرمایا وہ خادم اپنے گھر کی تعمیر میں مشغول تھا اور اس دن دیہات کے دوسرے لوگ بھی چھت ڈالنے کے لیے وہاں جمع تھے جب چھت تیار ہوئی تو وہ خادم مہمانوں کی خدمت میں مصروف ہو گیا اور ان کو کھانا کھلانے لگا جب کہ والد گرامی (حضرت میاں شمس الدین) کو بالکل نہ پوچھا اور ان کی خدمت میں بھی حاضر نہ ہوا وہ خلیفہ جو والد صاحب کے ہمراہ تھا اس خادم کے تغافل سے تنگ دل ہوا کسی نے اس خادم کو کہا کہ میاں صاحب کی خدمت بھی بجالاؤ اور کھانا پیش کرو اس نے جواب میں کہا کہ میاں صاحب کو بھی دوں گا لیکن وہ تو فارغ بیٹھے ہیں جب کہ یہ لوگ سارا دن کام کرتے رہے ہیں اور اس نے آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھا اچانک آپ (اس کے تحقیر آمیز رویے سے) جلال میں آ گئے اور فرمایا کہ ''ان کا کام تو تُو دیکھ چکا ہے اب ہمارا کام دیکھ'' اور خلیفہ کو ارشاد فرمایا کہ ''حضرت سرکار (پیرا شاہ غازی قلندر) یہیں ہیں اور انہوں نے اس نئی چھت کے اوپر لات مبارک ماردی ہے'' (آپ نے ابھی یہ فرمایا ہی تھا کہ) اچانک وہ چھت نیچے گر پڑی اور لوگوں کی ہلاکت کا خوف پیدا ہو گیا (کیونکہ کچھ لوگ اس چھت تلے دب گئے تھے) چنانچہ (بقیہ) سب لوگ آ کر آپ کے قدموں پر گر پڑے اور مدد و استعانت و دعائے خیر چاہی (ان کی معذرت و استغفار پر آپ نے معاف فرما دیا اور) آپ کی دعا سے سب لوگوں نے سلامتی کے ساتھ اس مصیبت سے چھٹکارا پایا اور اس آزمائش کے بعد ندامت و شرمندگی کے ساتھ سر زمین پر رکھ دیا

اوراس کے بعد خدمت میں سرگرم ہو گئے۔(واللہ اعلم بالصواب)

☆ موضع سہار کا رہائشی خدا بخش خان نام کا ایک شخص حاکم تھا اور وہ ان دنوں غارت گری (اور لوٹ مار) کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھا ایک روز مال مویشی لوٹ لوٹ کر اپنے سپاہیوں کو دیتا رہا اور زمینداروں کے ساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا رہا، ان زمینداروں میں سے سوارؔی نام کے ایک زمیندار نے والد صاحب کی خدمت میں پہنچ کر فریاد کی اور آہ وزاری کرتے ہوئے اپنے احوال بیان کیے اور اس بے چارے نے خود کو آپ کے در پر ڈال دیا۔ آنحضرت (والد گرامی میاں شمس الدین) رحم کرنے اور ترس کھانے والوں میں سے تھے۔ اسی لیے اس کے حال پر رحم کرتے ہوئے ہمراہ ہو لیے اور موضع سہار میں خان مذکور کے پاس پہنچ کر اسے فرمایا کہ ''سوارؔی کے مویشی واپس کر دو'' ہر چند آپ یہی فرماتے رہے لیکن خان مذکور عذر اور بہانے کرتے ہوئے آپ کے فرمان کو ٹالتا رہا اور تسلیم نہ کیا بالآخر تنگ اور لاچار ہو کر صاف جواب دیتے ہوئے کہنے لگا کہ کیا ''آپ سوارؔی کی ضمانت (اور سفارش) کیلئے آئے ہیں اگر ایسا ہی زورِ فقر (وولایت) رکھتے ہیں تو میرا یہ بازو توڑ ڈالو'' جب آپ نے اس کا یہ گستاخانہ کلام سنا تو غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ ''ہم تو سوارؔی کی ضمانت کے لیے ہی آئے ہیں لیکن تیرا ضامن کوئی نہ ہوگا'' (یہ فرما کر) لاٹھی دوبار زمین پر ماری اور فرمایا کہ ''تجھ جیسے کا سر کاٹنا چاہئے بازو نہیں'' یہ فرما کر اسی طرح غصے میں وہاں

سے چلے آئے اور اپنی مسند پر جا پہنچے۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں لالہ بھاگ مل قلعہ موضع برجن کا کوتوال تھا۔ اتفاقاً کسی نے اُسے کہہ دیا کہ خدا بخش خاں تمہیں قتل اور قلعہ فتح کرنا چاہتا ہے، یہ خبر سن کر وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اپنی فوج ہمراہ لے کر سہار پر شب خون مارا اور خدا بخش خان کو اس کے بڑے بیٹے سمیت قید کر کے قلعے میں لے آیا اور قتل کر کے (بلندی سے) نیچے پھینک دیا۔

☆ موضع برکٹ میں موجود ایک کنویں کا پانی مدت سے خشک ہو گیا تھا حتی کہ تری بھی باقی نہ رہی اس گاؤں کے لوگوں نے مٹی وغیرہ نکال کر پانی نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ جس قدر بھی کھودتے نمی نہ پاتے ایک روز کسی وجہ سے حضرت والد صاحب اس کنویں پر سے گذرے لوگوں نے آپ کو دیکھا قدم بوسی کی اور آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی اور کہا اے سخی مرد! آپ کا وجودِ با جود چشمہ ءفیض ہے جب کہ ہم تشنہ لب (اور پیاسے) ہیں کسی قسم کے چارے اور سبب سے ناامید ہو کر ہم نے آپ کے دامن کو تھاما ہے آپ ہمیں اس کنویں سے پانی عطا فرمائیں۔ جب آپ نے ان کی عجز وزاری کو دیکھا تو جوش میں آگئے سانس باہر کھینچا اور فرمایا کہ ''سب کنویں سے باہر آ جاؤ کدالیں اور پھاوڑے چھوڑ دو اور اپنے گھروں کو چلے جاؤ اور کل صبح آ کر دیکھو ان شاء اللہ کنویں سے پانی پا لوگے ''

انہوں نے ایسا ہی کیا (اور صبح آ کر دیکھا) تو ویسا ہی پایا کہ پانی ایک گز اوپر آ گیا تھا

☆ ایک روز آپ نے ایک نوجوان (چرواہے) سے کسی سائل کے لیے ایک بکرا طلب کیا اس نے انکار کر دیا اور بے پرواہو کر چلا گیا جب رات ہوئی وہ اپنے ریوڑ کو گھر لے آیا اور دروازہ بند کر کے سو رہا۔ ایک شیر اس کے گھر کی چھت کو پھاڑ کر ریوڑ میں گھُس آیا اور سارے ریوڑ کو چیر پھاڑ کر کھاتا رہا اور باقی ماندہ کو زخمی کر کے مار ڈالا اور ان کا ڈھیر دروازے کے سامنے لگا دیا۔ دن چڑھے جب وہ چرواہا اٹھا اور اس دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ نہ کھُلا بڑی مشکل سے کسی طرح کھولا اچانک شیر گھر سے نکل کر چلا گیا اور اس چرواہے نے ریوڑ کے بچے کھچے اعضا کا ڈھیر دیکھا تو آپ کی خدمت میں پہنچ کر اس انکار پر معذرت و توبہ کی۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ جناب سید محمد شاہ صاحب میر پور والے کی اہلیہ عفیفہ پاکدامنہ حصول اولاد کیلئے چند بار عقیدت کے ساتھ آپ کے پاس آئیں۔ ایک دن یہ پاکدامنہ آپ کی خدمت میں بیٹھی تھیں کہ ایک آدمی پھولوں کا گلدستہ لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے ان پھولوں سے تین پھول اُٹھا کر اس عصمت پناہ خاتون کی جانب پھینکتے ہوئے کہا " اے پاکدامنہ انہیں پکڑ لے اور زمین پر نہ گرنے دینا " اس معصومہ نے راستے سے ہی وہ پھول اپنے دامن میں پکڑ لیے اور زمین پر نہ گرنے دیے۔ آپ نے فرمایا کہ "جاؤ اور مراد مند ہو جاؤ " آپ کے اس کلام کی برکت سے ان کو تین فرزند ہوئے۔ سید حیات علی شاہ اور ان کے بعد ایک معصومہ بیٹی یعنی بی بی فتح بیگم صاحبہ اور تیسرے سید باقر علی شاہ

''جن کی شجاعت مسلّم، جو سخاوت سے مزیّن، خوبصورت، مرغوب سیرت تھے۔ مردانگی کی مُروّت اور بے مثال قوت وطاقت کے حامل تھے'' پیدا ہوئے۔

☆ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ دریا میں طغیانی کی بنا پر طوفان آ گیا اور دریا کے کنارے پہ موجود دیہات پانی میں ڈوب گئے، فصلیں اور درخت جڑوں سے اکھڑ کر دریا میں بہتے چلے جا رہے تھے اور دریا کی سطح دیار کی لکڑیوں سے پُر ہو گئی تھی۔ ان دنوں دریا میں بہتی ہوئی لکڑیاں کسی حاکم (یا حکومت) کے تصرف میں نہ ہوتی تھیں جو چاہتا (نکال کر) اپنے مصرف میں لے آتا۔

(حسبِ معمول اس طوفان میں بھی) کثیر تعداد میں لوگ دریا کے کنارے پر چھوٹی بڑی لکڑیاں پکڑ رہے تھے۔ آنحضرت کو بھی دیار کی ایک بڑی لکڑی کی ضرورت تھی اس لیے آپ بھی دریا پر چلے آئے۔ اور لکڑی پسند کرنا شروع کر دی بالآخر چوہدری شمشیر خاں کی (لکڑیوں میں سے) ایک بڑی لکڑی پسند کر کے اس سے طلب کی کیونکہ وہ اس کے تصرف میں تھی اور وہ آپ سے دل و جان کے ساتھ محبت کرتا تھا۔ اس محبّ صادق نے خوش مزاجی اور خوش طبعی کے طور پر آپ کو کہا کہ '' مجھ سے طلب کر رہے ہیں دریا سے کیوں نہیں مانگتے حالانکہ دریا میں بے شمار لکڑیاں ہیں جبکہ کنارے پر موجود لکڑیاں تو لوگوں کی پکڑی ہوئی (اور ان کی ملکیت) ہیں۔ اور اس نے اس لکڑی کی طرف اشارہ کیا جو کنارے سے بہت دور دریا میں بہتی چلی جا رہی تھی اور آپ کو کہا کہ وہ لکڑی

طلب کرو اور کنارے پر لا کر کام میں لاؤ (یہ کہہ کر) وہ اپنے پیر (آپ حضرت) کی طرف متوجہ ہوا۔

تو آپ نے (اس لکڑی کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ "اے دریا کی لکڑی ادھر آ کہ ہم تیری آمد کے منتظر ہیں " جب آپ نے اسے باآواز بلند پکارا تو بامر خدا تعالیٰ وہ لکڑی دریا کے کنارے پر آ کر ٹھہر گئی۔

اس کرامت اور خرق عادت سے مخلوق حیران رہ گئی اور آپ اس لکڑی کو کام میں لائے۔

☆ ایک شخص فضل خان قوم مردیال کوہستان سے پھرتا پھراتا آیا اس کے پاس کافی گائیں، بھینسیں تھیں جنہیں چرانے کیلئے اپنے اہل وعیال اور تمام مال و اسباب سمیت بیلہ چچیاں میں دریا کے درمیان (خشک جگہ پر) سکونت پذیر ہو گیا ایک روز کسی کام کے لیے اِس کنارے آیا ہوا تھا، اچانک شدید بارش کی وجہ سے عظیم طوفان اور پانی کا بہت بڑا ریلا آ گیا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ طوفانِ نوح علیہ السلام کا نمونہ ہے۔ مچھلیاں، سانپ، شیر اس کا شکار ہو کر رہ گئے ہزاروں درخت غرق آب ہو گئے۔ ریچھ، چیتے، اژدہے، مگرمچھ اور دیگر رنگا رنگ جانور زندگی و موت (کی کشمکش) میں (بہے چلے) جا رہے تھے اور دریا کا پانی درختوں کی چوٹیوں سے گزر رہا تھا، فضل خان نے جب خوفناک طغیانی کو دیکھا بیوی، بچوں کی ہلاکت اور مال کی بربادی کے خوف سے غمناک ہو کر پُرنم آنکھوں سے آپ

کی خدمت میں آیا اور آپکے حضور روتے چلاتے عرض حال کیا اس کی گریہ زاری سے آپ کے دل میں رحم آیا اور فرمایا کہ اے فضل خان فضل کا دستر خوان کشادہ ہے اور ہم نے اپنا ہاتھ سامنے رکھا ہوا ہے۔ مایوس مت ہو فقیر تمہاری مدد کو پہنچ گیا ہے اب کوئی وسوسہ دل میں نہ لا ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے مال واسباب اور بیوی بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا سب سلامتی پائیں گے۔ (چنانچہ) ایسا ہی ہوا یعنی اس کا تمام مال وعیال سلامت رہا، فضل خان اس کرامت سے خادم اور معتقد ہو گیا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ فضل داد خان نام کا ایک راجہ تھا، جو آپ سے صدق ومحبت رکھتا تھا آپ بھی اس پر مکمل نظر شفقت رکھتے تھے ایک روز اس نے فضل نامی ایک زمیندار کو قید کر لیا اور بڑی مضبوط زنجیر (اس کے پاؤں میں) ڈال دی اور محافظ و پاسبان اس کے سر پہ کھڑے کر دیے اُس (مقیّد) زمیندار کا کوئی آدمی آپ کی خدمت میں آیا اور روتے ہوئے (صورتِ حال) عرض کی۔ آپ اس کے حامی وہمراہ ہو کر اس راجہ کے پاس جا پہنچے اور فرمایا اے فضل داد خان! فضل کو اپنے فضل کے ساتھ بخش دے اور اسے اس قید سے رہا کر دے ہم اس کی سفارش کے لیے آئے ہیں۔ اس نے کہا یا حضرت! پانچ صد روپیہ لوں گا اس کے بغیر اس کا چھٹکارا مشکل ومحال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "ٹھیک ہے۔ اپنی فوج اور ان محافظوں کو جو اس (کی نگرانی کے لیے اس) پر مامور ہیں کہہ دے اور خبردار کر دے کہ فقیر آج شب فضل کو رہا کروائے گا یہ پہلے ہی انہیں کہہ دے تا کہ پھر تمہیں کوئی افسوس نہ ہو"۔ یہ

کہہ کر آپ واپس آ گئے۔ جب رات ہوئی بے شمار سپاہی اس کے اردگرد کڑی نگرانی کے لیے کھڑے تھے کہ (قیدی) فضل نے خواب میں دیکھا کہ آپ اس کے سر پہ کھڑے فرما رہے ہیں کہ ''اٹھ اور بھاگ جا میں نے تیری زنجیر کھول دی ہے''۔ وہ بیدار ہوا ہاتھ زنجیر کو لگایا تو دیکھا کہ وہ کھلی ہے ڈر گیا اور کمر ہمت نہ باندھی اور پھر سو گیا۔ دوسری بار پھر خواب میں اسے بشارت دی کہ اٹھ وہ اٹھا اور بھاگ گیا (پاسبانوں کو بعد میں پتہ چلا کہ قیدی بھاگ گیا تو) ہر چند کہ سپاہی اس کے پیچھے (پکڑنے کے لیے) دوڑے لیکن وہ ہاتھ میں نہ آیا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ دھنّو نام کا ایک ہندو لڑکا بے حد مفلس اور غریب تھا جو (لوگوں کی) بکریاں چراتا اور روٹی (حاصل کر کے) کھاتا (بس یہی اسکا ذریعہ معاش تھا) وہ والد گرامی کو سلام کرنے کے لیے آیا کرتا تھا ایک روز آپکو اس کی حالت پر رحم آیا اور اسے اپنے ہاتھ والی کانے کی چھڑی دے کر فرمایا کہ ''دھنپت رائے جاؤ فقیر کی چٹھی پکڑو اور ملک پر حکومت کرو'' اس دن کے بعد راجہ گلاب سنگھ کے پاس اس کی نوکری منظور ہو گئی (اور وہ اہم درباری فرد بن گیا) اور دور دور تک رائے کے خطاب سے مشہور ہو گیا چنانچہ اب تک اس کے فرزندان ضلعدار/تحصیلدار وغیرہ ہیں۔ اس نے تمام عمر بڑے کرّ وفر، دولت و جاہ اور (راجہ کی) مصاحبت میں گزاری۔

☆ ایک شخص تپ چہارم میں مبتلا تھا۔ اس مرض سے تنگ آ کر ایک روز بیلہ

میں گیا اور سائیں لدھا شاہ ولی صاحب کے مزار پر ٹھہرا اور سو گیا خواب میں دیکھا کہ حضرت سرکار دمڑی والا صاحب اسے فرما رہے ہیں کہ خشک لکڑی لا اور میرے پوستی (میاں شمس الدین) کے سامنے آگ جلا کہ وہ گرمائش حاصل کریں اور تجھے تپ سے نجات ملے۔ جب یہ آدمی بیدار ہوا اس نے ایسا ہی کیا تو بخار دفع ہو گیا۔

اس سے سمجھ لے کہ اولیاء اللہ کی بارگاہ میں انکی کیسی عزت ہے۔

☆ ایک دفعہ لوگوں کی بھیڑ بکریوں میں ایسی وباء پھیلی کہ اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہ بن رہی تھی آپ (اس وقت) موضع جبوٹ میں تھے ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ بکریوں کی وباء جس کا نام بوڈھی ہے ارد گرد پھیل گئی ہے۔ آپ میرے ریوڑ پر نظر فرمائیں آپ نے اس کے ریوڑ کی جانب نظر کرتے ہوئے ایک چھوٹا پتھر ہاتھ میں اٹھا کر اس ریوڑ کے باڑے میں پھینک دیا اور فرمایا بوڈھی اس باڑے سے دور ہو جا اور پھر نہ آنا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت سے تادم حال اس کے ریوڑ پر یہ آفت کبھی نہیں آئی۔

☆ ایک دن رہتاس کے علاقے میں کسی کام کے لئے جا رہے تھے آپ کے ہمراہ کافی سارے لوگ بھی تھے ان میں سے ایک سید رکن عالم شاہ بھی ہم رکاب تھے ایک گاؤں میں گئے تو دیکھا (ایک جگہ) بہت سے لوگ جمع ہیں اور گھر سے روتے ہوئے (کچھ لوگ) باہر آ (جا) رہے ہیں۔ آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ ہمارے قیام کے لئے چارپائیاں اور گھوڑے باندھنے کیلئے سامان

مہیا کریں۔ دیہات کے لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہمیں ایک مشکل درپیش ہے اگر آسان ہوتو ہم خدمت بجالائیں گے ورنہ نہیں آپ نے پوچھا کہ وہ کیا مشکل ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایک عورت چند دن سے دردِ زہ سے دوچار اور لاعلاج ہے اور اب وہ جان بلب (اور قریب المرگ) ہے آپ نے درخواست سن کر سید رکن عالم شاہ سے فرمایا کہ آپ سید ہیں اس عورت کے بطن پر باطنی ہاتھ پھیریں اور بچہ باہر لائیں ورنہ یہ گوجر باہر لاتا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں آپکی قوت (روحانی) کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی آپکی ہمسری وبرابری کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ آپ اس بات سے ان سب لوگوں پر مہربان ہوئے اور توجہ فرمائی تو اس عورت سے خیریت وسلامتی کے ساتھ فرزند متولّد ہوا۔

☆ ایک روز ایک ساربان (اونٹوں کا رکھوالا) ایک درخت پر چڑھ گیا اور اس سایہ دار درخت کو کاٹنا شروع کر دیا۔ آپ نے تحمل کے ساتھ اسے منع کیا۔ اس ساربان نے آپکے فرمان عالی پر عمل نہ کیا ہر چند روکنے کی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آیا ناچار غضب ناک ہوکر فرمایا کہ ''خبردار رہنا'' (آپ یہ فرما کر) اس طرف سے تشریف لے گئے جب آپ اس سے اوجھل ہوگئے وہ نادان ساربان درخت سے نیچے گر پڑا اور اس کی ایک ران ٹوٹ گئی اور وہ نالہ وفریاد اور آہ وفغاں کرنے لگا آپ اس کی فریاد سن کر فوراً اس کے سر پر پہنچ گئے اور اسے گھر پر ٹھہرا کر اس کی خدمت (اور علاج ومعالجہ) کراتے رہے کیونکہ اس کے ہمراہی اسے چھوڑ کر چلے گئے

تھے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سوا کوئی پناہ نہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ بیان کرتے ہیں کہ شمشیر خاں چوہدری جو آپ کا محب اور اہل مجلس میں سے تھا۔ ایک روز (اس کی کسی گستاخانہ حرکت پر) بطور خیر خواہی ناراض ہوئے تو وہ (متکبّرانہ انداز میں بے پرواہو کر) چل دیا جس کی بناء پر آپ نے غضبناک ہو کر اسے فرمایا ''جا تو جزامی ہو جائے'' آپکے اس فرمان کے تھوڑی ہی مدت بعد اس پر مرض جذام ظاہر ہو گیا اور وہ اس بیماری سے تنگ اور ناچار ہو گیا بالآخر آپکی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر چہرے سے پردہ اٹھایا اور اپنے وجود کو دیکھتے ہوئے حیران و پریشان ہو کر توبہ واستغفار اور آہ وزاری کرتے ہوئے آپکے قدمین مبارک پر گر پڑا۔ بالآخر آپ نے اس پر رحم کرتے ہوئے اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا'' کہ (کسی بھی صورت میں) چاند کی پہلی اور جمعرات کو دربار اقدس (حضرت غازی قلندر علیہ الرحمہ) کی زیارت قضا نہ کرنا انشاء اللہ اس مرض سے شفایاب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ اس نے شفاء پائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کھانا پینا شروع کر دیا۔

☆ جب راجہ ءراجگان راجہ ہیرا سنگھ لاہور کے نواح میں قتل ہوا وہ عید کا دن تھا زوال کے وقت اس کو زوال پہنچا آپ بھی بوقت ظہر لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ اس کے قتل کی خبر اسی وقت لوگوں کو دی اور فرمایا کہ ابھی وہاں سے ایک آدمی نے آکر یہ خبر ہمیں بیان کی ہے (حالانکہ) آپ کے سوا وہ آدمی کسی کو نظر نہ

آیالوگوں نے وہ وقت اور دن یاد رکھاچند دن بعد لاہور شہر سے کچھ لوگوں نے آکر مفصل بیان کیا کہ وہ راجہ قتل ہواتو عید کا دن اور زوال کا وقت تھا۔آپکی اس کرامت سے پتہ چلا کہ آپ نور باطن سے ملاحظہ فرماتے اور بے شمار خبریں آپ سرکار سے ظاہر ہوئیں غرض شب وروز آپ سے وقوع پذیر ہونے والی کرامات کا شمار دشوار ہے۔

☆ آپ سے روایت ہے کہ حضرت سرکار دمڑی والا کا ارشاد ہے کہ ہمارا جو بھی (سلسلہ طریقت سے وابستہ فرد) ہے سرخ دستار یا نباتی جوتانہ پہنے اگر پہنے گا تو زیادہ عرصہ (زندہ) نہ رہ سکے گا۔اور یہ بات سنی بھی ہے اور دیکھی بھی ہے کہ ہمارے خاندان کے تین افراد جنہوں نے سرخ دستار اور نباتی نعلین پہنے تو جوانی میں ہی ناگہانی موت کا شکار ہوگئے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) ہمارے والد گرامی کے بھائی بابا قادر بخش

(۲) آپکا بھتیجا میاں صوبا

(۳) ہمارے بھائی میاں علی بخش (علیہم الرحمۃ والرضوان)

نیز آپ سے مروی ہے کہ آنحضرت دمڑی والا صاحب قدس سرہ نے فرمایا جو بھی ہمارے خاندان یا میرے سجادہ نشینوں میں سے ہو۔اسے چاہئے کہ

نماز قضانہ کرے۔

زنانہ کرے

اور عمل میں ریاکاری نہ کرے۔

پھر وہ جو بھی کہے گا خطا نہ جائے گا۔ (یعنی منہ سے نکلی ہوئی ہر بات پوری ہوگی)۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ مبارک کنواں (جو احاطہ ءدربار میں ہے) جاری کرنے کا ارادہ کیا اور شیشم کا بڑا درخت کاٹا خواب میں حضرت سرکار دمڑی والا صاحب کو دیکھا جو فرما رہے ہیں کہ ہمارے سر پر شوروغوغا کا آغاز نہ کرو آپ کے فرمان کے ساتھ ہی شدید بارش نازل ہوئی اور وہ لکڑی اور پتھر بھی غرق ہو گئے۔

والله اعلم بالصواب

☆ سواری نام کا ایک نمبردار جو آنحضرت کے خادموں میں سے تھا آپ نے اپنے خدمت گار تاجدار خاں کو اس کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس سے ایک بکری کا بچہ لے آؤ نیز اس مقصد کے لئے اس کے نام رقعہ بھی لکھ دیا جب تاجدار خاں سواری کے پاس پہنچا اور مقصد بیان کیا تو اس نے گستاخانہ انداز سے کہا کہ میں بکری کے کئی بچے دے چکا ہوں آج چلا جا ہر روز بکری کا بچہ دینا میرا کام نہیں ہے۔ تاجدار خاں نے اسے کہا کہ یہ رقعہ واپس کر دو تاکہ میں آپ کو (جا کر) دے دوں اس کے دل میں کوئی خوف نہ آیا اور رقعہ واپس کر دیا اور کہا کہ میں نے کئی لوگ دیکھے ہیں جو یوں ہی زور دکھاتے ہیں۔ تاجدار خاں دل گرفتہ ہو کر واپس آیا اور تمام صورت احوال بیان کرنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے سن لیا ہے اس صورت حال پر جزع فزع نہ کرو ہم فقیر لوگ ہیں صبر کرنا چاہیے۔ جب رات

ہوئی اور وہ نمبردار سویا تو (اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ) چارپائی سے نیچے گر پڑا ہے اور ایک گدڑی پوش مردانہ صورت فقیر اس کے سینہ پر بیٹھ کر کہہ رہا ہے کہ ''تو نے کہا کہ میں نے تجھ جیسے کئی دیکھے ہیں اب ہمیں دیکھ'' (نیز سواری کو) آگ کا شعلہ بھی نظر آیا جو اس فقیر کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسے داڑھی اور چہرے کی طرف لا رہے ہیں تو اس نے خواب میں استغفار کیا اور بزرگوں کی روح کو شفیع لایا اور عہد کیا کہ علی الصباح آپکی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ جب دن روشن ہوا تو اپنی عورت، فرزند اور بکری کے بچے سمیت فریاد اور آہ وزاری کرتے ہوئے ڈرتا ڈرتا آپکی خدمت اقدس میں پہنچا اور عرض گزار ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تاجدار کو راضی کرو تو میں راضی ہوں گا۔ کل وہ گریہ زاری اور فریاد کرتا ہوا آیا تھا (چنانچہ) جب اس کے قدموں میں آیا تو وہ ہزار شکوہ وشکایت کرتے ہوئے راضی ہوا اور اس کی تقصیر کو معاف کر دیا۔

☆ ایک شب دربار منور سے کاشانہ اقدس کی طرف اکیلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شیر آپکے سامنے آ گیا آپ کے ہاتھ میں خالی برتن تھا وہی اسے دے مارا اور زبان مبارک سے آواز بھی نکالی شیر چلا گیا اور آپ بسلامت گھر تشریف لے گئے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے بھتیجے میاں علم دین کا کچھ راتوں سے معمول تھا کہ آدھی رات کے قریب سرکار قلندر کے مزار عالیہ پر چلے جاتے آپ نے

فرمایا کہ سرکار کی بارگاہ میں طلوع صبح کے بعد مغرب تک جانا چاہیے۔ یہ فرمان خاص انہی کے لئے تھا لیکن انہوں نے آپکی اس ممانعت پر عمل نہ کیا اور اسی وقت (رات کو) ہی جاتے رہے ایک مرتبہ خانقاہ شریف میں حاضر ہو کر کھڑے تھے کہ ان کے کانوں میں ہیبت ناک آواز پہنچی دیکھا تو جنّات گروہ در گروہ انکے سامنے آ رہے ہیں ڈر کر بھاگے اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر ایسے گرے کہ ہر چند اٹھنے کو کہا جاتا لیکن (دہشت کی وجہ سے) اٹھ نہ سکتے اور کہتے کہ یہ میرے سامنے ہیں میں کیسے اٹھوں مجھے پکڑ لیں گے بالآخر حضرت والد گرامی نے جب انہیں فرمایا کہ اٹھ ان میں سے کوئی بھی یہاں نہیں ہے۔ جب دیکھا تو کسی کو نہ پایا اور امان پائی۔

مثنوی

جن و انسان ست در فرمان شیخ
جان و جانِ جن وانساں جان شیخ

جن و انسان سب حضرت شیخ کے فرمان کے تابع ہیں۔ حضرت شیخ کی جان تو جنوں و انسانوں کی جان کی بھی جان ہے۔

سنگ و آہن نیز در فرمانِ او
باد جنبان ابرہم گریانِ او

پتھر اور لوہا بھی آپ کے زیر فرمان ہے۔ چلنے والی ہوا اور برسنے والے بادل بھی انہی کے فرمانبردار ہیں۔

آتشِ سوزندہ ازوی سوزیاب
ہم شبِ بختم از ایشاں روز یاب

جلانے والی آگ نے انہی سے حرارت وتپش پائی ہے۔رات کی تاریکی دن کے اجالے میں آپ ہی کی وجہ سے بدلتی ہے۔

ہرکہ او درسایہ ء ایشاں رسید
شد گناہش طاعت ودشمن مرید

جو بھی آپ کے سایہء عاطفت میں پہنچ گیا اسکے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو گئے اور دشمن مطیع وفرمانبردار بن گئے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز آپ تشریف فرما تھے کہ ایک سیاہ فام جوان شخص جس کا نام احمد تھا آپ کے سامنے گریہ وزاری اور عاجزی ولاچاری ظاہر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں دیوان ہری چند کا باز دار ہوں اور ایک شاہین میرے ہاتھ سے غائب ہو گیا ہے۔ہری چند کے خوف سے میں نے اسے بہت تلاش کیا ہے۔ ہر سمت اس کی جستجو کی ہے لیکن حصول مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا۔وہ حاکم بڑا جابر ہے مجھے اس سے جان کا خوف ہے۔ظاہری چارہ ءکار بہت بجالا چکا ہوں لیکن دل ہنوز افسردہ وپریشاں ہے اب آپ کے قدمین مبارک میں بیٹھا ہوں یا تو وہ شاہین ہاتھ آئے تا کہ لے جاؤں ورنہ اسی جگہ پر مٹی ہو جاؤ ں گا۔حضرت والد محترم علیہ الرحمہ نے ہر چند اس کو دلاسا دیا لیکن وہ

رخصت نہ ہوا کیوں کہ حاکم کا خوف اس کے دل میں جاگزیں ہو چکا تھا اور وہ اس کی جانب جانے کی ہمت نہ پاتا تھا بلکہ آپ کے اقدام مبارک پر گر کر نالہ وزاری شروع کر دی آپ بڑے رحم دل تھے اس پر رحم آیا اور فرمایا کہ جاؤ فلاں جگہ پر بھیڑ بکریوں کے گوبر پر بیٹھا ہے۔ جب وہ اس جگہ پہنچا تو دیکھا کہ اس کا شاہین اسی جگہ گوبر پر بیٹھا ہے۔ گویا بامر خداوندی بندھا ہوا ہے اسے پکڑا اور حضرت والد گرامی کے حضور حاضر ہو کر مرید ہوا۔ اور ہمارے دور تک گاہے بگاہے نذر و نیاز لے کر آپکی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور اب کچھ عرصے سے نہیں آیا

☆ موضع نرماہ میں جہاں آنحضرت کے خادموں کی سکونت بھی ہے ایک شخص اپنے بیٹے کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھا جب شادی کا دن آیا جمعہ خاں نارمہ موضع پلاہل سے اٹھا اور لشکر لے کر ان پر آ پہنچا اور باپ بیٹے کو گرفتار کر کے لے گیا باقی لوگ والد محترم کے پاس فریاد لے کر حاضر ہوئے آپ اس وقت ان کے قریب (کسی دیہات میں) تھے۔ ان کے ہمراہ ہو لیے اور جمعہ خاں کے پاس جا کر فرمایا کہ ان دونوں کو رہا کر دو اور ان سے جو چاہتے ہو اس کی ضمانت ہم دیتے ہیں۔ اس نے قبول نہ کیا بالآخر غضبناک ہو کر فرمایا کہ خبردار یہ دونوں اس فقیر کی مدد سے رہا ہو جائیں گے اور انشاء اللہ تیرے لیے بھی ایسی ہی صورت در پیش ہونے والی ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ دونوں گرفتار (باپ، بیٹا) موقع پا کر نکل گئے اور ان میں سے کوئی ان کے ہاتھ نہ آیا البتہ

اس پر عتاب یوں ظاہر ہوا کہ جب محمد جمعہ خاں کے بیٹے کی شادی کا دن تھا لوگ جمع تھے کہ حاکم نے آ کر اسے بیٹے سمیت گرفتار کر لیا اور (اس علاقے کی) حکومت بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

اس محمد جمعہ نے بڑھاپے اور ضعیفی میں ایک جوان عورت سے نکاح کیا اس عورت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اولاد عنایت ہو آپ نے اس پر مہربان ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تجھے اولاد ہو گی اس فرزند کا نام فقیر بخش رکھنا۔ چنانچہ فرزند متولد ہوا اس کا نام فقیر بخش ہے اور وہ دیہات کا چوہدری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ ماہ رمضان المبارک میں موضع پلاہل میں تشریف فرما تھے چھوٹے بڑے بے شمار لوگ آپکی مجلس میں قدمین مبارک پر نظر رکھے حاضر تھے اتفاقاً عوام وخواص کے منہ پر روزے کا ذکر چل نکلا کہ فلاں روزہ دار ہے اور فلاں بغیر روزے کے ہے۔ غریبا نامی ایک بافندہ بھی موجود تھا آپ نے اچانک اسے فرمایا کہ تو روزہ کیوں نہیں رکھتا اس نے جواب میں کہا کہ میں روزہ دار ہوں آنحضرت نے فرمایا تو روزہ نہیں رکھتا اگر چاہے تو ہم گواہی لے لیتے ہیں اس نے کہا کہ یہ لوگ مجھ سے عداوت رکھتے ہیں آپ کے دعویٰ پر آپ کے خوف سے گواہی دے دیں گے آنحضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی غیر ناطق حیوان گواہی دے دے تو قبول کر لے گا یا نہیں کیونکہ وہ تو ہمارے خوف اور

تمہاری عداوت اور ریاکاری سے پاک ہے اس نے کہا غیر ناطق کی گواہی کو میں کیونکر قبول نہ کروں گا تو آپ نے (ایک بکرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ میری گواہی پہ گواہ ہو کہ غریبا روزہ دار نہیں اور میرا دعویٰ درست ہے اچانک ایک طرف سے بکرے نے اس انداز سے بلند آواز نکالی گویا کہ وہ تائید کرتے ہوئے ہاں کہہ رہا ہے سب لوگ حیران رہ گئے اور اس کرامت کے قائل ہو گئے اور وہ شخص بھی اس کرامت کیوجہ سے ندامت و شرمندگی کے ساتھ قدموں پر گر گیا اور توبہ واستغفار کرنے لگ پڑا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ ایک دن اس علاقے میں پانی کے کنارے پر تشریف فرما تھے بے شمار لوگ آپ کے گرد یوں ہالہ کیے ہوئے تھے جیسے چاند کے گرد (ہالہ) ہوتا ہے اتفاقاً سیّدی شاہ رفیع الدین جو صاحب مسخرات تھے آپکی ملاقات کو آ گئے آپ ان کا استقبال بجالائے اور اپنے پہلو میں بٹھایا محبت آمیز گفتگو فرماتے ہوئے اچانک حضرت والدی مکرم کی نگاہ قریب کے عظیم پہاڑ پر پڑی تو فرمایا کہ اگر اس بلند پہاڑ کی چوٹی سے ایک (بڑا) ٹکڑا الگ ہو کر نیچے آ پڑے اور اس (ٹکڑے) سے چند ٹکڑے (مزید الگ ہو کر) اڑتے ہوئے نیچے آئیں تو کیسا تماشا رہے گا۔ (اس فرمان کے) ایک لمحے بعد ہی اس پہاڑ کی چوٹی سے ایک بڑا ٹکڑا جدا ہو کر گرا اور اس سے بھی چند ٹکڑے الگ ہو کر اڑتے گرتے نیچے آئے اور ان سے خوفناک آواز گونج اٹھی جب شاہ صاحب اور دیگر لوگوں نے اس خرقِ عادت اور کرامت کو دیکھا تو آپ کے سامنے سر جھکا دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مثنوی

شیخ باشد حاکم کوہ و کواں
گر بخواند پیش او آید دواں

اگر کوئی بوڑھا آدمی بھی آپکے سامنے آکر زانوئے تلمّذ تہہ کر لے تو وہ کوہ و بیاباں اور ریاستوں کا حکمران بن جائے۔

فہم گفتش میکند ہر ذرّہٗ
گاوٗ میش و میش و گاو برّہٗ

آپ ہر ذرے کو سمجھداری کی باتیں کرنا سکھا دیتے ہیں۔ خواہ گائیں، بھینسیں ہوں یا بکریاں اور بھیڑیں۔

سنگ و ہیزم ہم درخت و کاہ ہا
زیرِ حکم اوست روٗد راہ ہا

پتھر، خشک لکڑیاں، اور درخت، گھاس پھونس بھی آپ کے تابع فرمان ہیں۔ اسی طرح تمام راستے بھی آپ کے حکم کے تحت اور آپکے تصرف میں ہیں۔

گر بگوید کوہ را زیر افگند
ریش خود در قلبکِ شیر افگند

اگر آپ پہاڑ کو حکم دے دیں تو وہ نیچے آگرتا ہے۔ اور شیر (جیسا خوفناک درندہ)

بھی اپنی دم دبا کر آپ سے وفاداری کا اظہار کرتا ہے۔

لنگ میگردد بحکم او پلنگ

سنگہا گردد بامر او پسنگ

آپ کے حکم سے چیتا بھی لنگڑا اور اپاہج بن کر بے بس ہو جاتا ہے۔آپ کے فرمان پر پتھر بھی واپس پلٹ جاتے ہیں۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ سائیں سمّوں نام کا ایک فقیر جو صاحب برکت اور حضرت مائی خیر بانو صاحبہ چوکھ والہ کا طالب تھا چھاولہ گاؤں میں چلہ کشی کے لیے بیٹھا تھا حضرت والد گرامی سیر کرتے ہوئے موضع پنجن میں تشریف لائے اور چند دن خدام کے گھر میں رہے کہ ایک دن آپکی مجلس میں اس فقیر کا تذکرہ ہوا اور اس کے اوصاف کے بیان میں مبالغہ آمیزی ہوئی آپ نے اس فقیر کو طلب کرنے کے لیے خادموں میں سے ایک آدمی کو بھیجا جب وہ اس کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ حضرت میاں صاحب سجادہ نشین دربار سرکار دمڑی والا موضع پنجن میں تشریف فرما ہیں اور آپکو یاد فرماتے ہیں آپ اٹھیں اور جلد از جلد میرے ہمراہ ہو کر ان کے پاس چلیں جب اس فقیر نے یہ حکم سنا تو سر کو فخر اور تکبر سے بلند کر کے کہا ''میں نہیں جانتا کہ میاں صاحب کون شخص ہے جاؤ چلے جاؤ'' وہ خادم ناچار ہو کر واپس آیا اور اس فقیر کا گستاخانہ کلام بیان کیا آپ نے غضب ناک ہو کر چند آدمیوں کو دوبارہ بھیجا کہ جاؤ اور اسے پکڑ کر لے آؤ جب اسے خادموں نے زور

اور سختی سے کہا اس نے پھر انکار کیا اور گاؤں کے لوگوں کو خبر کر دی اور خود (بھی) ہتھیاروں سے آراستہ ہوکر آ گیا اور ان قاصدوں کو زبردستی وہاں سے دھکیل دیا تو آپکی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے اور اپنی تمام مشکل بیان کردی آپ نے غضب ناک ہوکر فرمایا کہ میں نے "چہاولہ کو ایسا شکست وریخت سے دوچار کردیا کہ قیامت تک اکٹھا نہ ہوگا۔"

چنانچہ اس وقت تک وہی صورت درپیش ہے کہ مذکورہ گاؤں کے مالکان آوارہ و بیگانہ ہیں اور وہ گاؤں دوسروں کے تصرّف میں ہے واللہ اعلم بالصواب

☆ ایک روز اس فقیر (مؤلف کتاب) کے پیر (سائیں غلام محمد) اور والد گرامی اکٹھے تشریف فرما تھے اور مجلس میں کوئی غیر آدمی موجود نہیں تھا۔ اچانک والد گرامی نے فرمایا کہ سائیں صاحب جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے سکھوں کی حکومت کو تین ماہ سے بدلا جا چکا ہے لیکن ابھی تک تبدیلی کا ظہور نہیں ہوا آخر ان کی حکومت کس وجہ سے قائم ہے؟ حضرت صاحب و شیخِ من سائیں صاحب نے فرمایا کہ آپ جیسے کسی مرد نے ان کی حکومت کو تھاما اور سنبھالا ہوا ہے۔ سنا ہے کہ تین چار ماہ کے بعد سکھوں کی حکومت ختم ہوگئی اور انگریزوں کی عملداری قائم ہوگئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ آپکا رحم وکرم اور حلم وبردباری اس قدر تھی کہ جب کسی کو بیمار دیکھتے تو آپکو اس پر رحم آ جاتا۔ ایک دفعہ برادر مکرم بہاول بخش کے ہاتھ سے ایک گیدڑ

مضروب ومجروح ہوکر گر پڑا (اور پکڑا گیا) آپ نے اسے لوگوں کے ہاتھ سے آزاد کروایا اور وہ معجون جو خود کھاتے تھے اسے بھی کھلاتے رہے یہاں تک کہ وہ ہوشیار ہوکر چلا گیا۔

ایک دفعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ شکاریوں نے ایک جانور ''جسے ہندی زبان میں تکھڑ کہتے ہیں'' کو مضروب کر کے پکڑ لیا آپ کو اس کے حال پر رحم آیا اسے اپنے پاس رکھ لیا اور اپنی معجون کھلاتے رہے اور ہر لحاظ سے دیکھ بھال کرتے رہے۔

یونہی اگر کوئی آدمی کسی مرغ کو ذبح کرنے کے لیے لاتا جب آپکی نظر اس پر پڑتی اس مرغ کو رہائی دلوادیتے۔ مختصر یہ کہ آپکی سخاوت، رحم اور حلم و بردباری احاطۂ تحریر وتقریر سے باہر ہے۔

☆ جب آپکی رحلت کا وقت آیا ایک روز حالت مستی میں فرمایا کہ مجھے ولایت ودانائی دونوں عنایت کی گئی ہیں اور میں نے دنیاوی امور میں دانائی سے کام لیا ہے ولایت سے نہیں۔

☆ ایک بار برادرم علی بخش کو فرمایا کہ اے بیٹے تیرے اور اس کے درمیان کشمکش ظاہر ہوگی جب والد گرامی ان کو دیکھتے تو ان کے حال پر رحم وکرم کا مظاہرہ فرماتے ایک مرتبہ میاں علی بخش صاحب کو فرمایا کہ بیر کا درخت میں تمھیں دیتا ہوں اور اس کمترین کو فرمایا کہ درخت پلاس جس کے نیچے ہم بیٹھے ہیں تمہیں عطا

کرتا ہوں (آپکے داماد) میاں کاکو صاحب نے عرض کیا کہ بیر کا درخت تو پھل دیتا ہے آپ نے وہ میاں علی بخش صاحب کو عطا فرمایا جبکہ درخت پلاس سے کیا حاصل ہوگا فرمایا کہ اس درخت پلاس سے مبلغات اور رقوم حاصل ہوں گی۔ آپکی رحلت مبارک کے پانچ یا چھ سال بعد میاں علی بخش فوت ہوگئے اور اسی درخت بیر تلے ان کی قبر بنی یوں آپکا فرمان عالی درست ثابت ہوا اور اس کمترین کو اسی درخت پلاس کے نیچے کچھ عرصہ سکونت اختیار کرنے کا اتفاق ہوا بے شمار دولت و مبلغات آئیں اور خرچ ہوگئیں اس حوالے سے بھی آپکا فرمان درست ثابت ہوا۔

☆ ایک شب تشریف فرما تھے اور بے شمار مخلوق آپکے اردگرد بیٹھی ہوئی تھی ایک شخص داروغہ جھنڈا نامی آپکا محب روتا چلاتا ہوا آپکی قدمگاہ میں گر پڑا (کیونکہ آپ سخت بیمار تھے اور اس کے دل میں آپکی فرقت کا احساس جاگزیں ہوگیا تھا چنانچہ) آپ نے اسے دلاسا دیتے ہوئے فرمایا کہ اے جھنڈا غم نہ کھا اگر میری اولاد کے حق میں بھی ایسے ہی صدق و یقین رکھو گے تو میرے استخوان بھی تیری مدد کریں گے ہرگز مجھے مردہ نہ سمجھنا۔

میں نے دیکھا اور سنا بھی ہے کہ ان دنوں (حالتِ علالت میں) حضرت شاہ چراغ (گیلانی) کا یہ شعر اکثر وردِ زبان رکھتے۔

دند کھسی سنگ اوکھڑی تھولاں سٹے کن
کھول لے خصماں ٹلّیاں گل ہوری دے بھن

ممکن ہے (کہ اس شعر کے ساتھ) حضرت پیر صاحب غازی قلندر کی بارگاہ میں مناجات کرتے ہوں کہ ہماری رحلت کا وقت قریب آگیا ہے اب یہ سجادگی، دستار اور یمن وبرکت ہمارے فرزندوں کو عنایت فرمادیں اور (یہ شعر) اسی غرض سے کہتے ہوں۔

آپکی رحلت مبارکہ ماہ اسوج ۱۲۶۴ھ میں ہوئی اور آپ کے بعد خلعت وسجادگی پر اخیءِ محترم بہاول بخش رونق افزا ہوئے اور جملہ کاروبار دنیا انہیں کی مدد وبرکت سے ترقی پایا اور یہ کمترین ان دنوں خورد سال یعنی انیس سال کا تھا کہ قطعہ تاریخ کہا اور وہ قطعہ یہ ہے۔

قطعہء تاریخ

آں خور دنیا وَ دین رفت چو زیر زمیں

در غمِ آں باچنین آہ زنم ہر سحر

جب دین ودنیا کا وہ آفتاب زیر زمین چلا گیا تو اس کے غم میں

ہر صبح کو دکھ اور کرب کا اظہار کرتے ہوئے میں آہ نکالتا ہوں۔

سال وصالش شمار بعد زہجرت ہزار

دوصد وشصت وچہار کرد چو زیں جا سفر

اس دنیا سے آپکی ہجرت ورحلت کے بعد جب میں نے وصال کے

سال کا شمار کیا تو وہ ۱۲۶۴ھ تھا۔

دوم ''کہ جس کے آخر سے ابجد کے حساب سے سالِ رحلت معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

قطعۂ تاریخ

آں شہ سجادہ نشیں گشت چو خلوت گزیں

نعرہ زناں ہر کسے گفت کجا ایں چنیں

جب وہ سجادہ نشین شہنشاہ خلوت گزیں ہوئے تو ہر کسی نے نعرہ لگاتے ہوئے کہا یہ کیا ہو گیا؟

سال وصالش شنو گفت محمد نکو

رفت باوج الابد شمس الدنیا وَ دیں

ان کے وصال کا سال سنو جو محمد بخش نے بیان کیا کہ دین و دنیا کے آفتاب دائمی بلندیوں کی طرف تشریف لے گئے۔

(باوج الابد شمس الدنیا وَدیں بحروف ابجد ۱۲۶۴ھ بنتے ہیں)

آپکے فقراء وخلفاء کا تذکرہ

حضرت سائیں بارا رحمۃ اللہ علیہ

آپکے بعد آپکے خلفاء وخدّام بہت زیادہ تھے لیکن اختصار کے ساتھ آپکے ایک یادو خلفاء کا تذکرہ ہوگا کہ "مشت نمونہ خروارست" (یعنی ذرا سے نمونہ سے ہی کل چیز کی اصلیت معلوم ہوجاتی ہے)

آپ (حضرت سائیں بارا) بے ریا مرد اور صدق وصفا کے موتی وفرد تھے آپکا مولد علاقہ بار ہے جو قادر آباد اور حافظ آباد کے نزدیک ہے آپکا تعلق گھرایاں قوم سے تھا۔ آپکے گاؤں کا نام ٹالی گھرایاں ہے۔ وہاں سے آکر اس علاقے کے راجوں کے پاس پہنچ کر ملازمت کر لی اور سپہ گری کا پیشہ اختیار کیا۔ ایک روز اچانک والد گرامی کی نظر ان پر پڑی جس کی برکت سے دنیاوی تعلقات ومعمولات سے بیزار ہوکر آپ کے دست اقدس پر توبہ کی اور آپکی خدمت میں سرگرم ہوگئے اور قدیم زمانے کے طالبین کی طرح آپ کے فقیر بن کر آداب بجالانے پہ کمربستہ ہوگئے، روز وشب آپکی خدمت کے لیے کمر ہمت باندھے رکھتے اور کماحقہٗ آپکی اطاعت وفرمانبرداری بجالاتے۔ اور ہرگز ہرگز تقصیر وتغافل کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیتے۔ ایک روز آپ سے کوئی ناروا حرکت سرزد ہوئی یا کوئی ناپسندیدہ بات نکل گئی جس کی وجہ سے حضرت مرشد

ان سے ناراض ہو گئے اور ملال خاطر ہو کر فرمایا دور ہو جا دور ہو جا میری نظروں سے اوجھل ہو جا۔ جب والد صاحب نے اس پہلو پر مبالغہ فرماتے ہوئے انہیں اپنی چھڑی کے ساتھ سختی سے دھکیلا تو آپ نے خیال کیا کہ مرشد کے فرمان کو بجانہ لانا ترکِ ادب ہے (یہ سوچ کر) اٹھے اور کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ میں کہاں جاؤں میں جس طرف بھی دیکھتا ہوں آپ کی سلطنت نظر آتی ہے اور آپکی نگاہوں سے غائب ہونا میرے لیے ممکن نہیں کیونکہ آسمان وزمین کی تمام جگہیں آپکی نگاہ میں ہیں میں جہاں بھی جاؤں گا آپ کے ملک میں ہی ہوں گا۔ آپ مفصل بیان فرمائیں کہ میں کس سمت چلا جاؤں۔

اس گفتگو سے بحرِ کرم موج میں آگئے اور انہیں معاف فرما کر اپنی خدمت میں ہی رکھا اور روز بروز ان کے حق میں آپکی عنایات زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی گئیں۔ حتٰی کہ یہ مستجاب الدعوات ہو گئے۔

☆ ایک روز ایک شخص کو جو کہ قمار بازی میں مشغول تھا آپ سائیں باراشاہ نے اسے فرمایا کہ تمباکو کے لیے آگ لاؤ دو تین بار کہنے کے باوجود وہ شخص نہ اٹھا اور اسی شغل میں لگا رہا۔ آخرکار آپ نے اسے فرمایا کہ تجھے تین کانے ہی آئیں گے۔ اس کے بعد جب بھی وہ بازی کھیلنے کیلئے ہاتھ ڈالتا اسے تین کانے ہی پڑتے۔ اور اس کی ملامت اس قدر عام ہوئی کہ لوگ ہر طرف ان الفاظ سے اس کا مذاق اڑاتے ”اے گاماں تن کانے“

مختصر یہ کہ سائیں بارا صاحب صفاوہد اتھے۔اور بے پناہ حلم وحیا کے مالک تھے۔اگر کبھی غضبناک ہو جاتے تو ہم نے انہیں جزع وفزع کرتے اور کسی کے متعلق فحش ودشنام طرازی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔عمر میں والد صاحب سے زیادہ معلوم ہوتے اور ان کے بعد ۱۲۶۸ھ میں رحلت فرما ہوئے۔آپکی قبر جہلم اور رہتاس کے علاقے میں موضع کوٹلہ میں دریا کے کنارے کے قریب ہے وہاں باغ اور بستان سرا بھی ہے آپکی قبر کے مجاوران بھی وہیں سکونت پذیر ہیں

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

حضرت سائیں حضوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرزا ماہنجی نام کا ایک مسافر آپکی خدمت سے مشرف ہوکر صاحب یمن وبرکت بن گیا دربار اقدس کی خدمت کرتا رہا اور حضوری کے نام سے مشہور ہوا۔سائیں حضوری نے اپنے مرشد کی زندگی میں ہی وفات پائی ان کی قبر پختہ دیوار کے باہر دوسرے دروازے سے جنوب کی طرف موجود ہے۔

✿✿✿

☆ اسی طرح صاحب نام کا ایک مسافر جو قوم مصلّیاں سے تعلق رکھتا تھا آپکی خدمت سے مشرف ہوا اس کا نام (بھی) حضوری پڑ گیا۔دربار شریف کا مجاور اور جاروب کش بن کر برکت والا ہوگیا۔ایک رات یہ فقیر مرشد کے

قریب سوئے ہوئے تھے انہوں نے خدمت کیلئے ان کو آواز دی یہ ایک دو آوازوں پر بیدار نہ ہوئے تو مرشد نے اپنا جوتا اٹھا کر اس خادم کے سر پر مارا تو یہ اچانک اٹھے اور بسم اللہ بسم اللہ کرتے ہوئے سر سامنے کر دیا مرشد رک گئے اور ان کے حق میں خصوصی عنایت ظاہر فرمائی۔ اس حضوری فقیر کی وفات ماہ پھاگن ۱۲۸۶ھ میں ہوئی اور ان کی قبر اپنے مرشد علیہ الرحمہ کی چاردیواری کے دروازے کے قریب ہے۔

تذکرۂ فرزند آنحضرت
(یعنی سجادہ نشین حضرت میاں بھاول بخش رحمۃ اللہ علیہ)

جب اخی محترم بہاول بخش صاحب سجادہ نشین مقرر ہوئے اس وقت ایک خوبصورت عورت آپ پر فریفتہ ہوگئی۔ اپنے ایک خادم کے ہمراہ مالکان سے روپوش ہو کر فرار ہوگئی۔ اس کے مالکان نے اسے تلاش کرنے کے لئے ہر طرف اطلاع کر دی اور وہ پل جہلم پر گرفتار کر کے مالکوں کو پہنچا دی گئی۔ اس سبب سے حاکموں نے سجادہ نشین سے پوچھ گچھ کی اس وقت معصوم خاں نام کا ایک شخص حاکم کا معتمد و مختار تھا سجادہ نشین نے اسے اپنی حمایت کیلئے کہا (کیوں کہ آپ بے قصور تھے) اس نے جواباً بدتمیزی کرتے ہوئے کہا کہ او فقیر تو لوگوں کی عورتیں لے جائے اور میں تیری حمایت کروں یہ کیسی عقلمندی ہے؟ سجادہ نشین نے اس کی

اس گفتگو سے ملول ہو کر کہا کہ انشاء اللہ تم آٹھ دن کے اندر اندر اسی حاکم کے ہاتھوں گرفتار ہو گے اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے فقیر نہ کہنا۔ ایسے ہی ہوا اور وہی معصوم خاں زنجیر سے بندھا ہوا شکستہ حال دربار پہ آ کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور گریہ وزاری و توبہ کرتے ہوئے دعائے خیر کا طلب گار ہوا اور خلاصی پائی۔

☆ موضع بڑجن میں حیاتو نام کی ایک خاتون آپکی بہت خدمت کرتی تھی لیکن تنگدستی کی وجہ سے سخت پریشان تھی۔ ایک رات آپ نے نیند سے بیدار ہو کر اسے فرمایا کہ بی بی حیاتو اٹھ تیرے لیے بے شمار رزق آیا ہے۔ چند روز کے بعد اس کے رزق میں فراخی آ گئی اور پھر حیاتو کی زندگی میں اس پر کبھی رزق کی تنگی نہیں آئی۔

☆ ہمارے دور میں نعمت اللہ نمبردار حاکم کی قید میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے قبیلے میں سے کسی نے آپکی خدمت میں آ کر روتے ہوئے صورت حال عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ چپ کر کے چلے جاؤ ایک دو روز میں رہائی پا لے گا بلکہ چند دوسرے قیدیوں کو بھی اپنے ہمراہ لے جائے گا چنانچہ پیر کی امداد سے ایسا ہی ہوا۔

☆ مسجد کی نئی تعمیر بھی انہی کے عہد میں ہوئی۔

اب ہم سابقہ بیان کی طرف لوٹتے ہیں جو اس سے پہلے جاری تھا
(یعنی آنحضرت دمڑی والا کے مریدوں کے تذکرہ کی طرف رجوع کرتے ہیں)

تذکرہ حضرت مستان شاہ ولی صاحب

اس علاقے میں ہی ایک گاؤں مخیہ ہے جس میں میمونہ نام کی عفت وعصمت والی ایک بیوہ خاتون تھی۔ جس کا ایک فرزند تھا۔اس فرزند نے حضرت سرکار دمڑی والا صاحب کی نظر کیمیا اثر میں آکر بیعت کرلی اور فقیر بن گیا، حالت کمال کو پہنچا اور جامِ الست کا مست ہوکر ''مستان شاہ'' نام پایا۔ یہ اپنی حالت صورت اور لباس کے اعتبار سے قلندر تھے۔ جام نوش فرماتے اور پشم کا لباس پہنتے۔ میاں میدو نام کا ایک معتقد خادم ان کے پاس رہتا جب وہ گدا بن کر روٹیاں، حلوہ اور طرح طرح کے کھانے لاتا اور حضرت مستان شاہ صاحب کے سامنے رکھتا۔ تو آپ اپنی لکڑی جسے ہندی میں مُطْہر کہتے ہیں اٹھا کر چند سخت ضربیں اس کے سر پر مارتے اور وہ صادق الیقین بالکل سر نہ ہٹاتا۔ جو بھی دیکھتا، سنتا چکھتا (سب کچھ برداشت کرتا لیکن) ہرگز نہ بھاگتا اور خدمت میں مصروف رہتا۔ حضرت مستان شاہ صاحب جو چاہتے تناول فرماتے اور اس (کھانے) میں سے کچھ خشک ٹکڑے اس خادم کو عطا فرما دیتے اور نان وحلوہ کو آگ میں ڈال کر جلا دیتے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آپکے قریب سے ایک زہریلا سانپ گزرا آپ نے اُسے پکڑ کر سر سے لے کر دم تک کھالیا اور میاں میدو کو فرمایا کہ'' اے

میدو ہم نے کیسی لذیذ گندل کھائی ہے جا اور ایسی ہی اور گندلیں لے آ" خادم نے دست بستہ ہو کر عذر (ظاہر) کیا کہ ایسی گندلیں لانا اور کھانا آپ کا کام ہے میری کیا مجال۔ تو آپ نے فرمایا چلو بیٹھ جا۔

☆ میر پور کے راجوں میں سے ایک راجہ کی بیوی بڑی صاحب جمال وکمال تھی اور اس کا مولد علاقہ تھن تھا۔ آپ گلی میں اس کے سامنے سے گزرے تو (اتفاقاً) آپکی نظر اس پہ پڑی۔ وہ عورت بے اولاد تھی آپکی نظر کی برکت سے اسے بیٹا ہوا جس کا نام منصور علی رکھا گیا جب کچھ مدت گزر گئی تو وہ لڑکا بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا اس کی ماں روتے روتے حضرت مستان شاہ صاحب کے پاس آئی استغاثہ پیش کرتے ہوئے دعا کی طلبگار ہوئی۔ آپ مراقبے میں تھے اس لیے اسے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اسے دیکھا اور توجہ دی اس بی بی کو بیٹے کی کشش تھی جس کی وجہ سے واپس گھر چلی گئی دیکھا تو اس کا بیٹا بے ہوش اور بے جان معلوم ہوتا تھا اور اس کی نبض بھی گم ہو چکی تھی۔ وہ بے چاری بیٹے کے غم سے جزع وفزع کرتی ہوئی (دوبارہ) مستان شاہ صاحب کی خدمت میں آئی اور کہا میں تجھ ایسے کامل کی خدمت کرتی رہی ہوں اور تم بھی مجھ پر نظر کرم ڈالتے آئے ہو اب یہ غم جو مجھ پر غالب آنے والا ہے اور میرا فرزند ہلاک ہوا چاہتا ہے لیکن آپ ہمارے حق میں دعا بھی نہیں کر رہے۔ آپ سے محبت میرے کس کام آئے گی یونہی وہ بہت زیادہ باتیں کر رہی تھی کہ اس دوران بحرِ کرم موج میں آ گئے

اپنا سر مراقبے سے اٹھایا اور فرمایا کہ میں بغداد شریف میں تھا وہاں ایک بڑھیا کا ہیرے جیسا بچہ تھا جو تقدیر کے بہانے سے فوت ہو گیا اس عورت نے محبوبِ سبحانی کی بارگاہ میں عرض کی جو قبول ہوئی اور اس فقیر کو حکم ہوا کہ اس کے بچے کو زندہ کر، میں اس کام میں مشغول تھا اور تیری فریاد سے غافل تھا۔ اسے میں نے امر خداوندی سے زندہ کر دیا اب تو چلی جا انشاءاللہ تیرا فرزند بھی زندہ ہے اور اسکی عمر دراز ہوگی۔ جب وہ دوبارہ گھر پہنچی تو دیکھا کہ اس کا فرزند زندہ ہے اور حرکت کر رہا ہے۔ وہ شکر بجالائی اور آنحضرت کی خدمت میں آ کر قدم بوس ہوئی اور وہ جب تک زندہ رہی آپکی خدمت بجالاتی رہی۔

☆ حضرت مستان شاہ صاحب کی نشست گاہ میر پور شہر میں نلوٹی محلّہ کی کلاں مسجد کے ساتھ ہے شمال کی جانب سے اس کی ایک سمت بیرون مسجد ظاہر ہے یہ نشست گاہ پتھر سے تعمیر شدہ ہے اور آپکی آتش گاہ اس نشست گاہ کے مغربی جانب موجود ہے اسے بھی پتھر کے ٹکڑوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔

☆ آپ صحرا میں دریا کے کنارے پہ بیٹھے ہوئے تھے ایک روز ایک جوان نے آپکو دیکھا، سلام کیا بعد ازاں آپ کیلئے روٹی اور دودھ مقرر کر دیا اور جب تک آپکو کھلا نہ لیتا اسے اپنے کھانے میں لذت نہ ملتی۔ ایک دن کسی ضروری کام کے لیے گھر میں رہ گیا اور اپنی چھوٹی بیٹی اور بیٹے کو دودھ اور روٹی دے کر اس جگہ کا نشان بتا کر بھیج دیا (تا کہ وہ آپ کے پاس پہنچا آئیں) وہ دونوں نادان تھے

راستے میں ہی دودھ روٹی کھا کر واپس آگئے اور باپ کو بتایا کہ وہ فقیر کو کھلا کر آئے ہیں۔ جب دوسرا دن ہوا پھر وہی صورت حال درپیش ہوئی۔ فقیر کو ان پر غصہ آیا اور وہ دونوں یعنی بچہ اور بچی ہلاک ہوگئے اور ان کی ماں بھی فوت ہوگئی۔ وہ جوان پھر آپ کے سامنے روٹی دودھ لے کر آیا اور عاجزی وزاری ظاہر کرتے ہوئے احوال بیان کیا۔ آپکو اس پر رحم آیا اور فرمایا کہ جو چاہتا ہے بیان کر۔ اس وقت کوئی دوسرا آدمی شادی کر کے نئی دلہن لے کر آرہا تھا وہی سرخ پوشاک والی خاتون اسے پسند آگئی اس نے کہا کہ میں وہ نئی دلہن چاہتا ہوں اور اس کے شکم سے اولاد کا طلبگار ہوں۔ آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا اسی طرح ہوجائے گا۔ (چنانچہ) وہ دلہن اس شوہر سے (طلاق لے کر) آزاد ہوئی اور بے اختیار اس جوان کے گھر میں آکر سکونت پذیر ہوگئی۔ اور اس جوان سے نکاح کر کے اس کی بیوی بن گئی اور اسے فرزند پیدا ہوا جو بڑا ہو کر موضع پھلتی بٹھر میں سکونت پذیر ہوا۔ وہ جوان اور اس کی اولاد حضرت مستان شاہ کی خادم ہے۔

☆ ایک روز حضرت میاں فیض بخش ساکن موضع کھدیارہ کو اس فقیر کے پیرومرشد (سائیں غلام محمد) نے بتایا کہ مجھے تپ چہارم نے ایسا پکڑا کہ کسی بھی طریقے سے شفا نہ ہوئی بالآخر میں نے حضرت مستان شاہ صاحب کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تا کہ ان سے عرض کروں لیکن یہ خوف تھا کہ اگر میں گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے بھنگ کا پیالہ دے دیں اگر میں نے اسے پیا تو گنہگار ہوں

گا اور اگر انکار کروں گا تو نافرمان قرار پاؤں گا۔اس وجہ سے میں حیران و پریشان تھا۔مجبوراً ایک روز آپکی خدمت شریف میں جا کر بیٹھ گیا آپ بھی خاموش رہے اور بھنگ کے سبز پتے رگڑتے رہے میں دل میں ڈرتا رہا مبادا مجھے بھی پینے کا حکم دے دیں ۔جب رگڑ کر فارغ ہوئے ،تو چھان کر پی لیا اور مجھے فرمایا کہ جاؤ میں نے تمھارا تپ چہارم رگڑ کر نوش کرلیا ہے اس روز کے بعد مجھے تپ چہارم کبھی نہ ہوا۔

واللہ اعلم با الصواب

تذکرہء رحلت

جب آپکی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے معتقد خادم میاں میدو صاحب کو فرمایا کہ چند دن مجھ سے رخصت ہوکر سلطان پور میں سکونت اختیار کرو وہ خادم عاشق صادق اس حکم سے مجبور ہوکر زار زار رونے اور آہ وفغاں کرنے لگ پڑا بہت التماس و درخواست پیش کی کہ میں آپکی خدمت میں رہا ہوں اس فرقت وجدائی کی تاب وقوت مجھ میں نہیں خصوصاً جب کہ آپ اس حالت سے دوچار ہیں کیسے جانا ہوگا۔

مثنوی

جان بجسمِ من توئی اے مہرباں
قالبِ بے جان رفتن چوں تواں

اے مہربان وکریم! آپ تو میرے جسم کی جان و روح ہیں (آپ کے بغیر) اس بے جان قالب کے لیے جانا کیسے ممکن ہے۔

ہائے ہائے زیں بے نیازی ہائے ہا
عاشقے چوں من ندید ایں ماجرا

ہائے افسوس اس بے نیازی پہ ہائے مجھ جیسے عاشق نے ایسا ماجرا کبھی نہیں دیکھا۔

کاشکی ایں روز برمن نآمدی
برقِ ہجرانم بخرمن نآمدی

کاش یہ دن مجھ پر نہ آتا۔ ہجر وفراق کی بجلی میرے خرمن پہ نہ گرتی۔

عمرِ من در خدمتِ دادار رفت
عاقبت از دستِ من آں کار رفت

میری عمر اس منصف ومہربان کی خدمت میں گزر گئی۔ آخر کار میرے ہاتھ سے یہ کام (خدمت کا معاملہ) نکل گیا۔

ہر چند (میاں میدو نے) خدمت گزاری کیلئے عجز وانکساری اور التماس

وزاری کی لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی ناراضگی کی بجائے کمال شفقت کے ساتھ اسے جانے کے لیے آمادہ کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ عاشق صادق ہے۔ جب حالتِ نزع کو دیکھا جسے دیکھنے کی اس خادم میں تاب ومجال نہ تھی تو اسے رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ میری قبر پر نہ آنا جب غمِ فراق غلبہ کرے گا تو ہم تمہیں خود دیدار کروادیں گے۔ چنانچہ یہ معتقد خادم "الامر فوق الادب" کے تحت موضع سلطان پور کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور آپ نے اسی شہر میں قلعہ منگل کے نیچے رحلت فرمائی آپکی قبر مبارک اسی شہر میں دریا کے کنارے پر اس جگہ واقع ہے جہاں سے کشتی روانہ ہوتی ہے اور کسی قسم کی عمارت و چاردیواری کے بغیر ہے نیز بیر کا درخت اس کے سرہانے کی جانب موجود ہے۔

☆ آپکا فرمان ہے کہ جسے کوئی مشکل پیش آئے حلوا اور گھی شکر ہماری روح کو ایصال ثواب (کے لیے خیرات) کر کے سوال کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے گی۔

☆ میاں میدو صاحب کو چونکہ مزار مبارک پر آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے وہ دریا کے کنارے پر بیٹھ کر نالہ وفریاد اور آہ وزاری کرتے رہتے جب (اسی آہ وفغاں میں) حد سے گزرتے تو دور سے نورانی دیدار کے آثار دیکھتے۔

☆ چندروز کے بعد میاں میدو صاحب بھی رحلت فرما گئے ان کی قبر سلطان پور میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ اس شہر کے باشندوں میں سے ایک بوڑھے آدمی نے اس فقیر کو بیان کیا کہ حضرت مستان شاہ صاحب کی عجیب حالت تھی صبح کے وقت اسی شہر میں چلتے پھرتے جبکہ ظہر و عصر کے وقت سلطان پور یا دریا کے کنارے سیر کر رہے ہوتے اور تمام ملاح تعجب سے قسم کے ساتھ کہتے کہ ہرگز آپ کبھی کشتی پر سوار نہ ہوتے۔

☆ آپکی قبر مبارک کی پہلے دیوار نہ تھی اب پتھر تراش کر بنادی گئی ہے۔

مثنوی

کشتیء مردان بود دست خدا

مے برد ہر جا کہ خواہد برملا

مردان خدا کی کشتی اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہوتی ہے۔

جہاں چاہیں وہ اسے برملا لے جاتے ہیں۔

کشتی وملاح و دریا وَ سوار

جملہ خود باشند اے جاں ہوشدار

اے جان! کشتی، ملاح، دریا اور کشتی کی سواریاں یہ سبھی چیزیں خود بخود ہی ہوشیار ہو جاتی ہیں (کیوں کہ یہ مردان پاکباز کی زیر نگرانی ہوتی ہیں)۔

کو ہ و دریا خاک و باد و نار و آب
جملہ درحکم او ئند ایں خوش بیاب

پہاڑ، دریا، مٹی، ہوا، آگ اور پانی یہ سب خوش قسمت ان کے تابع فرمان ہیں

اے محمد وصف شاں را حد نیست
حدّ خود دریاب بس اینجا بایست

اے محمد بخش! ان کے اوصاف حمیدہ کی کوئی حد نہیں ہے تجھے چاہیے کہ بس اسی جگہ اپنی حد پہ ٹھہر جا۔

تذکرۂ مبارکہ
حضرت حاجی صاحب قدس سرہ

آپ حاجی بگا شیر صاحب جو کہ اتقیاء واصفیاء کے برگزیدہ ہیں چلہ کشی کے لیے بیٹھے تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ تمہارے مرشد حضرت پیر پیرا شاہ غازی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں اور تمہیں کوئی خبر ہی نہیں ہے یہ خبر سنتے ہی آپ غم والم سے نڈھال ہو گئے اس جگہ سے اٹھے آہ وفغاں کرتے شمع کی مانند جلتے پگھلتے۔ چھلنی جگر کے ساتھ مزار مبارک کے قدموں تلے آ کر گر پڑے اور قدرت الٰہی سے نیند میں مدہوش ہو گئے۔ خواب میں اس جمال جہاں آراء مربی کو دیکھا اور ان سے یہ بات سنی کہ لمبے سفر پر

جائیں۔ جب بیدار ہوئے تو حیران تھے کہ لمبے سفر سے کون سا سفر مراد ہے آخر کار ایک مرد کامل کے پاس گئے اور ان سے خواب کی تعبیر دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ مستوں کے اسرار کو تو وہی جانتے ہیں لیکن مصلحت یہ ہے کہ کعبہ کی طرف حج کے ارادے سے روانہ ہو جاؤ اگر (لمبے سفر سے) مراد یہی سفر ہے تو پھر ممانعت نہیں ہوگی اور سمجھنا کہ اسی طرف اشارہ تھا۔ اسی مصلحت کے تحت پختہ اِرادہ کر کے گھر گئے اور اپنی اہلیہ اور اولاد سے سوال کیا کہ لمبے سفر پر جانے کے لیے بطور اخراجات کچھ دیں انہوں نے کچھ نہ دیا۔ چاہا کہ اپنی زرعی زمین کو فروخت کر کے کوئی چیز ہاتھ لائیں تو گھر والے اس میں بھی مانع آگئے بالآخر توکل علی اللہ کو توشہ، بلند ہمتی کو اپنی سواری بنا کر اور شوق الٰہی کو ہمرکاب سمجھ کر حج کی نیت سے روانہ ہو گئے۔ اور گھر والوں سے الگ ہو کر حاجیوں کے قافلے سے جا ملے جب تھل کے نواح میں پہنچے بادِ مخالف چل پڑی اور ریت کا طوفان لوگوں پر آپڑا ناچار ہو کر لوگوں نے حضرت پیر بہاء الحق ملتانی کے نام کا نعرہ مارنا شروع کر دیا اور اپنی زبانوں سے فریاد و دہائی بلند کرنا شروع کر دی وہاں اس زمانے میں یہ رسم تھی کہ جب زمین پر کوئی شورش برپا ہوتی (اور ریت کے ایسے طوفان سے واسطہ پڑتا) تو وہ لوگ ریت سے رہائی اور بچاؤ کیلئے دہائی دیتے۔ اس قافلے نے بھی دہائی دینا شروع کر دی آپ (چونکہ قافلے کے ہمراہ تھے اس لیے قافلے والوں کے ساتھ مل کر) انہی کے رواج کے مطابق حضرت بہاء الحق کی

دہائی دینے لگ پڑے۔ یہ کہتے ہی دوسرے لوگ تو شورش سے نجات پا گئے لیکن آپ سر سے پاؤں تک ریت میں دب گئے لیکن ریت نے حق تعالیٰ کے دستِ قدرت سے آپ پر گنبد سا بنا دیا اور اس کا تودہ بلند ہو گیا جس سے باہر نکلنے کی کوئی راہ نہ پائی۔ اور آپ نے چاند، سورج، صبح و شام کی کسی نشانی کا کوئی اثر محسوس نہ کیا ہر چیز آپ سے اوجھل تھی۔ اللہ تعالیٰ حکیم و دانا ہے۔ چند روز و شب اسی طرح گزر گئے اگر چہ آپ کو ریت کا کچھ ضرر تو نہ پہنچا لیکن اس کی وجہ سے آپ بے زنجیر قیدی بن کر بے نظیر نعمت سے محروم رہ گئے اور جناب پیر کی بے ادبی کے غم و الم کی وجہ سے زبانِ حال پر آہ و زاری کا اتار چڑھاؤ آتا رہا اور غم کا یہ راگ جاری رہا۔

بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

گرمرا زار بکشتن دہد آں یارعزیز
تانگوئی کہ درآندم غم جانم باشد

اگر یارِ عزیز مجھے رُلا رُلا کر قتل کرے پھر بھی میں یہ نہ کہوں گا کہ اس وقت مجھے اپنی جان کا غم ہے۔

گوئم از بندہء مسکین چہ گناہ صادر شد
کہ دل آزردہ شد از من غم آنم باشد

بلکہ کہوں گا کہ اس بندہء مسکین سے کیا گناہ سرزد ہو گیا ہے اور اس بات کا غم ہو گا کہ وہ مجھ سے دل آزردہ ہو گیا ہے۔

جب بہت زیادہ توبہ واستغفار کی اور عذر پیش کیا کہ یقیناً مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے جبکہ میرے مرشد کی لطف وعنایت تو ویسے ہی ہے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ خود حضرت پیرا شاہ دمڑی والی سرکار ان کے سامنے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ باوجود اس بات کے کہ تیرا مرشد میں ہوں تو حضرت بہاء الحق سے مدد مانگتا ہے اب انہی سے کہہ کہ تجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دلائیں یہ عتاب وناراضگی سن کر آپ سخت پریشانی کے عالم میں ان کے قدموں پر گر پڑے اور معافی طلب کی تو آنخضرت نے معاف فرمادیا اور اس جگہ سے باہر نکال کر قافلے تک پہنچادیا حتیٰ کہ آپ (مکہ شریف) پہنچ کر حج وعمرہ کے تمام آداب ومناسک بجالائے پھر اس علاقے میں واپس آئے اور اپنے پیر کے مزار مبارک سے قدموں کی جانب سو گئے دوبارہ پھر وہی ارشاد ہوا کہ لمبے سفر پر جاؤ چنانچہ علی الصباح اسی طرح کمر ہمت باندھ کر اس مقدس گھر کی طرف پاپیادہ روانہ ہو گئے اور ضروری آداب بجالائے (فراغت حج وعمرہ کے بعد) منزل بمنزل سفر کرتے اپنے پیر کی بارگاہ مبارکہ میں آئے اور سلام سے بہرہ مند ہوئے جب سوئے تو وہی حکم پھر سنا چنانچہ پھر سفر دراز پر روانہ ہو گئے۔ اور بیت اللہ شریف پہنچ کر جملہ آداب سرانجام دیے۔ اور ثواب وانعام حاصل کر کے پھر پیر کے قدموں میں پہنچے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے مسلسل تین حج ادا فرمائے بعض کا قول پانچ یا سات کا ہے اور بعض گیارہ حج کہتے ہیں لیکن روایت اول (یعنی تین

حج)زیادہ قوی ہے۔ان امور کی ادائیگی کے بعد جناب پیر روشن ضمیر کی بارگاہ میں بڑے مقبول ہوگئے اور پیر کی درگاہ سے ہاتف نے آواز دی کہ یکے بعد دیگرے (حج پر) بھیجنے میں حکمت تھی اور وہ یہ ہے کہ تمہارے خاندان میں بعض کو ادائیگی حج کی قوت ہوگی اور بعض کو نہیں جو بھی تمہاری قبر مبارک پر تین جمعراتیں آداب کے ساتھ ثواب کی نیت سے سلام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حج وعمرہ کا ثواب پائے گا۔ بعدازاں یہ فرمان پہنچا کہ اب تم کامل مرد ہو چکے۔ جاؤ اور چوکھ شہر میں سکونت اختیار کرو اور ایک نئی دلہن تمہارے لیے مقرر ہے اسے نکاح میں لاؤ اور غنیمت شمار کرو کہ وہ یُمن و برکت والی اور بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے۔ چوکھ کے راستے میں لدھا شاہ نام کا ایک عالی مرتبت مرد کامل ہے ان سے بھی ادب کے ساتھ ملاقات کرو اور ان سے بھی اپنا (فیض باطنی کا) حصہ حاصل کرو۔ چنانچہ پیرومرشد علیہ الرحمہ کی اجازت سے چوکھ شہر مبارک کی طرف روانہ ہوئے راستے میں اس جوان مرد مذکور کی زیارت کی اور دست بستہ ان کی خدمت میں جا کر کھڑے ہوگئے۔ آنحضرت شاہ صاحب نے آپکو دیکھا تو حکم دیا کہ جاؤ اور کھانا لاؤ آپ حکم بجالاتے ہوئے کھانا لانے بازار چلے گئے لیکن اپنے پاس پیسے نہ رکھتے تھے کہ جس سے روٹی خریدیں اور سوال کرنے و مانگنے میں بھی شرم محسوس کرتے تھے حالت مسکینی میں خاموشی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کرتے ہوئے شہر و بازار میں گھومنے لگے اچانک ایک شخص نے آپکو نان

وکباب لاکر دیے خوشی خوشی الحمد کہتے ہوئے حضرت لدہا شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچ کر مذکورہ کھانا نذر کر دیا اور خود دست بستہ کھڑے ہوگئے۔آنحضرت جب کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو اپنے بچے ہوئے کھانے سے ایک استخوان اٹھا کر ان کی جانب دور سے ہی پھینک دیا اور فرمایا جلدی سے پکڑ لے اور ہرگز زمین پر نہ گرے۔آپ سپاہی مرد تھے چستی وچالاکی کے ساتھ اس استخوان کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی اپنے دامن میں پکڑ لیا۔اس چالاکی اور ادب کی وجہ سے آپ پر شاہ صاحب کی کمال شفقت مبذول ہوئی اور آپ کو ظاہری وباطنی فیوضات کا حصہ وافر عطا فرما دیا اور فرمایا کہ جاؤ تم نے فقیری تو اپنے پیرومرشد سے حاصل کی اور فراوانی رزق مجھ سے۔تمہیں چاہیے کہ ہمارے فرمان کو یاد رکھو اور ہر شب جمعہ کو چاولوں کی میٹھی کھیر پکا کر (ہمارے ایصال ثواب کیلئے) تقسیم کرنا۔آپ نے ان کا یہ حکم قبول کیا اور ان سے رخصت لے کر شہر چوکھ میں آگئے جب نت نئی بے شمار کرامات وخرق عادات آپ سے ظاہر ہونا شروع ہوئیں، خلقت گروہ در گروہ آپکی زیارت اور مریدین بیعت کے لیے آنے لگے جو بھی آپکی بیعت کرتا بہرہ یاب ہوجاتا۔

تذکرہ ء زوجہ مطہرہ

ایک شخص جو موضع شاہ پور کا باشندہ تھا آپکی خدمت مبارک میں آیا اور اپنی دختر معصومہ،عفیفہ بی بی خیر بانو آپ کو بخش دی آپ اس کو نکاح میں

لائے۔ان دنوں آنحضرت کی تمام ریش مبارک سفید تھی جب کہ یہ خاتون کم عمر تھی ۔ہمسائی عورتوں نے اپنی عادت اور سرشت کے مطابق بی بی صاحبہ سے پوچھا کہ تمہارا شوہر بوڑھا ہے خلوت میں تمہارے ساتھ کیسا معاملہ پیش آتا ہے اس خاتون نے جواب میں کہا کہ آپ دن کو تو بوڑھے نظر آتے ہیں لیکن رات کو جوان اور ایسی قوت کے مالک ہوتے ہیں جس کا بیان ممکن نہیں تو وہ حیران رہ گئیں کہ صاحب اسرار کردگار کے راز نرالے ہیں۔

ایک مرید کا تذکرہ

ایک شخص دور سے آیا اور وہ ایک خربوزہ آپکی نذر کر کے قدم بوس ہوا۔آپ نے اسے اپنے سینے سے لگایا تو اس پر شوق الٰہی ایسا غالب ہوا کہ اس میں اٹھنے کی سکت نہ رہی ۔نزدیک ہی دریا کا پانی تھا اس نے اس میں چھلانگ لگا دی لوگ اس کو نکالنے کے لیے آئے لیکن آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی اسے پانی سے باہر نہ نکالنا کہیں جل نہ جائے اس پانی میں اس کی حالت ایسی تھی کہ اس کے اوپر پانی جوش کھا رہا تھا گویا کہ آگ سے لوہے کو باہر نکال کر اس پر پانی ڈالا جا رہا ہو کچھ دیر بعد پانی کا جوش باقی نہ رہا تو باہر نکالا گیا اسے تلقین کر کے رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کے بعد ہمارے سامنے نہ آنا کیونکہ تجھے منزل مقصود مل چکی ہے دوبارہ آنے کی اجازت و حکم نہیں ہے وہ شخص بظاہر

دوسری دفعہ آپکی خدمت میں نہ پہنچا نہ ہی اسے پھر کسی نے دیکھا۔

✿✿✿

☆ ایک روز مسجد مبارک میں کھڑے ہوئے تھے حضرت بی بی صاحبہ نے کھانا کھانے کیلئے آوازیں دیں لیکن آپ نے بالکل جواب نہ دیا، زوجہ مطہرہ نے دامن مبارک کو پکڑ کر جسم اقدس کو ہلایا اچانک غیب سے ایک طمانچہ پیشانی پہ کھایا فوراً گھر جا کر بیمار ہو گئیں اور شدید سر درد ہو گیا۔ کسی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا تھی۔ فرمایا کہ وہ جنّات کے سلام کا وقت تھا ان سے یہ برداشت نہ ہوا تو ان میں سے کسی نے طمانچہ مار دیا پھر آپ نے اپنے دست اقدس سے دم کیا تو انہوں نے اس درد و بیماری سے شفا پائی۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ بیان کرتے ہیں کہ جمعرات کو ظہر کے وقت آپکی ایسی حالت ہوتی جس کے اسرار کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ وقت حضوری کا وقت ہوتا ایک روز مقررہ وقت پر وضو کرنے میں دیر ہو گئی کچھ دیر کے بعد وضو میں مشغول ہوئے جبکہ وضو کرنے کا وقت گزر گیا تھا تو اب وضو کرتے ہوئے وہ (خاص) وقت آ گیا (جو حضوری کا وقت تھا) خادم نے برتن سے آپکے ہاتھ پر پانی ڈالا جو بازو تک نہ پہنچا (بلکہ اسی جگہ ہاتھ پر ہی خشک ہو گیا) اس نے پہلے کی نسبت زیادہ پانی ڈالا وہ بھی بازو تک نہ پہنچا اس نے برتن کے منہ سے پانی کا سارا کوزہ ہی انڈیل دیا بلکہ کئی کوزے ڈالے لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی بازو سے نیچے نہ گرا خادم فکر مند ہو کر پانی سے بھرا ہوا مٹکا لے آیا تا کہ آنحضرت پر

ڈالے اس نے سارا مٹکا بلکہ کئی مٹکوں کا پانی لا کر آپ کے سر مبارک پر ڈال دیا اور ایک دوسرے خادم نے ہاتھ ملا کر (چلو کی صورت میں) ریش مبارک کے نیچے کیے رکھا تا کہ نیچے گرنے والا کوئی پر اثر قطرہ نوش کر سکے لیکن کئی مٹکوں کا پانی ڈالنے کے باوجود اس میں سے پانی کا ایک قطرہ بھی گردن سے نیچے نہ آیا وہ تمام پانی جس جگہ بھی ڈالا گیا اسی جگہ جذب ہو گیا اور (اس دوران) آنحضرت اپنی زبان مبارک سے مستانہ انداز میں کلام فرماتے رہے اور پہلے اولیاء کرام کے نام اپنی زبان پر لاتے رہے یعنی فلاں ولی حاضر ہے اور فلاں بزرگ بھی حاضر ہے بعد ازاں اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے اور مریدوں کو ہدایت وارشاد فرماتے رہے سنا ہے کہ اکثر اوقات اپنی تصنیف سے یہ شعر یاد کرتے رہتے اور وہ بیت یہ ہے۔

بیت

اوپر نفس وشیطان کے غالب ہوا
کہ جب پیر اشاہ جی کا طالب ہوا

کبھی کبھی اپنے یاران ومریدین کو فرمایا کرتے کہ میرے پیر نے میرا ہاتھ پکڑ کر عشق کے سات سمندروں سے گزار دیا اور ان کی توجہات سے میں اس کنارے سے اس کنارے تک پہنچا ہوں یعنی میں عشق کی سات وادیاں طے کر کے فقر وفنا کو پہنچا ہوں اور اس ناسوتی زندگی سے فنافی اللہ اور فنافی اللہ سے بقاباللہ تک پہنچا ہوں، الحمدللہ رب العلمین

مثنوی

پیر کامل یافتم گشتم مرید
از کرم برمن چناں خود بنگرید

میں نے پیر کامل پایا اور اس کا مرید ہو گیا وہ مجھ پر اپنی مہربانی و کرم ایسا کرتے ہیں کہ اپنی نظروں میں رکھتے ہیں۔

ذرّہ را خورشید معنی کرد حرف
قطرہ را ساخت چنداں بحر ژرف

ایسے کامل ہیں کہ آپ نے ذرے کو آفتاب اور حرف کو معنی و حقیقت میں تبدیل کردیا۔ آپ نے قطرے کو بہت گہرا سمندر بنادیا۔

اکنوں از من قطرہ ء گر بر چکد
صدیمٍ ازوے بکشتِ جاں رسد

اب مجھ سے اگر ایک قطرہ بھی ٹپک پڑے تو اس سے سینکڑوں دریا پھوٹ کر جان وروح کی کھیتی تک پہنچ جائیں۔

من کہ بے یسمع وبے یبصر شدم
قابل مقبول رستم از عدم

میں جو کہ بہرا اور اندھا ہو گیا ہوں۔ عدم سے ہی قابل و مقبول قرار پایا ہوں۔

ساقیم جامِ ابد را ساقیم
باقیم من باقیم من باقیم

میں ساقی ہوں جام ابد کا ساقی ہوں۔ میں باقی ہوں،
میں باقی ہوں، میں باقی ہوں۔

☆ ایک روز حضوری کی اپنی حالت پہ کھڑے کہہ رہے تھے اولیاء کی جماعت سے فلاں شخص حاضر ہیں اور فلاں آدمی بھی حاضر ہیں۔ اسی طرح چند اولیاء کرام کو شمار کیا اچانک اسی حالت میں کہا اے سوار رہوار اسپ نقرہ دار کھڑا ہو جا آگے مت جا۔ اور اونچی آواز سے فرمایا اگر بغیر اجازت آگے بڑھا تو تیرے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا۔ یہ کہتے ہی کپکپائے اور بدن مبارک کو بڑی تیزی کے ساتھ جھکایا اور پھر رنگ مبارک بھی زرد ہو گیا پھر سیدھے ہوئے اور پہلے کی طرح پھر وہی عمل کیا۔ بعد ازاں ایک شخص جس کا نام میاں گھسیٹا تھا جو حضرت میاں صاحب عبدالحکیم کے خادم خاص تھے انہوں نے اپنے مرشد یعنی حضرت میاں عبدالحکیم صاحب قدس سرہ سے دریافت کیا کہ حضرت کے اس لرزنے اور رنگ کے زرد ہونے کا سبب کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ وہ شاہسوار رہوار نقرہ رنگ حضرت سید شاہ چراغ شاہ صاحب قدس سرہ تھے شاہ صاحب حضرت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سواروں میں سے ایک سوار ہیں اور آج وہ حضرت محبوب سبحانی کو سلام کرنے تشریف لائے تھے اور ہمارے پیر جو کہ

حضرت محبوب سبحانی کے نقیب و دربان ہیں کی اجازت کے بغیر انہوں نے آگے جانے کا ارادہ کیا تو وہ شاہ صاحب کو نعرہ لگاتے ہوئے روکنے لگے تو شاہ صاحب نے تیر کمان پکڑ کر ہمارے پیر کی جانب تیر پھینکا یا پھینکنے کا ارادہ کیا تو ہمارے پیر اُن کے نشانے کو خطا کرنے کیلئے ایک طرف جھک گئے حتیٰ کہ جناب محبوب سبحانی کی جانب سے حکم ہوا کہ ''یہ شاہ صاحب ہمارے جدّ محترم (حضرت علی ﷺ) کے سواروں میں سے ہیں اسی دعویٰ (واعتماد) کی بنا پر انہوں نے اجازت طلب نہیں کی ان کو راستہ دے دو'' پھر آپ نے راستہ دیا تو وہ آگئے تشریف لے گئے اور سلام پیش کیا اور ہمارے پیر کے رنگ کے زرد (اور متغیرّ) ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں ناراض ہوکر جناب علی المرتضیٰ کی بارگاہ میں میری شکایت نہ کردیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ آپکا فرمان ہے کہ جو کوئی میری یا میرے فقروں کی اس قدر بھی خدمت کرے گا جس قدر (حقے میں) تمباکو پر آگ رکھی جاتی ہے یا خدمت کرنا چاہے گا میں اس کے حق کو دنیا میں ہی ادا کردوں گا آخرت کے جہان پر باقی نہ رکھوں گا۔ میں فقیر سپاہی ہوں کسی کا حق اپنی گردن پر باقی نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ بیان کرتے ہیں کہ سولہ آدمیوں نے آپکی توجہ سے اللہ تعالیٰ کو پالیا اور میں نے نہیں سنا کہ آپکے خدام و مریدین میں سے کوئی بھی بے بہرہ اور بے فیض

رہا ہو ہر ایک کو اس کی حیثیت وحوصلے کے مطابق نعمتیں عطا ہوئیں اور آپ کے مریدوں میں سے ہر ایک مستجاب الدعوات ہوا۔

☆ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص کو تپ چہارم تھا جو علاج سے زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ ایک روز ایک دنیادار خانزادے نے" جو گھوڑے پر سوار تھا اور آپ سرکار کے طالبوں میں سے تھا" اس مریض کو دیکھا تو تعویذ لکھ کر دیا اور چلا گیا چند روز کے بعد پھر اسی راستے سے گزرا دیکھا تو وہ شخص اسی طرح بخار زدہ تھا تو گھوڑے سے اترا اور بے جھجک ہو کر کہا کاغذ قلم لاؤ۔ اب بخار نہ رہے گا۔ لوگوں نے کہا اس سے پہلے تیرے تعویذ سے بخار نہ گیا اب کیسے چلا جائے گا کہا اب باقی نہ رہے گا اور اس نے آں حضرت کا نام مبارک کاغذ پر لکھ کر اسے لپیٹا اور گلے یا بازو میں باندھ دیا اس کے بعد بخار نہ ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس میں کیا حکمت تھی جواب دیا پہلی بار میں نے کردگار (خدا تعالیٰ) کا نام تحریر کیا اور دوسری بار اپنے مرشد یعنی حضرت میاں حاجی صاحب کا نام لکھا اور اسے صحت مل گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکایت

ایک دن حضرت قیس قدس سرہ جن کا لقب مجنوں ہے اپنی اور لیلیٰ کی تصویر بنا کر دیکھ رہے تھے اور اس کاغذ کو چوم رہے تھے پھر اس میں سے لیلیٰ کی تصویر مٹا دی اور اپنی تصویر کاغذ پر سلامت رہنے دی دوستوں میں سے ایک نے پوچھا کہ تم نے

محبوبہ کی تصویر مٹادی اور اپنی تصویر کو عزیز خیال کر کے باقی رکھا انہوں نے کہا میں نے درمیان سے دوئی (اور تفریق وثنویّت) کو ختم کر دیا۔ اس نے دوسری بار سوال کیا کہ اگر اپنی تصویر کو مٹا دیتے تو یہ دوئی پھر بھی ختم ہو سکتی تھی۔ کہنے لگے یہ راز عوام نہیں جانتے کیونکہ لیلیٰ مجھ میں ہے وہ معنیٰ کی طرح ہے اور میں مثل حرف۔ میں نے حرف کو باقی رہنے دیا یعنی عوام کی نظر میں باقی رکھا اور معنیٰ تو حرف سے جدا نہیں ہوتا۔ (حرف موجود ہوگا تو معنیٰ بھی اس میں مرموز ہوگا)

مصرع

رشکم آید کہ کسے صورت یارم بیند

کوئی دوسرا شخص میرے یار کی صورت دیکھے تو مجھے رشک آتا ہے۔

☆ آپکی پہلی زوجہ مبارکہ سے تین فرزند اور دوسری اہلیہ مبارکہ سے بھی دو بیٹے اور تین یا چار بیٹیاں تھیں۔

☆ ایک روز دوسری اہلیہ مطہرہ نے حضرت والیء ولایت یعنی اپنے شوہر ہمارے شیخ و مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے فرزند ابھی چھوٹے ہیں اور آپکے وہ فرزند جو پہلی بیوی سے ہیں جوان ہیں وہ آپ کے بعد ان پر غالب آجائیں گے اور ان مسکینوں کو دھکیل دیں گے چونکہ ان کی والدہ آپکی قوم سے تعلق رکھتی ہے اور میری قوم دوسری ہے چنانچہ آپکی قوم کے لوگ بھی آپکی پہلی

بیوی کی طرف شفقت ورحمت مبذول کریں گے اور عدل وانصاف کا علم لپیٹ دیں گے لہٰذا اس فرق کو سامنے رکھ کر فیصلہ صادر فرما دیں۔تو آپ نے فرمایا کہ وراثت میں سے جو کچھ کاروبار دنیا کی صورت میں میری ملکیت ہے یعنی میری ملکیتی اور وراثتی زمین اور گھریلو مال ودولت یہ سب میری پہلی اولاد کی ملکیت ہوگا۔ اور جو کچھ اس موجودہ لباس یعنی حالت فقیری میں میرے ہاتھ آیا ہے مثلاً نذر ونیاز، خدام وطالبین اور میری مذہبی زندگی کی زمین، میری سجادگی اور میرا گھر، اپنی پچھلی اولاد جو حضرت بی بی خیر بانو صاحبہ سے ہے کو بخشتا ہوں اولین فرزندوں کو ان چیزوں میں دخل ودعویٰ کرنے کا حق نہیں ہے اور ان پچھلے فرزندوں کو دنیاداری سے کوئی غرض نہ ہوگی اور اس فیصلے کو آپ نے کاغذ مبارک پر بھی لکھ دیا کہ ان کو فقیر کی اس دولت دنیا پر تعلق کا کوئی دعوٰی نہیں ہوگا۔ اور یہ تحریر سجادہ نشین حضرت میاں بہاول بخش کے پاس محفوظ ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

''العبد میاں حاجی اقرار واعتراف صحیح شرعی نمودیم منکہ میاں حاجی فقیر میاں صاحب پیراشاہ غازی ام قادری ام کہ چوں ہر چہ وراثت من درحالتہ دنیاداری بود بفرزندان خود ابو یوسف خان وبلندا خان ورعایت خان بخشیدہ و ہر چہ وراثت کہ درحالتہ فقیری ہمگی تمام بی بی خیر بانو را کہ زوجہء حقیقی ست بدو تفویض ساختم از خویشان واقربا کسے رابدو مداخلت نیست ایں چند کلمہ بطریق لادعویٰ نوشتہ دادہ کہ ثانی الحال سند باشد تحریر بتاریخ ماہ جیٹھ ۱۱۹۵''۔

گواہ	گواہ	گواہ	گواہ
میاں عبدالحکیم	میاں فیض بخش	شمس خاں	خدا بخش خاں
گواہ	گواہ		دستخط
امادا د	مہتہ بدھو		میاں نتھو سہام
			چوہان والا

آنحضرت کے بے شمار مرید ہیں جن کے شمار کی اس بے مقدار میں گنجائش نہیں ہے۔لیکن ان میں سے چند اشخاص کا ذکر انشاءاللہ تعالیٰ اگر فرصت نصیب ہوئی تو کیا جائے گا۔کیونکہ اب سفر درپیش ہے۔

ذکر مرید اول

حضرت میاں فیض بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ

حضرت میاں حاجی صاحب کے (ایک) مرید حضرت میاں فیض بخش صاحب ہیں یہ بچپن میں ہی والدین سے محروم ہو کر یتیم ہو گئے۔اور بڑی بے بسی اور بے نوائی (کے عالم) میں موضع ڈڈیال میں کسی کے گھر میں نوکر ہو گئے ایک رات گندم کی حفاظت کے لئے کھیت میں گئے۔گندم کے ایک ڈھیر ''جسے ہندی میں پسہ کہتے ہیں'' کے اوپر چڑھ کر سو گئے۔صبح سویرے جب بیدار ہوئے تو خود کو

زمین پر اس ڈھیر سے دور پڑا ہوا پایا کچھ پتہ نہ چلا کہ یہ کس طرح ہوا نیز عقل وہوش وحواس بھی درست نہ تھے۔لوگ اس معاملے پر حیران رہ گئے انہوں نے گمان کیا کہ شاید اس پر جنات کا سایہ پڑ گیا ہے وہ آپکو ہر بزرگ کے پاس لے گئے۔احوال عرض کئے لیکن صحت نہ ہوئی۔ایک روز آنحضرت حاجی بگا شیر کی خدمت میں لے گئے اور عرض کر کے انتظار میں بیٹھ گئے۔آنحضرت نے فرمایا تو کون ہے؟ جن نے اپنی زبان سے آواز دی کہ میں فلاں جن ہوں فرمایا اس یتیم کے بدن سے نکل جا۔اس نے کہا نکل جاؤں گا دوبارہ فرمایا نکل جا اس نے کہا نکل جاتا ہوں پھر فرمایا تو کہاں ہے نکل جا میرے سامنے اس قدر دیر وتاخیر کیوں؟ جن نے گستاخانہ انداز سے کہا اتنی جلدی نہیں جاؤں گا۔تو آپ نے اپنی گھونڈی (لاٹھی) پکڑی اور دو ضربیں لگائیں۔وہ دُرِّ یتیم حرکت میں آیا اور جن بھاگ گیا۔حاضرین نے عرض کیا یا حضرت آپ نے اس یتیم پر غالب آنے والے جن کو تو بھگا دیا پھر اس یتیم کے جسم میں لرزہ کیوں پیدا ہوا۔فرمایا وہ جن ضربِ اول سے فرار ہوگیا اور دوسری ضرب سے اپنی توجہ اور فقرا کی برکت اس یتیم میں ڈال کر پختہ کر دی ہے۔اب یہ قبر میں بھی اس سے نہ جائے گی یہ لرزہ وہاؤہُو جو اسے لاحق ہوا ہے آخری سانس تک باقی رہے گا۔

مثنوی

ہا و ہو از ہو و ہم از شوق شور
نوبنو خواہد شدن تا نفخ صور

یہ ہاؤہُو اور عشق وجنوں کا یہ شوق ووارفتگی صور پھونکے جانے
(اور قیام قیامت) تک بڑھتی چلی جائے گی۔

آہِ او بہ از ریاضاتِ دگر
نعرہ اش بہ عباداتِ بشر

اس کی آہ وفغاں دوسروں کی ریاضتوں سے کہیں بہتر ہے۔اوراس کا نعرہ
انسانوں کی عبادات سے افضل ہے۔

ذکر مرید دوم

شیخ کامل حضرت میاں بدوح شاہ صاحب

آپکے مریدین میں سے دوسرے حضرت شیخ کامل مکرم حضرت میاں بدھو (بدوح) شاہ صاحب ہیں۔ جنہوں نے چھوٹی عمر میں ہی آپکے مرید ہوکر آپکی خدمت میں پرورش پائی اور مساجد کی خدمت میں مشغول ہوگئے آپ شب وروز

آنحضرت کی خدمت، رضائے والدین اور خدمتِ مساجد میں مصروف رہتے۔

ایک رات آنحضرت (حاجی بگا شیر رحمۃ اللہ علیہ) نماز عشاء ادا کرنے کے لیے مسجد میں گئے دیکھا کہ گھاس کا فرش ''جو بعض مساجد میں ہوتا ہے اس مسجد میں بھی وہی فرش تھا جسے ہندی میں سَتّھر کہتے ہیں'' پرانا اور خراب ہو چکا ہے یہ دیکھ کر فرمایا دوستو سَتّھر بہت پرانا ہو چکا ہے نیا بچھانا چاہیے، لوگ خاموش رہے حضرت جناب میاں بدھو صاحب نے یہ بات دل میں رکھ لی جب لوگ سو گئے۔ درانتی ہاتھ میں پکڑی اور لوگوں سے بے خبر ہو کر ٹھنڈی اور اندھیری رات میں بیلہ (دریا کے کنارے موجود جنگل) سے گھاس جسے سرؔ کہتے ہیں۔ کاٹ لائے دو دفعہ انہیں دریا سے گزرنا پڑا۔ بڑی محنت و مشقت سے لوگوں سے چھپ کر (تا کہ کسی کو اس نیکی کا علم نہ ہو) وہ گھاس لے آئے ایک دفعہ مسجد مبارک میں (وہ گھاس) بچھا دی اور دوسری دفعہ لا کر دیوار مبارک پر چپکے سے رکھ دی اور گھر چلے گئے صبح سویرے جب آنحضرت مسجد میں گئے۔ تو دیکھا کہ ریشم کی طرح نیا نیا فرش بچھا ہوا ہے یہ مشقت بھری خدمت دیکھتے ہی بحرِ کرم جوش میں آ گئے اور لوگوں سے پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے تمام لوگ خاموش رہے تو آپ نے بذریعہ کشف دیکھا اور فرمایا کہ یہ کام ''بدّھو جھلّا'' کا ہے یہ الفاظ کہتے ہی انہیں جھلا مست جام الست بنا دیا۔ چنانچہ انہیں مرتبہ غوثیت عنائیت ہوا۔

تذکرہ مرید سوم

حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب

آنحضرت کے تیسرے مرید میدان حیا وسخاوت کے شہسوار، میدان غزوات کے بہادر، دریائے ہدایت کے موتی، بے انتہا عنایت کی کان کے گوہر ہر بیمار کے شیخ زمان، تکلّم میں فصیح اللّسان، ہر یتیم و بے کس کے لیے ملیح عنوان، توکّل اور تسلیم ورضا کی زینت حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب ہیں جو آباؤ اجداد سے نیک خاندان کے چشم وچراغ ہیں نیک سیرت، علم وزُھد اور حلم وسخاوت والے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد عرب سے تعلق رکھتے تھے اور کیانی یا ایرانی سلاطین کی اولاد کے اساتذہ تھے۔ جو اس علاقے اور دور ونزدیک میں گکھڑ کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے اجداد نے پوٹھوار میں نزول فرمایا کچھ عرصے بعد گردش زمانہ سے ناکام ہوگئے تو موضع سنگھنی جو شہر بیول کے علاقے میں ہے وہاں آرام فرما ہوئے۔ جب کچھ عرصہ اس گاؤں میں رہتے ہوئے ہوگیا تو ہر خاص وعام کو اس عظیم خاندان کی علمیّت وشرافت کی خبر پہنچی۔ ایک علاّمہ زماں، متقی دوراں چوکھہ شہر میں بڑی عزت وشان رکھتے تھے۔ انہوں نے رشتہ داری جوڑنے کے لیے درخواست پیش کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے لطف وعنایت سے شادی کر کے اس گھرانہ عظمٰی کے داماد بن گئے اور حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم

صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کو ہزار عزّ وناز، اسباب وسامان کے ساتھ چوکھ شہر میں شادی کر کے لے آئے۔ آپ یعنی صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب بھی بچپن میں بڑے آرام وآرائش اور خوشحالی کے ساتھ چوکھ میں تشریف فرما ہوتے اور چند روز وہاں بڑی عزت وناز کے ساتھ متمکّن وقیام پذیر رہتے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی جوانی بڑی باجمال تھی کہ بدر آسمانی آپکی پیشانی کے سامنے ہلال نظر آتا اور دونوں رخساروں سے نور پھوٹتا معلوم ہوتا اور ایسی چمک نظر آتی کہ آفتاب آپکی ہمسری کا دعوٰی نہیں کرسکتا تھا۔ آپکے حسن وجمال کا جام یوں معلوم ہوتا کہ زہرہ ستارے کی چمک بھی اس کے مقابلے میں بے توقیر ہے۔ اور غلمان ہشت بہشت بھی آپکے خوش سرشت عنوان سے دامن زندگی بھرتے۔ حورانِ خوش خرام اس ناری رشک (جس پر پریاں بھی رشک کرتی ہوں) کی مشکفام زلفوں سے تاتاری خوشبو حاصل کرتیں۔

ابیات

چہ میگویم جوانی نے کہ جانی

زخیل دلستاناں دلستانی

میں کیا کہوں کہ جوان ہیں یا اہل محبت کے قافلے کی جان وروح ہیں

باوجِ نیکوی تابندہ ماہی
بتختِ دلبری فرخندہ شاہی

نیکی کے آسمان پر چمکتا ہوا چاند اور محبوبیت کے تخت پر متمکن جاہ وحشم والے بادشاہ ہیں

بہ برجِ خوشنمائی مہرِ انور
بدرجِ خوش آدائی گوہرِ تر

خوبصورتی کے آسمان کے روشن آفتاب ہیں اور خوش ادائی کی پٹاری کے حسین موتی ہیں

بباغ خوشخرامی سروِ آزاد
بموزونی کمالِ صنع استاد

پُر رونق چہل پہل کے باغ کے آزاد سرو ہیں اور باکمال اُستاد کی متناسب صنعت ہیں۔

(آپکی ہمشیرہ صاحبہ کلاں مذکورہ جو چوکھ میں سکونت پذیر تھیں۔ آپ اکثر اوقات ان سے ملنے کے لئے تشریف لے جایا کرتے اسی دوران) ایک دن حضرت حاجی صاحب بگا شیر کی نظرِ عنایت آپ پر پڑی آپ نے اپنے آفتاب کی شعاع اس ذرّے پر ڈالی تو روز بروز اُن کی تب وتاب میں اِضافہ ہوتا چلا گیا، بالآخر صاحبزادہ صاحب آپ کے حلقہ اِرادت میں شامل ہو گئے اور اپنا دل پیر روشن ضمیر کے دستِ اقدس میں ایسا دیا کہ جان ورُوح سے اُن کے شیدائی ہو گئے

اورزبانِ حال سے اُن کے فیوض و برکات کی نعمت کا شکر بجالانے لگے۔

ابیات

اگر ہر موئے من گردد زمانے
زتو رانم بہر یک داستانے

اگرمیرا ہر بال زبان بن جائے اور ہر داستان اور تیری ہر بات بیان کرے (اور ہمہ وقت آپ کی مدح سرائی کرتا رہے)

نیارم گوہرِ شکرِ تو سُفتن
سرِ موئے زِ احسان تو گفتن

پھر بھی میں تیرے شکریے کے موتی پرو نہیں سکوں گا اور میرے لیے تیرے احسان کو سرمو بھی بیان کرنا ممکن نہ ہوگا۔

زمہرِ تو کہ بر خاکم رسیدہ
بود از ذرّہ کمتر بدیدہ

تیرا وہ آفتاب جو میری خاک (وجود) پر پڑا ہے اس کی وجہ سے یہ کم ترین ذرّہ نمایاں ہوگیا ہے۔

اگر عمرے کُنم خدمت گزارے
وگر در ہر نفس نعمت شمارے

اگر میں ساری عمر آپ کی خدمت میں بسر کر دوں اور ہر سانس میں آپ کے

اِحسانات اور نعمتوں کو شمار کروں۔

ہنوز از عہدۂ شکرت نتانم

کہ بیروں آئم اے محبوب جانم

تو اے میری جان، اے میرے محبوب! پھر بھی میں آپ کا شکر یہ ادا نہ کر سکوں گا

☆ بعد ازاں آپ حضرت پیر صاحب کی خدمت کو غنیمت شمار کرتے ہوئے جان و دل سے سعی و مجاہدہ و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔

☆ ایک روز حضرت حاجی صاحب کی اجازت سے دریا کے کنارے پر ایک جگہ چن کر عبادت میں محو ہو گئے اور چلّہ کشی کی غرض سے گوشۂ تنہائی میں خلوت گزیں ہو گئے۔ اتفاقاً اس دوران شدید طوفان آیا ایک رات اور دن مسلسل بارش ہوتی رہی۔ دریا میں بھی بے شمار طغیانی آ گئی ارد گرد کی آبادیوں کو شدید نقصان پہنچا۔ اور یہ جوان یگانۂ روزگار اپنوں، بیگانوں سے دور اسی کاشانہ اور جھونپڑی میں محبوب کے جام کے سرمست بنے بیٹھے ہیں اور رشتۂ دل ہر ماسوا سے کاٹ چکے ہیں۔ اور عفیفہ لطیفہ یعنی صاحبزادہ صاحب کی ہمشیرہ اس طوفانی موج سے پریشان ہو کر، صبر کی لگام ہاتھ سے چھوڑ کر، طوفانِ غم سے ہاتھ لبوں پر رکھے، بے سکونی اور پریشانی کے عالم میں آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو بہاتے ہوئے گرتے پڑتے اس مجمعِ بحارِ اسرار یعنی اس نور الابصار کے پیر و مرشد

(حضرت حاجی بگا شیر صاحب) کے پاس حاضر ہوکر اس شدید حادثے اور نئے صدمے پر ان کی خدمت میں استغاثہ پیش کیا اور امدادِ محکم طلب کی۔ مُلکِ کرامت وخرقِ عادت کے اس حاکم وبادشاہ (حاجی بگا شیر صاحب) نے ان کے دکھ کو شراکتِ فرد پر محمول (اور انکے غم کو محسوس) کرتے اور ان کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے اپنی زبان مبارک غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ عبدالحکیم اس طوفانِ عظیم اور بارش کے خطرات وخوف سے بے نیاز ہوکر اس حاکمِ مطلق منّان کی ایسی امان میں ہے کہ اس کا جسم وجان بلکہ جگہ ومکان کو بالکل نقصان نہیں پہنچے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ یہ اس حکیم ودانا کا حکم ہے میرا حکم نہیں۔ اس غمزدہ مستورہ نے جب اس رحم وکرم بھری آواز کو سنا تو ان کے دل میں امید پیدا ہوئی۔

جب اس بلند وعظیم طوفان کا زور تھم گیا اور دریا کا پانی اصلی نشیب میں جا کر ٹھہر گیا تو ہر شخص اس مرد یگانہ کے کاشانہ پر گیا اور دیکھا کہ نازنین کے اس حجرے کی متعلّقہ زمین پہلے کی طرح خشک ہے اور حجرے میں نمی کا بھی کوئی اثر نہیں ہے اور اس جگہ کی ہر چیز اس طوفان بلاخیز سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی امان میں ہے اور سلامتی وامن نمایاں ہے۔ جب اس گوشہ نشین یعنی اس صاحب اربعین (چلّہ کشی کرنے والے صاحبزادہ صاحب) سے استفسار کیا اور اس کے سامنے طوفان اور بارش کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا مجھے کوئی خبر نہیں اور میرے اس کاشانہ میں بھی اس کا کوئی اثر موجود نہیں ہے۔ صاحبزادہ صاحب فیض وبرکت کے ان

دنوں کے ختم ہونے (اور چلّہ کشی تمام ہونے) کے بعد صبح وشام آپکی خدمت اقدس میں رہتے اور وہیں قیام فرماتے۔

☆ ایک رات عشاء کی نماز اسی مقتداء وپیشوائے ہدایت کی اقتداء میں ادا کی فارغ ہونے کے بعد آنحضرت (حاجی صاحب) مسجد کے اندر تشریف لے جانے لگے۔ حضرت صاجبزادہ صاحب بھی انکی پیروی میں قدم پہ قدم رکھتے ان کے پیچھے چل دیے۔ جب آنحضرت اندر پہنچے اور دروازہ بند کرنے کا ارادہ کیا اور دروازے پر صاجبزادہ صاحب کو دیکھا تو ان کے داخل ہونے سے پہلے ہی دروازے کو بند کرتے ہوئے فرمایا عبدالحکیما باہر ٹھہرو یعنی اندر مت آؤ ان کی مراد تو اسی قدر تھی کہ نزدیک نہ آؤ لیکن صاجبزادہ صاحب واپس جانے کی بجائے اسی جگہ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور یوں ساری رات کھڑے گزار دی جب صبح طلوع ہوئی اور سورج اپنے سنہری پرچم کو مشرق سے باہر لانے کی بنیاد رکھنے لگا (ہنگام سحر ہوا) تو معرفتِ توحید کے یہ آفتاب بھی مسجد کے گوشۂ تنہائی سے نماز کے لیے باہر تشریف لانے لگے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ صاجبزادہ صاحب انہی قدموں پہ ساری رات سے قیام پذیر ہیں اور نیند وآرام کے سرکش گھوڑے کو لگام دے کر قابو کیے رکھا ہے۔ حضرت شیخ کے فرمان عالی قدر کا پاس کرتے ہوئے اپنے قدموں کو تنکے کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں کیا، نہ آرام کیا نہ غنودگی آئی، آنحضرت نے جب اس ارادت باسعادت اور ریاضت بالیقین کو ثابت قدم اور مضبوط ومحکم دیکھا تو سمجھ گئے اور اس امتحان سے پاس تصور کر کے پوچھ

اس وقت اس جگہ پہ کیوں کھڑے ہو۔ جواب میں کہا ''عبدالحکیم آپ ایسے کریم کا بندہ ہے'' بڑے نیاز وادب، محنت ومشقت اور طویل شب کی سخت سردی برداشت کرنے کے بعد جب یہ جملہ کہا تو آنحضرت جو سخاوت وفیاضی کی موج تھے اسی جگہ بیٹھ گئے اور پھر فرمایا کہ کیوں اتنی مشقت اٹھائی اور یہاں کھڑے رہے۔ جواب دیا کہ میں نے کھڑے ہونے کا حکم سنا، جانے اور سونے کا نہیں۔ یہ سنتے ہی فرمایا ''عبدالحکیم تو مجھ جیسا ہو گیا'' اس مبارک لمحے باجمال صاحبزادہ باکمال اہل حال میں سے ہو گئے۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو پاس انفاس یعنی حبسِ دم (سانس روک کر زندہ رہنے) کے لیے کلمہ طیبہ کے (مخصوص) ذکر کا عمل ارشاد فرمایا جیسا کہ بزرگوں کا معمول ہے تاکہ ان کا کام مکمل ہو (اور وہ مدارجِ ولایت طے کریں)

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کے فرق (سر) میں تین یا پانچ سوراخ تھے اور آپ اس میں موم بھر کر دستار باندھا کرتے تھے۔ آپ یہ سربستہ راز کسی کے آگے ظاہر نہ فرماتے اور سینے میں موجود بغض وحسد سے پاک اس خزانہ کو روز وشب قفل میں رکھتے اور یہ راز کسی کے سامنے بیان نہ کرتے۔ اس قدر عظیم خزانہ کے ہوتے ہوئے بھی ہنوز راہ طلب پہ گامزن تھے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ادائیگی آداب اور حفظ القاب میں غایت درجہ کے سنت کے پابند تھے۔ حرکات وسکنات میں نہایت موزوں، ہر اعلیٰ وادنی، بچے بڑے کے ساتھ خوش کلام اور فصیح زبان تھے۔ اپنے اوپر عجز وانکسار کو غالب کیے رکھتے۔

☆ ایک روز حضرت شیخؒ کی معنی بیان زبان اور حقیقت ترجمان لسان سے اس خوش اعتقاد طالب حق اور بامراد مرید کو یوں ارشاد ہوا کہ (ولایت کے) آبدار موتیوں اور جواہرات سے (مزید) تمھارا حصہ اہل اسرار میں سے تین کے گنجینۂ انوار سینوں میں محفوظ ہے اب تمھیں وہاں جا کر ان میں سے ہر ایک سے بہرہ منداور فیضیاب ہونے کا حکم ہے ہمتِ بلند سے اس سفرِ سعادت پہ روانہ ہو جاؤ۔ دوستوں سے الوداع ہو کر ان کی خدمت سے فائدہ اٹھاؤ آپ نے خوشخبری سناتے ہوئے صاحبزادہ صاحب کو ان کے مقامات و ناموں سے آگاہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فلاں شہر میں فلاں جگہ پر قوم خارکش کی ایک خاتون ہے جو دانے بھونتی ہے جو صورت میں تو عورت ہے لیکن معنی و حقیقت کے اعتبار سے مردانہ وجاہت کی حامل ہے اور اس دور میں یگانہ و نادر روزگار ہے۔ علم ہمت اٹھا کر یہاں سے کوچ کر کے ان کی خدمت سے فیضیاب ہو۔ جو وہاں بھٹّی لگا کر اس میں سوکھی لکڑیاں جلا رہی ہے۔

دوسری ہستی جو اسرار و رموز کی پٹاری کے موتی ہیں اور سید السادات، نامدار حضرت سید بدیع الدین شاہ مدار کے سلسلہ عالی سے نسبت رکھتے ہیں اور ان سے رشتہ محبت استوار کیے ہوئے ہیں، رفعت و سر بلندی کی خلعت سے آراستہ، مشک بو اور معنبر زلفیں رکھے ہوئے اور ہر ماسوا کے تارک ہیں ان کی خدمت میں جا کر اپنے وجود اور جسم کو تیشۂ ریاضت سے تراش اور ان کی خدمت اقدس سے فیض مقصود حاصل کر۔ پھر فرمایا کہ ان دونوں ہستیوں سے اپنا حصہ

پانے کے بعد حضرت سرکار یعنی میرے مرشد سرکار دمڑی والا کے مزار مبارک کے زیر قدم چند دن دست بستہ عاجزی وانکساری کے ساتھ قیام پذیر ہواور اہل مراد کے اس قبلہ، حاجت مندوں کے اس کعبہ کے پاس دل وجان سے مناجات کرو اور انتظار کرو امید قوی ہے کہ آنجناب فیض مآب کی عنایت کا دروازہ تجھ پر عنقریب کھل جائے گا اور تجھے خیر وفلاح اور یُمن و برکت حاصل ہوگی۔

مثنوی

تو مگو مارا بداں شاہ بار نیست
با کریماں کارہا دشوار نیست

تو ایسا مت کہہ اور یقین کر لے کہ (کوئی کام بھی) ہمارے بادشاہ کے لیے مشکل نہیں ہے۔ اہل فضل وکرم کے لیے کوئی کام بھی دشوار نہیں ہے۔

درکرم سنجی است آنشاہ دم بدم
یاس را درخطہ اش نبود قدم

آپ ایسے شہنشاہ ہیں جو ہر دم کرم فرمانے والے ہیں اور ان کے حلقہ میں مایوسی کا داخلہ ممکن نہیں ہے۔

صاحبزادہ صاحب نے حضرت حاجی صاحب کی تلقین کو یقین کے کانوں سے سماعت فرمایا اور ہوش وحواس میں بطورِ امانت محفوظ کر لیا۔ اس حکم پر سر تسلیم خم

کرتے ہوئے آمین کہا اور سفرِ سعادت کی طرف قدمِ ارادت اٹھا کر چل دیے۔

ابیات

شدہ شاکر برنج محنت و راہ

شہے مسکیں نما ے رفت چوں ماہ

محنت ومشقت اور دکھ تکلیف کے راستے پر مسکین نما شہنشاہ (صاحبزادہ عبدالحکیم)

شکر ادا کرتے ہوئے ماہتاب کی طرح چل دیے۔

پس از قطعِ منازل چوں عنادل

بوئے گُلشنِ دل شد مقابل

آپ نے یوں منزلیں طے کرنا شروع کردیں جس طرح عندلیب گلشن دل کی

خوشبو کے سامنے (بخوشی وطیب خاطر) آتا ہے۔

زشہرِ جان نشاں چوں شد نشاں یاب

رسانید آتشِ دل تشنہ برآب

جب محبوب کے شہر کے نشانات پائے تو پیاسے دل کی آگ کو

(حصولِ طلب ومقصد کے) پانی پر پہنچادیا۔

چنانچہ جب نشان دادہ جگہ پر پہنچے اور خارکشوں (یعنی بھٹیاروں) کی بھٹی پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ گرم ہے اور اس میں دانے مستانوں کی طرح اچھل کود رہے اور بھُن رہے ہیں اور ایک خاتون (وہی عارفہ بی بی) کبھی دانوں کو بھونے

کے لیے اپنی اس بھٹھی میں ڈالتی ہے۔ اور کبھی چھانتی ہے لیکن وہ اپنا یہ کام بڑی خاموشی سے کر رہی ہے صاحبزادہ صاحب نے جیسے نشانات سنے تھے۔ بعینہٖ پائے ان کے اوصافِ حمیدہ کو دل ویقین کے نور سے دیکھا اور اشارے سے آہستگی کے ساتھ سلام کہتے ہوئے آداب بجالائے اور لوگوں کے ہجوم سے دور ہو کر زانوئے ادب کے ساتھ بیٹھ گئے اور حصولِ بخشش وعنایت کے لیے انتظار کرنے لگے۔ وہ عارفہ خاتون اپنے کام میں مشغول رہیں وہ رشک پریاں صورت کی حامل عارفہ ظاہراً تو دانے بھون رہی تھیں۔ مگر درحقیقت آتشِ شوق سے اپنے حجابات جلا رہی تھیں۔ اور آئینے کی طرح اپنے دل سے اردگرد کے ماحول کا بڑی خاموشی سے جائزہ لے رہی اور دیکھ رہی تھیں اور تجلّیاتِ الٰہیہ سے مستفیض ہو رہی تھیں۔

مثنوی

زبانش باکساں اندر تکلم
دلش باطالب خود در تعلم

ان کی زبان تو لوگوں کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھی۔ لیکن ان کا دل اپنے طالب کی تعلیم وتربیت میں مصروف تھا۔

بظاہر بے نیاز ازوے نمودے
بباطن رازہا ازوے کشودے

بظاہر تو وہ ان سے بے نیاز نظر آ رہی تھیں لیکن باطنی طور پر ان سے بے شمار رازوں کا پردہ اٹھا رہی تھیں۔

نہ طالب را خبر زیں ماجرا بود
دلش حیران در خوف و رجا بود

(لیکن اس سب کچھ کے باوجود) طالب کو اس ماجرے کی خبر تک نہ تھی۔ اس کا دل حیران اور خوف ورجا سے معمور تھا۔

بخوف اندر ز بے پرواہیٔ اُو
رجا بر وعدۂ پیرِ نشاں گو

اور ان کی بے پروائی (اور عدم توجہ) سے ڈر رہا تھا۔ گو کہ اپنے شیخ و مرشد کی علامتوں اور ان کے وعدہ پر امید تھی۔

بہ تسکیں دادنِ جانِ حزینش
شدی گاہے نگاہے برزمینش

وہ بھی اس غمناک اور پریشان جان کو تسکین دینے کے لئے کبھی کبھی اپنی نگاہ اس جگہ پر ڈال دیتیں (جہاں یہ بیٹھے تھے)

ے بظاہر شمۂ از حالِ مسکین
نپرسید و نہ کردش ہیچ تلقین

بظاہر توانہوں نے اس مسکین (وغریب الوطن صاحبزادہ) کا بالکل حال نہ پوچھا اور نہ ہی کسی قسم کی تلقین ونصیحت کی۔

ے گزشتش روز در دُکّان بہانہ
چوشام آمد رواں شد سوئے خانہ

دکان کی اسی مصروفیت میں دن تمام ہوگیا جب شام ہوئی تو وہ اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئیں۔

ے کساں رفتند و جائے ماند خالی
ہمہ اسباب را برداشت حالی

سب لوگ چلے گئے اور جگہ خالی رہ گئی تمام مال واسباب کواسی وقت اٹھالیا گیا۔

ے بر اسپ بے نیازی شد سوارہ
نہ طالب را بدو یارای و چارہ

وہ بے نیازی کے گھوڑے پر سوار ہوکر (اس طرح) چلی گئیں۔ کہ (گویا) طالب کوان سے کوئی واسطہ وتعلق ہی نہیں ہے۔

ے وےلے مشتے ز دانہ ہائے پختہ
بسوئیش برفشاند از رائی پختہ

لیکن بھنے ہوئے دانوں میں سے ان کی طرف مٹھی بھر دانے پھینک دیے۔

ے زباں خاموش امّا ہر دو گوشش
بکوشش در بہ پیغام سروشش

زبان خاموش تھی لیکن دونوں کان ان کے ملکوتی پیغام کی طرف متوجہ تھے۔

ے دریں حالت شد اندر خانۂ خویش
بدُکّان ماند طالب نیک اندیش

اسی حالت میں وہ اپنے گھر میں تشریف لے گئیں۔اور دکان پر صرف نیک اندیش طالب رہ گیا۔

ے بخاکِ مسکنت افگند بستر
شب آنجا کرد تا خور زدد بیروں سر

ان کے بیٹھنے کی جگہ پر اپنا بستر ڈال دیا اور اسی جگہ پر رات بستر کردی یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوگیا۔

ے برائے ہیزم آری در بیاباں
بروز اندر شدی طالب شتاباں

جنگل میں سے خشک لکڑی لانے کے لیے یہ طالب صادق روزانہ جلد چلا جاتا۔

ے بگردن نازنین ماہ دل افروز
مکرر بار خاری بود ہر روز

اس دل افروز نازنین مہتاب کی گردن (لکڑی لانے کی وجہ سے) روزانہ دودفعہ تکلیف اٹھاتی۔

ہماں دُکان نوشین گرم کردی
برآتش دانہ چوں دل نرم کردی

وہ (عارفہ کاملہ) وہی شیریں دکان گرم کرتیں اور آگ پر دانوں کی طرح دل کو نرم کرتیں۔

ہماں خاموشی و آں شغل سازی
ہماں دوشینہ رسمِ بے نیازی

(ان کا معمول وہی تھا) وہی خاموشی، وہی مصروفیت اور وہی حسبِ سابق رسمِ بے نیازی وبے پروائی

ہماں دانہ فشانی چوں وظیفہ
بخانہ رفتن حضرت عفیفہ

وظیفے کی مانند اسی طرح دانے بھونتیں جھاڑتیں اور حضرت عفیفہ معصومہ گھر کو چلی جاتیں۔

چہل روز اندریں بگذشت اُو را
غلام ہیزم آور گشت اُو را

ان کو اسی طرح چالیس روز گزر گئے لکڑیاں لانے والے غلام کا

گشت اسی طرح جاری رہا۔

؎ زہے خادم کہ صاحبزادۂ بود
پئے ہیزم کشی آمادۂ بود

واہ کیسا خادم ہے جو صاحبزادہ ہے خشک لکڑیاں لانے کے لیے آمادہ و کاربند ہے

؎ پس از چہل روز وقت کارسازی
رسید و یافت بندہ سرفرازی

کارسازی کے یہ چالیس روز گزر جانے کے بعد اس بندہ مخلص نے سرفرازی پالی

؎ گرفتہ زاں کریمہ بہرہ مندی
دلش آموخت زاں آتش سپندی

اس کریمہ سے انہوں نے بہرہ مندی حاصل کی (حصولِ فیض کے اس عمل کے دوران) ان کے دل نے رائی (کے دانے) بھوننے کے اس عمل سے (بہت کچھ) سیکھا

؎ بیک یک مشت دانہ در چہل روز
ازاں خرمن شدہ خروار اندوز

چالیس روز تک اس خرمن سے انہوں نے ایک ایک مٹھی دانے حاصل کر کے (نورِ معرفت کا) ڈھیر لگالیا۔

؎ ازاں ہیزم کشی و آتش فروزی
چو دانہ یافت یکسر سینہ سوزی

لکڑیاں لانے اور آگ جلانے کے اس عمل سے انہوں نے دانے کی طرح سینہ سوزی حاصل کر لی۔ (اور خود کو آتشِ عشقِ توحید میں جلانا سیکھ لیا)

؎ آدا بنمود آئینِ ادب را
میان بربست ہم راہِ طلب را

دستورِ ادب کی ادائیگی و تکمیل کرنے کے بعد راہ طلب پر روانہ ہونے کے لیے کمر باندھ لی۔

؎ خبر پرساں زمسند گاہ آں شاہ
کہ از پیرِ خود از وے بود آگاہ

تا کہ اس (دوسرے) شہنشاہ کی مسند مبارکہ (اور اقامت گاہ) کی خبر پوچھیں جس کے متعلق اپنے شیخ محترم سے آگاہ ہوئے تھے۔

؎ زہے ہمت بلندیٔ بلنداں
کہ ناسائیند تا دریافت چنداں

واہ ان عظیم و بلند لوگوں کی ہمت (وجرأت) کی بلندی کے کیا کہنے جو اس قدر حاصل اور دریافت ہونے کے باوجود بھی نہیں تھکتے

ے زمین سائیند پیمائیند گردوں
چہ جائے کوہ و دشت و رُبعِ مسکوں

وہ زمین کوروندتے اور آسمان کو ماپتے چلے جاتے ہیں خواہ (راستے میں) پہاڑ ہوں یا جنگل اور (خواہ) ساری زمین (ہی کیوں نہ طے کرنی پڑے)

ے چو چندیں در طلب طے کرد منزل
رسید اندر نواحِ حاتمِ دل

جب آپ نے طلبِ معرفت میں اس قدر منزل طے کرلی تو اپنے دل کے حاتم (اور حاکم) کے نواح (وقرب وجوار) میں پہنچے

ے بہ تعظیم حرم بر بست احرام
مناسکہا بجا آورد بتمام

اورحرم کی تعظیم کے لئے احرام باندھ کراس کے جملہ مناسک مکمل طور پرادا کئے۔

ے مقابل شد بآن خوش قبلہء دل
ولے قدرے مسافت بود حائل

اوراس حسین قبلہء دل کے سامنے آئے لیکن (ابھی) کچھ مسافت (درمیان میں) حائل تھی۔

ے نیاسودہ ہنوزش دیدہ بادید
کہ آں برقِ جہاں چوں رعد غرّید

ابھی آنکھ ان کے دیدار سے آسودہ بھی نہ ہوئی کہ وہ برق جہاں رعد کی طرح
(کڑک اور) گرج پڑے۔

(مندرجہ بالا اشعار میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس عفیفہ خاتون سے اپنا فیض باطنی کا حصہ حاصل کرنے کے بعد دوسری ہستی کی طرف چل دیے جب ان کے پاس پہنچے تو وہ گرجتے ہوئے ان کی طرف بڑھے اور) راکھ سمیٹنے والا آلہ" جسے ہندی میں پھاوڑا اور قلندروں کی اصطلاح میں "رندان گُل صفا" کہتے ہیں" اٹھایا اور حملہ آور (ہونے کے انداز میں) اس نازنین نیاز مند یعنی صاحبزادہ صاحب کے سر پر مارا اور بہت زیادہ ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا" کتنی دیر سے تمہارا بارِ امانت اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہوں جبکہ تو اتنی دیر لگا کر آیا ہے اور مجھے اس کی نگہبانی کرنا پڑی ہے"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جو کچھ دینا تھا اسی ضرب میں ہی عنایت فرما دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ زخم ایسا کاری تھا کہ جو جلد میں سے گزر کر ہڈی تک جا پہنچا اور گوشت سمیت جلد سر کے ایک جانب سے الگ ہو کر کان پر آکر لٹک گئی۔ لیکن اس طالب صادق نے آہ تک نہ نکالی اور ہوش و حواس کے ساتھ نفس پہ غالب رہے اور جلدی سے زخم پر ہاتھ رکھ کر جلد کو اس کی اصل جگہ پر ملا کر دستار مبارک سے باندھ لیا اور نیاز مندی کے ساتھ اجازت حاصل کی ایک شاہی افسر "جو آپکا ہم وطن تھا" نے آپکو پہچانا تو بڑی عزت و تکریم سے گھر لے گیا اور خدمت و خاطر مدارت کی، یہاں تک کہ زخم مبارک درست ہو گیا۔ وہاں سے

پیدل چل دیے، مختصر یہ کہ پھر حضرت غازی قلندر علیہ الرحمہ کے آستانہ دربار کھڑی شریف پر حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ مرقد انور کے قدموں کی جانب فیض باطنی وروحانیت کے لیے مراقبہ کیا جب حضرت غازی سرکار دمڑی والا کی بارگاہ اقدس سے حصہ وافر پایا تو شکرانہ بجالاتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے اور چوکھ میں اپنے پیرومرشد حضرت حاجی بگا شیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کر کے گزشتہ واقعات بیان کئے، پیر نے مرید مخلص و صادق کو سینے سے لگایا اور سفر کی کامیابی پر مبارک دی۔

☆ بچپن میں ہی آپ کے والدین نے آپ کے چچا صاحب کی بیٹی سے آپکا رشتہ طے کر دیا تھا کچھ عرصہ بعد چچا نے انتقال فرمایا جب صاحبزادی صاحبہ حدّ بلوغت کو پہنچی تو لڑکی کے گھر والوں نے شادی کی خواہش کا اظہار کیا چونکہ صاحبزادہ صاحب مئے توحید سے سرشار آزادی پسند اور شادی سے متنفّر تھے اس لیے بظاہر حیاء کی وجہ سے خاموش تھے لیکن اپنے ہمرازوں کے سامنے انکار کر دیا اصرار کے باوجود بھی جب آپ شادی پر آمادہ نہ ہوئے تو آپکی چچی صاحبہ نے حضرت حاجی صاحب بگا شیر کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میری ایک یتیم بیٹی ہے اس کے باپ نے (اپنی زندگی میں) اس کو صاحبزادہ عبدالحکیم کی زوجیّت کے لیے نامزد کر دیا تھا۔ لیکن وہ آزاد مرد ہماری دامادی سے دور بھاگتا ہے اور اس سے انکار کرتا اور شرم محسوس کرتا ہے جبکہ میں اندیشہ اور پریشانی میں مبتلا ہوں آپ

چونکہ عبدالحکیم کے حاکم و پیر ہیں غمزدہ لوگوں کے غمخوار، بے چاروں کے چارہ گر اور کریم و مہربان ہیں میں قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ میری مراد کو برلائیں گے (اور یہ مسئلہ حل کریں گے) ورنہ میں اسی آستانے پر پڑی رہوں گی۔ آنحضرت نے جب غور سے یہ بات سنی تو حضرت میاں فیض بخش صاحب کو طلب کر کے حکم دیا کہ عبدالحکیم جہاں بھی ہے تلاش کر کے بہر صورت لے آؤ میاں فیض بخش صاحب صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب کے پیچھے ان کی تلاش میں آہستہ آہستہ چلتے گئے اور راستے میں کہیں قیام نہ کیا شبانہ روز سفر کے بعد وہاں جا رُکے جہاں صاحبزادہ صاحب موجود تھے اورانہیں ماجرا بیان کیا صاحبزادہ صاحب اندیشوں کے گرداب میں پھنس گئے بالآخر ''الامر فوق الادب'' کے تحت طوعاً و کرھاً اخی محترم یعنی حضرت میاں فیض بخش صاحب کے ہمراہ ہو لیے یوں جیسے پروانہ شمع کے گرد ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ دریا کے کنارے پہ جا پہنچے اور کشتی کے انتظار میں الگ جگہ پر بیٹھ گئے ۔ کشتی دوسرے کنارے پہ کھڑی تھی صاحبزادہ صاحب غم کے سمندر میں ڈوبے ''صمٌّ بکمٌ'' بیٹھے تھے کہ اچانک اپنے سر کو اوپر کیا اور دریا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا عظیم طوفان پیدا کر کہ میاں فیض بخش صاحب عبدالحکیم کو لے کر دریا عبور نہ کر سکیں تا کہ وہ اس شادی کے غم (اور جھنجھٹ) سے بچ جائیں''

مثنوی

ابر و یَم باآہِ مرداں سر نتافت
بحر و کان از امر مرداں بر نتافت

بادل ودریا مردان خدا کے حکم وآہ کے آگے سر نہیں پھیرتے سمندر اور خزانے بھی ان مردانِ باخدا کے حکم سے باہر نہیں ہیں۔

ماہ و خود را نور و تاب از بہر شان
سوز و سرعتِ برق را از قہرشاں

مہتاب وآفتاب کوانہی کی وجہ سے نور وروشنی اور چمک ودمک میسّر ہوئی ہے، بجلی کی کڑک اور سوز وسرعت بھی انہی کے قہر وخشم سے ہے

لعل در خار از تابِ مہر اوست
در صدف دُر ہم ز خوئے چہر اوست

ان کے آفتاب کی گرمی اور دُھوپ سے کانٹوں میں لعل (یعنی پھول پیدا) ہوتا ہے۔ اور صدف میں موجود موتی انہی کے رُخِ انور کے پسینہ کا قطرہ ہے۔

ہر چہ ہست اندر جہاں دیدنے
در حساب ساکن و جنبید نے

جو کچھ بھی کائنات میں موجود ہے حساب وشمار میں خواہ وہ

ساکن ہے یا متحرّک۔۔۔

؎ جملہ در حکمِ ولی کامل است
حکمِ حق در حکمِ ایشاں عامل است

۔۔سب کچھ ولی کامل کے حکم وتصرّف میں ہے یہ جو بھی کہہ دیں اللہ تعالیٰ (ان کی موڑتا نہیں بلکہ وہ بھی ان کے خواہش کے مطابق ہی) اپنا حکم وفیصلہ نافذ فرما دیتا ہے

(چنانچہ) مردِ آزاد یعنی حضرت صاحبزادہ صاحب کے فقط یہ فرماتے ہی دریا میں عظیم طوفان اُٹھا جو حد سے بڑھ گیا اور کشتی کے لیے دریا عبور کرنا ناممکن ہو گیا۔ جب جناب میاں فیض بخش صاحب نے ان کی اس کرامت کو دیکھا تو غصے سے آگ بگولا ہو گئے، شیرِ نر کی طرح دھاڑنے لگے اور محوِ پرواز شہباز کی مانند متحرک ہو گئے اور پتھر اٹھا کر دریا کو مارنے لگے اور غصے کے ساتھ اس پانی کو فرمانے لگے، جلد از جلد اپنی انتہائی نچلی جگہ پر چلا جاورنہ تجھ پر ایسا سوزناک نعرہ ماروں گا کہ تا قیامِ قیامت تُو جاری نہ ہو سکے گا، نہ ہی تجھ میں نمی باقی رہے گی، چنانچہ دریا آپ کے عتاب کی تاب نہ لاتے ہوئے فوراً اپنی اصل جگہ پر واپس چلا گیا۔ حتی کہ ملاح (دوسرے کنارے سے) آپ کی خدمت میں کشتی لے آیا۔

تو یہ دونوں مردانِ پاکباز کشتی میں سوار ہوئے اور (دریا) عبور کیا اور محبت بھرے انداز میں اس جنّت نشاں آستانہ عالیہ کی طرف روانہ ہوئے تو (راستے میں) اچانک زوردار بارش شروع ہو گئی حضرت میاں فیض بخش صاحب آگے آگے چل

رہے تھے جبکہ بطریق ادب صاحبزادہ صاحب ان کے پیچھے تھے، دوڑتے ہوئے ایک گھر (کا دروازہ) کھلا ہو دیکھا تو ارادہ کیا کہ بارش سے بچنے کے لیے کچھ دیر یہاں ٹھہر جائیں اور اس تکلیف سے نجات پائیں۔ اس گھر کا دروازہ پست تھا اور اس گھر میں ایک بے وقوف قسم کی عورت تھی جب آپ نزدیک پہنچے تو اس نے جزع فزع کرنا شروع کر دی آپ کا خیال اس کی باتوں کی طرف چلا گیا اور دروازے کی لکڑی حضرت میاں صاحب کے سر مبارک سے ٹکرائی اسم قہار کی تجلّی اس عورت پر پڑی آپ کی زبان مبارک سے نکلا شور وغوغا کے ساتھ تو نے میرے سر کو توڑا (اب) تیرے اعضاء میں سے کوئی عضو ٹوٹ جائے، اتفاقاً وہ عورت مویشیوں کو کھول کر ان کی رسیاں پکڑ کر جلدی سے لانے لگی تو کیچڑ کی وجہ سے پھسل کر گر پڑی اور اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس نے آہ وفغاں سے آسمان سر پر اٹھا لیا، حضرت صاحبزادہ صاحب نے برادر کلاں میاں فیض بخش صاحب کی شمشیر زباں کی تیزی کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ ذرا بھر تاخیر واقع نہیں ہوئی۔ اور نگاہوں کے سامنے ویسا ہی ظہور پذیر ہو گیا۔

مختصر یہ کہ جب دونوں حضرات صاحب اسرار و برکت کی خدمت میں پہنچے، زمین بوس ہوئے اور فرسودگی سے آسودہ ہوئے۔ حضرت پیر روشن ضمیر نے پر خلوص انداز سے اس بیوہ خاتون کی طرف سے التماس کا اظہار فرمایا یعنی شادی کا حکم دیا، صاحبزادہ صاحب اس شادی کے جھنجھٹ سے متنفر تھے یہ ارشاد سن کر

خاموشی کے ساتھ سر جھکا کر یوں بیٹھ گئے جیسے مدہوش ہوں باطنی اعتبار سے نجات کے ملتمس جبکہ بظاہر بے حس وحرکت تھے کان اسرار ورموز کی طرف ملتفت اور آنکھیں انوار وتجلیات کے سرمہ سے آراستہ لوحِ محفوظ کے حروف پہ مصروف و متوجہ تھیں، جب اس حوالے سے مبالغہ حد سے گزر گیا تو تیرِ خطاب کے ہدف یعنی صاحبزادہ صاحب نے آداب واکرام کے ساتھ نظریں نیچی کیے، تکلّم کیلئے لب کھولے اور کہا کہ لوح محفوظ پر میری قسمت میں آٹھ لڑکیاں لکھی ہوئی ہیں اور کوئی فرزند نرینہ نہیں ہے۔ جناب سے بھی یہ بات حجاب میں نہیں ہے بلکہ آپ کے سامنے روشن ہے خود ملاحظہ فرمالیں پھر آپ جو چاہیں حکم دیں اور میرے چچا کی اہلیہ کے سامنے بھی اس رشتہ کا عقدہ کھولیں تا کہ وہ بھی صبر وتسکین پائے۔ جب آنحضرت نے اس معروض کو سُنا تو باطنی آنکھوں سے لوحِ محفوظ پر نظر مبارک فرمائی تو وہاں واقعی وہی تھا جو عبدالحکیم نے کہا تھا نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ تو آپ نے سر کو مراقبے سے اٹھایا اور جگر سے آہ کھینچتے ہوئے فرمایا جو کچھ عبدالحکیم نے کہا وہ درست ہے اس کی بات میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اس غم افزا شادی سے ان کی نفرت اسی لیے ہے پس آپ نے تازہ وضو کیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر بآواز بلند پرسوز انداز اور نیاز مندی کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے عرض کیا اور چشمۂ اشک سے آنسو رواں کیے ہوئے آپ کے دہن اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ نے شرفِ قبولیّت پایا۔

مثنوی
از میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مؤلف کتاب

ربّنا در حالِ زارِ من بہ بیں
بردو چشمِ اشک بارِ من بہ بیں

اے ہمارے پروردگار میرے حالِ زار کی طرف نظر فرما اور میری اشک بار آنکھوں کو دیکھ۔

رحم کن بر پیری و مسکینیم
کن کرم بر فقر خوشہ چکینیم

میرے بڑھاپے اور مسکینی پر رحم فرما اور میرے خوشہ چیں فقر پر نظر کرم کر۔

خستہ خاطر بستۂ حبلِ امید
سر نہادم بر زمیں بہرِ نوید

امید کی رسی سے بندھا آزردہ و پریشان دل کے ساتھ خوشخبری سننے کیلئے زمین پر سر رکھے ہوئے ہوں۔

ہدیہ از من جز دل سیپارہ نیست
گر پذیری ور برانی چارہ نیست

میری طرف سے تیس ٹکڑوں میں بٹ (اور ریزہ ریزہ ہو) جانے والے دل کے سوا اور کوئی ہدیہ نہیں ہے اگر قبول کر لے یا رد کر دے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے

بندہ را باخالقِ خود کن مکن
کے روا لیکن بگفتی کو سخن

بندے کو اپنے خالق و مالک کے سامنے کن مکن (امر و نہی) کیسے جائز ہے لیکن تو نے خود ارشاد فرمایا کہ۔۔۔

داد ادعونی زِ تو گستاخیم
برامیدِ آنکہ استَجِب لَکُم

۔۔۔"مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" بس اسی پر امید رکھتے ہوئے درخواست گزار ہوں اور اس گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہوں

ورنہ مارا طاقتِ گفتار چیست
خود نہاں دانی بلب اظہار چیست

ورنہ ہمیں تو طاقتِ گفتار نہیں ہے (یعنی ہماری کیا حیثیت ہے) تو خود ہی پوشیدہ اور خفیہ باتوں کو جانتا ہے منہ سے اظہار کرنے کی کیا ضرورت ہے

با کہ گویم حاجتِ خود اے حکیم
تو کریمی تو کریمی تو کریم

اے صاحبِ حکمت! میں اپنی حاجت (تیرے سامنے) بیان کر رہا ہوں تو کریم

ہے، صاحبِ کرم وفضل ہے، تو کریم المرتبت ہے۔

؎ راز دانِ غیبِ من جز تو کہ ست
شرم دارِ شیبِ من جز تو کہ ست

میرے غیب کا راز دان تیرے سوا اور کون ہے؟ میرے بڑھاپے کی شرم ولاج رکھنے والا تیرے علاوہ کون ہے؟

؎ شرم شیبم دار و حاجت در پذیر
و اندریں افتادگی دستم بگیر

میرے بڑھاپے کی لاج رکھ اور میری حاجت پوری فرما اور اس عاجزی ومسکینی میں میرے ہاتھ کو پکڑ لے۔

؎ نام دخترہائے ایں عبدالحکیم
محو کن اے حاکمِ ملکِ قدیم

اے ملکِ قدیم کے حاکم عبدالحکیم کی لڑکیوں کے نام محو کر دے

؎ گرنہ بپذیری مرادم را بزود
مدتے دارم سرِ خود در سجود

اگر تو نے جلد میری مراد کو پورا نہ کیا تو اپنے سر کو مدت تک سجدوں میں ہی رکھوں گا

؎ از زمین بردارم انگہ روئے را
کہ رسانی مژدہ حاجت جوئے را

میں اس وقت زمین سے اپنے چہرے کو اٹھاؤں گا

جب تو میری حاجت کے پورے ہونے کی خوشخبری دے گا

ے پُر شود چوں دامنِ امید من

از خسوف آید بروں خورشید من

جب میری امید کا دامن بھر جائے گا تو میرا سورج، گرہن سے باہر آ جائے گا

ے چوں نمود ایں التجا آں نازنین

بانیاز و ناز و با نالہ حنین

جب ناز و نیاز اور آہ وزاری کے ساتھ اس نازنین نے یہ التجا کی

ے ناگہاں تیرِ دعا شد بر ہدف

ایں نویدش داد ہاتف باشرف

(تو) دُعا کا تیر اچانک ہدف پہ جا لگا، اور ہاتف غیبی نے بڑے شرف کے ساتھ یہ نوید سنائی۔

ے مژدہ بادت کہ ازاں ہر ہشت بَر

چار را حق کرد حک بر دار سر

تمہیں خوشخبری ہو کہ ان آٹھ بیٹیوں میں سے چار کو حق تعالیٰ نے ہٹا دیا ہے اب اپنے سر کو اوپر اٹھالو۔

؎ سر بر آوردہ سخن اظہار کرد
سجدۂ شکرانہ دیگر بار کرد

آپ نے سر اوپر اٹھا کر اس بات کا اعلان کیا اور دوسری بار پھر جھک کر سجدہ شکر ادا کیا

؎ پس بشارت داد با عبدالحکیم
کہ مباش اندوہگیں اے خوش سلیم

پھر آپ نے عبدالحکیم کو بشارت دی کہ اے خوش قسمت! پریشان اور غمناک مت ہو

یعنی اے عبدالحکیم اب تمہاری چار بیٹیاں باقی رہ گئی ہیں اور باقی چار کو لوحِ محفوظ سے محو کر دیا گیا ہے۔ دیکھ لے اور اس شادی کے لیے مطمئن و مستعد ہو جاؤ اور مزید کوئی بہانہ ہے تو بتاؤ، صاحبزادہ صاحب نے بھی باطنی نگاہوں سے لوحِ محفوظ پر دیکھا تو واقعی اب ایسا ہی تھا، لیکن پھر نم آلود آنکھوں کے ساتھ آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جناب فیض مآب کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے آقا جو فرما رہے ہیں گو درست ہے لیکن ابھی میرے دل میں اس رشتے کے حوالے سے کھٹکا ہے۔ شاید کہ آپ کے دستِ کرم سے یہ گرہ بھی کھُل جائے اور میری مشکل حل ہو جائے۔ صاحبِ مَن! اگر آٹھ میں سے چار لڑکیاں ہیں تو وہ بھی تو میری گردن پر بار ہے ہر روز دامادوں کی خدمت (ان کے ناز نخرے) اور

لڑکیوں کے رنج والم پر ناشاد اور پریشان رہوں گا اور نرینہ اولاد کے بغیر بے مُراد اور دُکھی رہوں گا چنانچہ بیٹوں کے بغیر سینہ بے سکون رہے گا۔ حضرت پیرومرشد والا جاہ نے یہ عذر سن کر فرمایا کہ عبدالحکیم درست کہتا ہے چنانچہ اس وہاب کی جناب سے فرزند نرینہ کا خزانہ تلاش کرنے کے لیے اس اِلتجا کو فوراً مناجات کی صورت میں پیش کیا اور سجدہ ریز ہو کر عرض گزار ہوئے۔

قطعہ

ے اے کریمی کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خورداری

اے کریم! جو غیب کے خزانوں سے آتش پرستوں کو بھی رزق فراہم کرتا ہے

ے دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

تو جو کہ دشمنوں پر بھی نظرِ فضل ورحمت کرتا ہے دوستوں کو کیونکر محروم کرے گا

ے بندۂ اوفتادہ را از پائے
دست دادہ باوج برداری

تو پاؤں سے محروم اور گرے پڑے آدمی کا ہاتھ تھام کر اُسے بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے

؎ سر نہادم بآستانِ کرم
نے چو حلقہ تہی بدر داری

میں تیرے آستانِ کرم پر سر رکھے ہوئے ہوں، نہیں بلکہ تہی دامن اور خالی جھولی ہوکر تیرے دروازے پر پڑا ہوں

؎ فی الحقیقت درِ درِ تو بود
کہ ازاں جملہ بہرہ ور داری

حقیقت میں تیرا دروازہ ہی اصل دروازہ ہے، جس سے تمام لوگ بہرہ ور اور فیضیاب ہوتے ہیں۔

؎ منِ مسکین و پیشرو بندۂ تو
بری از کبر و جاہ و سرداری

میں مسکین ہوں اور تیرے غلام کا پیش رو ہوں، تکبّر، مرتبے اور سرداری سے بری ہوں

؎ ہر دم نو بنو بتو حاجت
ہست شایان روا اگر داری

ہردم میری تجھ سے تازہ بتازہ حاجتیں تیرے ہی شایانِ شان ہیں اگر تو روا رکھے۔

؎ مشکلی اوفتادہ در کارم
کہ ازو خواستہ صبرداری

میرے کام میں مشکل آن پڑی ہے جس سے میں صبر وسکون کا طلب گار ہوں۔

؎ خادمِ من کہ ہست عبدِ حکیم
زار زار ست ز ناپسرداری

میرا خادم عبدالحکیم اولادِ نرینہ کے نہ ہونے سے غمگین اور پریشان حال ہے

؎ ترک تزویج گفت زیں حرماں
مادرِ دخت در خطر داری

اس محرومی کی وجہ سے وہ شادی کے ترک کردینے کی بات کرتا ہے جبکہ لڑکی کی ماں مصیبت سے دوچار ہے۔

؎ سائل بندۂ تو باامید
گوہر بخش زاں گہرداری

تیرا سوالی بندہ تجھ سے درخواست وامید کرتا ہے کہ اسے (اولاد کے) جواہرات میں سے (نرینہ اولاد کا) گوہر بخش دے۔

؎ پسری نیک دہ بعبدِ حکیم
کہ بود خوش بزیب فرداری

عبدالحکیم کو نیک بیٹا عطا فرما جو خوبصورت اور انسانیت کی زیب وزینت ہو۔

؎ بر ندارم سرِ نیاز زخاک
تا نیابم بریں ظفر داری

میں زمین سے اپنا سرِ نیاز اس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا جب تک کہ اس (مقصد)

میں کامیابی حاصل نہ کرلوں۔

شرم پیری و ہم فقیری من
مر ترا ہست ہر قدر داری

میرے بڑھاپے اور میری فقیری کی شرم رکھ ہر طرح کی
قدر و منزلت تجھی کو زیبا ہے۔

جب آپ نے تکرار کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنا سر اس وقت اٹھاؤں گا جب نیک فطرت اور بلند اختر بیٹا پاؤں گا اور آپ بلند آواز سے یہ کہتے رہے کہ ''خدایا میرے بڑھاپے اور فقیری کی شرم رکھ اور میری اس آرزو کو پورا فرما جب تو میری حاجت پوری فرمائے گا تو سر سجدے سے اٹھاؤں گا'' چنانچہ ہاتف غیبی نے آپ کو یہ خوشخبری سنائی کہ ''آپ جو کہہ رہے ہیں وہی ہوگا۔ اور محو کردہ چار بیٹیوں کی جگہ لوحِ محفوظ پر بیٹوں کے نام تحریر کر دیے گئے ہیں سر زمین سے اٹھاؤ اور خوشخبری سنادو'' آپ نے اپنی زعفرانی پیشانی کو زمین سے اٹھایا اور شکر ادا کرتے ہوئے اس پریشان حال بیوہ کو بشارت دی اور صاحبزادہ عبد الحکیم کو بھی نعمتوں سے معمور نوید سنائی کہ تمہیں چار بیٹیوں کی جگہ پر دو نرینہ فرزند خزانۂ غیب سے عنایت ہوں گے لہٰذا اب تم شادی کرلو۔ ان بیٹوں میں سے ایک کا نام سید محمد اور دوسرے کا شیر محمد رکھنا۔ سید محمد کو ہم ایسا صاحبِ یُمن و برکت دیکھتے ہیں کہ اگر وہ آسمان پر جانا چاہیں گے تو ملائکہ آسمانی ان کے سامنے جمع ہو جائیں گے اور

اگر آبادی میں تشریف فرما ہوں گے تو ادنیٰ و اعلیٰ لوگ ان کی شمعِ جمال کے گرد پروانہ وار اکٹھے ہوں گے اور اگر جنگلوں، پہاڑوں اور غاروں کی طرف چلیں گے تو جنات ان کے دوست و خدمتگار ہوں گے'' تمام حاضرین نے جب یہ نوید مسرّت سنی تو سب کے چہرے آفتاب کی طرح دمک اٹھے دعائے خیر کی گئی اور صاحبزادہ صاحب نکاح و شادی کے لیے تیار ہو گئے اور وہ لوگ صاحبزادہ صاحب کو اپنے ہمراہ موضع معہود لے گئے اور فرصت کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اس نیک کام کو سرانجام دے کر آرام یاب ہوئے۔

کچھ عرصہ بعد جیسا کہ آنحضرت نے فرمایا تھا ویسے ہی بے کم و کاست ظہور پذیر ہوا اور ہر محبّ سرور و مسرت سے فیض یاب ہوا۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرت بگا شیر کا وقتِ انتقال نزدیک آیا تو فرمایا'' عبدالحکیما ہمیں (سید محمد کی بلوغت کے) اس زمانے تک فرصت و مہلت نہیں ہے۔ اس فقیر کے پاس سید محمد کا کچھ تبرک و خیر بطور امانت ہے جو کہ میں اپنے ساتھ لیے جارہا ہوں تم جب اسے اہل و لائق سمجھو تو میری قبر کے پاس لاکر چھوڑنا اور خود بیٹھ کر انتظار کرنا اور اس کی نگرانی کرنا تا کہ اسے کوئی ضرر و تکلیف نہ پہنچے'' چنانچہ آنحضرت کے انتقال کے کچھ مدت بعد جب صاحبزادہ صاحب سنِ شعور کو پہنچے تو صاحبزادہ عبدالحکیم نے اپنے اس فرزند دلبند کو ہمراہ لیا اور قبر انور کے قدموں کی جانب لاکر چھوڑ دیا اور قوالوں کو قوالی و نغمہ کا حکم دیا جب سماں بندھ

گیا تو صاحبزادہ صاحب مست و بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے اور تڑپنے لگے آپ نے انہیں زمین سے اٹھایا اور قوالوں کو خاموشی کا حکم دیا صاحبزادہ صاحب کافی مدت تک بے ہوش رہنے کے بعد ہوش میں آئے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک کسان صاحبزادہ (عبدالحکیم) صاحب کا ہمسایہ تھا جو بڑا بد باطن اور حریص تھا اور انہی کی تقلید میں ان کے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب کا مرید ہو گیا۔ اور خدمت کرنے لگا اور گاہے بگاہے حضرت صاحبزادہ صاحب کی شکایت بھی کرتا۔ آنحضرت کی عادت تھی کہ جب دور سے کوئی مرید آتا تو اس کا حال احوال پوچھنے کے بعد (اس علاقے کے) دوسرے تمام مریدین کے متعلق بھی دریافت فرماتے جیسا کہ اہل محبت کی رسم ہے کہ دوست کے حال کی دریافت سے جان افزاء غذا حاصل کرتے ہیں۔ ایک دفعہ وہ کسان حضرت پیر پیراں حاجی صاحب کی خدمت میں آیا آنحضرت نے شفقت سے اس کا اور دیگر مریدین کا حال پوچھا اور اس کے ساتھ ہی صاحبزادہ صاحب کا حال بھی معلوم کیا کہ کیا خیریت سے ہیں اور ہر جانب عافیت ہے؟ (دورانِ گفتگو) رفتہ رفتہ صاحبزادہ صاحب کی (قیمتی) گھوڑیوں کا تذکرہ بھی درمیان میں آ گیا کہ کس قدر مال و اسباب اور گھوڑیاں رکھتے ہیں اور جب اس فقیر کے پاس آتے ہیں تو چھوٹی اور حقیری سی گھوڑی پر سوار ہو کر آتے ہیں (موقع پا کر اس حاسد) کسان نے جواب میں کہا کہ صاحبزادہ صاحب بے شمار بلند

قامت اور گراں قیمت گھوڑیاں رکھتے ہیں لیکن اس خوف کی وجہ سے انہیں آپ کے پاس آتے وقت ساتھ لے کر نہیں آتے کہ کہیں آپ کو پسند نہ آجائے اور شاندار گھوڑی آپ باندھ نہ لیں اسی لیے وہ حقیر ترین اور کم قیمت گھوڑی لے کر آتے ہیں۔ آنحضرت کو اس بات سے سخت ملال ہوا اور آپ کی طبیعت مبارک مکدر ہو گئی فرمایا کہ ''عبدالحکیم کی گھوڑیاں بلکہ جملہ نعمتیں میری عطا کردہ ہیں اسے ویسے بدگمانی ہو گئی ہے میں جس کو چاہوں اس سے بہتر بخش سکتا ہوں۔ اور اگر واپس کروں تو ایک ہی نگاہ سے واپس ہو جائے کیوں کہ وہ رعایا ہیں اور میں بادشاہ ہوں وہ مجھے غارت گر سمجھتا ہے حالانکہ میں اس کی پناہ گاہ ہوں'' صاحبزادہ صاحب کے اس مخالف نے جب دیکھا کہ آنحضرت کی آتشِ غضب شعلہ بار ہے تو اس نے دوسری دفعہ پھر (گویا) اس پر تیل ڈالا اور کہا کہ میری سرکار یا حضرت! آپ تو عبدالحکیم کی جملہ نعمتیں اپنی عطا خیال کرتے ہیں جبکہ صاحبزادہ صاحب انہیں اپنے آباؤ اجداد کی ودیعت شمار کرتے ہیں اور کبھی کبھار یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں اپنے آباؤ اجداد سے ظاہری و باطنی اعتبار سے بزرگ زادہ ہوں نہ کہ (یہ سب کچھ مجھے) صرف میاں صاحب جی سے ملا ہے۔

یہ کلام سنتے ہی آپ غضب ناک ہو گئے اور باطنی اعتبار سے جانچ پڑتال کیے بغیر صرف قولِ ظاہر پر اعتماد کرتے ہوئے غصے سے فرمایا کہ ''اگر تو اس کی نعمتیں ہماری عطا کردہ ہیں تو واپس آئیں گی لیکن اگر اس کے آباؤ اجداد کی

ودیعت کردہ ہیں تو باقی رہیں گی''۔ صرف یہ غضب آلود کلمہ کہتے ہی صاحبزادہ صاحب کی حالت کلی طور پر سلب ہوگئی۔ صاحبزادہ صاحب نے جب خود کو دیکھا کہ اسی خاک اور مٹی کی طرح ہو گئے ہیں جیسے پہلے تھے تو نالہ وزاری کرتے ہوئے، نمناک آنکھوں، پھٹے لباس، داغ چہرہ اور کمال عجز وانکسار سے سر پہ مٹی ڈالتے ہوئے، تخت ولایت سے اٹھ کر ننگے پاؤں اور برہنہ سر آستان مبارک پر پہنچ کر آداب بجالائے اور حضرت پیر کی خدمت میں حاضر ہوکر سر کو زمین پر رکھ دیا اور زار زار رونے لگے چونکہ حضرت پیر صاحب کی آتش غضب ابھی تک شعلہ بار تھی اور ابھی تک اس میں نمی اور ٹھنڈک پیدا نہ ہوئی تھی اس لیے رحم وشفقت کی کوئی نشانی اس میں نظر نہ آئی۔ حضرت پیر صاحب نے ایک شخص کو فرمایا کہ اسے باہر نکال دو صاحبزادہ صاحب نے جب دیکھا کہ میری آنکھوں کے پانی اور آنسوؤں سے آپ کے غضب کی آگ میں اضافہ ہوگیا ہے اور بغیر کسی وسیلے کے کوئی حیلہ کارگر ثابت نہ ہوگا تو اسی حالت میں کھیارا کی جانب چل پڑے اور بڑی لاچاری کی حالت میں حضور فیض گنجور حضرت میاں فیض بخش صاحب کی خدمت اقدس میں جا پہنچے، آنحضرت میاں فیض بخش صاحب کی اس برادر عزیز پیر بھائی سے کمال دوستی واتحاد تھا ان کی تباہ حالت کو نظر بھر کر دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اور ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر صاحبزادہ صاحب کی پشت پناہی اور سفارش کے لیے ان کے ہمراہ ہو لیے اور پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر عذر خواہی

کی اور صاحبزادہ صاحب کی سفارش کی لیکن انہوں نے صاحبزادہ صاحب پر ذرہ بھر رحم و مہربانی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ بہت زیادہ عتاب و ناراضگی کا مظاہرہ فرمایا۔ چونکہ حضرت فیض بخش صاحب نازنینی اور دائمی ہم نشینی کے اعزاز کے حامل تھے اور پیر صاحب ان پر خصوصی شفقت فرماتے تھے اس لیے میاں فیض بخش صاحب توبہ واستغفار اور سفارش وشفاعت کی عدم قبولیت پر بڑے ناز و نیاز کی حالت میں باہر آئے اور گریہ و نالہ کرتے ہوئے کُلاہ مبارک سر سے اتار کر بازار میں چل دیے اور بلند آواز سے سر بازار لوگوں کو کہتے جاتے کہ "سنو لوگو! آج سے میں میاں صاحب کا فقیر نہیں رہا کیوں کہ وہ میری آرزو قبول نہیں فرماتے اور میری سفارش پر عبدالحکیم پر رحم و کرم نہیں فرماتے"۔ اس صادقانہ مقال اور عاشقانہ حال پر بخشش و کرم کے سمندر موج میں آگئے۔ اور خدّام کو حکم دیا کہ فیض بخش کو مع عبدالحکیم واپس لے آؤ کیوں کہ وہ نازنین ہے اور میں اس کے ناز کو دل و جان سے پیارا جانتا ہوں۔ جب انہیں واپس لایا گیا تو آپ نے حضرت فیض بخش کو بغل میں لے کر انتہائی شفقت کا اظہار فرمایا اور ان کی شفاعت سے صاحبزادہ صاحب بھی مقبول بارگاہ ہو گئے اور پہلے سے بھی دوگنا فیض کے حامل بن گئے، پیر صاحب نے ان پر خصوصی شفقت فرمائی اور نعمت ظاہری و باطنی کا وافر حصہ عطا فرمایا۔ جب اس واقعے کو ایک مدت بیت گئی وہ بد باطن ہمسایہ مصیبت میں گرفتار ہو گیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت پیر صاحب نے اپنی بھینس پرورش کے لیے

اس کسان کو دی جب وہ کسان آنحضرت کی خدمت میں آتا تو آپ اس سے اپنی بھینس کے متعلق پوچھتے ایک دفعہ جب آپ نے اس سے پوچھا تو زمیندار نے بھینس کے ہلاک ہونے کی خبر دی کچھ دن بعد جب صاحبزادہ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت پیر صاحب نے ضروری تحقیق کیلئے بھینس کا قصہ صاحبزادہ صاحب کو بیان کیا صاحبزادہ صاحب نے پتہ چلا کر اس کسان کے فریب سے آپ کو آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اس زمیندار کی اپنی ملکیت میں کافی گائیں، بھینسیں ہیں جو سبھی سلامت ہیں کیا ملک الموت اس کی کافی ساری گائیں، بھینسیں چھوڑ کر صرف اسی بھینس کی جان کا پیاسا تھا؟ یہ سب اس کی حیلہ سازی اور دغا بازی ہے۔ آپ نے یہ سنا تو آپ کے قہر و غضب کی بجلی نے اس کسان پہ راہ پائی اور وہ مال مویشی اور تمام مال و متاع سمیت تباہ و برباد ہو گیا۔

مثنوی

کسے را گر دریں اشکال باشد　　　که نا خوانده ز علم الحال باشد

اگر علم الحال (عشق و مستی اور وجد و حال کے علم) سے جاہل ہونے کی وجہ سے کسی شخص کو اس میں اشکال درپیش ہو

بگوید آنچه عامه باز گویند　　　که اہل کشف ہر یک راز جویند

تو وہ وہی کہے جو عام لوگ کہتے ہیں کہ اہل کشف ہر ایک راز کو پا لیتے ہیں

کسے کش چشم باطن در کشادست　　　چرا بر گفت غیرش اعتماد ست

جس شخص کی باطنی آنکھ کھلی ہوئی ہوتو اُسے کیوں غیروں کی بات پر اعتماد ہو

دہم چنداں جواب اشکال اُو را　　　بحاضر گر نیوشم قال اُو را

اگر چہ میں اس کی بات (اوراعتراض) کوسن کرخاطر میں نہیں لایا پھر بھی میں اس کے اشکال کا چند طرح سے جواب دوں گا

ولے با حسد انش گفتگو چیست　　　بشورہ در نہفتن تخم گو چیست

مگراس (شان کی حامل ہستیوں) سے جلنے والے حاسدلوگوں سے بات کا کیا فائدہ؟شوراورکلروالی زمین میں بیج ڈالنے سے بھلا کیا حاصل؟

بگویَم رمز کے با ہوشمنداں

کہ باشد اولیا را حال چنداں

میں عقلمندوں کو یہ رمز کیسے بیان کروں کہ اولیاءکرام کے کئی احوال ہوتے ہیں (کیونکہ ان سے یہ تو مخفی نہیں ہے)

ہم از کشف و کرامت چند قسم ست

کہ ہر یک را جُدا رسم ست و اسم ست

کشف وکرامت کے حوالے سے ان اولیاء کی چند اقسام ہیں ہر ایک کا نام اورطور طریقہ الگ ہے

کسے باشد بکشف و ہم کرامت
یکے دارد یکے را در سلامت

کوئی کشف وکرامات کے ساتھ متصف ہوتا ہے (ایک اس شان کا حامل ہوتا ہے) تو دوسرا اُس سے بچ کے رہتا ہے

یکے اہل رضا وَ دور زینہا
بوصلِ دائمی مہجور زینہا

ایک اہل رضا میں سے ہے جو اس (اظہار کرامت) سے دور ہے اور دائمی وصل و مشاہدہ سے ہی سرمست اور اس سے ہجر یافتہ ہے (یعنی کرامت و کشف سے بے نیاز ہے)

یکے مامور نبود در چنیں کار
یکے را باشد اندر کار ناچار

ایک اس کام میں مامور نہیں ہے ایک مجبوراً اس کام میں مصروف ہے (اور وہ مامور ہے)

یکے را خود دریں دستور نبود
یکے تاند و لے مامور نبود

ایک (اس راہ پہ چلنے کی) سکت رکھتا ہے لیکن مامور نہیں ہوتا کوئی خود ہی اس راہ پہ نہیں چلتا

یکے را بعض کشف و بعض را کُل
یکے بابود شاں ہم بے تامّل

کسی کو مکمل کشف حاصل ہوتا ہے اور کسی کو بعض، کوئی ایسے بھی ہیں کہ جنہیں کسی تامل (سوچ بچار اور قصد و ارادہ) کے بغیر یہ حاصل ہوتا ہے

تامّل گاہے شاں باشد گہی نے
گہے نائی شوند و گاہے خود نَے

ان کو کبھی تامّل ہوتا ہے کبھی نہیں، کبھی بانسری بجانے والے ہوتے ہیں اور کبھی خود بانسری بن جاتے ہیں

اگر میخ شکت زیں نیست پرّاں
جوابِ نیزہ وار آرم بمیداں

اگر تیرے شک وشبہ اور اشکال کی گرہ اس میخ (میرے کلام) سے نہیں کھلی تو مجھے قاطع جواب میدان میں لانا ہوگا

گہے شنوند ظاہر گفتگوئی
گہِ از ظاہر نمی بوئند بوئی

کبھی تو وہ کوئی سی بات بھی واضح طور پر سن لیتے ہیں اور کبھی وہ کسی کھلی اور واضح بات کی بُو بھی نہیں سونگھ پاتے۔

گر از من غنچہ فہمِ تو نشگفت
بہبیں اندر گلستاں شیخ چوں گفت

اگر مجھ سے تیری فہم وفراست کا غنچہ نہیں کِھلا (اور تیرا اشکال دور نہیں ہوا) تو دیکھ گلستان میں شیخ (سعدی رحمہ اللہ) نے فرمایا ہے

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گہر پیرِ خرد مند

کسی نے فرزند گم کیے ہوئے (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) سے پوچھا کہ اے عقلمند اور روشن دل

زمصرش بوئی پیراہن شمیدی
چرا در چاہِ کنعانش ندیدی

تو نے مصر سے اس (فرزند) کے کُرتے کی خوشبو تو سونگھ لی لیکن (اپنے ملک) کنعان کے کنویں میں اس کو کیوں نہ دیکھا

بگفت احوالِ ما برقِ جہاں ست
دمے پیداؤ دیگر دم نہاں ست

جواب دیا ہمارے احوال کوندنے والی بجلی کی مانند ہیں جو ایک لمحہ کیلئے ظاہر ہوتی ہے دوسرے لمحے غائب ہو جاتی ہے

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینیم

گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

کبھی ہم سب سے اونچے بالا خانے پر بیٹھے ہوتے ہیں (اور جہاں بھر کو ملاحظہ کر لیتے ہیں) اور کبھی اپنے پاؤں کو بھی ہم نہیں دیکھ پاتے (طارم سے مراد قربِ الٰہی ہے جہاں کشف ہوتا ہے)

اگر درویش بر حالے بماندی

سردست از دو عالم برفشاندی

اگر درویش ایک حال پر رہے تو دونوں عالم کو ترک کر بیٹھے

☆ بیان کرتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب کا ایک نوعمر سید مرید جس کے حسن و جمال اور خوبی کو احاطۂ تحریر و بیان میں لانا ممکن نہیں وہ ایسا دلربا تھا کہ اس کی دلربائی کو کوئی بھی دانش مند رائے کی پیمائش میں نہیں لاسکتا۔ ایک دفعہ سیر کیلئے پشاور کو گیا ایک جگہ پہنچا تو جیسا کہ افغانوں کی مشہور عادت ہے ایک افغان جوان اس کی خوبصورتی پر فریفتہ ہوگیا اور اس کے وصال و ملاقات کیلئے حیلہ جوئی کرنے لگا کچھ عرصہ بعد بے صبر ہو کر مکر و فریب کے ساتھ اسے خلوت میں لے جا کر ہم بستر ہوگیا جب اس کی عصمت کو برباد کرنے کے لیے شہوت آلود ہاتھ دراز کیا تو چھوٹے چھوٹے دانے (کیل مہاسے) جنہیں پنجابی لوگ ''چوئیں'' کہتے ہیں اور وہ (دانے) چہرہ و بدن کی خوبصورتی کے دشمن ہوتے ہیں۔ اس (افغان)

کے ہاتھ کے نیچے آئے تو اس نے پوچھا یہ دانے کیسے ہیں وہ فریب زدہ سید جوان سمجھ گیا کہ افغان کی نیت بُری ہے فوراً اس نے دل ہی دل میں آہ وفغاں کرتے ہوئے اپنے پیر (صاحبزادہ صاحب) کا خیال لاتے ہوئے زیرلب ان سے امداد طلب کرنے کا علَم بلند کیا۔ اسی وقت اس کی آہ وبکا کا تیر ہدف پر لگا اور اس نامراد افغان کے پیٹ میں ایسا مروڑ اٹھا کہ اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اسی دوران بلندی سے اس کے سر پر ایسا غیبی طمانچہ پڑا کہ وہ بستر سے نیچے جا گرا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا وہ شریف زادہ فرصت پا کر تیزی سے بھاگ کھڑا ہوا اور اس سیر بے خیر سے توبہ کرتے ہوئے اپنے پیر صاحب کی خدمت میں آ پہنچا اور شرمندگی کی وجہ سے کسی کو اس راز سے آگاہ نہ کیا۔ ایک مدت کے بعد جب وہ اس واقعہ کو فراموش کر بیٹھا تھا اس نے حاضرین کے سامنے پیر صاحب سے عدم امداد کا شکوہ کیا جب اس کا عدمِ انصاف اور لاف گزاف حد سے بڑھا تو مجبوراً صاحبزادہ صاحب نے حقیقت سے پردہ اٹھایا اور اشارہ فرمایا اے سیّد زادہ ابھی تم عدم امداد کا شکوہ کرتے ہو اور افغان کا وہ دانہ دانہ یاد نہیں رکھتے۔ یہ جواب سنتے ہی اس مرید کی شوخی شرمساری سے خاک میں مل گئی اور اس نے عاجزی وانکساری کے ساتھ ہاتھ باندھ دیئے اور استغفار کی جب شرم کے ساتھ اس کی آنکھوں سے روتے روتے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تو بحرِ کرم صاحبزادہ صاحب موج میں آ گئے اور معاف فرما دیا۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا ایک متبنّٰی تھا جو انہیں بہت زیادہ محبوب تھا، جاں نثار، شیریں کلام اور خوش بیان تھا۔ حضرت میاں گھسیٹا کے نام سے مشہور تھا، بچپن سے ہی آپ کے دستِ اقدس سے پرورش پا کر بڑا ہوا اور طویل عمر تک آپ کی خدمت میں مصروف رہا آپ کا ایسا ہمراز و صاحبِ قُرب تھا کہ صاحبزادہ صاحب نے اسے اپنا بیٹا بنالیا آپ ہمیشہ اس کی طرف اپنی شفقت کو مبذول رکھتے۔ ایک دفعہ میاں گھسیٹا سیر کرتے ہوئے کسی علاقے میں جا پہنچے اور وہاں کے کچھ آدمیوں کو اپنا مرید بنالیا اور ان سب مریدوں سے یہ وعدہ کیا کہ جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے مجھ سے استمداد کرنا، میں پہنچ کر تمہاری مشکل کو آسان کردوں گا، انہوں نے یہ جرأت اپنے پیر و مرشد کی قوت کمال اور شفقت بے مثال کی وجہ سے کی تنہا (اپنی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے نہ کی) جب واپس آکر پیر صاحب کی خدمت میں سکونت پذیر ہوگئے۔ تو ایک روز آنحضرت احباب کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک درمیان سے اٹھ کر دیوار یا پردے کے پیچھے چلے گئے اور کچھ دیر بعد مجلس میں آئے تو ان کے دونوں ہاتھ خون آلود اور ان میں کانٹے چبھے ہوئے تھے۔ اہل مجلس نے جب یہ دیکھا تو استفسار کیا۔ آنحضرت نے اس صورت حال کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میاں گھسیٹا صاحب کی مروّت و مہربانی ہے کہ فلاں علاقے میں جاہلوں و نادانوں کو مرید بنا کر وعدہ کر آئے تھے کہ تمہاری امداد کروں گا اب ایک نادان نے پہاڑوں

میں خاردار جھاڑیاں جمع کرلیں لیکن انہیں اٹھا نہ سکا اور اس ویرانے میں کسی اپنے پرائے کو نزدیک نہ پایا تو اپنے پیر (میاں گھسیٹا) کی طرف رخ کر کے کہنے لگا اگر تو میرا روشن ضمیر اور قوت والا پیر ہے تو یہ جھاڑیاں میرے سر پہ لا دے ورنہ میرا یقین فاسد ہو جائے گا میں نے اس کی فریاد سنی امداد نہ ہونے کی صورت میں میاں گھسیٹا کی ندامت وشرمساری کو محسوس کیا تو اسی وقت اس کے پاس پہنچا اور اس کے بوجھ کو ننگے ہاتھوں کے ساتھ اٹھا کر اس کے سر پہ رکھ دیا جس کی وجہ سے ہاتھوں پہ زخم ہو گئے ہیں۔ میاں گھسیٹا سمیت سب لوگوں نے بہتا ہوا خون دیکھا اور پریشان کن ماجرا سنا تو مغموم ہوئے لیکن اس کرامت پہ خوش ہوئے

☆ ایک دن اچانک باہر سے کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے، (آپ کے بیٹے) صاحبزادہ حضرت سید محمد ابھی خورد سالہ تھے سامنے آئے یا ان کی والدہ عفیفہ کندھے پر اُٹھائے اُنہیں آپ کے سامنے لائیں تو آپ نے اس رشک نَو بہار صاحبزادہ کے رخسار پر ایسا طمانچہ رسید کیا کہ اس پہ نشان پڑ گیا اور وہ نیلگوں ہو گیا یوں محسوس ہوا جیسے نرگس کُملا گیا ہو۔ صاحبزادہ صاحب رونے لگ پڑے ان کی والدہ سخت غمناک ہو گئیں اور عرض کیا کہ اس معصوم کو ایسا جانکاہ طمانچہ کیوں مارا ہے جس سے اس کے رخسار سیاہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے اس معصوم پر بہت زیادہ شفقت کی ہے اور یہ طمانچہ جو تمہاری نظر میں ظلم ہے اس ایک ہی طمانچے سے میں نے اس کا سارا تکبر، کینہ اور غصہ نکال کر باہر پھینک دیا ہے

اوراس کے سینہ ودماغ میں تکبر وکینے کی جگہ پرتواضع،رحم اورحلم ڈال دیا ہے۔

قطعہ

زیں تپانچہ مبیں تو ذلّتِ او
خشم را رفتم از جبلّت او

اس طمانچے کوان کی ذلت خیال نہ کر بلکہ میں نے ان کی جبلّت وطبیعت سے غصے کو نکال دیا ہے

آہینش را ز گرد کردم پاک
ملّت باشد ست ملّت او

میں نے ان کے وجود کو گرد وغبار سے پاک کردیا ہے اب دین ومذہب ہی اس کی ملت ہوگئی ہے

دُردی از بادہ اش بدر کردم
صاف گردیدہ جام خلّت او

اس کے جام سے میں تلچھٹ اور گادکو دور کردیا ہے اوراس کی خلت وخصلت کے جام کو صاف کردیا ہے

غم مخور زیں جفائے عدل افروز
کہ بصحت رسید علّت او

اس عدل افروز اور منصفانہ جفاو سختی سے غمگین نہ ہو کیونکہ اس سے اس کی بیماری ٹھیک ہوگئی ہے۔

زیں جفا رنگ و رحم بے پایاں
بر فزونی فزود قلتِ او

اس بے حساب رحم اور جفا کی طرح نظر آنے والے کرم سے اس کی قلت و کم مائگی کو دور کر دیا ہے

چنانچہ آپ کے فرمان عالی کے مطابق ویسے ہی ظاہر ہوا اور وہ صاحبزادہ تمام عمر تکبّر و کینے سے متنفر رہے۔

☆ ایک دفعہ حضرت قطب الاقطاب سید عالی جناب شاہ عبداللطیف امام برّی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ آنحضرت کا میلہ لگا ہوا تھا، اور لوگ گروہ در گروہ زیارت کے لیے چلے آتے تھے، آپ ساتھیوں کے ہمراہ ایک جگہ کونے میں درخت کے نیچے بیٹھ کر نظارہ کرنے لگے ہمراہیوں میں سے کسی نے گزارش کی اے ہمارے آقا! بے شمار لوگ حضرت شاہ صاحب کی زیارت کے لیے آرہے ہیں اور قدم بوس ہو کر بہرہ یاب ہو رہے ہیں جبکہ ہم ایک کونے میں یوں بیٹھے ہیں گویا ہم نے پائے ہمت کو محرومی کی زنجیر سے باندھ رکھا ہے، بہتر یہ ہے کہ ہم بھی اب اس جگہ سے اٹھ کر اپنا روئے نیاز روضہ مطہّرہ کی طرف کریں اور اس کی زیارت سے فیض یاب ہوں۔ آنحضرت

نے جواب میں فرمایا ٹھہرا ابھی جناب فیض مآب حضرت شاہ صاحب پشاور میں تشریف رکھتے ہیں ہم ان کی زیارت کے لیے آئے ہیں روضہ مبارک کی زیارت کے لیے نہیں۔ کچھ دیر ہوئی کہ اس نے دوبارہ عرض کیا آپ نے پھر رکنے کا ارشاد فرمایا، کچھ دیر بعد اس نے پھر عرض کیا کہ زیارت کے لیے مخلوق کا بڑا رش ہے شاید شاہ صاحب نزول فرما چکے ہیں۔آپ نے جواب میں فرمایا جلدی نہ کر جونہی شاہ صاحب تشریف لائیں گے ہر ذرے کو پتہ چل جائے گا ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ چنار وغیرہ سبھی درختوں کی شاخیں اور پتے جھوم اُٹھے صاجزادہ صاحب نے دوستوں کو کہا کہ اب شاہ صاحب تشریف لا کر چنار درخت پر بیٹھ گئے ہیں دیکھو کہ ہر پتہ وشاخیں کیسے جھوم رہی ہیں اور خوشی و مسرت سے محوِ رقص ہیں کچھ دیر بعد اٹھ کر چل دیے اور فرمایا کہ اب جناب شاہ صاحب روضہ منورہ میں جلوہ فرما ہو چکے ہیں اے دوستو! آؤ تا کہ ان کی زیارت سے مستفیض ہوں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ کے فرمان کے مطابق ہم کافی دیر تک ٹھہرے رہے تا کہ آپ کے طفیل ہمیں بھی آں سرکار کا دیدار ہو اب ہمیں بھی ان کے دیدار سے مستفید فرمایئے ہم اس لیے آپ کے پیچھے پیچھے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے طفیل تمہیں بھی دیدار کروا دیں تو عجب نہیں لیکن تم سے ان کے انوار برداشت نہ ہو سکیں گے جب صاجزادہ صاحب روضہ منورہ کے اندر داخل ہوئے تو اس نے بھی ان کے ہمراہ دروازہ مبارک سے اپنا قدم اندر رکھا (

صاجزادہ صاحب نے) فرمایا دیکھ یہ شاہ صاحب تشریف فرما ہیں آپ کے فرمان کے مطابق جوں ہی اس نے شاہ صاحب کا نورانی دیدار کیا ایک لمحے کی تاب نہ لاسکا اور ہوش وحواس سے محروم ہوگیا کانپتے کانپتے دروازہ مبارک تک پہنچا اور گر پڑا آنحضرت سلام سے فارغ ہوئے شاہ صاحب سے رخصت ہوکر روضہ مبارک سے باہر تشریف لاکر اس ہمراہی کے سر پہ آن کھڑے ہوئے اسے بے ہوش دیکھا تو لوگوں کے کندھوں پر رکھوا کر اپنی نشست گاہ پہ لے آئے کہتے ہیں کہ وہ شخص ایک مدت تک مدہوش رہا کافی عرصے بعد کسی قدر ہوش وحواس اور طاقت بحال ہوئی۔ اور وہ آپ کے دیدار پرانوار کے فراق کا ذائقہ پاتا رہا۔ زہے زبدہء اہل صفا۔ جو اہل محبت کا دل رکھنے کے لیے اپنے چہرہ نورانی کا دیدار عوام الناس کو ارزاں فرماتے ہیں اور اپنے رخ انور کے دائمی حُسن کی جھلک دکھادیتے ہیں۔

☆ ایک روز کسی جگہ تشریف فرما تھے۔ کھتری قوم کا ایک خوبصورت اور نازنین ہندو لڑکا سروپا برہنہ، پھٹے کپڑے پہنے گزرا جو ابلے ہوئے (چنے وغیرہ کے) دانے بیچ رہا تھا۔ تنگ دستی سے پریشان حال تھا آپ کے پاس آکر سلام و آداب بجالایا۔ رحم وکرم کے آفتاب اس پہ چمکے اور اس کے بخت ونصیب کے چہرہ سے ظلمت وتاریکی کے پردے کو پھاڑ دیا یعنی آنحضرت اس بچے پہ مہربان ہوگئے اور فرمایا کہ دانہ فروشی کا پیشہ چھوڑ دے اور ہر دروازے کو کھٹکانا بند کردے

تو تحصیل داری اور سرکاری ملازمت کا اہل ہے اور تیری صورتِ زیبا کو حکمرانی زیب دیتی ہے۔اس عقلمند لڑکے نے فوراً دانوں کا وہ برتن کندھے سے اتار دیا اور ہوش وحواس کے ساتھ بخت ومقدر کی تبدیلی کا انتظار کرنے بیٹھ گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی کسی عقلمند سے ملاقات ہوئی اور اسے علاقہ بیول کی سرکاری عملداری کا عہدہ مل گیا اور کامیاب حکمران بن گیا۔اس حکمرانی کے دور میں اکثر وبیشتر آنحضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب کو سلام کرنے آیا کرتا اور آنحضرت بھی گاہے بگاہے میاں گھسیٹا''جو آپکے متبنّٰی وخلیفہ تھے'' کو سواری پر اس کی ملاقات وخبر گیری کے لیے بھیجتے رہتے ۔جب وہ دور سے آپکے اس خلیفہ کو دیکھتا تو بلاتوقف اٹھ کھڑا ہوتا اور خادمانہ آداب سے آراستہ ہوکر استقبال بجالاتا اور ان کی سواری کی لگام اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتا اور انہیں خوبصورت وآراستہ پیراستہ چارپائی پر بٹھاتا اور خود زمین پر بیٹھ کر زانوئے ادب تہہ کرتا۔ان کے ہاتھ پاؤں کی مالش کرتا اور عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھتا اور آپکی خدمت میں کمال کی عاجزی اختیار کرتا۔جب آنحضرت اپنے خلیفہ سے تمام حالات پوچھتے تو اس کی تواضع وعاجزی کی خبر سن کر خوش ہوتے اور اسے دعاؤں میں یاد کرتے۔

آہستہ آہستہ دنیاوی لذّات اور روزافزوں خواہشات کی وجہ سے اس نے ادب وآداب میں سستی کرنا شروع کردی یہاں تک کہ جب خلیفہ صاحب اس کی چارپائی کے قریب پہنچتے تو اٹھتا اور خلیفہ صاحب کے ساتھ سست روی اور

تکبر کے ساتھ پیش آتا۔ ایک روز خلیفہ صاحب اس کے پاس گئے تو وہ چارپائی سے نہ اٹھا اور نہ ہی انکے بیٹھنے کے لیے جگہ مہیا کی بلکہ اسی چارپائی کے ایک طرف تنگ سی جگہ پر بیٹھنے کو کہا۔ وہ اسی تنگ جگہ پر بیٹھ گئے (لیکن اچھی طرح بیٹھ نہ سکے تو) اٹھ کر گھر کو آ گئے اور حضرت پیر صاحب کی خدمت میں پہنچ کر تمام سر گذشت بیان کی یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا ایسے ناشکرے کو اس کے عمل کے مطابق سزا ملنی چاہیے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد حاکمِ اعلیٰ نے اس کے دفتری حسابات کی پڑتال کیلئے محتسب مقرر کر دیئے تو وہ ناقص نکلے اور اس کی بہت زیادہ سرکاری خرد برد پکڑی گئی اسے سخت سزا ہوئی جس کے صدمہ سے ہلاک ہو گیا اور اسے بے ادبی کا رخت وسامان دنیا سے لے گیا، مردانِ خدا کے غضب و ناراضگی سے خدا کی پناہ۔

☆ ایک دن آپ پہاڑ کی چوٹی یا پُشتے پر تشریف فرما تھے اس پُشتے کے نیچے بہت گہرا اور خوفناک پانی تھا جس کے دیکھنے آدمی سہم زدہ ہو جاتا۔ ایک اجنبی مسافر آپکی خدمت میں آیا اور عرض گزار ہوا کہ دور سے آپکا نام نامی سن کر حاضر ہوا ہوں وصول الی اللہ کی طرف میری رہنمائی فرمائیں آپ نے اس کو توجہ سے دیکھا تو فرمایا میں تیرے دل میں حق کی طلب نہیں پاتا۔ اس نے دوبارہ عرض کیا کہ میں طالب صادق ہوں اور میری طلب کمال کی ہے البتہ مرشد کے بغیر اس مراد کا حصول مشکل ہے آپ میری رہنمائی فرمائیں آپ نے پر جوش آواز سے فرمایا اگر ایسا ہے تو فوراً اٹھ اور اس ہولناک پانی میں چھلانگ لگا دے وہ جلدی سے

اٹھا اور دوڑتا ہوا جونہی کنارے تک پہنچا سہم کر رک گیا آپ نے دوبارہ سہ بارہ فرمایا جلدی سے چھلانگ لگا یہ کچھ حاصل کرنے کا وقت ہے وہ دو تین مرتبہ دوڑ کر آیا لیکن چھلانگ لگانے کی جرأت نہ ہوئی حوصلہ ہار بیٹھا۔ آخر آنحضرت نے فرمایا آ بیٹھ جا موقع نکل گیا ہے اور تیرا دعویٰ نامناسب ہے کیا تو فقیر کو خونی شمار کرتا ہے میں تیرا خونِ ناحق اپنی گردن پہ نہ لیتا اور کہا اگر تو میرے حکم پر چھلانگ لگا دیتا تو تجھے نصف راستے سے ہی اپنے ہاتھ پر اُٹھا لیتا اور آرام سے پانی پر پہنچا دیتا، جب یوسف صدیق علیہ السلام کو ان کے برادران نے رسی سے باندھ کر کنویں میں ڈال دیا تو حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے سدرۃ المنتہیٰ سے پلک جھپکنے میں ساتوں آسمانوں کی مسافت طے کر کے پہنچے اور انہیں اپنے ہاتھ پر اُٹھا کر کنویں کی تہہ میں ایک پتھر بٹھا دیا اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی، یوں ہی فقیر تجھ تک پہنچ جاتا اگرچہ ساتوں آسمانوں کی مسافت ہوتی لیکن تو راہِ خدا کا طالب اور بحرِ محبت سے آشنا نہ تھا جا اور اپنے کام میں مشغول ہو جا۔

جیسا کہ حضرت شیخ الشیوخ مولانا شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قطعہ

اے دل بر ہوس بر سروکاری نرسی
تاغم نہ خوری بہ غمگساری نرسی

اے دل ہوس سے سروکار نہ رکھ جب تک (تو خود) غمگین نہ ہوگا
غمگساری نہیں کر سکتا

تاشانہ صفت سر ننہی درتہ ارّہ

ہر گز بسرِ زلف چوماری نرسی

جب تک مبارک سر کنگھی کی طرح آرے کے نیچے نہ ہو اس وقت تک (کندھے)

سانپ کی طرح لہلہاتی زلفوں کو چھو نہیں سکتے

تاہمچو حنا سودہ نگردی بتہ سنگ

ہرگز بکفِ پائے نگاری نرسی

جب تک مہندی پتھر کے نیچے نہ رگڑی جائے ہرگز پاؤں کے تلوے میں نقش ونگار کے قابل نہیں ہوتی۔

صاحبزادہ سلطان محمد حویلی صاحباں کا ایک واقعہ

آپ کمال درجے کا کشف اور باطنی پاکیزگی رکھتے تھے اور اہل اللہ کے حالات کی دریافت اور شناخت میں اپنے زمانے کے یکتا تھے جیسا کہ سلطان محمد صاحب نام کے بزرگ جو موضع حویلی صاحباں میں سکونت رکھتے تھے ایک روز ان کی ملاقات کے لئے آئے جب نزدیک پہنچے ایک شخص نے حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب کو آگاہ کیا کہ صاحبزادہ سلطان محمد صاحب آرہے ہیں۔ آپ (یہ سن کر) فوراً اٹھے چادر گلے میں ڈالے، خود کو عاجزانہ لباس

وصورت سے آراستہ کر کے ننگے پاؤں استقبال کیلئے آگے بڑھے اور آنحضرت سلطان محمد صاحب کے پاس پہنچ کر قدم بوسی کرنا چاہی ہر چند کوشش کرتے رہے لیکن انہوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔غرض جانبین ایک دوسرے کے آداب بجالائے اور ایک ساتھ بیٹھ گئے انہوں نے بطور شکوہ ان سے سوال کیا کہ اے صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب آپ بظاہر تو اس قدر خدمت وآداب بجالاتے ہیں لیکن بباطن میرے غم سے ناواقف ہیں میں ہر شخص کے پاس حسن ظن کے ساتھ حصول فیض کے لئے گیا کئی لوگوں سے امید باندھی لیکن خالی ہاتھ واپس آگیا۔آپ مجھے کسی اہل باطن ولی مرد کا پتہ نہیں بتاتے جن کی خدمت میں حاضر ہوکر فیض روحانی سے بہرہ یاب ہوجاؤں۔کئی لوگوں کے پاس گیا ہوں لیکن عقدۂ باطن نہ کھلا۔آپ میری رہنمائی فرمائیں کہ کس اہل فیض کے پاس جاؤں اور منزل مقصود پاؤں۔صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب نے ان کے التماس کو بغور سنا اور باطنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے بھائی! آپ فرماتے ہیں کہ اس ملک میں بے شمار اولیاء اللہ ہیں میں ہر ایک کے پاس گیا ہوں۔جان لو کہ بہت سے لوگ ہیں لیکن وہ جو اہل کمال اولیاء کہلاتے ہیں تین یا چار ہیں دوسروں کو منزل مقصود پہ پہنچانا صرف انہی کا کام ہے ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ان چار میں سے پہلے جن کے مقام کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔حضرت میاں بدوح صاحب (پلیر شریف) ہیں۔ جو میری وفات کے بعد تمہاری زندگی میں ہی اس

علاقے میں ظاہر ہوں گے اب انہیں ظاہر ہونے کا حکم نہیں ہے۔ دوم حضرت پیر پہاون شاہ صاحب میر پوری ہیں سوم حضرت حافظ غلام محمود سموالی ہیں چہارم حضرت حافظ غلام مصطفیٰ بھاگ نگری ہیں تمہارا حصہ فیض انہی کے پاس ہے لیکن باقی تینوں کی سکونت گاہ تمہارے راستے میں ہے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے اور ان کی زیارت سے فیضیاب ہوتے ہوئے بھاگ نگر میں حاضر ہو جاؤ اور منزل مقصود پہ پہنچ جاؤ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بہرہ یاب ہو کر کامل ہو گئے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے چودہ سال ایک چلہ کشی میں گزار دیے اور اس دوران غیروں کی صحبت کا چہرہ تک نہ دیکھا آپ تفرید و تنہائی کی ایسی منزل پہ پہنچے ہوئے تھے کہ ایک دن آپ کی اہلیہ محترمہ چھپ کر آپ کی زیارت کیلئے آئیں اور وہ اپنے شیر خوار بچے کو اٹھائے ہوئے تھیں انہوں نے اس بچے کو آنحضرت کے سامنے رکھا اور کہا کہ اس بچے کو نظر میں رکھنا (یہ کہہ کر وہ) کسی باپردہ جگہ پہ چلی گئیں اور کپڑے دھونے میں مشغول ہو گئیں۔ وہ بچہ ابھی پاؤں پہ چلنا سیکھ رہا تھا وہ خود کو گھسیٹتے گھسیٹتے دریا کے پانی تک لے گیا اور چند غوطے کھا کر ڈوب گیا جبکہ یہ والد بزرگوار اسے دیکھتے رہے اور باہر نہ نکالا جب بچے کی ماں آئی اور بچے کے متعلق پوچھا تو فرمایا تو نے دیکھنے کے لیے حوالے کیا تھا۔ باہر نکالنے کیلئے نہیں میں بہر حال اسے دیکھنے سے غافل نہیں تھا اور باہر کھینچنے اور واپس لانے کی

گستاخی کا مرتکب نہیں ہوا۔

قطعہ

زہے محویّت عشاقِ جاناں
کہ از جان و جگر فارغ نشیند

واہ محبوب کے عاشقوں کی محویّت واستغراق کے کیا کہنے جو جان وجگر سے بے پروا اور فارغ ہوکر بیٹھتے ہیں

بیاد اِنّما اموال و اولاد
بچشمت گر بہ بینند نہ بینند

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان انما اموالکم و اولادکم فتنة (یعنی تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں) کو یادرکھنے کی وجہ سے اگر (اپنی اولاد و مال کو) دیکھتے بھی ہیں تو نہ دیکھنے کی طرح ہوتا ہے۔

☆ مرید خاں نامی ایک صاحب حُسن و جمال نوجوان بڑی ارادت کے ساتھ آنخضرت کا مرید ہوا۔ اور آپ کی منظوری سے آپ کے پاس ہی رہنے لگ پڑا۔ کافی عرصہ بعد ایک روز کسی کام کے لیے آپ کی اجازت سے اپنے گھر واپس آیا۔ وہاں ایک عورت جو بڑی خوبصورت اور اس پہ فریفتہ تھی ہردم اس کے وصال وملاقات کیلئے حیلہ بہانہ ڈھونڈتی رہتی اتفاقاً موقع مل گیا تو خوف الٰہی سے منہ موڑ بیٹھے۔ آنخضرت بظاہر ان سے دور تھے لیکن ان کے احوال سے غافل نہ

تھے۔ جب اس مرید کی تباہ کن حالت کو دیکھا تو غضبناک انداز سے ناراضگی کا اظہار اور دشنام طرازی کرتے ہوئے اس مرید کے گھر کو دوڑ پڑے اور اس کے سینہ میں جو کچھ یُمن و برکت رکھی تھی دستِ غیب سے واپس کھینچ لی۔ اس مرید نے جو اس غائبانہ غارت کو دیکھا تو گرجتے ہوئے بادل کی طرح آہ و نالہ کرتا، رشکِ ژالہ آنسو بہاتا ہوا۔ گریہ وزاری کرتے اور بال بکھیرتے ہوئے سروپا برہنہ، بہتے پانی کی طرح دوڑتا گرتا بلکہ بھاگتا ہوا اس قبلۂ راستان کے آستانہ عالیہ کی طرف چل دیا اور جانبین (پیرومرید) کا راستے میں ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہو گیا اس مرید نے جب پیر روشن ضمیر کو دیکھا تو بڑی عاجزی وانکساری سے دردناک آہ دِل سے نکالی اس کے بیمار نرگس نے بہار کی بارش کو برستا دیکھا تو اپنے رشک گل چہرہ پر ان کے قدموں کی خاک ملنا شروع کر دی اور زبانِ جان و جانِ زبان سے عذر و توبہ کرنا شروع کر دی اور ندامت و استغفار کا ہدیہ اس شاہِ جبار کی خدمت میں پیش کیا۔ اور فخر کا سر انکسار کے ساتھ ان کے آگے ڈال دیا۔ جب اس پیر مرد اور شیر بیشۂ میدانِ کرم نے اس کی شرمندگی کو دیکھا اور شکنجۂ غم اور پنجۂ دردِ ستم میں اس کو بلکتے، شرم و حیا سے آب آب ہوتے، اور اس گلبن ناز کو خاک پہ لوٹتے پوٹتے دیکھا تو وہ بحرِ کرم پورے جوبن و کمال کے ساتھ موج میں آ گئے۔ اور اس کی خجالت و شرمندگی سے معمور حالت کو پسند کرتے ہوئے، اس قطرۂ ناچیز کو قیمتی موتی کی مانند کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور نظر کیمیا اثر سے اسے رحم بھرے انداز

میں دیکھنے لگے اور جو کچھ اس سے غارت ہو گیا تھا اس بلند اختر کو دوگنا واپس کیا اور وہ ذرہ اس آفتاب وخورشید کے پرتو سے ماہتاب بن گیا کہتے ہیں کہ اسے اس قدر کشف حاصل ہوا کہ اسے چار فرسنگ کے فاصلے سے بھی زمین پر رینگتی ہوئی انتہائی چھوٹی لنگڑی چیونٹی بھی نظر آجاتی اور وہ اتنے فاصلے سے ہر چیز دیکھ لیتا۔

آنحضرت کے انتقال کے بعد ایک دن اسی مرید خاں کی ملاقات حضرت بابا (بدوح شاہ) صاحب سے ہوئی اور یہ اپنی اس صفائے باطن پہ بڑے خوش تھے۔ کہ حضرت بابا صاحب نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عبدالحکیم کی توجہ اور فرمان سے یہ کشف جو تمہیں حاصل ہوا ہے اس پہ متکبر نہ ہو اور خود کو فقیر نہ خیال کر کہ اس قدر صفاء وکشف کو فقراء فقر نہیں سمجھتے۔

قطعہ

گر بچشمِ عام فقر ست ایں قدر
نزد خاصاں ست ایں ہم بازئ

اگرچہ اس قدر (مرتبہ وصلاحیت) عام لوگوں کی نظر میں فقر ہے (لیکن) خاصانِ حق کے نزدیک یہ بھی کھیل ہی ہے۔

با پیادہ خر سوارہ ہم سوار
احقرش بیند سوارِ تازئ

پیدل چلنے والا اگر گدھے پہ سواری کرنے والے کے ساتھ سوار ہو جائے تو تازی

گھوڑے کا سوار اسے حقیر ہی سمجھے گا۔

☆ صاحبزادہ صاحب اوائلِ حال میں سرو پا برہنہ رہتے جب اپنے کمال کو پہنچے تو محبوب رب العالمین کی جناب سے ایسی عزت و تمکین اور حاکمیت پائی کہ پھر نہایت فاخرانہ، قیمتی لباس زیب تن فرماتے اور سر پر انتہائی شوخ سرخ رنگ کی دستار باندھتے جسے پنجابی لوگ چیرا کہتے ہیں۔ ریشم آمیز قیمتی شلوار پہنتے اور سپاہیانہ ہتھیاروں سے خوب آراستہ و پیراستہ رہتے، آپ کا حال فقیرانہ لیکن لباس امیرانہ ہوتا اور کوئی شخص آپ کی مثل نہ تھا، اس قدر جانی و بدنی مفاخرت کے باوجود تواضع و عاجزی میں بھی بے مثل نظر آتے اور ہر کہتر و مہتر کے ساتھ نرم زبانی اور عجز و انکسار سے پیش آتے۔

☆ ایک دن آپ کی زوجہ مطہرہ اپنے فرزندِ دلبند یعنی صاحبزادہ سید محمد جی کو شیر خوارگی کی حالت میں ہمراہ لے کر کپڑے دھونے کے لیے بہتے پانی پر گئیں اور شیر خوار صاحبزادہ کو کپڑا اچھا کر اس پر سُلا دیا (اور قریب ہی) باپردہ جگہ پر بیٹھ کر کپڑے دھونے میں مشغول ہو گئیں اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ ایک بابرکت بوڑھا مردِ غیب سے ظاہر ہوا اور اُس نے بچے کو زمین سے اٹھا کر گود میں لیا اور چلا گیا اور اس عفیفہ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اس پاک خاتون نے کمال خوف اور حیا کی وجہ سے سر باہر نہ نکالا نہ ہی آواز کو بلند کیا اور رب العالمین کی بارگاہ بے کس پناہ میں فرزند ارجمند کی سلامتی کیلئے استغاثہ پیش کیا ابھی اسی غم و الم میں مبتلا تھیں کہ وہ

مرددرویش بچے کو لے کر ظاہر ہوااور اسے اسی بستر پر رکھ کر روپوش ہو گیا اس غمزدہ خاتون نے جب فرزند کو نئے سرے سے پایا تو تمام دُھلے، اَن دُھلے خشک وتر کپڑے اٹھائے اور فرصت کو غنیمت شمار کرتے ہوئے جلدی سے گھر کی جانب چل دی، مبادا وہ مرد درویش بچے کو دوبارہ لے جائیں اور کہیں دور راستے میں چھوڑ دیں جب اپنے گھر پہنچیں تو اپنے خاوند عالی قدر کو مسکراتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ تم دُھلے ان دھلے کپڑے اٹھا کر پسینے سے شرابور کس لیے بھاگتی دوڑتی آئی ہو۔عرض کیا کہ اچانک ایک آدمی نے آکر صاحبزادے کو اٹھایا اور میری نظروں سے اوجھل ہو گیا پھر کچھ دیر بعد لاکر بستر پر ڈال دیا اور خود چلا گیا۔تو میں موقعے کو غنیمت شمار کرتے ہوئے اسے آپ کے سایۂ عاطفت میں لے آئی ہوں، کہ کہیں وہ میرے بیٹے کو دوبارہ نہ لے جائے۔آنحضرت نے یہ ماجرا سن کر بہت زیادہ پسندیدگی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مسکرا کر فرمایا کہ وہ پیر مرد اس بیٹے کے شیخ یعنی برادرم حضرت جناب بدوح شاہ صاحب تھے جو ملتان سے تشریف لائے تھے اور اس کو اپنی بیعت سے مشرّف فرما کر، خلعت باطنی کا تبرک اس کے سر پر ڈال کر اور اس کے دل کو غیر کی محبت سے محفوظ فرما کر اسے بستر پر رکھ کر ملتان واپس تشریف لے گئے۔اس عفیفہ خاتون نے یہ سن کر پوچھا کہ پھر انہوں نے آپ سے کس لیے ملاقات نہ کی اور کیوں آپ ایسے برادر عزیز کو دل سے بھلا کر واپس چلے گئے جبکہ تمہارے بیٹے پہ احسانات کا دروازہ کھول گئے۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ابھی انہیں اس علاقے میں ظاہر ہونے کا حکم نہیں ہے البتہ باطنی نگاہوں سے نظر آتے ہیں یا اس شخص پر ظاہر ہوتے ہیں جو انہیں ہرگز نہ پہچانتا ہو۔ جب وہ عفت مآب (اس معاملے سے) آگاہ ہوئیں تو بارگاہِ ایزدی میں اس نعمت کا شکرادا کرنے لگیں۔

مثنوی

شکر حق را کز طفیل زادۂ　　　دیدہ ام روئی چنیں آزادۂ

اللہ کا شکر ہے کہ (اپنے) صاجزادے کے طفیل میں نے اس آزاد مرد (درویش) کے چہرہ کی زیارت کی

گرچہ وحشت مانع خوش دید بود　　　لیک چشم را جگر زاں سو کشود

اگرچہ ہیبت اس خوبصورت (مرددرویش) کو دیکھنے سے مانع تھی لیکن دل نے میری آنکھ کو اس طرف کھول دیا

گرچہ ہیبت دیدہ ام را دور داشت　　　حب فرزندم کجا مستور داشت

اگرچہ نظر آنے والی ہستی کی ہیبت نے مجھے دور رکھا لیکن میرے فرزند کی محبت (ان کو مجھ سے) کیسے چھپا سکتی تھی

دیدہ ام روئی شہ عالیجناب　　　حمد للہ شد بروئیم فتحیاب

میں نے عالی جناب شہنشاہ کا روئے اقدس دیکھا ہے الحمدللہ میں

آپ کی زیارت میں کامیاب رہی

اینچنیں فرزند بادا باضیا   کز طفیلش دیدہ ام نور خدا

یونہی میرا فرزند بھی پرنور ہوجائے جس کے طفیل میں نے اللہ تعالیٰ کے نور کو دیکھا ہے

ورنہ مارا کی میسّر ایں مقام   شد طفیل طفل نیکم بخت رام

ورنہ مجھے یہ مقام کیسے میسر آسکتا ہے میں تو اپنے نیک بچے کے طفیل خوش بخت ہوگئی

دُرِّ درجم گوہر تاج شہی است   وردِ جانم حمد و شکر الٰہیست

میرے ڈبے کا موتی (میرا فرزند) شہنشاہ کے تاج کا گوہر ہے اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر میری جان و روح کا وِرد ہے

مرغ من از دست شاہ شہباز شد   صد در رحمت بروئیم باز شد

میرا مرغ (فرزند) شہنشاہ (حضرت بدوح علیہ الرحمہ) کے دست اقدس (کی برکت) سے شہباز بن گیا (اور) اس پر رحمت کے سینکڑوں دروازے کھل گئے۔

حمد للہ حمد للہ دمبدم   آفتابے دیدہ ام در آب یم

ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی بے شمار تعریفیں ہوں میں نے دریا کے پانی میں آفتاب کو دیکھا ہے

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کا فرمان ہے کہ جس مرید (اور محبّ) کو کوئی مشکل درپیش ہو اگر وہ قریب (رہنے والا) ہو تو میری قبر پر آکر راز اور مقصد

بیان کرے اور اگر دور ہو تو میری ذات کے ساتھ ارادت رکھتے ہوئے میری طرف چالیس قدم چلے اور فریاد کرے اور استمداد کے لیے مجھے یاد کرے تو ان شاءاللہ تعالیٰ مدد حاصل کر کے کامیاب ہوگا۔

نیز یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنی فریاد جلد مجھ تک پہنچانا چاہتا ہو اور مجھے اپنے نزدیک پانے کا طلبگار ہو تو اسے چاہئے کہ (چکڑالی شریف سے متصل) موضع منگلورہ کی مسجد میں جا کر باوضو کھڑا ہو جائے اور دل کی آنکھوں کے ساتھ انتظار کرتے ہوئے استغاثہ پیش کرے تو یقین رکھے کہ میں بھی اس کے قریب ہی ہوں گا اور اس کے زخموں پر مرہم پاشی کروں گا۔

☆ ہمیشہ سے آپ کی عادت باسعادت اور معمول یہ تھا کہ حضرت پیرِ پیراں دستگیرِ درماندگان وافتادگان حضرت دمڑی والا کے مزار مبارک پہ سلام کے لیے آتے تو ننگے پاؤں چلتے اور دستار مبارک گردن میں ڈال کر مزار پرانوار پہ حاضر ہوتے۔ وہ مغربی آب رو جسے کسِ بنگیالاں کہتے ہیں وہاں سے سرو پا برہنہ ہو جاتے (یعنی سر سے دستار اور پاؤں سے جوتا اتار لیتے) اور جب واپس جاتے تو اس آب رو کو عبور کرنے تک اسی حالت میں رہتے اور ہرگز اس مقام منوّر (دربار اقدس) پر رات بسر نہ فرماتے مبادا اس باعزت مقام کے قریب پیشاب یا تھوک آ جائے اور آداب سے توجہ ہٹ جائے (چنانچہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس علاقے سے دور جا کر رات گزارتے)۔

قطعہ

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل در گوشِ دلم گفت کہ ایمان ادب ست

میں نے عقل سے پوچھا کہ بتا ایمان کیا ہے؟ تو عقل نے میرے دل کے کانوں میں کہا کہ ایمان ادب ہے۔

آدمی زادہ اگر بے ادب ست آدم نیست
فرق در جنسِ بنی آدم و حیوان ادب ست

آدمی زادہ اگر بے ادب ہے تو آدمی ہی نہیں ہے (کیونکہ) بنی آدم اور حیوان کی نسل وجنس میں ادب ہی فرق ہے۔

چند روزے تو دریں خانۂ تن مہمانی
بادب باش کہ خاصیّت انسان ادب ست

تو چند دن اس مہمان خانے (یعنی دنیا) میں باادب بن کر رہ کہ انسان کی خاصیّت ادب ہے۔

بے ادب را بسماواتِ عُلا منزل نیست
بمقاماتِ بقا منزلِ پاکاں ادب ست

بے ادب کے لیے بلند آسمانوں میں کوئی جگہ نہیں بقا (اور دائمی زندگی) کے مقامات میں باادب اور پاک لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جوانی کی حسین عمر میں ہی انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر مبارک موضع چکڑالی علاقہ بیول میں تیار ہوئی اور تقریباً پچاس سال بعد حضرت صاحبزادہ سید محمد جی نے آپ کے اشارہ پر آپ کا صندوق مبارک اس قبر سے صحیح وسلامت باہر نکالا اور موضع سنگھتی میں لاکر دفن کردیا اور پختہ مزار بنا دیا اور ایک نازک سا سوراخ قبر مبارک کے باہر تک رکھ دیا اور اس (سوراخ کے) راز کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، واللہ اعلم بالصواب

پلاہ کا ایک درخت آپ کے سر اقدس کی جانب مائل بمشرق موجود ہے۔

آپ کی ولادت کا سال، عمر مبارک اور سالِ انتقال مبارک پہلے لوگوں نے تحریر نہیں کیا ہے اور نہ ہی بزرگوں سے سنا ہے اس لیے از خود کس طرح تحریر کیا جاسکتا ہے؟ واللہ اعلم بالصواب

تذکرہ جناب صاحبزادہ سید محمد صاحب

حضرت صاحبزادہ سید محمد صاحب ولادت سے قبل ہی جدّ مبارک یعنی حضرت جناب بگّا شیر ولی سے بہرہ یاب ہوئے۔ اور جب کم وبیش ایک سال کے تھے تو بزرگوار ولی نامدار، صاحبِ اسرار حضرت پیر بدوح شاہ صاحب سے فیض حاصل

کیا اور مرید ہوئے جب ایک روز ان کی والدہ ماجدہ کپڑے دھونے کیلیے تشریف لے گئیں تو انہیں ہمراہ لے گئیں جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، یوں آپ شیر خوارگی میں ہی تبرک اندوز، حجاب سوز اور دل افروز ہو گئے اور بعد ازاں روز بروز روحانی منازل طے کرتے ہوئے ترقی کرتے چلے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اوائلِ حال میں زہد و ریاضت میں با کمال تھے، ابتداء میں بعض اوقات اپنے جسم نازنین کو آگ میں ڈال دیا کرتے اور جلتی ہوئی خشک لکڑیوں کو پھونک مار کر اور تیز جلاتے اور انہیں اپنے پاؤں، پنڈلیوں اور سرینوں پہ رکھ کر جلاتے۔ بیان کرتے ہیں کہ پاؤں سے لے کر کمر تک اپنے جسم کو داغ داغ کر دیتے تھے ایک مدّت تک اسی شغل میں مصروف رہے، آپ اپنے عہد میں تصفیۂ باطن میں یکتا اور ذکر و اذکار و حبسِ انفاس میں بے مثال تھے، تارکِ دنیا تھے، گوشہ نشین، چپ چاپ رہنے والے، انتہائی منکسر المزاج، اور مثلِ حاتم سخی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانے میں موجود تمام اہلِ مجاہدہ و محاسبہ خود کو ان کے درسِ تعلیم کے ابجد خواں سمجھتے۔ اگر آپ کے عجز و تواضع کا ذکر کریں تو الگ دفتر درکار ہے، اگر سخاوت کا ذکر کریں تو تمام درختوں کے پتے اس کی تحریر سے منقّش ہو جائیں اور اگر آپ کے حسن و جمال کا معمولی سا جزو بھی نسیمِ بہار میں مل جائے تو صرصر اور خزاں کا نام تک دنیا سے محو ہو جائے اور آپ کے رخسار پُر انوار کی گرمی پر رشک کرتے ہوئے بہار کا پھول بھی اپنا عرق آپ کے پسینہ پر نثار کر دے۔

مثنوی

گل عرق گشت ز آب و تابِ خدش
سرو را پا بگل زرشکِ قدش

آپ کے رخسار کی چمک دمک سے پھول عرق و پسینہ بن گیا اور آپ کے قد و قامت پر رشک کرتے ہوئے سرو (جیسا بلند و بالا درخت بھی) مٹی میں دھنس گیا

سنبل تر ز کاکلِ مشکیں
اوفتادہ بپیچ و تاب بچیں

کندھوں پر لہلہاتی آپ کی زلفوں کے آگے تر و تازہ سُنبل (ایک خوشبودار گھاس جسے سنبل الطیب کہتے ہیں) بھی پیچ و تاب کھانے لگا (اور اپنی حیثیت کھو بیٹھا)

از نگاہِ دو چشم مخمورش
نرگسِ نیم‌خواب رنجورش

آپ کی مخمور آنکھوں کی نگاہ سے آدھ کھلا ہوا نرگس بھی پریشاں ہو گیا

قوس ابرو و آفتاب جبیں
پر تو انداز از مہ و پرویں

آپ کی پیشانی کے آفتاب اور ابرو کی قوس سے چاند ستاروں نے روشنی حاصل کی ہے

از برو دوش و سینہ اش دیدن
پرِ پریان پرّاں ز پرّیدن

آپ کے مبارک کندھے اور سینہ اقدس دیکھنے کی تاب نہ لاتے ہوئے اڑنے والی پریوں کے پر بھی فخر کرنا چھوڑ گئے

خطہٗ خطِ او زدہ صد خط
برسرِ خال حور نور نمط

آپ کے نقش ونگار کے خطوط نے سینکڑوں شعائیں پُرنور حوروں کے خدوخال پر ڈالیں

دیدہ رفتار نیک موزونش
کبکِ کوہے نمودہ مفتونش

آپ کی نگاہوں کی موزوں ومناسب رفتار پر کوہستان کا چکور بھی فریفتہ نظر آتا ہے

پرتوِ حسن یوسفِ صدیق
شد بر آخر زماں برو تصدیق

(آپ اتنے حسین ہیں کہ) سچے یوسف علیہ السلام کے حسن کا پرتو آخری زمانے میں آپ پر صادق آیا۔

مدح حسنش ز مُدرکہ دور ست
مادح نور گر بود نورست

عقل آپ کے حسن کی تعریف کرنے سے عاجز ہے اگرچہ نور ہی نور کی مدح کرنے والا ہو۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ جو بھی آپ کی صورت دیکھ لیتا ہے آپ کے جمال کا شیفتہ و عاشق ہو جاتا اور جو آپ کی گفتگو سن لیتا تو منزل حقیقت و معنیٰ کا راہی بن جاتا۔

بیت

زبانش شست ماہی سلیمان
بیانش نقش مہر مالکِ ملک

آپ کی زبان مبارک سلیمان علیہ السلام کی مچھلی کا کانٹا ہے اور آپ کا بیان و فرمان مالکِ کائنات کی مہر کا نقش ہے (یعنی جو فرما دیتے ہو کر رہتا ہے)

جو بھی آپ کی صورت دیکھ لیتا آپ کے جمال کا دیوانہ و شیفتہ ہو جاتا اور جو آپ کی گفتگو سن لیتا منزلِ حقیقت و معنیٰ کا راہی بن جاتا۔

تذکرۂ سخاوت

ایک روز کسی سائل نے آ کر سوال کیا لیکن اس کی خواہش کے مطابق کوئی چیز موجود نہ تھی جبکہ آپ کے دل کو اس کا سوال پورا کیے بغیر سکون نہیں آ رہا تھا۔ بالآخر اپنے نیک خصلت فرزند دِلبند کو لا کر اس سائل کے حوالے کرتے

ہوئے فرمایا کہ بےخوف وخطر اس فرزند ارجمند کو کسی قدر شناس شخص کے سامنے گراں قیمت پہ فروخت کردو (اور اپنی ضرورت پوری کرو)

ہرچند کہ اس سائل نے اس کام سے انکار کیا لیکن بے سُود۔ ناچار ہوکر اس یوسفِ دوراں کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوگیا، سبھی اعزّہ واقرباء بے قرار اور پریشان تھے۔ نہ صبر کی طاقت رکھتے تھے نہ کچھ کہنے کہ ہمت پاتے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق تھے۔

آخر کار صبر اختیار کرتے ہوئے اشکبار آنسوؤں کے ساتھ اس سخاوت شعار یعنی والد بزرگوار کے خوف سے بیٹھ رہے جو اپنے فرزند کو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی مانند رب جلیل کی بارگاہ میں بطور ہدیہ پیش کر رہے تھے، جب وہ سائل اس علاقے کے لوگوں سے دور کسی جگہ پر پہنچا تو صاحبزادہ صاحب کے ایک محبّ نے شناخت کیا اور آپ کے فرزند ارجمند کو غلاموں کی صورت میں پا پیادہ اور سامان کندھے پہ اُٹھائے دیکھا تو پاس جا کر اس آفتابِ درخشاں سے تمام حال دریافت کیا۔ تمام ماجرا سُننے کے بعد اس سائل کی من پسند قیمت ادا کر کے خرید لیا اور خوش طلعت صاحبزادہ کو عمدہ لباس پہنا کر سائل کی طرف سے رضانامہ اور آزادی کا خط لے کر اپنے ہمراہ حضرت اقدس کے حضور میں لایا اور ان کی خدمت کو بے قیمت غنیمت شمار کرتے ہوئے پیش کردیا۔

یہ آپ کی سخاوت کی ایک جھلک ہے آپ کے جود وسخا اور قربانی وایثار کا

ذکروبیان اس خاکسار کے بس سے باہر ہے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ اکثر اوقات سائلین کے ہاتھوں بدن اور پابرہنہ ہو کر غار یا کسی گوشۂ تنہائی میں چھپ جاتے اور جب لباس میسّر ہوتا تو ساتھیوں کے پاس حاضر ہوتے اس قدر ایثار وسخاوت اور درویشی کی وجہ سے آپ کے اہل وعیال ہمیشہ فاقہ کش رہتے۔

ایک مرتبہ پیر پیران ، اپنے عہد کے شہنشاہ حضرت بابا فیض بخش صاحب اور اس حقیر کے پیر دستگیر حضرت سائیں غلام محمد صاحب ساکن موضع کلروڑی وپلیر شریف اور حضرت میاں شرف الدین صاحب آپ کے مہمان بنے ، لیکن آپ کے پاس کھانا نہ تھا جو انہیں مہیا کرتے نہ ہی آپ کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جو ان کی خدمت میں ہدیہ کرتے۔ بڑی کوشش کے بعد تین عدد ناپختہ نانِ جویں اور کچھ دودھ جس میں کافی سارا پانی ملا ہوا تھا۔ تینوں کے سامنے لا کر رکھ دیا جب انہوں نے کھانا شروع کیا تو ایسا کھانا کھانے کی عادت نہ تھی انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور تھوڑا تھوڑا کھا کر فقر کو استغناء شمار کرتے ہوئے دستر خوان واپس کر دیا اسی دوران ایک آدمی نے آ کر صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں ایک روپیہ بطور نیاز پیش کیا انہوں نے فوراً وہ روپیہ حضرت بابا فیض بخش صاحب کی نذر کر دیا اور انہوں نے آپ کی سادگی ، درویشی اور فقر کا اقرار کرتے ہوئے حیرانی کا اظہار کیا۔

کہتے ہیں کہ جو کچھ آپ کے دستِ اقدس میں ہوتا اسے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرتے اور جو کچھ پاس نہ رکھتے اس پر تکلف کا مظاہرہ نہ فرماتے، اہل حق میں سے ہر ایک اس مردِ مروّت کو درویش خیال کرتا۔ جیسا کہ حضرت جناب شیخ (سعدی) فرماتے ہیں۔

؎ صبر درویش بہ ز بذل غنی

یعنی درویش کا صبر غنی کی بخشش و عطا سے بہتر ہوتا ہے

☆ ایک روز کسی سائل نے اس انداز سے سوال کیا کہ میری بیوی عریاں ہے جس کی وجہ سے میرا دل غمگین ہے اگر ایک تہ بند یا شلوار عنایت ہو جائے تو آپ ایسے کریم کے لیے مشکل نہیں ہے۔ جس طرح شعاع سورج سے مستور و مہجور نہیں ہوتی اسی طرح سخاوت بھی آپ سے بعید نہیں ہو سکتی۔ ان دنوں آنحضرت کو زیادہ لباس میسّر نہ تھے۔ ایک نئی ریشمی شلوار آپ کی زوجہ مطہرہ نے بہزار مشقت اپنے لیے تیار کی ہوئی تھی انہوں نے وہ پہن لی جب کہ پرانی شلوار سائل کو دے دی پھر ایک دوسرا سائل نمودار ہوا اس نے بھی اسی طرح درخواست پیش کی آپ کے فرمان عالی پر آپ کی اہلیہ محترمہ نے وہ نئی شلوار بھی اس سائل کو دے دی اور خود ایک پرانی چادر لپیٹ لی اور گھر کے اندر ایک گوشے میں چھپ کر وقت گزارنے لگیں اسی حالت میں حضرت بابا فیض بخش صاحب ان کے مہمان بن کر تشریف لائے۔ ہر چھوٹا بڑا جو وہاں موجود تھا ان کو سلام کرنے کی سعادت

حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا جبکہ یہ عفیفہ پردہ نشیں اس سعادت سے محروم ہوکر نا کافی لباس کی وجہ سے گھر کے ایک گوشے میں روپوش رہیں۔ آنحضرت کافی دیر تک اس نیک خاتون کا انتظار فرماتے رہے اور یہ سوچ کر تعجب کا اظہار کرنے لگے کہ اس معصومہ عفیفہ کی عادت تھی کہ جب اس والدِ دین اور قبلۂ یقین کو دیکھتیں تو بلا تاخیر سلام کو حاضر ہوتیں۔ کافی متفکر ہوئے تو بالآخر بلند آواز سے پوچھا کہ میرے فرزند عزیز سید محمد کی اہلیہ کہاں ہے؟ اس عفیفہ نے ایک گوشے سے ہزار ادب وحیا سے جواب دیا کہ یا حضرت آپ کی کنیز نا کافی لباس کی وجہ سے چادر لپیٹ کر حجاب کیے ہوئے ہے کیونکہ آپ کے بلند بخت فرزند نے میرا لباس سائلین کو عطا فرما دیا ہے جس کی وجہ سے میں تاریک کونے میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ یہ حالت سن کر حضرت پیر صاحب نے صاحبزادہ صاحب کو کسی قدر ناراضگی وخفگی کا اظہار فرمایا تو صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا یا حضرت جس کسی کا ایک باپ بزرگ ہوتا ہے تو وہ اس کی دولت پر ناز کرتا ہے اور کھلے ہاتھوں خرچ کرتا ہے جبکہ میں تین بزرگوں کی فرزندی کی بے پایاں دولت رکھتا ہوں یعنی والد بزرگوار حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب جو حقیقی باپ ہیں اور دو ان کے بھائی یعنی ایک آپ اور ایک حضرت جناب بدوح شاہ صاحب قدس سرّہ۔ اور میرے علاوہ ان تینوں کا کوئی اور فرزند بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ایسی تنگدستی سے گزر کر رہا ہوں کہ کسی ایک سائل کی مدد کرنے اور حاجت پوری کرنے

کی سکت بھی نہیں رکھتا۔ آنحضرت یہ بات سن کر غمناک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دستِ دعا دراز کر دیے۔ قبولیت دعا کے بعد فرمایا کہ اے فرزند دلبند! خوش وخرم ہو جا کہ اب تیری تنگدستی ختم ہو جائے گی۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ تمہاری اولاد فراوانی دولت کی بنا پر بدمستی کرنے لگے۔ اس ناپائیدار دولت پر اعتماد نہ کرنا۔ اس کے بعد آپ پر فراخی رزق ہو گئی اور آپ کے فرزندان کرام پر بھی تادم حال کسی قسم کا افلاس رُونما نہیں ہوا۔ آپ کی سخاوت وکرامت شہرۂ آفاق ہو گئی اور ہر فقیر و امیر، رئیس و جلیس آپ کے دیدار پر انوار کا مشتاق ہوا۔ ریاست کے راجگان بھی شب و روز گروہ در گروہ حلقہ بگوش ہو کر آپ کے فرمان کے انتظار میں آستانہ عالیہ پر حاضر رہتے اور آپ کے حکم کو بجا لانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ کرتے۔ اسی طرح جموں و کشمیر کے والیان اور اس جنت نظیر علاقے کے باشندگان وحکمران مثلاً راجۂ راجگان راجہ گلاب سنگھ، راجہ دھان سنگھ، سردار راجہ چتر سنگھ، شیر سنگھ، راجہ لال سنگھ، اور بھگوان سنگھ دست بستہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی نوکری کے آداب بصد التماس وسپاس ادا کرتے۔ اور اگر آپ کسی مجرم وخطا کار کے لیے کلمۂ شفاعت فرما دیتے یا کسی معمولی سے کاغذ پر سفارش تحریر فرما دیتے تو راجگان وقت اسے نظر انداز نہ کرتے بلکہ اس تحریر کو سر آنکھوں پر لگا کر اس کی تعمیل کرتے اور اس باعثِ مکتوب کو خلعت سے آراستہ کر کے حسب خواہش عنایت کا اظہار کرتے، غرض جملہ رؤسائے وقت آپ کی

خدمت میں حاضر ہو کر زمین پر بیٹھتے اگر زمین صاف نہ بھی ہوتی تو بھی جملہ امراء خود اس جگہ پر بیٹھتے ہر گز آپ کے حضور میں اپنے علو مرتبت کا اظہار نہ کرتے۔ آپ کی مجلس میں بغیر اجازت کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی، بلکہ سبھی ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی طرف متوجہ رہتے۔

غزل

در وجودِ اہل معنی ہیبتِ معنی بود
گر بصورتِ اہل دلق وتن زمیں فرسائی بود

اہل حقیقت کے وجود میں حقیقت و معرفت کی ہیبت ہوتی ہے اگر چہ شکل وصورت کے اعتبار سے گدڑی پوش اور زمین پر سونے والا ہو

گر ہزاراں طعن بروے جہل بنہد دور دور
در حضورش کم کسے را اینقدر یارائے بود

اگر چہ دور و دراز سے ان کو جاہل ہزاروں طعنے دیں لیکن ان کی بارگاہ میں کسی کو اس کی ہمت وطاقت نہیں ہوتی (یعنی ان کی ہیبت وجلال کے آگے طعنہ زن بھی خاموش ہو جاتے ہیں)

ور بود وقتے کسے را طاقتِ آن داوری
حکم داور دان و دروے حکمتِ اخفی بود

اگر ایک وقت کسی کو اس حکومت وامارت کی طاقت میسر ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ
کا حکم ہی سمجھ کہ اس میں کوئی مخفی حکمت موجود ہے

ناز محبوبے حقیقی بر شہیدِ کربلاست
ورنہ رشتہ خام شیراں راچہ بند پائے بود

یہ محبوب حقیقی کا شہید کربلا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر ناز (کا معاملہ ہی)
ہے ورنہ شیروں کے لیے کچا دھاگا بیڑی کیسے بن سکتا ہے

باز را از بازیٔ خود باز دارد باز گو
تارکی از عنکبوتی زار گر بر جائے بود

مکڑی کا نازک جالا بھی اگر کسی جگہ موجود ہو پھر بھی باز کو اپنے کھیل سے باز رکھ

موشکِ کور را بگویدٗ عیبِ خورشید جہاں
عیب دیدِ او بود ایں گفتار خود پیدا بود

اندھی گلہری اگر آفتاب عالم کے عیب بیان کرے تو یہ اس کے آنکھوں کا نقص ہے
جو اس کی اپنی گفتگو سے پیدا ہوا ہے (ورنہ آفتاب تو بے عیب ہے)

خیلِ منکرار کند ظاہر عداوت بارسل
در حقیقت باوجود خود عداوتہا بود

منکروں کے گروہ نے رسولان عظام علیہم السلام سے اگر عداوت ظاہر کی تو در
حقیقت ان کو اپنے وجود سے دشمنی تھی

اے محمد اندریں باب از چہ گوئی چند چند
خود بداند ہر کہ فہمش آسماں پیائی بود

اے محمد بخش اس باب میں تو جو بھی کہہ لے کم ہے جو آسماں پہ پہنچ جانے والی فہم و فراست کا مالک ہو وہ خود جانتا ہے۔

☆ آنحضرت کی عادت باسعادت یہ تھی کہ جب بھی کوئی غم زدہ سائل حصولِ سفارش کے لیے آپ کے حضور حاضر ہو کر عرض کرتا اور آپ کو ہمراہ لے جانے کا منتظر ہوتا تو آپ کسی بہانے کے بغیر اپنے کاشانہ مبارک سے اس کے ہمراہ ہو کر حاکمِ وقت کے پاس چلے جاتے۔ اس کے قیدی کو رہائی دلاتے اور اس کے مقبوضہ مال کو واپس کروا دیتے۔ اپنی شان اور فخر کی بنا پر سفارش ترک نہ کرتے اور جب کسی حاکم کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کی عظمت و سربلندی کا سایہ اس حاکم اور تمام مجلس پر ہوتا اور آپ کے فرمان اقدس کے خلاف کام کرنے کی ہرگز کسی کو ہمت نہ ہوتی اور آپ کا کوئی دن اور رات سائل سے خالی نہ ہوتا

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداء میں راجہ گلاب سنگھ والی جموں، راجہ رنجیت سنگھ کا نوکر بن کر علاقہ بیول کا کاردار مقرر ہوا۔ چونکہ وہاں سے حضرت کی سکونت گاہ چکڑالی شریف نزدیک تھی، اس لیے آپ کو سلام کرنے کے لیے اکثر آتا رہتا اور نیاز حاصل کرتا اور آپ کے محبّین میں شمار ہوتا۔ اسی وجہ سے ہر کوئی اپنی مطلب برآری اور حصولِ مقصد کے لیے حضرت کے پاس (سفارش کے لیے) آ کر

درخواست پیش کرتا اور کامیاب ہوتا، چنانچہ ایک دن ایک سائل نے آ کر درخواست پیش کی کہ میں کسی قدر لکھنے پڑھنے کا ہنر جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود تنگدستی سے دوچار اور اہل وعیال کے نان ونفقہ کے معاملے میں مشکلات میں گھرا ہوا اور پریشان حال ہوں۔ اگر آپ از راہِ کرم راجہ گلاب سنگھ کے پاس ملازمت ونوکری کے لیے سفارش کردیں تو آپ کی مروّت ومہربانی کی بنا پر فاقہ کشی سے نجات مل سکتی ہے آپ نے اس کے التماس ودرخواست کو قبول فرمایا اور اسے ہمراہ لے کر راجہ مذکور کے پاس تشریف لے گئے اور اسے فرمایا کہ میں ایک کام کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں زیارت ودیدار کے لیے نہیں راجہ نے بڑی التجا کے ساتھ عرض کیا کہ بندہ کو حکم فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص تمہارے پاس ملازمت کا خواہشمند ہے راجہ نے مال کی قلت اور ملازموں کی کثرت کی بنا پر حقیقتِ حال عرض کرتے ہوئے عذر پیش کیا کہ میں راجہ رنجیت سنگھ کا ایک ملازم ہوں اور جو لوگ ضروری امور نپٹانے کے لیے اس نے میرے ہمراہ کیے ہیں ان کی تنخواہ بھی وہی مجھے دیتا ہے اگر میں مزید ملازم رکھوں تو ان کی تنخواہ وہ مجھے جاری نہ کرے گا البتہ اپنی جیب سے تنخواہ دینے کی طاقت وسکت نہیں رکھتا۔ اس لیے جب کوئی جگہ خالی ہوگی اس سائل کو فوراً ملازم رکھ لوں گا۔ آپ نے اس کے عذر کو سن کر اس کی پیشانی کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب دریا وکوہسار بلکہ کشمیر جنت نظیر اور دوسرے راجوں کے بے شمار اضلاع اور ہزارہا

افراد پر مشتمل عظیم فوج ولشکر اور منشیوں اور کاتبوں کے کئی گروہ تمہارے تصرّف میں ہیں اور تم ان پر حکمرانی کر رہے ہو اور تمہارے تمام دشمن تیرے سامنے سرنگوں ہیں جبکہ تو اس ایک آدمی کی تنخواہ سے بھی عاجز ہے۔

یہ خوشخبری سُن کر وہ خوش ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ آپ مجھے ایسی حکومت بخش رہے ہیں جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں چنانچہ اس نے فوراً اس آدمی کو بہترین ملازمت پر فائز کر دیا اور آنحضرت کو بصد شکریہ ونیاز قدوم میمنت لزوم کے ساتھ گھر کو جانے کے لیے رخصت کیا، اور خود امید کامل سے معمور ہو گیا ، چنانچہ اس وقت آپ نے جو فرمایا بالکل ویسے ہی ظہور پذیر ہوا۔

☆ (سخت سردی کے موسم میں) جب آپ سیاہ کمبل اوڑھتے تھے راجہ گلاب سنگھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا ملتمس ہوا کہ مجھے کسی قدر حکومت عنایت ہو جائے۔ آپ نے اپنی فراست اور صفائے باطن کے ساتھ تُوت کا درخت جسے ابھی پھل نہیں لگا تھا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کون سا درخت ہے اس نے جواب دیا تُوت تو آپ نے فرمایا اگرچہ ابھی یہ میوہ دار نہیں ہے لیکن امید ہے کہ اپنی میعاد پر میوہ دار ہو جائے گا اور اس کی شاخیں وجڑیں کہیں سے کہیں جا پہنچیں گی اور ہر جانور اس کے سائے ، میوے اور آشیانے سے فیض یاب ہوگا ، یہی مثال تمہاری ہے اگر صبر کرے گا تو اپنے کمال کو پہنچے گا اور اگر اسی گھڑی پھل حاصل کرنا چاہے تو یہ بات عادت ومعمول سے دور ہے۔ چنانچہ

آپ کے فرمان کے مطابق ایسے ہی ہوا (بعد میں وہ صاحب اختیار حکمران بنا)

☆ بخشی وزیر چند جو آپ کا ایک محبّ تھا نے یہ واقعہ سنایا کہ میرا ہزارہ کی طرف روانگی کا ارادہ تھا کہ آنحضرت کے پاس سلام کے لیے حاضر ہوا۔ اس وقت راجہ کی فوج کشمیر فتح کرنے کے لیے گئی ہوئی تھی۔ اس رات شدید جنگ ہوئی اور اس کی خبر آپ نے مجھے سناتے ہوئے فرمایا کہ آج ایک آدمی نے مجھے آ کر بتایا کہ کشمیر میں جنگ ہوئی ہے اور راجہ کی وہ فوج جو (قلعہ سے) باہر تھی بڑی مصیبت و تکلیف میں مبتلا ہوئی لیکن اب وہ قلعہ میں کامیابی سے داخل ہو گئی ہے اور اب خیریت ہے اگر تمہیں کوئی پکی خبر ملے تو ہمیں اطلاع کرنا چنانچہ جب میں آگے گیا تو بالکل ویسی خبریں سُنیں جیسی آپ نے بیان فرمائی تھیں۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ جب سکھوں نے جمّوں کا قصد کیا آپ کو پتہ چلا تو آپ نے قاضی صاحب اراضی والا "جو کہ اہل کمال میں سے تھے" کو کسی کے ہاتھ سلام و پیغام بھیجا کہ گلاب سنگھ ہمارا محبّ خاص ہے آپ اس کی مدد کریں تا کہ سکھوں کے شر سے محفوظ رہے انہوں نے جواب میں کہا کہ "ظالم و کافر کی مدد کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں" چنانچہ جب قاصد نے واپس آ کر پیغام دیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ کے سکھ بندوں نے اہل جمّوں سے صلح کر لی ہے اور راجہ گلاب سنگھ کو بطور امانت لاہور لے گئے ہیں اور یہ معاہدہ ہوا ہے کہ عزّت و مرتبے کی سلامتی کے ساتھ وہ اسے واپس جمّوں پہنچا دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ قاضی صاحب کو سلام دینا۔

بیت

کلیدِ گنج حکومت بدست مردان ست
بہر کہ خواستہ آید دہند خواستۂ

حکومت کے خزانوں کی چابی مردانِ خدا کے ہاتھ میں ہے حسبِ
خواہش جس کو چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں۔

☆ ایک دفعہ اندرہل علاقہ چوکھ میں آپ کی چند قیمتی وعمدہ گھوڑیاں آپ کے ایک خادم نے خدمت و تیاری کے لیے اپنے گھر میں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ علاقہ راجہ دیوان شیر باز خاں گکھڑ" جو جید حاکم تھا" کی عملداری میں تھا۔ یہ خادم ان گھوڑیوں کی خدمت میں مصروف و مشغول رہتا اور اس مقصد کے لیے کافی وقت صرف کرتا حتی کہ گھوڑیاں تیاری کو پہنچ گئیں اور ان کی عمدگی وخوبی کی خبریں مشہور ہوگئیں، آہستہ آہستہ حاسدوں کی زبانی ان کی خبر راجہ دیوان شیر باز خاں کو بھی پہنچ گئی کہ فلاں کسان ایسی عمدہ اور بہترین گھوڑیاں رکھتا ہے کہ خود راجہ کے پاس بھی نہیں۔ انہوں نے یہ غلط بات بھی بیان کی کہ یہ گھوڑیاں اس کی اپنی ملکیت ہیں کسی دوسرے کی نہیں۔ راجہ مذکور گھوڑیاں دیکھنے کے لیے آیا اور جبراً اس سے ایک گھوڑی چھین کر اپنی سواری کے لیے لے گیا۔ اور اصطبل میں بند کر دی۔ وہ کسان سخت تنگی و پریشانی کی حالت میں آنحضرت کے پاس فریاد لے کر آیا اور

سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ اسے ہمراہ لے کر راجہ کی طرف چل دیے۔ جب اس کی رہائش گاہ کے قریب پہنچے اور اسے سواروں اور پیادوں کے ہمراہ شکار کے لیے گشت کرتے دیکھا، آنحضرت بھی ایسی ہی عمدہ گھوڑی پر سوار تھے جیسی وہ گھوڑیاں تھیں آپ نے جب راجہ کو دیکھا تو گھوڑی سے اتر کر زمین پر قدم رنجہ فرمایا اور پیدل چلنا شروع کر دیا اس راجہ نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً پا پیادہ استقبال و قدم بوسی کے لیے آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ آپ پیدل کس لئے تشریف لا رہے ہیں۔ تو آپ نے بطور طنز یا بطریق ناراضگی فرمایا کہ یہ گھوڑی اُس سے کہیں بہتر ہے یہ بھی تمہاری خدمت میں لایا ہوں اگر قبول کرو تو حاضر ہے۔ اس کلام سے آپ نے راجہ کو سخت شرمسار کیا حتیٰ کہ وہ نادم ہوتے ہوئے معذرت خواہ ہوا اور بڑی شرمساری و عذر کے ساتھ گھوڑی کو زیور سے آراستہ کر کے آپ کے حوالے کر دیا۔ اور دل و زبان سے اس طرح عذر و توبہ کرنے لگا کہ آپ نے اس کی گستاخی معاف کر دی اور اس کی جاہ و شوکت کو بحال رکھا۔

کبھی گھوڑی پر کسی آوارہ منش کے ہمراہ سوار ہو کر سیر کرتے ہوئے علماء کے مشاہدہ کیلئے چلے جاتے تا کہ وہ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر حقارت کی نظر ڈالیں اور آپ کو نفسانی خواہشات رکھنے والوں میں سے شمار کریں اور ہر نسبت جو وہ چاہیں آپ کے متعلق گمان کریں۔ شاید آپ یہ سب اس لئے کرتے کہ طریق ملامتیہ کو پسند رکھتے ہوں گے (ملامتی طبقہ سے تعلق رکھنے والا صوفی درویش

عبادت کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ لوگ اسے ولی یا پارسا خیال نہ کریں بلکہ عام آدمی کا سا سلوک کریں ایسا صوفی اسرارِ الٰہی کو ظاہر کرتا ہے۔۔۔مترجم)

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک درویش فقیر آپ کا ہمنشین تھا آپ نے ایک مرتبہ اُسے فرمایا کہ بلند و بالا درخت پر چڑھ کر بلا توقف زمین پر چھلانگ لگا دو اس وقت تو یہ بات کسی کی سمجھ و علم میں نہ آئی کہ یہ کیسا حکم ہے؟ یا اس میں کیا حکمت ہے اس لیے خاموش رہے لیکن جب اس بات کو مدّت بیت گئی اس درویش کو یہ صورت پیش آئی کہ وہ درخت پر سے زمین پر آ گرا۔ سچ ہے اہل حق جو فرماتے ہیں ظہور پذیر ہو کر رہتا ہے اگرچہ مدت گذر جائے۔

کلروڑ کے چوہدری جو کہ آباؤ اجداد سے امیر کبیر، صاحب فراست و تدبیر اور پیر و فقیر کے محبین میں سے تھے ان کا ایک آدمی جس کا نام الٰہی بخش تھا ہماری ان سرکار کی خدمت میں رہتا تھا، آپ نے اسے فرمایا کہ (تو جو ہماری خدمت کرتا ہے اس پر) تیری تنخواہ سرکار محبوب رب العالمین کی جانب سے ہوگی کہیں تنگ دل اداس نہ ہونا اور تشویش نہ کرنا، درویش یہ سنتے ہی زار و قطار رونے لگ پڑا اور کہنے لگا اے صاحبزادہ صاحب آپ کا فرمان میرے وہم و امید سے ورا ہے کیونکہ میں تو آپ بادشاہ کے گداؤں کا بھی گدا ہوں میری کیا مجال کہ تنخواہ کا دعویٰ و مطالبہ کروں اور مجھ مسکین کی وجہ سے تو اس شہنشاہ سے کوئی بھی مطالبہ نہیں کرے گا۔ تو مجھ بے زور کا کیا زور و شور ہے البتہ آپ اگر کچھ بخشش فرما

دیں تو یہ از قبیل احسان ہوگا اور بے پایاں مروّت کی بناء پر ہوگا۔ اس بصد ادب و نیاز کلام سے اسی لمحے اس صاحبِ اکرام صاحبزادہ صاحب نے اس درویش فام مرد پر نظر کرم ڈالی اور اس کا کام مکمل ہوگیا (یعنی وہ منزل ولایت پر فائز ہوگیا) اور اسی وقت لوگوں کی نگاہ سے غائب ہوگیا یہ کرامت بھی آپ کے کشف وکمال پر گواہ ہے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ جب چتر سنگھ کے بیٹے راجہ شیر سنگھ نے فوج سمیت ہزیمت کھائی اور انگریز بہادر کامیاب ہو کر خطہ پنجاب کے حکمران بن گئے تو انہوں نے جہلم شہر کی آبادی و آرائش اور حسن و خوبصورتی میں اضافہ کیا اور ضلع و تحصیل (کے دفاتر) چھاؤنی اور پُل قائم کیے جس سے آبادی و رونق میں بہت اضافہ ہوا۔ جس کو دیکھنے کے لیے ہر کوئی آتا، کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ ہر کوئی جہلم کا نظارہ کرنے جا رہا ہے لیکن آپ حضور ہرگز اس طرف جانے کا ارادہ ظاہر نہیں فرما رہے۔ جواباً فرمایا کہ جن دنوں انگریزوں کے ساتھ سکھوں کا مجادلہ و مقاتلہ تھا اس وقت گجرات کے نواح میں بارہ طاقتور و توانا (اہل باطن درویش) نوجوان سکھوں کے ہمرکاب تھے جس سے ان کی قوت و طاقت روز افزوں تھی لیکن جب انگریزوں کی مدد کے لیے بنگال احاطہ کی فوج ملتان سے پہنچی تو ان کے ہمراہ ایسا بہادر و کامل مرد تھا جو سب پہ غالب آ گیا جس سے سرداروں کے سر شرم سے جھک گئے چنانچہ ہر ایک شکست خوردہ ہو کر اپنے مسکن میں واپس چلا گیا۔ اس شرم کی وجہ سے ہم جہلم نہیں جانا چاہتے۔

اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ آپ بھی ان بارہ مردان باصفا میں سے ہیں جو سکھوں کی فوج کے مددگار، معاون اور نگہبان تھے جیسا کہ آپ کے پیر دستگیر بھی رنجیت سنگھ کے نگہبان تھے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے ذکر میں کچھ مزید بیان کریں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ صاحب علم وحلم، زیبِ سجادگی، رونقِ آزادگی، فخرِ صاجزادگی، مسند آرائے عاقلاں، رہنمائے کاملاں حضرت میاں بہاء البخش صاحب کہ جن کا نام نامی اس احقر الانام کے لیے باعث فخر ہے اور جن کے نعلین کی خاک آنکھوں کے لیے بطور سُرمہ منقول ہے۔ آپ ایک دفعہ کسی کام کے لیے میرپور شہر میں رونق افزاء ہوئے، اتفاقاً یہ فقیر (مصنّف) بھی آپ کی ملاقات سے بہرہ ور ہوا آپ کو اس دن بازار کی طرف جانے کا اتفاق ہوا تو اس فقیر کو بھی اپنے ہمراہ کر لیا۔ میرپور کے بازار میں جنوب مغرب کے کونے میں شوالہ سے متصل دو یا تین دُکانوں کے فاصلے پر سکھوں کی ایک دوکان پر ایک مجذوب بیٹھے ہوئے تھے، جو مرتبۂ کمال بلکہ درجہ محبوبیت پہ فائز تھے، صاحبِ حال، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ وہ مجذوب ہر دم مست وخاموش رہتے، مطلقاً کلام نہ فرماتے اگر کسی پہ شفقت فرماتے تو یوں ہاتھ سے اشارہ فرماتے جیسے حیوان کو دلاسا دیا جاتا ہے۔ بولتے تو الفاظ وحروف کا پتہ نہ چلتا۔ لب بند کر کے کھولتے (تو ایسی آواز نکلتی جسے) اس علاقے میں پُوچکار کہتے ہیں۔ بس اسی پہ اکتفا فرماتے اس سے زیادہ

کچھ نہ بولتے۔ مؤلف نے ان کے قدموں کی خاک بوسی اور سلام کے لیے حاضر ہو کر نیاز حاصل کی ہے۔ ان کا انتقال ۱۲۷۳ ہجری مقدس میں ہوا اور ان کی قبر مبارک قلعہ میر پور سے مشرقی طرف شہر سے باہر کھٹیک مسجد کے قریب مغربی جانب پشتہ پر ہے۔ دیوار اور فرش پختہ ہے، دیوار کے قریب چند درخت ہیں جب وہ حیات دنیا میں تھے، آنحضرت صاحبزادہ صاحب ان کے سلام کو آئے اور ذبح شدہ تیتر ان کی خدمت میں پیش کر کے خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ تو وہ خاموش مجذوب زور وشور سے بے حد وحساب دشنام طرازی کرنے لگے اور سب تیتر اٹھا کر مخلوق کی طرف پھینک دیے، جبکہ صاحبزادہ صاحب خاموشی سے مسکراتے رہے، اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کے درمیان کیا راز تھا۔

☆ آپ کی طبیعت میں حد درجے کی تواضع اور ادب تھا، ایک روز میرے والد بزرگوار کی مجلس میں اس طرح بیٹھے تھے کہ والد صاحب چارپائی پر تشریف فرما تھے اور یہ خدام کے درمیان بوریا کے فرش یا اونی کمبل پہ بیٹھے تھے۔ والد صاحب نے کسی وجہ سے اپنا قدم مبارک چارپائی سے فرش پر رکھا کہ آپ اچانک درمیان سے اٹھ کر فرش (کمبل) سے نیچے آ کر کھڑے ہو گئے کسی نے پوچھا کہ اٹھنے کا کیا سبب ہے؟ جواباً فرمایا کہ جب پیر روشن ضمیر کا قدم مبارک اس فرش پہ آ گیا تو مجھے کیا مجال کہ اس کی برابری کروں اس لیے دست بستہ کھڑا ہو گیا ہوں۔ حضرت والد صاحب یہ سن کر خوش ہوئے، آفرین وشاباش دے کر بٹھایا اور محبت

و پیار سے نوازا۔

☆ ایک دفعہ میاں رکن عالم نامی فقیر و مسکین جو ابھی حالت حیات میں ہیں نے بیان کیا کہ مجھے سجادہ نشین دربار عالیہ کھڑی شریف یعنی اخی محترم فخر دین صاحب نے کسی کام کے لیے موضع چکڑالی میں حضرت کے پاس بھیجا ان کی کشش کی بنا پر میں وہاں رات ٹھہر گیا میں حُقّہ نوش تھا شام کو کھانا کھانے کے بعد جب آرام کرنے لگا تو حقہ نہ پینے کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اور دوسروں سے مانگنے کی مجھے عادت نہ تھی۔ جبکہ حقہ پینے کی عادت پوری کیے بغیر سکون نہیں مل رہا تھا۔ اچانک میں نے ایک آدمی کے سانس لینے کی آواز سنی آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک آدمی نظر آیا جو تمام اسباب کے ساتھ حقہ تیار کر کے حقے کی نَے میرے منہ کے برابر کر کے بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس نے مجھے جاگتے دیکھا تو کہا کہ حقہ تیار ہے میں نے غور سے دیکھا تو وہ آنحضرت صاحبزادہ صاحب تھے جو حقہ پکڑے بیٹھے ہیں اور عاجزی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

مختصر یہ کہ جو آدمی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ کماحقّہ اس کی خدمت کرتے۔

☆ ایک دفعہ سائیں فیض نام کے ایک نوشاہی فقیر قدرت و مشیّت الٰہی سے اس سمت سے چکڑالی شریف گئے اور آپ سے ملے جب رخصت ہونے لگے تو آپ چند قدم ان کے ہمراہ باہر تک تشریف لائے واپس ہوتے وقت دیکھا

کہ ان کے جوتے پرانے ہیں تو اپنے جوتے انہیں عطا فرما دیے۔ ہر چند انہوں نے انکار کیا لیکن کام نہ آیا بالآخر آنحضرت کے سامنے مجبور ہو کر پہن لیے اور آپ ننگے پاؤں واپس تشریف لائے۔ آپ سے نمودار ہونے والے اس قسم کے آداب کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اس مختصر تالیف میں ان (آداب و خدمات) کو بیان کرنے سے درگزر کرنا لازمی ہے۔

☆ آپ کے فرزند اوسط جن کا نام جمال الدین تھا اور وہ اپنے نام کی طرح جملہ خوبیوں و اوصاف کے مرقّع تھے، والد بزرگوار کی مانند شوقِ الٰہی کا بہرہ وافر رکھتے تھے۔ اور فہم و دانش و علم و آداب میں اپنے عہد کے تمام لوگوں سے برتر تھے آپ کی خدمت میں یکسو اور محبت و الفت اور راز و نیاز میں بے بدل تھے۔ آپ کی زندگی میں ہی اس سرائے فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے۔ آپ اس صاحبزادے کے فراق میں شب و روز آہ و نالہ کرتے اور اسی کی باتیں و واقعات بیان فرماتے اور کسی لمحے بھی اس کے دکھ سے آرام نہ پاتے۔ جب تک زندہ رہے اسی طرح غمگین رہے۔

☆ میں نے اپنے پیر روشن ضمیر سے خود سُنا ہے آپ نے فرمایا کہ ''مثنوی لکھنا مولانا روم پر ختم ہے جبکہ اس کا پڑھنا حضرت سرکار صاحبزادہ صاحب پر بس ہے''

بہر حال آپ صاحبزادہ جمال الدین کے انتقال کے بعد جو کہ آپ کے گلشن کے نونہال تھے خاموش رہنے لگے۔ اور کبھی کبھار کلام فرماتے۔

قطعہ

اے دریغا کہ گلستان بخزاں مائل شد
رخت بر بست بہار و بقعاں مائل شد

ہائے افسوس کہ گلستان خزاں کی طرف مائل ہوگیا بہار نے سامان باندھ لیا اور دوسری جگہ مائل ہوگئی ہے۔

شاخ در فرقتِ گل ارزد دژم
دادہ بربادی و باخارستاں مائل شد

شاخ پھول اور نئے پتوں کی جدائی پر افسردہ ہے اور کانٹوں کی سرزمین کی طرف مائل ہے۔

نغمۂ بلبل و قمری و نواہائے تدرو
ہمہ بے رود رواں رود رواں مائل شد

بلبل کے نغمے اور قمری اور چکور کی آوازیں سبھی خاموش ہیں سبھی دل گرفتہ ہیں

لالہ و سنبل و ریحان ز چمن کردہ وداع
بوئے خوش گشتہ سراسر بدکاں مائل شد

لالہ، سنبل اور ریحان کے پھول چمن سے وداع ہوگئے ان کی خوش کن خوشبو اب (عطار کی) دُکان میں ہی موجود ہے۔

سود و سرمایہ سر ناز سر ماست بفوق
گرمی نفع صبای بزیاں مائل شد

محبوب کی ادائیں، سُود وسرمایہ ہمارے ہاں سے گذر گیا اور بادِ صبا کے نفع تیزی زیاں کی طرف مائل ہے۔

اے نسیم سحر آرامگہَ یار کجاست
نطق خوش مرغ چمن آہ بداں مائل شد

اے نسیم سحر! ہمارے دوست کی آرام گاہ کہاں ہے؟ چمن کے خوبصورت پرندے کی آواز آہ وفغاں کی طرف مائل ہے۔

بلبلِ گلشنِ فردوس جمال الدین یعنی
سیر زیں سید محمد بجناں مائل شد

گلشنِ فردوس کے بلبل یعنی جمال الدین اب حضرت سید محمد (کے باغ کی) سیر سے جنت کی طرف مائل ہوئے۔

☆ کچھ عرصہ اسی غم والم میں بسر کیا جب انتقال کا وقت قریب آیا تو والدِ بزرگوار کے مزار کے قدموں کی جانب تقریباً نصف میل پر موضع سوہی کہ ہندی اور فارسی میں جس کا ترجمہ "سُرخ" ہے کی زمین میں اپنی قبر تیار کروائی اور اس پر ایک مجاور کو معیّن کر دیا اور دو بیگھے زمین بھی اس کے گزارہ کے لیے اُسے دے دی۔ اور خود اس دار فانی سے کوچ کے لیے تیار ہو گئے اور وہ وظائف جو آپ

نے لکھنے پڑھنے خود پر فرض قرار دیے ہوئے تھے اپنے فرزندوں کو سکھائے اور انہیں ان کے انوار و تجلّیات سے پرنُور کر دیا۔ اور فرزند اصغر سائیں بہاؤالدین کو بہرہ وافر عطا فرماتے ہوئے اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا اور خود حریم وصال کے لیے رخت سفر باندھ کر بارہ سوانہتر ۱۲۶۹ھ بمطابق انیس سونو ۱۹۰۹ بکرمی کو جوار رحمت میں آرام فرما ہو گئے۔

تذکرہ
حضرت میاں بارو قدّس سرّہ

شیفتۂ جمال باکمال، شاہدِ بے ریا، مجاہد خوش ادا، جن کی نگاہ ہر سقم والم کی دوا یعنی حضرت میاں بارو صاحب قدس سرہ موضع سور کھنی علاقہ کٹھار میں رہتے اور ابتداء میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بڑے صاحب حُسن و جمال تھے۔ ایک روز حضرت پیر، دستگیر درماندگان، گنج بخش مفلسان حضرت بگا شیر موضع سور کھہ کے زمینداروں کے پاس آئے جو آپ کے مرید تھے، جب آپ اس گاؤں میں تشریف فرما ہو گئے بے شمار لوگ حتی المقدور نذر و نیاز اور ہدیہ کے ساتھ آ کر سلام کرتے میاں بارو صاحب کو بھی سلام کا شوق غالب ہوا۔ تحفہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے پیالے میں بکری کا دودھ دوھا اور اسے بھر کر آپ کی خدمت عالی میں پیش کر کے نیاز حاصل کیا آنحضرت نے جب اس میٹھے اور صاف دودھ کو دیکھا تو

ظاہر و باطن میں اسے خاص توجہ سے ملاحظہ فرمایا اور کہا ''اس باذوق بچے کا شوق وارادت کس قدر خوب ہے کہ جب ہدیہ کے لیے کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی تو اپنی بکری کا دودھ دوہ کر میری خدمت میں پیش کر دیا۔ زہے اشتیاق جو فراق کی تاب نہیں رکھتا اور اس نے خود کو دودھ سمیت میرے حوالے کر دیا اس کی صاف ستھری ارادت کو دیکھ کر ہم نے اس کا اجر بھی دودھ کی مانند کر دیا۔ یعنی اسے باطنی طور پر دودھ کی طرح روشن وصاف کر دیا اسے یہی کافی ہے'' اس کے بعد یہ نوجوان صاحب حال بلکہ صاحب کمال ہو گیا۔ میاں بارو صاحب اگرچہ آزاد و اکیلے تھے لیکن انہوں نے اس وجہ سے گلہ بانی کا پیشہ تو نہ چھوڑا کہ بھائیوں کی جانب سے ان کی بکریاں چرانے کی سخت تاکید تھی۔ آپ دن کو روزہ رکھتے اور ہر روز پانی کا مٹکا اپنے ساتھ لے جاتے اور باوضو رہ کر نماز پنجگانہ ادا فرماتے اور جب رات کو ریوڑ لے کر گاؤں کے قریب پہنچتے بکریوں کو (گھر کی جانب) ہانک دیتے اور خود مسجد میں چلے جاتے تمام شب مسجد میں گزارتے۔ اور بکریوں کا مالک جو کھانا وہاں پہنچا دیتا اسی سے افطار کر لیتے اور (صبح) جب بکریاں لے جا کر چرانے کا وقت ہوتا (مسجد سے) باہر آ جاتے اور بکریوں کا مالک بکریاں گھر سے باہر لا کر ان کے حوالے کر دیتا اور آپ معمول کے مطابق انہیں لے کر چلے جاتے اور چرا کر بحفاظت واپس لے آتے۔

☆ ایک روز ریوڑ کو بے خطر چراگاہ میں چھوڑ کر پیر روشن ضمیر کو سلام کرنے ان

کے پاس چونکہ مبارک میں چلے آئے اور آ کر آپ کی مجلس میں بیٹھ گئے اور ان کی خدمت میں مصروف ہو گئے کچھ دیر بعد مستانہ وار اُٹھے اور پتھر کے دو ٹکڑے اُٹھا کر یکے بعد دیگرے اس چراگاہ کی طرف پھینکے جو اس جگہ سے دو تین فرسنگ پر تھی، اور ساتھ ہی شور وغوغا بھی کیا اور پھر مجلس میں پہنچ کر بدستور آرام سے بیٹھ گئے۔ ان اہل مجلس میں سے کسی نے حضرت حاجی بگا شیر صاحب سے پوچھا میاں بارو نے یہ کیسی مجنونانہ اور مستانہ حرکت کی ہے فرمایا اس نے غلط نہیں کیا بلکہ صحیح کیا ہے۔ وہ اپنے بکریوں کے ریوڑ کو خطرناک جگہ پر چھوڑ کر آئے تھے ایک بھیڑیا ریوڑ میں آ گیا میاں بارو نے اس وقت اسے دیکھ کر شور مچایا اور پتھر پھینک کر بھیڑیئے کو ڈرا کر بھگا دیا سائل نے پوچھا آیا ان کی آواز دو تین فرسنگ پر پہنچ گئی؟ تو پیر صاحب نے جواب میں فرمایا کہ ان کے پہلے نعرہ نے بھیڑیے کو اُٹھا دیا اور پھر پہلے پتھر نے اسے بھگا دیا جبکہ دوسرے پتھر نے اسے تہدید کی تاکہ وہ دوبارہ اس گلّے میں نہ آئے۔ بھیڑیے کو بھگانے کے اس عمل سے حاضرین کو یقین ہو گیا کہ آپ بہت بڑے بزرگ ہیں۔

☆ اس مؤلف کے پیر روشن ضمیر (حضرت سائیں غلام محمد صاحب) نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ حضرت عفت پناہ مائی خیر بانو صاحبہ جو حضرت پیر (حاجی صاحب) کی زوجہ تھیں کو سلام کرنے چونکہ شہر میں گیا کیونکہ میں آپ کے معتقدین میں سے تھا۔ بعد از سلام حضرت میاں بارو صاحب کو بھی میں نے سلام کیا

کیونکہ وہ بھی اس وقت مائی صاحبہ کے سلام کو حاضر تھے۔ میں میاں صاحب کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ان کی پنڈلی مبارک کی جلد جلی ہوئی ہے اوراس پر شگاف پڑا ہوا ہے۔ جبکہ اُن کو اس کی کوئی فکر وغم نہیں میں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے یہ تجرّد کا نتیجہ ہے۔ دوسری دفعہ میں نے دیکھا کہ دیگ والے چُولہے کے سامنے بیٹھے ہیں اور وہ آگ سے بھرا ہوا ہے اور اس پر دیگ رکھی ہوئی ہے، لکڑیاں دیگ کے نیچے جل رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ آگ چُولہے سے باہر آ گئی اورانہوں نے لکڑیوں کو آگے نہ کیا ہر چند حضرت بی بی صاحبہ عفیفہ نے فرمایا کہ اے میاں بارو! لکڑیاں آگے کردو لیکن انہوں نے وہ آگے نہ کیں۔ جب بار بار فرمایا تو جواب دیا مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا خود کرلیں تو حضرت عفیفہ نے کمال حلم سے تبسم فرمایا اور کہا خیر۔ نیز کوئی ملامت نہ کی۔ یہ حضرت میاں صاحب کی مستی کا حال تھا۔ آپ بڑے مغلوب الحال تھے، بقول حضرت مولانا معنوی رحمۃ اللہ علیہ جو انہوں نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی حکایت میں بیان فرمایا ہے۔

بیت

موسیا آدابِ ناداں دیگراند
سوختہ جان و رواناں دیگراند

اے موسیٰ نادان آدمی کے آداب الگ ہیں اور عاشقوں اور سوختہ جانوں کے آداب اور ہیں۔

☆ آپ کی قبر موضع جگیالی متعلقہ دانگلی میں بغیر دیوار کے ہے اور قبرستان میں واقع ہے۔

تذکرہ
حضرت میاں عظیم اللہ صاحب
قدّس سرّہ

عاملِ جد و جہد، کاملِ نذر و عہد، فردِ وحدانیت، مردِ فردانیّت، مظہر نورِ اللہ میاں عظیم اللہ صاحب المعروف میاں مُلّا صاحب میر پور شہر کے علاقے موضع دھنگد یو میں سکونت پذیر رہے نہ تو ماسوائے حق سے کوئی واسطہ رکھتے اور نہ مخلوق سے کوئی کلفت تھی۔ نہ کسی کے سائل بنتے نہ سخاوت مال کے حامل۔ (بلکہ الگ تھلگ اور گوشۂ تنہائی میں رہتے) شب و روز یادِ الٰہی میں مشغول رہتے، صحبتِ ناجنس سے ملول، متنفّر تھے۔ کچھ عرصہ اسی جگہ رہ کر انتقال فرما گئے۔ آپ کی قبر مبارک مذکورہ گاؤں کے قبرستان میں ہے۔

تذکرہ
صاحبِ مزار موضع رٹّہ

ہمارے بزرگوں میں سے فقیر محمد نام کے ایک صاحب ہمت و محبت و اہلِ درد و مؤدت بزرگ ہیں اور اس مؤلف مسکین کے بہت زیادہ ہم سفر و ہمنشین

رہے ہیں ان سے سنا ہے بلکہ ان کے ہمراہ اس گاؤں میں پہنچ کر دیکھا بھی ہے اس گاؤں کا نام رٹہ ہے جو تحصیل میر پور میں واقع ہے وہاں تنگ چار دیواری میں پتھر سے تعمیر کردہ ایک قبر ہے جو مسجد کے قریب جنوب کی طرف واقع ہے اس کے اردگرد اور بھی بہت سی قبریں ہیں، سر کی جانب گوگن بیر کا درخت ہے جب کہ قدموں کی جانب کچھ فاصلے پر پیپل کا درخت ہے نزدیک ہی لوہاروں کے گھر ہیں۔ اس قبر مبارک کے متعلق پتہ چلا کہ یہ بھی حضرت پیر پیراں بگا شیر صاحب کے ایک مرید کی ہے جو بڑا کامل مرد صاحبِ قوّت اور روشن ضمیر تھا ان کے اسم شریف کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔

تذکرہ
میاں نتھو صاحب

عالمِ ربّانی، عامل برضائے یزدانی، مرد با حیا، فرد باصفا حضرت میاں نتھو صاحب جو حضرت پیر صاحب کے چُست و مستعد خادم تھے، لنگر خانے کے امور آپ کے ذمّہ تھے۔ آپ ان اُمور کو مکمل آداب کے ساتھ سرانجام دیتے حضرت بابا صاحب کو کمالیّت (کے مرتبہ پر فائز ہونے) سے پہلے ان کی بہت زیادہ رفاقت مُیسّر تھی، اور انہوں نے باہم اقرار کیا ہوا تھا کہ ہم دونوں میں سے جس کسی کو جب بھی پیر صاحب کی توجہ سے فیض کامل حاصل ہوگا آپس میں تقسیم کر لیں گے

(چنانچہ) جو ارادہ تھا ویسے ہی پورا ہوا۔ اور حضرت پیر بگا شیر صاحب قدس سرہ اکثر اوقات فرمایا کرتے کہ میاں نتھو صاحب کی ترقّی کے لیے التماس و عرض کیا ہوا ہے اجابت کا ظہور دیکھیں کب ہوتا ہے واللہ اعلم۔ آپ کی قبر مبارک موضع چوہان میں ہے جو ابوالمظفر سید باقر علی شاہ بن سید محمد شاہ کی جاگیر اور متعلقہ میر پور گکھڑاں ہے۔

تذکرہ
حضرت میاں ولی اللہ صاحب

سالکِ راہِ تجرید، نقطۂ دائرۂ توحید، محتشم علم و عمل، محترمِ حکمِ ازل، عارف کامل، میاں ولی اللہ صاحب جو میاں نتھو کے برادر ہیں اور قوم سہام سے تعلق رکھتے ہیں بظاہر اکسیر کا بہت زیادہ تجسّس رکھتے، لیکن بباطن خود پُر تاثیر اکسیر تھے، کہ کئی افراد کو جو کچے تانبے کی مانند تھے ان کو اپنی نگاہ فیض رسا سے سونا بنا دیا۔ جیسا کہ سُنا ہے کہ حضرت میاں فقیر محمد صاحب جو ناڑودیال کے قریب چھبال کے علاقے میں موضع کچلاہنی میں سکونت پذیر تھے۔ انہوں نے ظاہری و باطنی علم کا فیض ان سے حاصل کیا اور مریدین کے شیخ ہو گئے۔ سنا ہے کہ انہوں نے ایک کتاب ''دیوان فقیر'' تصنیف کی ہے لیکن اس فقیر کی نظر سے نہیں گزری، میاں ولی اللہ صاحب کی قبر مبارک موضع چوہان میں شمال کی جانب مسجد مبارک کے قریب

ہے آپ کے بھائی میاں نتھو صاحب کی قبر مبارک بائیں طرف یعنی جنوبی سمت میں قریب تر واقع ہے۔

تذکرہ
حضرت میاں فیض بخش صاحب کھنیاری رحمۃ اللہ علیہ

شیخِ کبیر، امامِ خطیر، زین زماں، رکنِ جہاں ولی کامل حضرت میاں فیض بخش صاحب کھنیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر کہتر و مہتر کے فیض رساں تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک کی خوبی کے بیان کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے لیکن جس قدر سُنا سمجھا ہے، صفحہ قرطاس پہ ثبت کر دیا ہے۔ آپ دراز قد، ایسے موزوں اور دل پسند تھے کہ شجاعت و بہادری کے آثار آپ سے ہویدا ہوتے، غایت درجہ کے صاحب صفا تھے۔ آپ کے بال مبارک دراز تھے نقوش بڑے متوازن اور معتدل تھے۔ فراخ پیشانی والے تھے ابرو کمان کی شکل کی طرح تھے چشمان مبارک دراز تھیں، رنگ سفید اور سرخی مائل تھا، نگاہ مبارک ہر ہلاکت والی مرض کو شفا دینے والی تھی، ناک مبارک بلندی کی طرف مائل اور تیکھی (ستواں) تھی، جو آپ کی صورت مبارک کو دیکھتا آپ کے جمال کا گرویدہ ہو جاتا۔ رعنائی قدّ خوب تھی یعنی ہر عضو

موزوں وخوبصورت تھا گویا ہر نقش اور ہر جگہ سے حُسنِ دلرُبا کی شعاع نکلتی محسوس ہوتی۔ سرِ اقدس مستی کی حالت میں سینہ ودل کی جانب حرکت کرتا رہتا بلکہ ہر وقت جُنبشِ تازہ ہوتی رہتی۔ (قلب جاری رہتا) اور اس قدر بلند آواز (قلب مبارک سے) جاری ہوتی کہ دوسرے بھی سُنتے لوگوں میں سے جو ہلکی سی آواز مبارک بھی سن لیتا حالتِ رقص میں جا پہنچتا اور ان کے رقص سے پتھروں کے ٹکڑے اور درخت بھی رقص ووجد میں آجاتے۔ آپ کی گردن ہر وقت اللہ جل شانہ کے نام پہ حرکت کرتی رہتی۔ لا الہ الا اللہ پہ پہنچتے ہوئے جب کسی شخص پر توجہ کرکے ''اللہ'' کہتے تو اس شخص کے دل پر ضرب لگتی اور آہ کہتے ہوئے اس کے دل میں درد کا گلشن کھِل اُٹھتا اور آنسوؤں کے موتیوں کی لڑی لگ جاتی۔

☆ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ پیر روشن ضمیر کے مزار مبارک پر سلام کے ارادے سے درکالی شریف کو چل دیے رات کو ایک گاؤں میں پہنچے تو وہاں رہنے والا ایک خادم آپ کی خدمت میں سرگرم ہوگیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد خوش مزاج ہوکر تشریف فرما تھے کہ ایک سیاہ پوش آدمی حقیرانہ انداز میں آہستگی اور شائستگی کے ساتھ آپ کے قدموں میں پہنچا اور سر زمین پر رکھ دیا اور آپ کے قدموں پر گرکر گریہ زاری اور آہ و نالہ کرنے لگ پڑا۔ ہر چند آپ اس کو سجدہ پر سے اٹھاتے لیکن وہ سر اوپر نہ کرتا بالآخر بڑی مشکل سے اُسے اٹھا کر پُوچھا کہ تو کون ہے؟ اور یہ عجز وزاری کس وجہ سے ہے (اُسے پہچان کر) کسی نے بتایا یا

اُس شخص نے خود ہی عرض کیا کہ یہ بندہ قاضی الٰہی بخش عمہ زادہ حضرت صاحبزادہ سید محمد صاحب ہے اور اُسے حضور سے پرانی جان پہچان ہے جب آپ نے اس کا نام سُنا، غور سے دیکھا، اپنے نزدیک کیا اور بڑا دلاسا دیا اور پوچھا کہ یہ کیا دُکھی حالت بنا رکھی ہے اور کون سا مشکل امر اس کا سبب ہے؟ بڑے جانکاہ اور دل گداز انداز کے ساتھ زاری کرتے ہوئے اس نے حال بیان کرتے ہوئے اپنی داستان کا آغاز کیا اور بلک بلک کر رونے لگ پڑا، آنحضرت نے نم ناک آنکھیں کھول کر اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ تو جو چاہتا ہے بیان کر جب اس نے آپ کی بے پایاں شفقت کو دیکھا تو کہا کہ فلاں گاؤں میں کفش دوز (موچی) رہتے ہیں ان کی ایک دل افروز عورت ہے۔ اتفاقاً میں نے اسے دیکھ لیا تو میری نگاہ جمال حقیقی تک نہ پہنچ سکی اور اس عشوہ ساز کے مجازی حُسن پر مرکوز ہو گئی اور اچانک اس کی نگاہوں کا تیر مجھ سے ٹکرایا تو میں زہد و ورع چھوڑ بیٹھا تب سے اب تک میرا دل چھلنی اور بے چین ہو چکا ہے اور میری جان اس کے غم سے بے شکھ ہو چکی ہے اب میں جس حال سے گذر رہا ہوں یہ کسی اور پر نہیں بیتا، روز و شب بے صبری میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کبھی کبھار میں ادھر جاتا بھی رہا، اس دوران ان کفش دوزوں کے غصے کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے مجھے مکّوں اور لاٹھیوں سے پیٹ بھی ڈالا، ان کے ظلم کے ہاتھوں شکستہ و چُور ہو کر اور مخلوق کے طعنوں کی تاب نہ لا کر پریشان چہرے کے ساتھ چوروں کی مانند اس گھر میں آپ

کے پاس آ کر بیٹھ گیا ہوں، اور اب آپ کی خدمت عالی قدر میں پہنچ کر یہ امید کرتا ہوں کہ اس بندے کی دستگیری فرمائیں گے اور اس پریشانی سے مجھے رہائی میسر ہوگی

بیت

سپردم بتو مایۂ خویش رہا
تو دانی حساب کم و بیش را

اپنا سب سرمایہ میں نے آپ کے حوالہ کر دیا اب
کم وبیش کا حساب آپ ہی جانیں

جب آپ نے یہ ماجرا سماعت فرمایا تو آپ کا ابرِ کرم برسنے لگا فرمایا اے الٰہی بخش! کفش دوزوں کی وہ فتنہ انداز عورت تیری مطیع ہوگی بلکہ اس قبیلے کے بہت سے لوگ تیری ہاؤہُو کے فریفتہ ہو کر اور تیری محبت میں مچلتے ہوئے تیرے قدموں پہ آ گریں گے اور علاقہ پوٹھوہار کے لوگ تیری محبت میں بے قرار ہو کر شب و روز تیرے پیچھے چلیں گے اور تیری ارادت میں داخل ہو کر خدمت پر کمر بستہ ہوں گے، جب میں تیرا مرشد ہوں تو پھر تُو دوسروں کا غم کیوں کرتا ہے پھر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کچھ تبرک عطا فرمایا اور اسے حلقہ بگوش کر کے روانہ کر دیا۔

چنانچہ اس کے بعد وہ قاضی صاحب اکثر اوقات آپ کی خدمت میں بسر کرتے اور باقی اوقات باخیر و عافیت سیر و سیاحت میں مشغول رہتے۔ اس

وقت کے بعد وہ کفش دوز بلکہ سبھی کینہ و بغض رکھنے والے لوگ ان کے خادم ہو گئے اور رات دن آپ کی خدمت واطاعت میں رہتے اور خود قاضی صاحب کے دل سے غیر کا نقش مٹ گیا اور آپ یادِ حق میں مستغرق ہو گئے اور آپ پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ بے شمار مخلوق آپکی طالب بن گئی۔اور اگر آپ پر حالتِ مستی طاری ہوتی اور مجمع کثیر اس دوران حاضر ہوتا تو جوں ہی آپ اسم ''اللہ'' کہتے سب کمال کرم و مہربانی سے وجد میں آجاتے۔ان کے عہد کے بعض بزرگ یوں فرماتے ہیں کہ اگر آپ کسی درخت کے نیچے اس سخت جوش و جذبے کی کیفیت میں ہوتے تو وہ درخت بھی جھومنے لگ جاتا یوں آپ کا ذوق روز بروز ترقی کرتا رہا۔

☆ کافی مدت کے بعد آپ کے پیر صاحب نے سیاہ پوٹھوہاری کمبل جس کی کناری سرخ ہوتی ہے اور جو اس علاقہ پوٹھوہار میں بہت عمدہ بنتے ہیں۔لانے کے لیے ایک خادم کو آپ کے پاس بھیجا اس قاصد خادم نے بڑی تندی اور تیزی کے ساتھ مطالبہ کیا تو آپ نے غصے میں آکر سخت جواب دیا۔خادم ملول ہو کر پیر صاحب کی خدمت میں واپس آیا اور ان کے جواب کو بڑھا چڑھا کر عرض کر دیا۔ وہ نازک وقت تھا اسم قہار کی تجلّی ظاہر ہوئی اور آپ کے منہ سے الفاظ نکلتے ہی قاضی صاحب کی حالت سلب ہو گئی جس سے وہ ذوق وشوق کی گرمی سرد حالت میں تبدیل ہو گئی اور وہ شہباز مسلوب الحال اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر پریشانی کی حالت میں عمدہ تحائف، پسندیدہ کمبل اور وسیلے سمیت ہزارہا معذرتیں کرتا ہوا

آپ کے پاس آ کر تائب ہوا اور غفلت وخود بینی کو مکمل طور پر ختم کرتے ہوئے استغفار کرنے لگا۔ جب اُن کی نالہ وفریاد اور غم وحنین حد سے بڑھا تو آپ نے مہربانی کی آنکھ سے اُن کی طرف نظر کی اور اُنہیں حسبِ سابق تاب وتوانائی سے مالا مال کر دیا اور ان کے دل کو دوبارہ ذوق وشوق سے معمور کر دیا۔ اس کے بعد وہ تادمِ آخر اسی حالت میں رہے کافی عرصے بعد انہوں نے انتقال فرمایا اور جوار رحمت میں چلے گئے۔

(قاضی صاحب کا مزار مبارک راولپنڈی شہر محلّہ امام باڑہ میں مسجد سے متصل آپ کے حجرہ مقدس میں موجود ہے اور پختہ ہے وہ مسجد بھی پختہ اور آپ کی بنائی ہوئی ہے۔ جس حجرہ میں آپ کی سکونت تھی آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو اسی میں دفن کیا گیا اور اسی تربت مبارک میں آپ کے خلیفہ کامل قاضی نظام الدین صاحب کا مزار بھی ہے اور وہ یوں ہے کہ آپ کے تابوت کے نیچے آپ کے خلیفہ مذکورہ کا تابوت ہے یعنی نیچے طالب کا صندوق اور اوپر مطلوب و پیر کا صندوق دفن ہے اور اوپر قبر مبارک ایک ہی ہے)

☆ قاضی صاحب کے فرزندوں میں سے مرزا سائیں موضع چکڑالی میں سکونت پذیر ہیں۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ میاں فیض بخش صاحب کو گائیں، بھینسیں بڑی مرغوب تھیں جہاں بھی کسی عمدہ گائے یا بھینس کے متعلق سُنتے گراں قیمت کے

ساتھ خرید لیتے اور اپنے مویشیوں کی لڑی میں پرو لیتے۔

کھانے پینے کے معاملے میں روغن زرد (گائے کے دودھ کا گھی) دودھ، لسّی اور کھیر سے بہت زیادہ رغبت تھی۔

ایک مرتبہ حضرت میاں فقیرّو صاحب جو آپ کے خادم تھے کو فرمایا کہ اے فقیرُو! اگر تم ہماری گائے بھینسوں کے لیے کھاوہ (کھیوڑہ) سے نمک لے آؤ گے تو یہاں پہنچتے ہی نمک کی طرح لذیذ اور لوگوں کے محبوب بن جاؤ گے۔ اس خادم نے کئی بار جانے کا عزم کیا لیکن کامیاب نہ ہوسکا کیونکہ جب دستِ قسمت نہ ہو تو پائے ہمت بھی نہیں اٹھتا۔

بیت

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

یعنی قسمت سے تہی دست اور خالی ہاتھ لوگوں کو رہبر کامل سے بھی
کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، کیونکہ خضر جیسا رہنما بھی سکندر کو
آبِ حیات سے پیاسا (واپس) لے آتا ہے۔

میاں فقیرّو صاحب کی قبر موضع پلیر شریف میں اس حقیر کے پیر روشن ضمیر کے مکان میں مسجد کے گوشے کے ساتھ ہے مکان منوّر مسجد سے باہر بابا

سلطان صاحب کی قبر مبارک کے ساتھ مشرقی جانب متصل ہے یہ قبر غیر نمایاں اور تقریباً زمین کے برابر ہے تاہم بے نشاں نہیں اور پختہ ہے۔

☆ حضرت قبلہ گاہِ عالم والد صاحب شروع سے ہی فیض الٰہی کا نور یہاں سے حاصل کرتے رہے ہیں۔ ان سے کمال کی ارادت رکھتے اور ان سے لازوال فیض بھی پایا اور دشمنوں و حاسدوں کے آرام و آرائش کو آتش ورشک سے جلاتے رہے۔ اور حضرت میاں فیض بخش صاحب بھی ادائیگی آداب کے باعث اور پیر عالی جناب کی خاک پاک کے لحاظ کی وجہ سے والد گرامی پر مکمل شفقت فرماتے رہے اور نیک نام ہوئے۔

کہتے ہیں کہ جب والد صاحب ان کی خدمت میں ہوتے تو ہاتھ پاؤں اور زبان بلکہ تمام اعضاء اور دل و جان رشتۂ آداب سے باہر نہ نکالتے جو کچھ کرتے ان کی رائے و آداب کے موافق کرتے، جو کچھ کہتے ان کی خواہش کے مطابق کہتے۔ جب اس درگاہ کے راستے پر چلتے تو آداب کا لحاظ رکھتے اور جب واپس جاتے تو پشت نہ کرتے یعنی الٹے پاؤں اُلٹی چال سے چلتے دستِ تعظیم کے ساتھ آداب و تسلیم کو مد نظر رکھ کر زمین بوس ہوتے۔ ان شائستہ حرکات و عمدہ سکنات کی وجہ سے وہ خود پر آنحضرت کی شفقت میں اضافے کے مستحق بنتے اور والد صاحب قبلہ کے ان حفظ آداب کی وجہ سے حضرت میاں فیض بخش صاحب ان پر بہت زیادہ مہربانی فرماتے۔ حتیٰ کہ شفقت و ناز کے ساتھ بغل میں لے

لیتے اور بہرہ وافر عطا فرماتے۔

☆ ایک روز اچانک حضرت میاں فیض بخش صاحب نے والد گرامی قبلہ گاہ حضرت میاں شمس الدین صاحب کے دونوں بازو بکمال شفقت و مہربانی سے پکڑ کر عراق کی طرف یعنی بغداد شریف کی جانب کر کے فرمایا کہ "اے والی بغداد اشرف البلاد! اس نیک فطرت شمس الدین کے دونوں بازو تھام لیں یعنی دارین (دنیا و آخرت) میں اسے اپنی حمایت و عنایت کے سائے میں رکھیں۔ اس تکرار کے بعد بشارت و خوشخبری کے ساتھ اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ تمہارے دونوں بازو دستگیرِ مساکین حضرت میراں محی الدین محبوب رب العالمین غوث اعظم قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کے ہاتھ میں دے دیے ہیں اور تمہیں ان کے حلقہ بگوشوں میں جگہ دے دی گئی ہے۔ زہے نصیب کہ اگر دوسرے بازو سے اشارہ ہماری طرف ہو کہ "تمہارے بازو اور تمہارے فرزندوں کو ان کے حوالے کیا" امید قوی یہی ہے کہ اس سے ہم مراد ہیں۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت سرکار والا سے اس قدر صدق و محبت رکھتے تھے کہ بارہا فرمایا کہ میرے دل میں ایک خواہش تھی جو پوری نہیں ہوئی کسی نے پُوچھا کہ وہ کیا ہے؟ کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ میاں شمس الدین صاحب سجادہ نشین جناب سرکار عالی دمڑی والا بڑے کرّ وفر اور جاہ و جلال کے ساتھ فقراء کی بڑی جماعت کے ساتھ میری غارت کے ارادے سے آئیں اور

میرے گھر سے تمام مال ومویشی لے جائیں اور مجھے مجرموں کی طرح گرفتار کر لیں اور لوگ کہیں کہ دربار عالیہ کے فلاں سجادہ نشین صاحب فلاں میاں صاحب کو پکڑ کر اور اس کا اسباب لوٹ کر لے گئے ہیں۔

زہے نصیب کہ میری یہ مراد پوری ہو جائے

☆ جب آپ سرکار والا کے مزار مبارک کی زیارت کے ارادہ سے تشریف لاتے، دور سے ہی پا پیادہ ہو جاتے جب ''کس بنگیالاں'' جو جاری پانی کی ایک جگہ کا نام ہے دربار مبارک (سرکار دمڑی والا) سے تقریباً ایک انگریزی میل کی مسافت پر مغربی جانب واقع ہے اور وہاں اکثر اوقات خشک ریت ہوتی ہے اور بارش کی وجہ سے پانی سے بھر جاتی ہے کے پاس پہنچتے تو وہاں ننگے پاؤں ہو جاتے اور کامل عاجزی کے ساتھ دست بستہ دربار شریف پر سلام کے لیے حاضر ہو کر خاکبوس ہوتے اور غلامانہ انداز سے نیاز حاصل کرتے۔

☆ ایک دفعہ ایک بہترین اور کافی دودھ دینے والی آپ کی پسندیدہ گائے مویشیوں سے الگ ہو کر گم ہو گئی ہر چند اُس کو تلاش کیا لیکن نہ ملی۔ اتفاقاً موضع لہڑی چٹاں میں میاں شرف الدین آہن گر جو آپ کا مخلص وعزیز خادم، باتمیز مرید، خوش ادا اور جاں فدا محبّ تھا کے گھر تشریف فرما ہوئے اور وہاں سے ساتھیوں کے ہمراہ گم شدہ گائے حاصل کرنے کے لیے مزار مبارک پر سرکار دمڑی والا کے حضور حاضر ہو کر عرض حال بیان کیا اور ناز آمیز گفتگو سے درخواست پیش

کر کے واپس اسی مذکورہ گھر میں آ کر رات کو آرام فرما ہو گئے خواب میں حضرت سرکار والا کو دیکھا جو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ آؤ اور اپنی گائے پکڑ لو جس کی خاطر اپنی رشک ماہتاب پیشانی پر پریشانی لائے ہوئے ہو۔ آپ نے صبح سویرے بیدار ہو کر دوستوں کو خواب بیان کیا اور ان کے ہمراہ سلام کے لیے (دربار عالیہ پر) حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان کی گائے مزار مبارک کے قریب سر جھکائے یوں کھڑی ہے جیسے بندھی ہوئی ہو۔ حصول مراد پر آداب و سجدۂ شکر بجا لانے کے بعد مزار مبارک سے رخصت ہو کر خوش خوش موضع کھدیارہ شریف تشریف لے گئے اور سرکار والا کی یہ کرامت بڑی خوشی کے ساتھ بہت سے لوگوں کو سنائی۔

☆ ایک دفعہ سرکار والا کے سلام کو آئے اور نیاز حاصل کر کے کاشانۂ مبارک کی جانب واپس ہوئے تو راستے میں ایک نوجوان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری بکریوں پر ایک وباء آ پڑی ہے جسے چرواہوں کی اصطلاح میں بوڑھی کہتے ہیں جس کا مطلب ''زالی'' ہے۔ اگر ازراہِ کرم ریوڑ پر توجہ مبذول فرمائیں تو اولیاء اللہ کے فضل و کرم سے بعید نہیں کہ وہ بکریاں شفایاب ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بکری ہمارے حوالے کر دو۔ اس چرواہے نے ایک بکری لا کر آپ کے خادموں کے حوالے کر دی آپ دعائے خیر کر کے چل دیے جب کسی قدر راستہ طے کر لیا تو کسی نے کہا کہ یہ بکری سال خوردہ (بوڑھی) ہے یہ سن کر آپ نے ایک ٹیڑھی سی لکڑی اس بکری کی جانب

پھینکی اور لوگوں کو بھی اس بکری کے پیچھے دوڑایا تا کہ وہ اسے بھگادیں اور فرمایا ''بوڑھی گئی بوڑھی گئی'' وہ بکری بھاگ گئی اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ اس دن کے بعد اس چرواہے کے ریوڑ میں تمام عمر وہ مرض نہ آئی اور اس سے کوئی بکری بھی ضائع نہ ہوئی۔ زہے زبان وکلام مبارک فیض رسانِ خواص وعوام کا۔

☆ ایک مرتبہ اپنے کاشانہ اقدس میں کھانا کھا رہے تھے اچانک اٹھ کر ولولے و جوش کے ساتھ نعرہ لگایا کہ خبردار رہو اور تحمّل سے کام لو میں ابھی تیرے پاس پہنچتا ہوں اور تجھے ہولناک گرداب سے باہر نکالتا ہوں۔ حاضرین اس حالت سے لاعلم، متحیّر و مغموم تھے، کچھ دنوں کے بعد خبر فاش ہوئی کہ ''دریائے ہلّ'' پہ کچھ لوگ کشتی میں سوار تھے کہ کشتی دریا میں ڈوبنے لگی ایک آدمی ان کے ساتھ کشتی پہ سوار تھا جس کا بھائی فیض نامی دریا کے کنارے پہ کھڑا تھا اچانک کشتی لڑکھڑاتے ہوئے گرداب میں پھنس گئی تو اس آدمی نے فریاد کی کہ اے بھائی فیض! میری فریاد کو پہنچ جبکہ یہ کام فیض کے بس سے باہر تھا۔ تو میاں فیض بخش صاحب اپنے نام کا پاس ولحاظ کرتے خود اس کی فریاد کو پہنچے اور اس ڈوبتی کشتی کو سلامتی کے ساتھ اس گرداب سے کھینچ کر کنارے پہ لگادیا۔

بیت

شرم ہمنامی بود مر مرد را
گرد ازاں بر دوش مالد گرد را

مردِ حق کو ہمنامی کی شرم تھی تبھی تو اس کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا۔

☆ ایک دفعہ سلام کے لیے دربار عالیہ کھڑی شریف تشریف لائے اور درد وسوز کے ساتھ بہت سے فقراء بھی آپ کے ہمراہ تھے راستے میں دن گزر گیا، شام یا عشاء کے وقت اس جگہ پہنچے اور آداب کے ساتھ سلام پیش کیا پھر سموال شریف کے راستے بھاگ نگر جانے کا ارادہ کیا راستے میں سموال شریف میں حضرت صاحبزادہ ولی اللہ عارف واصل، عالم عامل، فاضل کامل، کاشف اسرار نہانی، حافظ کلام ربانی، شیخ مریدان سعادت مند، حافظ غلام محمود صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ (آبادی کے قریب پہنچے تو) اس وقت رات کا چوتھائی حصہ بیت چکا تھا (اس دوران آپ کے ہمراہ چند خوش الحان تھے جو باآواز بلند درد انگیز شعر پڑھ رہے تھے) جب ان کے دل پسند شعر پڑھنے کی بلند آوازیں اور لوگوں کی ہاؤ ہُو گھروں تک پہنچی تو حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے ایک آدمی بھیجا کہ ان آواز والوں کو کہہ کہ اس طرح کے شعر اور ہاؤ ہُو اگر شوق ہو تو بیابان میں جا کر پڑھو، آبادی اور گھروں میں نہیں۔ جب یہ پیغام پہنچا تو آپ نے ملول ہو کر اسی وقت اس طرف سے رُخ موڑ لیا اور بھاگ نگر کی راہ لی۔ جب پیغام رساں دوڑتا دوڑتا صاحبزادہ صاحب کے پاس واپس پہنچا اور انہوں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے۔ عرض کیا حضرت میاں فیض بخش صاحب تھے جو اس بات سے ناراض ہو کر بھاگ نگر کی طرف چل دیئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم

صاحبزادہ صاحب کو فقیر سمجھ کر ان کی ملاقات کے لیے آئے تھے اب جبکہ انہیں اس ہاؤ ہُو اور ہماری اس درویشانہ حالت پر ملال ہے اور وہ فقط علمائے قیل وقال سے ہیں۔ ہمیں اس (ہاؤ ہُو) سے گریز نہیں جبکہ ان کو یہ پسند نہیں تو اے فقیر! تو بھی اپنی راہ لے (یعنی واپس چل دے) جب اس آشنائے بحرِ صفا نے یہ ماجرا اور میاں صاحب کا نام مبارک سنا تو بلا توقّف دوڑ پڑے اور راستے میں ان تک جا پہنچے وہ کھڑے ہوگئے اور ان کی طرف دیکھنے لگے صاحبزادہ صاحب پُرنم آنکھوں اور غبار آلود حالت کے ساتھ جب ان کے پاس پہنچے تو دونوں نے ایک دوسرے کو گلے لگالیا اور دوستانہ گفتگو کرتے ہوئے ایک دوسرے کو عذر و معذرت کرنے لگے ملاقات کے بعد صاحبزادہ صاحب نے بڑی محبت کے ساتھ سموال میں قدم رنجہ فرمانے کے لیے کئی بار عرض کیا لیکن آپ نے معذرت کی اور فرمایا کہ میرا مقصد آپ سے ملاقات تھا۔ آبادی کی سیر نہیں جب یہ مقصد سعادتِ قسمت کے ساتھ حاصل ہوگیا ہے (اور آپ سے ملاقات ہوگئی ہے) تو اب بھاگ نگر جانے کی اجازت چاہوں گا تو دونوں نے ایک دوسرے کو پیار و محبت کے ساتھ الوداع کیا۔

اس کے بعد آپ رات کو ہی بھاگ نگر پہنچ گئے اور ملاقات کی وہاں کے صاحبزادگان میں سے ہر ایک نے بڑے شوق سے عمدہ تحائف کے ساتھ حاضر ہو کر عاجزی کا مظاہرہ کیا اور نیک صفات مستورات بھی ہدیہ پارچات سمیت سلام سے مشرف ہوئیں۔ کھانا کھا کر وہاں سے الوداع ہوئے اور موضع سکھ چین

پور کی جانب روانہ ہو گئے جب اس گاؤں کے قریب پہنچے حضرت میاں نور علی صاحب سے ملاقات کا ارادہ کیا جو حضرت پیر عاشقاں، فخرِ صادقاں، ہادیٔ گمراہاں جناب نوشاہ حاجی گنج بخش کی اولاد سے تھے اور حضرت صاحبزادہ عالم ربّانی، حافظ کلام حقّانی، جناب غلام محمود صاحب کے مرید خاص تھے، اور ان دنوں سکھ چین پور کے بازار میں رہائش پذیر تھے۔ مؤلف کے پیر صاحب (سائیں غلام محمد) جو آپ کے ہمراہ تھے اور آپ ان کے ساتھ کمال شفقت و محبت رکھتے تھے اور انہیں تمام خلفاء سے عزیز خیال کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم سکھ چین پور کے نزدیک پہنچے میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میاں صاحب حضرت نور علی صاحب سے ملاقات کا ارادہ کریں گے تو میں بیرونی راستے سے دیہات میں جاؤں گا (تاکہ بازار میں موجود حضرت نور علی صاحب سے میری ملاقات نہ ہو سکے) جب ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں سے بیرونی اور اندرونی دونوں راستے جاتے تھے تو آپ نے مجھے اور میاں رضا قلی صاحب کو خصوصی طور پر فرمایا کہ آؤ چلیں اور باقی ہمراہیوں کو دوسرے راستے سے جانے کا کہا، یہ سُن کر میرا ارادہ ٹوٹ گیا جو اس وجہ سے تھا کہ وہ (حضرت میاں نور علی صاحب مجذوب) مست جام الست ہیں۔ بظاہر جام نوش اور بباطن اسرار آگاہ ہیں، کہیں انہوں نے جام (بھنگ کا پیالہ) مجھے دے دیا تو کیا کروں گا؟ نہ تو حکم کی خلاف ورزی بجا ہے اور نہ شراب پینا روا۔ ورنہ معاذ اللہ میں اہل حق کی

زیارت سے روگردانی کیسے کرسکتا ہوں کیوں کہ میں تو انہیں اللہ تعالیٰ کے دوست خیال کرتا ہوں۔ چنانچہ جب آنحضرت کے ہمراہ ہم حضرت نور علی صاحب کی خدمت میں پہنچے تو وہ تعظیم کے لیے اُٹھے اور حضرت کو اپنے بستر پر بٹھا کر باادب ہو کر بیٹھ گئے اور پھر دونوں باہم دوستانہ کلام کرنے لگے انہوں نے کہا کہ آج رات بہت سے لوگوں نے مجھے کہا کہ میاں صاحب مُلک کے بادشاہ ہیں جو آواز وصدا کے ساتھ جا رہے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آیا (توجہ کرنے کے بعد) میں نے کہا یہ ملک کے بادشاہ نہیں ہیں بلکہ ایسے شُتر مستوار ہیں جن کے دوش پر حضرت نبی علیہ السلام سوار ہیں۔ کافی دیر اسی طرح کی باتیں کرتے اور بہت زیادہ عاجزی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ خلیفہ میاں رضا قلی صاحب کی عادت تھی کہ ہر بزرگ کو سلام کرنے کے بعد کہتے کہ میرے حق میں دُعائے خیر فرمائیں اپنی اس عادت کی بناء پر انہوں نے ان سے بھی بتکرار یہی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے بہتر اور کیا چاہتے ہو کہ اِن (میاں فیض بخش صاحب) جیسے مردِ حق کے ہمراہ اور ہر روز ان کی نگاہ تلے ہو۔ اس فرمانِ عنایت کے بعد مؤلف کتاب کے پیر صاحب کی طرف خوشی سے نظر فرمائی اور پھر بوقتِ رخصت آنحضرت کو بڑی تواضع و تعظیم سے الوداع فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ قوم چھباں سموالیاں جو سمون خاں سے منسوب ہے کا ایک راجہ نوازش علی خاں تھا جو حکمرانی و جوانی کی وجہ سے عاقبت اندیشی سے دور اور مغرور تھا اور

حسن و عشق پسندی میں مشہور تھا اس نے ایک خوبصورت مُغنّیہ کو اپنے نکاح میں لا کر گھر میں رکھ لیا اس کے متعلقین نے بڑی کوششیں کیں لیکن اسے واپس حاصل نہ کر سکے۔ آخر کار بڑی پریشانی اور غم واندوہ کی حالت میں آنحضرت علیہ الرحمہ کے پاس آ پہنچے اور نغمہ ونوا کے ساتھ چنگ بجاتے ہوئے آپ کے سامنے محوِ رقص ہو کر مجلس کو گرم کر دیا کیونکہ مجلس اہلِ کشف وشوق کی تھی، گانے والوں نے جب اپنے رقص سے فراغت پائی تو آپ نے فرمایا جس پر ہم قادر ہیں اس میں سے جو چاہو مانگو۔ گانے والے اچانک آہ و نالہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور روتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ ہماری ایک مُغنّیہ کو راجہ قلعہ منگل سے چھٹکارا دلوا دیں۔ اسی کی وجہ سے ہماری رونق تھی آپ کو جب ان کے اس سوال کا پتہ چلا اور آپ نے اسے اپنے مرتبے و شان کے خلاف تصور کیا تو انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس بے شمار قیمتی گائیں، بھینیں اور گھوڑے ہیں ان میں سے جو چاہو تمہیں بخش دیتا ہوں لیکن اس کام کے لیے میں تیار نہیں ہوں جب انہوں نے آپ کا یہ جواب سنا تو وہ سب رونے لگ پڑے۔ اور خدا کے واسطے دینے لگے آپ کی صفتِ رحم و کرم غالب ہوئی اور آپ ان کی مراد پوری کرنے کے لیے قلعہ منگل کی جانب روانہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ یہ چھب جوانی کی وجہ سے مغرور اور حکمرانی کے نشے سے مست و خراب ہے۔

جب آپ اس راجہ کے پاس پہنچے تو اس نے کماحقّہٗ عاجزی و تواضع کا

اظہار نہ کیا۔سلام وجواب کے بعد آپ نے تشریف آوری کا سبب بیان کیا راجہ نے معقول جواب نہ دیا اور عذر و بہانے کرنے لگ گیا اور حیلہ کرنے لگا کہ کوئی اور نذر و نیاز جو ممکن ہے پیش کر دیتا ہوں جب کئی بار سوال وجواب ہوئے آپ نے آہستگی ونرمی کو برطرف کرتے ہوئے سختی وگرمی سے فرمایا کہ اس طوائف کو اس کے گروہ کی طرف واپس کر دے اور ہماری درخواست کو ضائع مت کر راجہ مذکور نے دوبارہ گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ اسے میں اپنے نکاح میں لے آیا ہوں فقراء کو یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی کی زوجہ کو کسی طائفہ کے حوالے کر دیں۔دوسرے راجے تو مجھ پر زبانِ طعن کے تیر ونشتر چلائیں گے کیوں کہ بہن یا بیٹی تو خواہ کتنی ہی عزیز ہو دوسروں (سے رشتہ وناطہ کے لیے ان) کے حوالے کر دیتے ہیں۔لیکن اپنی بیوی کو سب سے پردہ میں رکھا جاتا ہے۔اس کے اس گستاخانہ جواب پر آپ غصے میں آگئے اور گرجتے ہوئے فرمایا کہ اگر کل بوقت ظہر بندوق کی گولی تیرے بائیں پستان پہ لگے اور ملک الموت تیرے قالب سے جان نکال دے تو وہ تیر فیض بخش کی طرف سے ہوگا۔اگر کل کے بعد یا کسی اور ذریعے سے مرے تو سمجھنا کہ تقدیر کا کام ہے۔یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے۔اس عورت نے جب یہ ماجرا سُنا تو یقین کر لیا کہ ایسے ہی ہوگا وہ غم سے لرز اٹھی اور بلا توقف آپ کے پیچھے دوڑ پڑی اور عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے زمین بوس ہو کر آپ کے پاؤں پکڑ لیے۔اور کہا کہ میرا کیا حال ہوگا، اگر تو آپ مجھے اپنے

ساتھ لے جائیں تو میرے ضامن بنیں اور اگر آپ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے جاتے تو میری زندگی کے ضامن بنیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو پردے میں رہے گی اور وہ کل قبر میں ہوگا جب دوسرا دن ہوا، دلاوران لہڑ گڈار سکندرال کے راجہ کے ساتھ دیہات کی غارت گری کے لیے آگئے یہ خبر جب راجہ (قلعہ منگل) کو پہنچی تو وہ اچانک تیار ہوکر فوج کے ساتھ ان کے سامنے آگیا جب ان کے مقابل پہنچا تو ان کی بندوق کی گولی اس کے بائیں پستان پر لگی یہ گرا اور مر گیا۔ ماتم وتعزیّت کے بعد اس کی مذکورہ زوجہ کو ایک شریف سیّد مرد لے گیا اور اپنے نکاح میں لا کر مستورات کے حوالے کر دیا۔

بیان کرتے ہیں کہ طوائفوں کے مکّار گروہ نے آنحضرت کے سامنے نکاح شرعی کے واقعہ کو ظاہر نہ کیا ورنہ آپ ہرگز ایسی سفارش پر راضی نہ ہوتے کہتے ہیں کہ آپ قلعہ منگل سے باہر تشریف لائے اور اسی جوش وخروش کے ساتھ دریا میں کود گئے واقف کار آئے اور موضع لہڑی سے باہر نکال کر لے گئے۔

واللہ اعلم بالصواب

☆ بیان کرتے ہیں کہ موضع پنڈ جو موضع پنیام کے ساتھ ملحق اور تحصیل میر پور میں واقع ہے وہاں ایک فقیر حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، قاری قصیدہ غوثیہ اور حضور نبویّہ سے مشرّف تھا۔ بہت کم کھاتا، بولتا تھا۔ ایک روز آپ اس فقیر کی ملاقات کے لیے اس طرف گئے جب اس کی بستر گاہ کے نزدیک پہنچے،

فقیر نے آپ کو دور سے دیکھا، تعظیم کے لیے اُٹھا اور خود عاجزی کے ساتھ آدابِ استقبال بجالا کر آپ کو اپنے بستر پر بٹھایا اور زانوئے ادب کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ آپ وہ نیلگوں اسپ سوار ہیں جنہیں میں محبوب رب العالمین کی سواری کے ساتھ بڑی عزت وشان سے نازاں وخراماں دیکھتا ہوں۔ اور اس سوار صاحبِ عالی شان کے نشانات میں واضح طور پر آپ میں دیکھ رہا ہوں ۔ جب آپ ان سے رخصت ہوئے تو اپنے ہمراہیوں سے مسکرا کر فرمانے لگے کہ فقیر لوگ میرے حال پر ایسی گواہیاں دیتے ہیں جبکہ مجھے ان واقعات کی خبر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

☆ عالم ربانی ، عارف حقانی ، عاشق نام الٰہی ، حضرت میاں امام بخش صاحب بناہی جن کے اشعار ان موضعات وشہروں میں مشہور ہیں ۔آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے ، جب کھنیارہ شریف کے قریب پہنچے تو کسی نے آپ کو آگاہ کیا آپ استقبال کے لیے اٹھ کر راستے میں آکر انہیں ملے اور باہم محبت کا اظہار کیا دونوں صاحبان پر درد غالب ہوا تو رقص میں آ گئے حضرت کھنیارہ نے ایک درخت کی شاخ پکڑ لی تو وہ بھی جھومنے لگ پڑا۔غرض دونوں دردناک لَے اور بلند آواز کے ساتھ اشعار پڑھتے رہے۔ جب ہوش میں آئے میاں بناہی صاحب نے عرض کیا کہ روز قیامت جب اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق جمع ہوگی ۔اور اس میدان میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام واولیائے کرام رحمہم اللہ کے

ہزار ہا عَلَم ہوں گے تو ہمارے پیر حضرت محی الدین غوث الاعظم قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کے علم کا نشان کیا ہوگا جس سے وہ پہچانا جاسکے تا کہ جلدی سے اس کی جانب بڑھ کر فضلِ خداوندی حاصل کیا جاسکے۔

کچھ دیر آپ خاموش رہے اور باطنی غور فکر کے بعد فرمایا کہ میدان میں سب سے الگ تھلگ شمال مغربی گوشے میں سبز رنگ کا لواء مبارک آپ کا نشان ہوگا۔ اگر ممکن ہو تو اس نشان کو پا کر جلدی پہنچنا۔

☆ ان دنوں مرزا محمد خاں نام کا ایک رئیس تھا جو کسی قدر بہادری، سپاہ گری اور دلاوری کا دعویٰ رکھتا تھا۔ قصاب قوم کی ایک بیوہ جو قصبہ میر پور میں رہائش پذیر تھی، محمد خاں اس سے محبت کرتا تھا جبکہ وہ بیوہ شرم و حیاء کی وجہ سے اس سے دور تھی۔ اتفاقاً وہ بیوہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی منکوحہ بن گئی۔

ایک دن آپ اور مرزا محمد خاں ایک کشتی میں سوار ہوئے غلبہء حال کی وجہ سے آپ نے سر مبارک کو ہلانا شروع کر دیا۔ مرزا آپ سے حسد کرتا تھا بلکہ اس کے سینے میں کینے کی آگ جلنا شروع ہوگئی اور اُس نے اس کے رختِ یقین کو خاکستر کر دیا۔ اس نے آپ کی حرکت کو ناپسند کرتے ہوئے کہا یہ کیا ''حال بازلزال'' ہے آرام سے بیٹھ ورنہ اپنی خون آشام تلوار سے تیرا سر تن سے جُدا کر کے دریا میں پھینک دوں گا۔ آنحضرت اس کے بے ادبانہ کلام سے غضبناک ہو گئے اور بے خوف ہو کر فرمایا کہ تیری دکان کا لوہا ابھی نیام سے باہر نہیں آئے گا کہ

میری زبان کی تیغ جوہر دار تیرے سر کو اڑا دے گی۔ ابھی انہی باتوں میں تھے کہ کشتی دریا کو عبور کر کے کنارے پر آ لگی اور مرزا کی تلوار نیام سے باہر نہ آئی۔ اس نے گھر کی راہ لی اور آنحضرت بھی اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ جب آپ کی زبان کی تلوار نے کام شروع کیا تو مرزا کو ہلاکت انگیز درد نے پکڑ لیا حتیٰ کہ قریب المرگ ہو گیا۔ اس کے ورثاء اس پر آگاہ ہو کر اسے جنازے کی طرح اٹھا کر آپ کے حضور لے گئے جبکہ وہ بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ اس کے ورثاء نے اس قدر عذر خواہی اور توبہ کی کہ آپ کو رحم آ گیا فرمایا کہ اس کے پہلو پہ تیغ کاری لگ چکی ہے بہر حال تمہاری آہ وزاری اور جنازہ برداری کا لحاظ کرتے ہوئے میں دعا کرتا ہوں کہ اس جہان سے ایمان کی حالت میں جائے۔ پھر آپ نے اس کے حق میں راضی ہو کر دعا کی اور الوداع کیا۔ وہ تھوڑے ہی عرصے میں مر گیا۔ اور حضرت سرکار والا کی تیغ زبان سے بچ نہ سکا اور اس کا تنِ نازنین سپردِ خاک ہو گیا

☆ ایک بار سکھوں اور گکھڑوں کے دورِ حکومت میں گاؤں میں گندم کے کھیت تھے حاکمِ وقت گاؤں میں آ کر سکونت پذیر ہو گیا اور کھیت کاٹنے میں مشغول ہو گیا ایک روز آنحضرت کے کھیت میں جا پہنچا مزارع نے کہا کہ یہ کھیت میاں صاحب کے ہیں اس نے کہا اُن کو دانہ دار گندم (اناج) دے دیں گے وہ مزارع بے چارہ خاموش ہو گیا اور اس نے آ کر آپ کی خدمت میں صورتِ حال عرض کر دی آپ نے اس کو پیغام بھیجا کہ ''تو نے گھوڑوں کو چرانے کے لیے کھیت

کاٹا ہے۔ جبکہ یہ کھیت گھوڑوں کو کھا جائے گا'' جب آپ نے یہ بات کہی ایک حجام حاضر تھا اس نے عرض کیا کہ میں بھی اس علاقے میں لوگوں کی حجامت کے لیے گیا تھا اور گھوڑوں کے پس خوردہ چارے میں سے کچھ اپنی گھوڑی کو کھلا دیا از راہِ کرم معاف فرما دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تمہیں اس کے بدلے میں بہتر گھوڑی دستیاب ہوگی۔ اور جنہوں نے بھی ہمارے کھیت سے کھایا ہے سلامت نہ رہے گا۔ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا یعنی حجام کی اس گھوڑی سمیت سبھی چارہ کھانے والے جانور ہلاک ہو گئے اور وہ گستاخ حاکم بھی ڈر کر تائب ہوا۔

☆ سکھوں کے دورِ حکومت میں غارت گری کا پیشہ بہت بڑھ گیا ایک روز ایک سکھ سوار نے بکری کا ایک بچہ ریوڑ میں سے پکڑ کر زین پر رکھا اور چلا گیا، چرواہے نے ہر چند بیان کیا کہ یہ فلاں میاں صاحب کا ہے لیکن اس نے بات نہ مانی، چرواہا دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا آپ اسی وقت اس سوار کے پیچھے ہو لیے اس کے قریب پہنچ کر فرمایا کہ ہم فقیر لوگ ہیں بکری کا یہ بچہ ہمارا ہے لیکن وہ نہ مانا اور گھوڑے کو ایڑی لگا دی جب بھاگنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ ''خبردار ہو جا تیرا گھوڑا میرے گھوڑے سے تیز نہیں ہے۔ ابھی میرا گھوڑا پہنچ کر تجھے پکڑتا ہے '' یہ کہتے ہی اس کا گھوڑا منہ کے بل آ گرا اور سوار کا عضو ٹوٹ گیا اور وہ عاجز ہو کر گر پڑا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے بکری کا بچہ واپس کر دیا اور عاجزی سے معافی کا طلب گار ہوا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ کسی سفر پہ نکلے ہوئے تھے اور آپ کا خلیفہ بھی ہمراہ تھا، کسی گاؤں میں پہنچے جہاں کوئی آپ کا شناسا و آشنا نہ تھا کھانے کا وقت تھا بھوک لگی ہوئی تھی آپ سلام (ونماز) کے لیے ایک مسجد میں آ گئے۔ گاؤں کے کسی آدمی نے رسم کے مطابق روٹیاں مانگ کر جمع کیں اور آپ کے حضور لے آیا۔ آپ نے وہ ٹکڑے دیکھ کر شیر کی طرح غرّاتے ہوئے کہا کہ مجھ سے دور ہو جا اور یہ لقمے بھی مجھ سے ہٹا لے۔ میں پارہ دوز اور لقمہ اندوز فقیر نہیں ہوں میں صاحبِ تاج و دستار، خوش پوش اور خوش خوراک فقیر ہوں۔

اس شخص نے بھی غصے سے کہا اگر ایسا ہے تو میری بھینس گم ہو چکی ہے جس کی تلاش میں میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہر ممکنہ جگہ پہ اسے دیکھا لیکن کوئی سُراغ نہ ملا۔ اگر اب وہ بھینس مل جائے عمدہ کھانا بنوا کر آپ کے پاس لاؤں گا۔ (یعنی اس نے آپ کے فقر کی آزمائش کرنا چاہی) آپ نے فرمایا اپنی بھینس کا نام بتاؤ۔ اس نے بتایا تو آپ نے ایک طرف کو منہ کر کے بلند آواز سے اس بھینس کو (نام لے کر) پکارا پھر اس طرف سے رخ پھیر کر دوسری سمت کیا اور آواز دی اسی طرح تیسری اور پھر چوتھی جانب چہرہ کر کے آواز دی اور بیٹھ گئے۔ اسی لمحے بھینس اپنے سر کو بلند کیے، دھاڑتی رینگتی گردن یا پاؤں میں رسی لٹکائے دوڑتی ہوئی آپ کی خدمت میں آ پہنچی اور ہرگز اپنے گھر کی جانب نہ گئی جب لوگوں نے یہ کرامت دیکھی تو گھی، شکّر میں آٹا (بھون کر) ہزار بار شکریہ ادا کرتے ہوئے

خدمت میں لائے اور دل وجان سے ساری عمر آنحضرت کے خادم بنے رہے۔

☆ کہتے ہیں ایک دفعہ کسی نے خبر دی کہ علاقہ پونچھ کا حاکم رستم خاں اگرچہ پاؤں سے معذور ہے لیکن اس قدر پُر جمال چہرے کا مالک ہے کہ کسی کو اس کی تیز نگاہوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ مختصر یہ کہ اس کے اوصافِ حسن سُن کر اس کے دیدار کے لیے پونچھ تشریف لے گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ راجہ بظاہر انتہا درجے کا خود پسند اور بلند دماغ تھا اور کسی کو بھی خواہ وہ سادات و رؤسا ہوتے اپنے سامنے سوائے عام جگہ کے نہ بٹھاتا۔ اگر چھب، منگھر ال یا گکھڑوں کے راجوں میں سے کوئی اس کی بادشاہانہ درگاہ میں پہنچتا تو بجبر واکراہ قدرے سلام کے لیے جھکتا اور اس وقت کے بڑے لوگوں میں سے بھی کسی کو ہمت نہ تھی کہ ادب کا لحاظ رکھے بغیر اس کے سامنے بیٹھتا۔ چنانچہ جب آپ شان وشوکت، عزت ورفعت اور رُعب ودبدبہ کے ساتھ اس کے پاس پہنچے بے دریغ السلام علیکم کہہ کر راجہ کے دائیں طرف اس کے برابر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ مانع ہوتا یا زبان کھولتا۔ راجہ اور اس کے تمام امراء، وزراء، نقش دیوار بنے رہے، آپ اپنی مراد پاکر (اور اس راجہ کو دیکھ کر) واپس ہو گئے، آپ کے بعد تمام لوگ عبرت کی تصویر بنے حیران تھے کہ یہ کون جرأت وہمت والا تھا جس نے سب کو مبہوت کر دیا۔ یہ کون شخص تھا جو باوجودیکہ حقیر سا نظر آتا تھا لیکن کسی کو اس سے مشافہ وتکلم کی ہمت نہ ہوئی بہت زیادہ تجسس اور تفتیش کے بعد

واضح ہوا کہ آپ صاحب جی تھے پس سب دستِ تاسف ملتے رہے۔

بیت

کہ ہیہات قدر، تو نشناختیم
بشکرِ قدومت نپرداختیم

یعنی افسوس کہ ہم تمہاری قدر نہ پہچان سکے اور تمہارے قدوقامت کا شکرادا نہ کرسکے

☆ ایک روز عاشق باللہ واصل اللہ، غوث وقت حضرت میاں صاحب کھدیاری، اس فقیر مؤلف کے مرشد و شیخ کے پیر اور اپنے پیر بھائی حضرت بابا بدوح شاہ صاحب قدّس سرّہ کی ملاقات کو آئے اور بہت زیادہ خدّام و مریدین جو زیب و زینت، سُرمہ و حنا سے آراستہ، بالوں پر تیل لگائے، لباسِ مکلّف پہنے ہوئے تھے۔ اور دل پسند اشعار بلند آواز اور ہاؤ ہُو سے پڑھتے ہوئے آرہے تھے۔ بابا صاحب کی خدمت میں پہنچے تو اس پیر عاشقانِ زماں نے جب یہ زیب و شان اور نالہ و فغاں دیکھا، سُنا تو جوش و غصے سے فرمایا اے برادرم! یہ جاہ و جلال اور ابیات و مقال بروز قیامت کیسے ہوگا۔ اگر اونٹ کا بوجھ گدھے پر رکھ دیا جائے، تو وہ کیسے اُٹھائے گا؟ حضرت شیخ کھدیاری نے جب یہ عتاب آمیز گفتگو سنی تو عرض کیا کہ آپ جیسے بھائی کی قوت و طاقت کے بل بوتے پر یہ فضول کام اختیار کیا ہے۔ اگر بروز قیامت مجھے مشکل وقت در پیش ہوا تو آپ کی قوت میرے کس کام آئے گی؟ اس بات سے آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ "بالکل غم

نہ کھا ان شاءاللہ تعالیٰ میری قوت کام آئے گی اور تیری ہر مشکل حل کرے گی۔
جانبین ایک دوسرے پر خوش ہوئے پھر آپ نے رخصت چاہی۔

☆ حضرت سیّد امام علی شاہ صاحب جو حضرت صاحب کھنیاری کے مرید تھے ایک روز انہوں نے سر بخم چو بدستی (کھونڈی) حضرت میاں فیض بخش صاحب کھنیاری سے بطور تبرک حاصل کی اور ہاتھ میں لے کر حضرت بابا بدوح شاہ صاحب پلیر والا کے ہمراہ کہیں گئے۔ایک جگہ بیٹھے تو سید صاحب نے اس چوبدستی کو زمین پر رکھ دیا اور دوسروں کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئے۔کسی نے اس چوبدستی کو بے ادبانہ انداز سے حرکت دی حضرت بابا بدوح شاہ صاحب اس بات سے واقف وشناسا تھے کہ یہ میاں صاحب کا تبرک ہے۔آپ نے فوراً اسے اپنے دستِ مبارک سے اُٹھایا اور سر آنکھوں پہ رکھا اور سید امام علی شاہ صاحب کو عتاب و ناراضگی سے فرمایا کہ اگر تمہارے دل میں اس کی یہی اہمیت ہے تو اپنے پاس نہ رکھو بلکہ واپس کر دو کیا تم نہیں جانتے کہ یہ کس کے ہاتھ سے مَس کی ہوئی ہے اور وہ ہاتھ کس کے ہاتھ میں ہے؟ اس طرح کی چیزوں کا یہ ادب و قیمت ہے کہ اسے عام جگہ پر ایسے ہی رکھ چھوڑا ہے یہ کیسی بے ادبی ہے اگر اپنے پاس ادب کے ساتھ رکھ سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ اسی ہاتھ میں واپس کر دو اور یاد رکھو ترکِ آداب باعث عتاب ہے۔

قطعہ

گر بچشمِ من بہ بینی روئے ایں چوبی بخم
میل کحلِ دیدۂ دل کردہ باشی دمبدم

اگرتو اس سر بخم اور ٹیڑھی لکڑی کو میری نظر سے دیکھ لے تو ہر وقت اسے دل کی آنکھوں کے سُرمہ کی سلائی بنائے رکھے۔

آں عصائے موسیٰ در دید خلقاں بود چوب
نزد خالق اژدہائے جان ربائے بود ہم

عصائے موسوی لوگوں کی نگاہوں میں لکڑی ہی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جان نکالنے والا اژدہا تھا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جس وقت کوئی شخص روٹی آپ کے سامنے لاتا تو اسے انگلی سے دبا کر دیکھتے اگر اس میں گھی انگلی کے بند تک ہوتا تو خوش ہو کر کھاتے ورنہ واپس کر دیتے آپ کو بواسیر کا عارضہ بھی لاحق ہو گیا تھا۔

☆ احباب میں سے جو بھی اچھا یا دردناک خواب بیان کرتا آپ خوش ہو کر سماعت فرماتے۔ ایک روز مؤلف کتاب ہذا کے پیر جو آپ سے مشرف اور آپ کے منظور نظر تھے بھی موجود تھے کہ ایک شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ ہم زیارت سے مشرّف ہوئے ہیں ایک دوسرے آدمی نے بھی اسی طرح کی کوئی بات بیان

کی۔آپ نے ان کے اس حال کو سُن کر پسند فرمایا اور مؤلف کے پیر کو فرمایا کہ تم بھی کوئی اچھا خواب بیان کرو تو انہوں نے بھی خوشی خوشی عرض کیا کہ مجھے بھی ایک خوش کن خواب آیا ہے کہ شیطان بصورت پری نظر آیا آپ یہ سنتے ہی اس قدر مسکرائے کہ غُنچہ دہن ہنسنے کی وجہ سے کِھل اٹھا۔(یعنی آپ کھلکھلا کر ہنس پڑے)

☆ ایک روز فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مراد چاہی پوری ہوئی مگر دو پوری نہیں ہوئیں ،ایک وہ جو اوپر مذکور ہو چکی ہے (یعنی میاں شمس الدین صاحب آ کر گرفتار کر لیں اور مال و اسباب لوٹ لیں) دوم یہ کہ چوہدری غلام مصطفیٰ کے بھائی چوہدری کرم داد کے متعلق چاہتا تھا کہ اپنے بھائیوں چوہدری غلام مصطفیٰ اور چوہدری فیض بخش کی طرح صاحبِ دولت و اقبال اور جاہ وجلال ہو جائے لیکن تا حال ایسا نہیں ہوا۔مؤلف کے پیر صاحب نے عرض کیا کہ آپ کی تین خواہشات یعنی مانگی ہوئی تین دعائیں پوری نہیں ہوئی دو تو وہ جو آپ نے خود فرمائی ہیں۔تیسری وہ جو آپ نے اس بندے (سائیں غلام محمد) کے متعلق بارہا فرمائی ہے۔(یعنی دیگر آستانوں سے اپنے لیے مقدر فیض میں نے پا لیا ہے جبکہ آپ کی طرف سے ہمارا حصہ فیض روحانی تا ہنوز ودیعت نہیں کیا گیا) اس سیدھی بات سے آپ بہت خوش ہوئے اور بے انتہا عنایت فرماتے ہوئے میرے خواجہ کو ہدایت کے اعتبار سے کمال پر پہنچا دیا۔

قطعہ

سخن مقبلاں بود مقبول
حرکتِ نازنین سرا سر ناز

مقبولان بارگاہ کی بات مقبول ہوتی ہے اور نازنینوں
کی حرکت سراسر ناز وادا ہوتی ہے۔

خاصہ چوں صدق باشد از سروپائے
شد کلیدِ درِ خزینۂ راز

سر سے لے کر پاؤں تک ان کا خاصہ صدق وخلوص ہے
جو خزانہء راز کے دروازے کی چابی ہے

چوں صبا گرچہ سردی آمیزست
گرمیش غنچہ را کند سرباز

صبا اگرچہ سردی آمیز (اور ٹھنڈک کا احساس پیدا کرتی) ہے
لیکن اس کی حرارت وگرمی غنچے کو کھلا دیتی ہے

تذکرۂ مریدین

آپ کے مریدین وخلفاء بہت زیادہ ہیں ان سب کا ذکر تو اس فقیر کا علم قید میں لانے سے قاصر ہے، تاہم ان میں سے بعض کا تذکرہ اختصار کے ساتھ عرض کروں گا۔

تذکرہ عفیفہ خاتون

مؤلف کے پیر (حضرت سائیں غلام محمد علیہ الرحمہ) نے بچپن میں شوق الٰہی میں محو ہو کر تعلقات سے کنارہ کشی اختیار کر لی ان کے چچا کی بیٹی کا ناطہ ان سے طے پا چکا تھا لیکن آپ نے اس عفت مآب کے ورثاء کو جواب بھیجا کہ ہماری طرف سے اجازت ہے جہاں چاہیں رشتہ طے کر دیں۔اس عصمت پناہ عفیفہ نے جب یہ سُنا تو تجرید اختیار کرتے ہوئے (شادی سے انکار کر دیا اور) حضرت صاحب کھدیاری میاں فیض بخش صاحب کی مرید ہو گئیں۔اور ان کی اجازت سے گھر میں چلّہ کشی کے لیے بیٹھ گئیں اور گھر کے دروازے اور روشندان کو گھاس سے بند کر دیا۔جب تک طاقت ہوتی کھانے کے بغیر تلاوت کلام اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتیں۔ایک مدت اس حالت میں گزر گئی جب کافی مدت گزر گئی۔ورثا نے مکان کا دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس صاحبہ عفیفہ کا کان، پہلو اور جسم کا کچھ دوسرا حصہ کیڑوں کے کھانے کی وجہ سے خاک ہو چکا تھا اور جسم میں تھوڑی سی جان باقی رہ چکی تھی لیکن وہ پھر بھی پوری توجہ کے ساتھ بدستور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں یوں انہوں نے اپنے تمام اوقات واہب العطیات کی یاد میں بسر کر دیے اور تادمِ تحریر انتہائی ضُعف و

بڑھاپے میں بھی عبادت میں مشغول ہیں ۔اوران کے برادر زادہ کا ایک فرزند ہے جس کا نام قائم ہے وہ اپنی زوجہ سمیت ان کی خدمت میں مصروف رہتا ہے

تذکرۂ دیگر مُریدین

قاضی الٰھی بخش صاحب رحمہ اللہ

☆ قاضی الٰہی بخش جو حضرت صاحبزادہ سید محمد چکڑالوی کے پھُوپھی زاد ہیں بھی آپ کے مرید ہیں۔

میاں رضا علی قلی صاحب رحمہ اللہ

☆ حضرت میاں رضا قلی صاحب بھی آپ کے مرید ہیں ۔ جو صاحب زہدو ریاضت ہیں انہوں نے کافی عمر ذکر و عبادت میں بسر کی ۔اور اکثر درگاہ عالیہ کی طرف سفر میں حضرت کے ہمراہ ہوتے اور آپ کی خدمت شریف بجالانے کے لیے بسترِ استراحت پر آرام نہ کرتے اسی طرح انہوں نے اپنی گراں مایہ عمر مقدسہ کو راہ طلب میں بسر کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ بہت خوش آواز تھے اور آنحضرت میاں فیض بخش صاحب اکثر اوقات ان کی آواز بابرکات کو

پسندیدگی سے سُنتے اور خود بھی بصدائے بلند ان کے ہم آواز ہو کر پڑھتے۔ان کی آواز میں ایسی تاثیر تھی کہ تمام حاضرین متاثر ہو جاتے اور بہت سے سُننے والے رقص سے زیروزبر ہو جاتے۔ جب آنحضرت میاں فیض بخش صاحب اور میاں رضا قلی صاحب ہم آواز ہو کر سوز و درد کا سماں باندھ دیتے تو غم والم اور رقص و حال سے سب وجد میں آجاتے۔

میاں رضا قلی صاحب کی عادت باسعادت تھی کہ جب کسی بزرگ سے ملاقات کرتے تو دعائے خیر کی درخواست کرتے جب حضرت میاں نور علی مستانہ صاحب تک نوبت پہنچی تو ان کی خدمت میں بھی دُعائے خیر کا سوال کیا بعد از تکرار انہوں نے بطور عتاب انہیں فرمایا۔اس (میاں فیض بخش صاحب) جیسے مرد ہمراہی، ہر آفت پناہی، اور دوست دوستانِ خدائی کے ہوتے ہوئے بھی اپنی عادت سے باز نہیں آتے ہو۔ان کی صحبت سے بہتر اور تم کیا چاہتے ہو۔

اعملوا اٰل داؤد شکرا و قلیل من عبادی الشکور

آپ آنحضرت میاں فیض بخش صاحب کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد پیر کی جدائی کے غم سے جاں بحق ہو گئے اور جوار رحمت میں سکونت پذیر ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

؎ فراق یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت   واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

میاں فقیر محمد صاحب علیہ الرحمہ

☆ مردِ کامل، یگانۂ روزگار حضرت فقیر محمد صاحب موضع سہنڈل علاقہ کٹھاڑ کے رہائشی تھے۔اور جوانی کی ابتداء میں آپ کے مرید ہو گئے اور گھریلو کام ہی سر انجام دیتے رہے۔اور کبھی کبھی آنحضرت (میاں فیض بخش صاحب) کی خدمت بھی کرتے، صوم وصلوۃ کی کثرت اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرتے۔

ایک روز خشک لکڑیاں تیار کر کے رکھیں جب رات ہوئی تو معمول کے مطابق سر پہ رکھ کر ننگے پاؤں چل پڑے اس زمانے میں اس جگہ سے کھنیارہ شریف تک پُرخار جھاڑیوں والا سخت جنگل تھا جسے ہندی میں گرنڈا کہتے ہیں۔ رات بھی اندھیری تھی لیکن آپ نے کمر ہمت باندھ کر راستہ طے کیا اور کاشانہ اقدس (حضرت میاں فیض بخش صاحب) کے دروازے پر پہنچے۔دیکھا تو ابھی آپ کے مکان مبارک کا دروازہ سردی اور رات کی وجہ سے بند ہے۔آپ نے بڑے ادب کے ساتھ بغیر آواز پیدا کیے آہستگی کے ساتھ سر کا بوجھ زمین پر رکھا سخت سردی کے باوجود آپ کے کپڑے ضرورت کے مطابق نہ تھے لیکن آپ صبر کرتے ہوئے صبح کے انتظار میں بیٹھ گئے جب صبح صادق ہوئی اور آنحضرت نے کسی حاجت کے لیے دروازہ مبارک کھول کر قدم مبارک باہر رکھا اور دیکھ کر پوچھا کون ہے؟ آپ آداب بندگانہ بجا لاتے ہوئے اٹھے اور اپنا نام بتایا۔

تو آنحضرت نے محبت وشفقت کے ساتھ رحم بھری نظر اس مرید صادق پہ مبذول کی اور بہت زیادہ دلاسا وکمال مہربانی فرما کر ان کے حق میں دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تیرا سونا بیداری ہے اور تیری ہاؤہُو عبادت ہے اور تیری آواز میں ایسی تاثیر ہوگی کہ سرد دلوں کو بھی گرما دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ مسکین مؤلف ان کی صحبت میں بہت زیادہ رہا ہے اور چند سفر بھی ان کے ہمراہ کیے ہیں۔ اوران کے کلام کی تاثیر کو کئی بار آزمایا ہے، آپ اس مسکین پر کمال شفقت فرماتے اور اکثر اس خاکپائے درویشاں کی ملاقات کو آتے اور محبت و دوستانہ آداب بجالاتے۔ اوراس بے چارے سے جُدا ہوتے وقت بہت زیادہ دردانگیز آہ و نالہ کرتے یوں جیسے تیز آگ باہر کھینچتے ہوں جس کی وجہ سے حاضرین بھی گریہ وزاری شروع کر دیتے۔ سفر میں بھی ان کا یہی حال ہوتا (اور اپنی دردانگیزی واثر آفرینی سے سماں باندھے رکھتے) ایک بار انہوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ اس مسکین کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں۔ انہوں نے چند اہل حق کی زیارت بھی کی اس زمانے میں ان جیسے اہل درد کمیاب ہیں۔

ایک دفعہ اس مسکین کے ہمراہ حجرہ منوّرہ کے بزرگوں کے مزارات کی زیارت اور عارف کامل، حق آگاہ، واصل الی اللہ، صاحب سجادہ وکلاہ، پناہے ہر بے پناہ، دستگیر افتادگاں، رہنمائے گمراہاں میراں سید پیر مدد علی شاہ صاحب ''جن کا باطنی نام سید یٰسین تھا'' سے ملاقات کے لیے حجرہ منوّرہ کے سفر میں

تشریف لے گئے۔ جب ہم نے وزیرآباد شہر سے دریائے چناب کو عبور کیا ہم تمام لوگ ایک طرف ہو کر وزیرآباد کے بازار میں گئے اور ان کا انتظار کرنے لگے لیکن کافی دیر بعد بھی آپ نہ آئے تو ہم سوار ہو کر آگے پیچھے بہت تلاش کرتے رہے لیکن ان کو ڈھونڈنے میں کامیاب نہ ہو سکے بالآخر ہم آگے کو چل دیے اور راستے میں بھی مکمل تلاش کرتے رہے۔ جب ہم حجرہ منوّرہ پہنچے تو (پتہ چلا کہ) آپ ہم سے دو روز پہلے ہی پہنچ چکے تھے اور آستانہ عالیہ پر حاضری دے کر ہمارے انتظار میں شدید اشتیاق کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ملنے پر پتہ چلا کہ آپ کے پاس دریا عبور کرنے کے لیے پیسے نہ تھے (اس لیے کشتی پر بیٹھنے کی بجائے اپنے روحانی تصرف کے تحت دریا عبور کر کے چلے آئے) واللہ اعلم آپ کس طرح دریا وسمندر عبور فرما لیتے

سفرِ کشمیر میں بھی یہ خاکپائے درویشاں آپ کے ہمراہ تھا، زادِ راہ نہیں تھا لیکن فاقے کے باوجود خوش اور خراماں چلتے ہوئے اس نفع مند شہر یعنی کشمیر جنت نظیر پہنچ کر ہم ایک مسجد میں شب باش ہوئے۔ (اس دوران) ایک آدمی آیا اور اس نے کشمیری زبان میں ہمیں کچھ کہا آپ کو اور مجھے کچھ سمجھ نہ آیا تو میں نے اس آدمی کو فارسی زبان میں عرض کیا کہ اگر ہمارے ساتھ فارسی زبان میں بات کرو تو جواب دیں تو اس نے فارسی زبان میں حال احوال پوچھا تو ہم نے جواب دیا اس نے ہمارے سامنے کھانا پیش کیا تو ہم نے کھا کر شکر ادا کیا اور خود کو سپردِ خدا کر کے آرام کرنے لگے۔ نماز فجر کے بعد محلّہ تارہ بل میں قطب وقت عالمِ علمِ ربانی،

کاشف اسرار نہانی حضرت جناب فیض مآب احمد صاحب ''کہ جو تین سو گیارہ غوثوں کے ہم صحبت تھے '' کے پاس پہنچ کر ان کی زیارت سے شرف یاب ہوئے ، اور محلّہ حضرت بٹالو صاحب میں دود گنگ کے کنارے دیوان مہتدا خاں کے ڈیرے پر ان کی محبت کے باعث ہم قیام پذیر ہو گئے، چند دن بعد آپ وطن کا ارادہ کر کے اپنے گھر واپس ہوئے اور یہ بندہ خاکپائے درویش وہیں رہ گیا۔ اور چند دن بعد دوسری دفعہ اس قطب مذکور (شیخ احمد رحمہ اللہ) کے سلام کو گیا اور اجازت حاصل کر کے اس جگہ پہنچا۔

یونہی ان کے ہمراہ بندہ کئی مرتبہ پھٹوار کے علاقے کی طرف گیا۔

ایک دفعہ فنا فی اللہ، مست جام الست سیدی پیر بہادر شاہ کے سلام کو گئے جو موضع چوہہ بھگتان میں سکونت پذیر تھے۔ہم نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر نیاز حاصل کیا اور مجذوب جذب اللہ، احوال آگاہ پیر سید معظم شاہ جلہاروی کی خدمت میں بھی گئے اور آپ کے طفیل ان کی زیارت سے بہرہ یاب ہوا۔ عالم باعمل حضرت میاں فضل شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض زیارت پایا، مختصر یہ کہ بندہ اکثر اوقات آپ کا ہم سفر و ہم جلیس ہوتا آپ کبھی ملول نہ ہوتے اور محبت و آداب مشفقانہ کا مظاہرہ فرماتے اور کسی قسم کی سستی ، اکتاہٹ اور تکاسل روا نہ رکھتے آپ نے کتاب کی تالیف کے دوران سال ۱۲۹۵ھ مقدس کے آخر میں بروز منگل کو رحلت فرمائی آپ کی قبر مبارک بقر خانہ پشتہ کوہ پر بنائی گئی اس گاؤں

کوموضع سہنڈل کہتے ہیں جو کٹھار کے علاقے میں ہے۔

تذکرہ
حضرت سید امام علی شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید امام علی شاہ صاحب بھی آپ کے مرید ہیں آپ فرماتے کہ ہم صائم الدہر اور قائم اللیل ہیں ہم مساجد کی خدمت مثلاً پانی کھینچے (بھرنے) فرش بچھانے (نمازیوں کی سہولت کے لیے مسجد میں گھاس وغیرہ بچھانا) اور گلیوں وراستوں میں جھاڑو پھیرنے میں راتیں بسر کرتے ہیں اور سوتے نہیں۔ آپ شہر کے سب سے مشہور صاحبِ تقویٰ تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں گلی میں جھاڑو پھیر رہا تھا، میں نے ایک طرف سے صاف کیا۔ ایک محلّہ دار شخص کو بہت زیادہ اسہال کا عارضہ لاحق تھا وہ آیا اس نے مجھے نہ دیکھا اور صاف کی ہوئی جگہ پر قضائے حاجت کے لیے بیٹھ گیا میں نے اسے دیکھا تو پیٹھ کی جانب سے اس کے نزدیک پہنچا اور چپکے سے اپنے دونوں ہاتھ ملا کر اس کے نیچے رکھ دیے اور جو کچھ اس کے شکم سے باہر آیا اسے ہاتھ سے اٹھا کر دور جا کر پھینک دیا، اس خدمت سے میں نے پایا جو پایا (یعنی فیضِ الٰہیہ کثرت سے حاصل ہوا)

آپ نے فرمایا ایک دفعہ جناب چشتی (بابا فرید الدین مسعود گنج شکر

رحمہ اللہ) کے بہشتی دروازے پہ پہنچا اور اس دن ''جو گزرنے اور مزار مبارک کی زیارت کے لیے معیّن ہے'' جب دروازہ مبارک پہ پہنچا تو یہ خیال آیا کہ اگر میرا پیر بہشت میں جائے گا تو بہشت میں جاؤں گا اور اگر وہ بہشت میں نہ گیا تو میں بہشتی نہیں بنوں گا (یہ سوچ کر) بغیر پاؤں اندر داخل کیے میں واپس آ گیا، اپنی یہ حکایت انہوں نے مؤلف کے پیر کو بیان کی اور اپنے اعتقاد و یقین کو عیاں کیا تو پیر صاحب نے اس کے جواب میں نکتہ ارشاد فرمایا کہ ''تمہارا کیسا یقین و حُسن ظن ہے کہ واصلانِ خدا کے متعلق خصوصاً اپنے پیر و مرشد و رہنما کے حق میں یہ شک رکھتے ہو کہ شاید وہ اہل جنت سے نہ ہوں جب حصول جنت میں شک رکھتے ہو تو اس میں پہنچنے کا یقین کیسے آئے گا''

مثنوی محمدی

؎ عاشقاں از یکدگر بالا تر اند
پروران بر قوتِ پر ہر پرند

اہل عشق و محبت ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں، ہر پرندہ اپنے ہی پروں کی طاقت کے بل بوتے پر پرواز کرتا ہے۔

؎ شکر شہپرہائے کند شکرہ آدا
حملہ ہائے بازشہ باشد جدا

شِکرہ اپنے بڑے پروں پر شُکر ادا کرتا ہے جبکہ شہباز کا حملہ انوکھا ہوتا ہے۔

نے زمن از مولوی رمزے بخواں
طاعتِ عامہ گناہِ خاصگاں

زمانہ مولوی سے رمز نہیں سیکھتا، عام لوگ خاص لوگوں کے گناہ کی پیروی بھی کرتے ہیں

گرچہ آں ہم خاص بودہ اے خوش فہیم
خضر را ہم بد سخنہا با کلیم

اے خوش فکرا اگر چہ وہ بھی خاص ہی ہیں خضر کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی کلام ہوا تھا

رابعہ را باحسن ہم گفتگو ست
گرچہ جان جانبین اسرار جو ست

رابعہ بصری کی حسن بصری سے گفتگو ہے اگر چہ ان دونوں کی روح اسرار کی متلاشی ہے

میاں مہر بخش صاحب علیہ الرحمہ

☆ حضرت میاں مہر بخش صاحب بھی آپ کے مرید ہیں انہیں آپ کی خدمت کے بغیر چین نہ آتا آپ کی گاؤں، بھینسوں کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے اور ان کی کماحقّہٗ خدمت سرانجام دیتے۔ اور اسی خدمت کے باعث بہرہ وافر پایا آنحضرت میاں فیض بخش صاحب کے انتقال کے بعد ان کے داماد و مرید حضرت سید نور شاہ علوی صاحب کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے کھدیارہ شریف سے ہجرت کر کے پوٹھوہار کے علاقے موضع بہر میں سکونت پذیر ہو کر یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ بے شمار لوگ ان کے مُرید بن کر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ آپ ایسے صاحب یُمن و برکت مرد تھے کہ جہاں جاتے یا رہتے واقف و

ناواقف سبھی لوگ بڑی ارادت کے ساتھ آپ کی خدمت کرتے آپ کا معمول تھا کہ چند ماہ بعد عُرس کے اسباب سمیت کھیارہ شریف لے جاتے اوراپنے پیر کا عرس مناتے۔

☆ ایک دفعہ اس دریا پر پہنچے جوراستے میں تھا ملاح نے کشتی (لے جانے کے لیے) رسی کھول دی آپ ابھی کسی قدر فاصلے پر تھے اُسے آواز دی کہ اے ملّاح! کشتی مت چلا ہمیں بھی سوار ہو لینے دے ملّاح نے سرکشی کرتے ہوئے پروانہ کی اوراپنی عادت کے مطابق کشتی چلادی جبکہ آپ باہر رہ گئے ہر چند اسے درخواست کی لیکن وہ باز نہ آیا آخر کار جوش سے فرمایا کہ ''اے ملّاح کشتی واپس لاؤ '' (نیز یہ کہہ کر) آپ پیر بگا شیر کا نام بھی زبان پر لائے اور کہا ''یا بگا شیر کشتی پھیر '' اس وقت کشتی کسی قدر دریا کا راستہ طے کر چکی تھی آپ کے یہ فرماتے ہی کشتی تیز بہتے پانی کے ساتھ کھڑی ہو گئی بلکہ اس نے اپنا رُخ ان کی طرف پھیر دیا ملاح نے ہر چند اسے روکنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا اور کشتی بے اختیار اس فقیر کی خدمت میں واپس آ کر کھڑی ہو گئی۔ (یہ کرامت دیکھ کر) ملاح نے توبہ و استغفار اور منت و زاری کرتے ہوئے سر جھکا دیا اور معذرت کرتے ہوئے انہیں کشتی پر سوار کیا آپ نے فرمایا کہ اہل حق کے سامنے خود کو خادم خیال کر مخدوم نہیں تا کہ تو محرم بنے محروم نہیں۔

بیت

ناخدا در کشتیِ ما گر نباشد گو مباش
ماخدا داریم مارا ناخدا درکار نیست

ہماری کشتی میں اگر ملاّح نہیں ہے تو کوئی بات نہیں ہم خدا
رکھتے ہیں ہمیں ناخدا کی کوئی ضرورت نہیں۔

☆ ان کی رحلت تقریباً بارہ سونوے (۱۲۹۰ھ) میں ہوئی اور قبر مبارک موضع بہر کے قریب ہے۔

رجوع بذکر
صاحب کھنیاری علیہ الرحمہ

(اب ہم پھر حضرت میاں فیض بخش صاحب کھدیاری کے ذکر کی طرف لوٹتے ہیں) ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب یعنی قائم اللیل و صائم الدہر قطب وقت حضرت میاں سلطان ملک صاحب نوشہروی سے آپ کو ملاقات کا اتفاق ہوا انہوں نے تھوڑا سا غلّہ بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا آپ نے اپنی گرہ سے نقد قیمت ان کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر زیادہ کی توفیق ہو تو رفیق کا ہدیہ تھوڑی چیز نہیں ہوتا یہ محبت کے خلاف ہے لیکن اگر چیز تھوڑی ہو (اور زیادہ کی

توفیق نہ ہو) تو پھر محبت بھی رفیق ہوتی ہے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے ایک کامل و مکمل بزرگ مردِ حق نے اس دنیا سے خاموشی کے ساتھ رختِ سفر باندھا (اور انتقال فرما گئے) جب ان کا ذکرِ خیر ہوا فرمایا یہ مردِ کامل خاموشی کے ساتھ رحلت فرما گئے اور کوئی کلام نہ فرمایا۔ اسی دوران میاں صاحب امام مسجد جن کا نام بھی فیض بخش تھا آئے اور کہا کہ ایسا مت کہیں آپ پر بھی وہ وقت آچکا ہے کیا خبر کہ کیسے گزرے (اور آپ کس انداز سے انتقال فرمائیں) آپ نے یہ بات سن کر جوش سے فرمایا کہ "سُن اور میری بات کو ہوش کی پٹاری میں رکھ لے ان شاء اللہ تعالیٰ نزع کے عالم میں ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کریں گے اور خاموش نہیں رہیں گے" چنانچہ جب وہ وقتِ رحلت آیا تو آپ نے کلمہ شہادت کے لیے زبان کھولی اور فرمایا کہ میاں فیض بخش امام مسجد کو بلا لاؤ ہم نے اس سے عہد کیا تھا جب وہ امام مسجد آپ کے حضور پہنچا تو فرمایا کہ میرے نزدیک آؤ اور مجھ سے کلمے سُنو میں نے تمہیں کہا تھا کہ بوقتِ نزع ہم کلمہ طیّب پڑھیں گے۔ اب تم مجھ سے سنو اور اگر درمیان میں کوئی غلطی آئے تو درست کرواؤ۔ پھر آپ نے کلمہ شہادت شروع کیا اور چھ کلمے مع صفت ایمان صحت و درستی کے ساتھ پڑھ دیے اور وہ معلّم صاحب ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے آنحضرت علیہ الرحمہ پوچھتے رہے کہ یہ صحیح ہیں اس نے کہا بالکل صحیح ہیں جواب دیا کہ کیونکر صحیح نہ ہوتے پھر

آپ نے اپنی جان حق کے سپرد کردی۔

☆ آپ نے کنویں کے قریب پلاہ کے درخت کے نیچے ایک جگہ پسند کی ہوئی تھی اور کبھی کبھی وہاں بیٹھا کرتے اور نماز ادا فرماتے اس جگہ آپ کی قبر مبارک بنائی گئی کچھ عرصہ بعد آپ کے داماد سید نور شاہ صاحب نے میاں مہر بخش صاحب کے خوف کی وجہ سے اس جگہ سے صندوق مبارک باہر نکال کر اپنے گھر اور مسجد کے قریب دفن کر دیا اور پختہ گنبد بھی تعمیر کروایا جو ابھی تک قائم ہے اور پہلی جگہ پر بھی پختہ دیوار اور مزار پر تمکین موجود ہے اور یُمن و برکت و رونق رہتی ہے۔

تذکرہ حضرت
پیر بدوح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
المعروف بابا بُڈھو شاہ صاحب

نفسِ کشتۂ مجاہدہ، دلِ زندۂ مشاہدہ، سالکِ حضرتِ ملکوت، شاہدِ عزتِ جبروت، مظہرِ اسرار وانوار، مصدرِ جود بے شمار، ہمدم نسیم وصال، محرمِ حریمِ جلال، مقتدائے صدر طریقت، راہنمائے حقیقت، عارفِ اسرارِ روح، مست جامِ صبوح، غوثِ وقت عبد بدوح علیہ الرحمۃ والرضوان کا مولد موضع کلروڑی بلدہ چاکھ تحصیل میر پور ہے۔ یہ موضع مبارک چوہدریان بینس کی ملکیت و وراثت میں ہے تا حال اس موضع پر وہی قابض ہیں کسی دوسرے کو اس پر وراثت کا دعویٰ نہیں ہے۔

آپ کے والدین اسی گاؤں میں رہائش رکھتے تھے اور کپڑا بُننے کا کاروبار کرتے تھے اور حضرت پیر حاجی بگا شیر صاحب ولی سے محبت رکھتے تھے۔ جب بُنے ہوئے کپڑے فروخت کرنے، دھونے یا سلانے کے لیے چونکہ شہر میں لے جاتے تو بچپن میں یہ بھی گاہے بگاہے والد بزرگوار کے ہمراہ ہوتے اور کوچہ و بازار میں گھومتے پھرتے ہوئے حاجی بگا شیر ولی صاحب کی خدمت میں بھی چلے جاتے اور ان کی پر اثر باتیں انہیں کے منہ سے سُنتے۔ حتیٰ کہ پیر صاحب کی محبت میں کاروبار دنیا ترک کر دیا اور ہر قسم کے تعلّقات دنیا سے کنارہ کش ہو کر حضرت شیخ فرید علیہ الرحمہ کی مانند محبتِ باری تعالیٰ میں محو ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اکثر اوقات پیر عالی درجات کی خدمت میں رہتے اور گاہے بگاہے والدین کی خدمت میں چلے جاتے حتیٰ کہ پیر صاحب کی محبت دل میں ایسی جاگزیں ہو گئی کہ قلم اس کی تحریر سے سر قلم اور زبان (اس کے بیان سے) قاصر ہے۔ شب و روز پیر صاحب کی خدمت میں سرگرداں رہتے اور صبح و شام مساجد میں پانی بھرنے اور جھاڑو پھیرنے میں مصروف رہتے اور اسی خدمت میں مصروف عمل رہتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی محوِ استراحت نہ ہوتے چراغ جلاتے، پانی ڈالتے اور اس کے علاوہ پیر صاحب کی طرف سے تفویض کردہ خدماتِ مسجد میں مصروف رہتے

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے احوال میں ایسے شب بیدار تھے کہ نمک پیس کر اپنے پاس رکھتے اور جونہی نیند غلبہ کرتی تو (وہ نمک) آنکھوں میں ڈال

لیتے یہاں تک کہ نیند دور ہو جاتی۔

☆ جب آپ پر حالتِ (سُکر) غالب ہوتی تو ایسی خلط ملط باتیں کرتے جو عوام کی سمجھ میں نہ آتیں اسی وجہ سے ان کے والدین انہیں بدّھو جھلاّ ''جس کا مطلب مجنوں ہے'' کہتے۔

قطعہ

ورنہ باشد از محال اے نکتہ داں — کہ جنوں یا بدر ھے با عقل کل

سایۂ پرّ حقیر پشۂ دیدہ در گردن خورشید غل

اے نکتہ داں! یہ تو محال و ناممکن میں سے ہے کہ یہ جنون ہے یا عقل کل سے بھرا ہوا خزانہ ہے مچھر کے حقیر پر کا سایہ بھی (اگر آنکھ پر لگ جائے تو) دیکھنے میں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آفتاب کی گردن میں طوق ہو۔

☆ منقول ہے کہ ایک روز آپ نے مسجد میں کافی زیادہ پانی جمع کیا کچھ دیر بعد نعرہ مارا اور کہا کہ یہ نبی آخر الزماں ﷺ کی سواری آ رہی ہے اور بے شمار گھوڑے بھی ہیں۔ پھر آپ پانی سے بھرے ہوئے مٹکے جلدی جلدی مسجد سے باہر لا کر زمین پر انڈیلنے لگے اور ساتھ ہی کہتے جاتے اے پیغمبر علیہ السلام کی سواری کے گھوڑو پیو ''لوگ اس معاملے اور ان کی باتوں پر متعجب ہوئے اور وہ اس راز کو سمجھ نہ سکے اور جنون سے تعبیر کرتے رہے۔

☆ منقول ہے کہ ایک دفعہ اپنے والدین کے ساتھ (کپڑوں کی) بُنائی کی

دکان (بُنائی کے اڈے) پر بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے (کپڑا) بُنا شروع کیا تو کسی قدر بُننے کے بعد اُسے لپیٹ لیتے پھر تھوڑا سا بُنتے اور اس حصے کو لپیٹ لیتے اور آگے بُنا شروع کر دیتے (غرض ہر حصے کو مکمل طور پر نہ بُنتے بلکہ کچھ حصہ چھوڑ دیتے کچھ بُن دیتے) جب ایک حصہ اسی انداز سے بُنا گیا تو کپڑے کے مالکوں نے (جو یہ بُنائی اپنے لیے کروا رہے تھے) دیکھ کر غصہ و ناراضگی کا مظاہرہ کیا اور انہوں نے (لپیٹے ہوئے نامکمل) کپڑے کو ایک طرف سے کھول کر دراز کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام ٹکڑا بڑی خوبی سے بُنا ہوا ہے۔ اس کرامت سے سبھی لوگ آپ سے حُسن ظن رکھنے لگے اور آپ کے معتقد ہو گئے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ اپنی ہمشیرہ کے گھر میں (اس سے متصل) دکان پر تشریف فرما تھے، اتفاقاً اس عفت پناہ نے کسی کام کے لیے جانے کا ارادہ کیا ان کے گھر میں بچوں والی مرغی تھی انہوں نے وہ آپ کے حوالے کی اور گھر سے باہر چلی گئیں۔ اسی دوران اچانک ایک چیل کہیں سے اُڑتی ہوئی آئی اور مرغی کے بچوں میں سے ایک چُوزے کو جھپٹ کر پنجوں میں پکڑ لیا اور پرواز کر گئی جب آپ نے دیکھا کہ امانت میں خیانت واقع ہو رہی ہے، تو آپ نے وہ لکڑی جس پر ہاتھ رکھے کپڑا لپیٹ رہے تھے اسے سوراخ سے باہر کھینچا اور ہوا میں اُچھال دیا وہ لکڑی سیدھی چیل کی گردن سے جا چمٹی اور اسے اپنے زور سے نیچے لا کر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ اور وہ چوزہ جو پنجۂ اجل میں گرفتار تھا اس نے

رہائی حاصل کی۔ جب وہ عفیفہ محترمہ واپس گھر میں تشریف لائیں تو دیکھا کہ گھر کے صحن میں ایک چیل نحیف ونزار ہو کر پڑی ہے اور پشت زمین پر رکھے فریاد اور آہ وفغاں کر رہی ہے انہیں چیل پر رحم آیا اور پُوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ اس نے تمہاری امانت میں خیانت کی تھی جس کی سزا میں گرفتار ہے اگر تمہیں اس کی حالت پر رحم آئے تو معاف کر دینا، چنانچہ انہوں نے معاف فرمایا تو وہ فوراً اُڑ گئی۔

☆ راویوں کا بیان ہے کہ جب آپ اپنے پیر صاحب کی خدمت میں ہوتے تو ایک لمحہ آرام نہ کرتے بلکہ ہر وقت خدمت میں مصروف رہتے۔

ایک رات پیر صاحب نمازِ عشاء کی ادائیگی کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ مسجد میں گھاس کا فرش پرانا ہو چکا ہے فرمایا دوستو! یہ فرش تو بہت پرانا ہو چکا ہے نیا بچھانا چاہیے۔

سب لوگ خاموش رہے۔ جب تمام افراد بسترِ استراحت میں اونگھنے لگے آپ نے کپڑا کاٹنے والا چاقو جو گھر میں رکھا تھا اٹھایا اور دریا پر چلے گئے اسے عبور کر کے کاہی کی دو گٹھڑیاں کاٹیں اور ایک ایک کر کے راتوں رات لبالب دریا کو عبور کر کے مسجد میں لا رکھیں۔ ان میں سے ایک گٹھڑی تو مسجد میں بچھا دی جبکہ دوسری مسجد کی دیوار پر رکھ دی اور کسی شخص کو بھی اس کام سے مطلع نہ کیا جب پیر صاحب نمازِ فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کو تازہ گھاس کے فرش

سے آراستہ دیکھا تو رحمت وفیاضی کے ساتھ آواز دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کام یقیناً بُدھو جھلاؔ کا ہے کسی اور کا نہیں۔

☆ آپ معنی وحقیقت کے مُلک میں سیر فرماتے اور معرفت الٰہی کے نُور سے اپنے سینہ کو روشن کرتے اور اہل کمال میں سے شمار ہوتے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز آپ نمازِ عصر باجماعت ادا کر کے فارغ ہوئے درویشانہ رقت پیدا ہوئی اور آپ ہوا میں اُڑتے ہوئے بلند پہاڑ کی چوٹی پر جا پہنچے جس کا نام کھنڈی ہے وہاں سے مزید اونچے پہاڑ کو دیکھا تو اڑتے ہوئے پیر پنجال تک جا پہنچے وہاں سے کشمیر جنت نظیر پہ نظر پڑی تو جامع مسجد کشمیر کی زیارت کے لیے شہر میں داخل ہوئے اور عجیب وغریب تماشے دیکھتے رہے۔ سیر کے بعد جامع مسجد میں داخل ہوئے اس کی زیارت کر کے باہر آئے تو اچانک مؤذن نے مغرب کی اذان دینا شروع کر دی آپ کھڑے ہو گئے اور پورے خشوع وخضوع سے تمام اذان سُنی اس طرح دیر ہو گئی اور پیر صاحب کی مسجد میں چراغ جلانے کا وقت ہو گیا لوگوں نے شیخ قدس سرّہ کی خدمت میں عرض کیا کہ چراغ جلانے کا وقت ہو گیا ہے۔ جبکہ میاں بدھو موجود نہیں آپ کسی کو اجازت عنایت فرمائیں کہ وہ چراغ جلا دے۔ پیر صاحب نے جواب میں فرمایا کہ بدّھو تم سے غائب لیکن ہماری نگاہ میں ہے وہ اس وقت جامع مسجد کشمیر کے قریب اذان سُن رہا ہے اس سے فارغ ہو کر وہ اس جگہ پہنچنے والا ہے اور ابھی چراغ روشن

کرتا ہے۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ حاضر ہو گئے اور چراغ جلا کر دوگنا روشنی کر دی۔ اس طرح بعض یارانِ طریقت مطلع ہوئے کہ پیر صاحب نے ان کو خاص طور پر علم باطن سکھایا ہے اور ان سے کدورت وظلمت کو مکمل طور پر ختم کر دیا ہے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات آپ میر پور شہر میں گشت کر رہے تھے کہ اچانک ایک کُوچے میں ایک مرد کو نامحرم عورت سے بغل گیر دیکھا مرد تو آپ کو دیکھ کر بھاگ گیا جب کہ وہ عورت شرمساری وندامت کے باعث دیوار کی طرف منہ کر کے کمال عجز وانکسار کے ساتھ کھڑی ہو گئی آپ نے جب اسے سخت نادم و شرمندہ دیکھا تو آپ کے دل میں رحم آ گیا اور اپنا دستِ شفقت اس کے سر پہ رکھ کر فرمایا کہ ''بندہ کو چاہئے کہ جس حال میں بھی ہو یار کو فراموش نہ کرے صرف یہ کہتے ہی آپ کے کلام کی تاثیر سے اس کا قلب جاری ہو گیا اور حالت یہ ہو گئی کہ اگر وہ سوئی ہوتی تو بھی کلمہ طیب کی آواز اس کے سینہ سے سنائی دیتی تا حیات وہ اسی حالت میں رہی۔

اے طالب قیاس کر اور پہچان کہ آپ کیسے مرتبہء عظمیٰ پہ فائز تھے۔

☆ ایک روز آپ میر پور کے بازار میں نلوئی محلّہ کی طرف جا رہے تھے مخلوقِ خدا کا انبوہ کثیر بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ ایک عالی نسب صاحبزادہ ''جو قبلۂ صالحان قدوۂ عالماں، قطب وقت سیّد پیر پھاون شاہ صاحب کہ جن کا تخلص محبّ ہے کے ورثاء میں سے تھا'' نے جب ہمارے

حضرت پیر صاحب کو دیکھا تو اس کے دل میں رشک پیدا ہوا کہ ہم سیّد ہیں جبکہ یہ شخص جولاہا ہے امیر بھی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود مخلوق اس کے پیچھے دوڑتی ہے جبکہ ہم سے لوگ دور رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں یہ سیّدزادہ پیر پھاون شاہ صاحب کے تخت سجادگی پر بھی قدم رکھ چکا تھا اور اپنے بزرگوار چچا کی بجائے خود اس مسند سجادگی پر بیٹھا ہوا تھا اور بڑے فخر کے ساتھ دستار مبارک سر پر رکھے ہوئے تھا۔ آپ ازراہِ کشف اس کے باطنی راز وخیال سے آگاہ ہوئے تو واپس ہوکر ان کی خدمت میں پہنچے اور سلام کی سُنّت ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ یا سیّدی راجگان، اُمراءزادگان اور بادشاہانِ وقت جب اپنی شادی کرتے ہیں تو اپنی ہم قوم شان وشوکت والی دُلہن لاتے ہیں اور اس دُلہن کی خدمت کے لیے کنیزیں بھی ہوتی ہیں اگر شوہر چاہے تو کسی کنیز سے بھی محبت کا مظاہرہ کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو دُلہن سے۔ اور ان دونوں باتوں سے کوئی تعجب نہیں ہے۔ یہ کیسا رشک کا مقام ہے بلکہ اشک بار ہونے کا محل ہے، ہوش کے کانوں سے سُنو کہ تم حضرت پیر پھاون شاہ صاحب قدس سرّہ کا مرتبہ حاصل کئے بغیر صرف تخت ودستار سے پیر بزرگوار پیر پھاون شاہ نہیں بن سکتے '' نیز فرمایا کہ ''بزرگوں کا ذکر کرنے سے بزرگ نہیں ہوا جاسکتا جب تک کہ بزرگوں جیسا کام نہ کریں، ضرب المثل ہے کہ شکر مصری کا ذکر جس قدر بھی کرلیں (صرف تذکرہ کرنے سے) منہ میٹھا نہیں ہوتا۔

بیت

دلا تا بزرگی نیاری بدست

بجائے بزرگاں نبایئد نشست

اے دل! جب تک بزرگی حاصل نہ ہو بزرگوں کی جگہ پر

نہیں بیٹھنا چاہئے

☆ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ پیر کامل کے مرید ہوئے (فیضِ معرفت کے) لبالب جام نوش کر کے غلبۂ مستی کی بنا پر گھریلو امور و معاملات سے کنارہ کش ہو گئے۔آپ کی نیک نہاد والدہ بزرگوار نے بطور شکایت آپ کے مرشد و اُستاد پیر صاحب کی خدمت میں فریاد و استغاثہ پیش کیا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا کہ اگر میرے فرزند کو ایسے ہی رکھنا چاہتے ہیں تو پھر مجھ کو محنت و مشقت سے نجات دلائیں کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے قبل آپ کو غوث الاغواث، قطب الاقطاب، مالک رقاب، پیر پیراں، دستگیر درماندگاں حضرت محبوب سبحانی شیر یزدانی قدس اللہ تعالیٰ سرّہ العزیز کی جناب سے چٹھی عنایت ہوئی تھی مادر بزرگوار کے استغاثہ فریاد کی وجہ سے وہ چٹھی واپس لے لی گئی جس کی وجہ سے آپ اپنے مرتبہ و منزلت سے کسی قدر تنزل فرما ہوئے اسی سبب سے آپ نے غمگین ہو کر فرمایا کہ جب تک یہ ماں اور مرشد صاحب اس دنیا میں ہیں یہ بندہ اس ملک

میں رہائش اختیار نہیں کرے گا۔ (چنانچہ) آپ اسی وقت پیر صاحب کے ڈر سے اور حاصل کردہ فیض کی حفاظت ونگہداشت کے لیے اس علاقے سے کوچ کر گئے اور کسی کو کوئی اطلاع نہ تھی کہ آپ کہاں تشریف لے گئے۔

☆ منقول ہے کہ جب آپ کی کرامات کی شہرت شہر اور اطراف میں پہنچی اور مخلوق سلام وزیارت کی غرض سے آپ کے پاس آنے جانے لگی۔ ایک شریف ومعزز آدمی کے دل میں رشک پیدا ہوا کہ ہم سیّد ہیں لیکن مخلوق ہماری طرف بالکل رجوع نہیں کرتی جبکہ یہ جولاہا کیسا ہے جو ہم سے ترقی وسبقت لے گیا ہے، خواہش نفسانی کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوتے ہی اس نے ہاتھ میں چاقو پکڑا اور اس دوستِ ربّانی کو قتل کرنے کی نیّت سے چل پڑا اور ان کی دُکان پر پہنچ کر انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ اس کی دست درازی سے پہلے ہی زمین پر لیٹ گئے اور فرمایا بے دریغ اپنا کام کرو میری طرف سے اس عمل میں کوئی حرکت مانع نہ ہوگی۔ البتہ اگر چاقو نے کام نہ کیا اور میرا حلق نہ کاٹا تو یہ میرا گناہ نہیں بلکہ چاقو کا قصور ہو گا اگر میری طرف سے کوئی حرکت ہو تو یقیناً میں قصور وار ہوں گا۔ اس آدمی نے جب آپ کے لطیف ونازک حلق پر تلوار کی طرح بے دریغ چاقو پھیرا تو کافی زور لگانے کے باوجود چاقو نے بالکل کام نہ کیا نہ تو زخم ہوا نہ ہی معمولی سا بھی خُون نکلا۔ تو وہ شرمسار ہو کر واپس چلا گیا اور کسی ہلاکت خیز مرض میں گرفتار ہو گیا ہر چند علاج کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا بلکہ تکلیف بڑھتی چلی گئی آپ جب اس کی شرمساری

اور بیماری سے مطلع ہوئے تو زنجبیل (سونٹھ) کوٹ کر صاف کیا اور اس میں گھی، شکر ملا کر ساتھ لی اور اس کی تیمارداری کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اسے نوشِ جان کرو۔ کسی نے تعجب سے کہا کہ اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جب کہ آپ اسے مخلص دوست گمان کرتے ہوئے اس کا حال دریافت کرنے آئے ہیں، فرمایا کہ یہ اس سیّد زادے صاحبِ کرم اور شریف کا گناہ نہ تھا بلکہ اس گرم پانی کا گناہ تھا جو اس نے نوش کیا ہوا تھا "اس (آب گرم) سے مراد شراب کا پانی تھا" نیز آپ نے اس شریف زادے کو بھی اسی مضمون کی باتیں کیں اور ندامت کا داغ اس کے اندر سے کھرچ ڈالا مذکورہ ادویہ کھِلائیں اور اسے کافی حد تک افاقہ و شفا ہوئی تو واپس آ گئے۔ یوں آپ نے حلم و بردباری کا عَلَم آسمان تک پہنچادیا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ سوہدرہ شہر میں آپ ایک مسجد کے مجاور رہے اور مسجدوں کی خدمت کرتے رہے جب کوئی آپ کا نام پوچھتا تو اپنا نام "میاں قسیم" بیان کرتے۔

کہتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مجذوب الحال صاحبِ عزّت وکمال واصل باللہ مردِ کمال تھے جن کا نام حضرت مستان شاہ تھا۔ وہ درویش ہرگز کسی سے کلام نہ کرتے اور نہ ہی عوام الناس کی گفتگو پر کوئی توجہ دیتے حرص و ہوس ترک کر کے تمبا کو یا چرس پیتے۔ آپ بھی ہر روز ان کی خدمت میں چلے جاتے اور چرس جلا کر

گرما گرم ہاتھ سے ملتے اور نرم کر کے اس صاحبِ کرم کی خدمت میں پیش کر دیتے اور اس حد تک گرما گرم ملتے کہ اس کی وجہ سے دستِ مبارک کی جلد اور گوشت جل چکے تھے۔ (یہ خدمت کرتے رہے حتیٰ کہ) بارہ سال کے بعد اس صاحبِ مرتبہ کمال نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے خدمت گزار مرد جو چاہتا ہے مانگ ابھی تجھے مقصود تک پہنچا کر خوش کر دوں گا۔ یہ سن کر آپ نے وہ چرس (جو مل رہے تھے) ہاتھ سے پھینک دی اور بآواز بلند فرمایا ''میں تمہاری خدمت کسی مطلب و مراد کے لیے نہیں کرتا بلکہ تجھے اپنے دوست ﷺ کا دوست سمجھ کر تمہاری خدمت کرتا ہوں ورنہ مجھے تم سے مانگنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ تم نے چونکہ مجھے اپنا مخلص دوست تصور نہیں کیا بلکہ اہل غرض میں سے گمان کیا ہے اسی لیے اب یہ خدمت چھوڑ رہا ہوں کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے ہرگز ان کی چرس کو نہیں ملا اس کلام سے حضرت پیر صاحب کے مرتبہ عُلیا کا اندازہ ہوتا ہے۔

مثنوی محمدی

بلبل مستم ۔ دریں خوش بوستاں
دوستدارم ۔ دوستان دوستاں

میں اس خوبصورت باغ کا مست بلبل ہوں میں دوستوں کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں۔

دوست خود را چونکہ خوش بگزیدہ ام
دوستانش را بہ از خود دیدہ ام

چونکہ اپنے دوست کو میں خوبصورت خیال کرتا ہوں اس لیے اس کے دوستوں کو خود سے بہتر تصور کرتا ہوں۔

دوست چوں شد صدرہ از جانم عزیز
دوستانِ او عزیزانند نیز

جب میری جان عزیز سے بھی دوست مجھے زیادہ پیارا ہے تو میں اس کے دوستوں کو بھی عزیز رکھتا ہوں۔

زاں شوم در پیش ہر یک چوں غلام
کہ شود خوشنود از من خوشخرام

اس لیے میں (اپنے دوست کے) ہر دوست کے سامنے غلاموں کی طرح ہوں تا کہ وہ خوش خرام مجھ سے خوش ہو جائے۔

ورنہ حاجت چیست با ہر یک مرا
یار من حاجت روا بیشک مرا

ورنہ مجھے ہر ایک سے کیا حاجت ہے بے شک میرا حاجت روا تو میرا دوست ہی ہے

گر بہر موئے بود حاجاتِ ما
پس بود آں دلربا حاجتِ روا

اگر میرا ہر بال بھی حاجات میں مبتلا ہو جائے پھر بھی وہی دلربا ہی میرا حاجت روا ہوگا۔

خدمتش چوں حاجتِ دنیا کش ست
حاجتِ من خدمتِ یار خوش ست

اس کی خدمت دنیا کی حاجت کو ختم کرنے والی ہے میری حاجت (تو یہ ہے کہ میں اپنے) خوبصورت دوست کی خدمت کرتا رہوں۔

یار خوش را خوش کنم از کارِ خویش
کارِ عاشق ہست با اسرار خویش

میں اپنے کام سے اپنے دوست کو خوش کرتا ہوں، عاشق کا کام تو اپنے اسرار و رموز سے ہوتا ہے۔

خدمتِ او خدمتِ یارانش ہم
روزیٔ ما باد یارب دمبدم

اے پروردگار مجھے اس کی اور اس کے دوستوں کی خدمت کا ہمیشہ موقع عطا فرماتا رہے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ باطنی طور پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حفاظت کرتے جہاں بھی جاتے آپ راجہ کے نگہبان و مشکل کشا ہوتے کہتے ہیں کہ راجہ نے کئی دفعہ علاقہ بار کو فتح کرنے کے لیے لشکر کشی کی لیکن وہاں کے محافظ و نگہباں ایک

حافظ (مردِ باخُدا) تھے وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو جمع کر کے ان میں شیرینی تقسیم کرتے اور انہیں خوش کر کے فرماتے کہ کہو" رنجیت سنگھ اس علاقے میں نہیں آسکتا" بچے بطریق دُعا یہی بات کہتے کہ رنجیت سنگھ دور اور دفع ہو جا، چنانچہ اسی سبب سے اس کو کامیابی نہ ملتی اور اس کی کوشش لا حاصل رہتی، بالآخر آپ نے حافظ صاحب مذکور کو فرمایا خبردار اور آگاہ ہو جاؤ کہ راجہ رنجیت سنگھ اس بار آکر فتح یاب ہوگا اور تمہارا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوگا چنانچہ کچھ عرصہ بعد راجہ رنجیت سنگھ پہنچا اور حافظ صاحب نے آپ سے جو سُنا تھا ویسے ہی دیکھا۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک مدت تک پشاور میں رہے اور بڑی مشقت و تکلیف میں عمر بسر کی۔ تمام دن محنت و مشقت کرتے ایک خاص قسم کی جڑی بوٹی جسے ہندی میں مہوکڑی کہتے ہیں جس کی شاخیں زمین پر بچھی ہوتی ہیں اور اس کی شاخوں اور پتوں پر بے شمار تیز کانٹے ہوتے ہیں اور سخت خاردار ہونے کی وجہ سے اس کا چُننا بہت دشوار ہوتا ہے، اس کے پتّوں کو بھی مہوکڑی کہتے ہیں یہ نبات چھوٹی اور بڑی دونوں طرح ہوتی ہے بڑی کو چُننا آسان ہوتا ہے لیکن وہ بالکل کارآمد نہیں البتہ چھوٹی کی تاثیر بہت زیادہ ہے یہ مہوکڑی اس علاقے کے جنگلات میں وافر پائی جاتی ہے آپ بڑی محنت و مشقت سے اسے جمع کرتے اور بازار لاکر فروخت کر دیتے اور اس کی قیمت کے ایک حصہ سے اپنی گزر اوقات کرتے اور بقیہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیتے اور ہر حال میں مساجد کی

خدمت سرانجام دیتے، پانی بھرتے، صفیں بچھاتے، چراغ جلاتے، روزانہ کی آمدن اور وظیفہ، راہِ خدا میں تقسیم کردیتے، بھوک اور ناکافی لباس کا کوئی شکوہ نہ کرتے۔

☆ کہتے ہیں کہ اس شہر (پشاور) میں ایک بافندہ تھا جو بلند ہمت اور صاحبِ دولت تھا جب اس نے آپ کو دیکھا اور آپ کی ہنرمندی کے متعلق پوچھا تو کام کا آدمی سمجھ کر اس کے دل میں مہربانی پیدا ہوئی وہ آپ کو گھر لے گیا اور کاریگری والی دکان ان کے سپرد کردی پہلے دکان جس صورت میں تھی اس حساب سے بُنائی کرنے والے کی پُشت اس جانب ہوتی تھی (جدھر آپ کے پیر و مرشد رہتے تھے) چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اس سمت میں اپنی پیٹھ کرکے نہیں بیٹھ سکتا۔ اس نے کہا یہ قبلہ کی سمت ہے جبکہ پیٹھ مشرقی جانب ہے تو اس صورت حال میں کیا خرابی ہے جو بیٹھنے اور بُننے میں مانع ہے اور تجھے پریشان کررہی ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد کا مکان اس سمت ہے لہذا میں اس طرف پیٹھ کرکے نہیں بیٹھ سکتا زہے ہمت کہ بے حساب مستی کے باوجود آداب کی نگہداشت و محافظت فرماتے (گویا) آپ زبان حال میں کہتے ہوں گے

مثنوی

قبلۂ من کوئے جاناں ست بس
پشت سوئے قبلۂ نقصاں ست بس

یعنی میرا قبلہ تو میرے محبوب کا کوچہ ہے اور (اس) قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا صرف نقصان کی بات ہے۔

گے بدین عاشقاں جائز بود
پشت سوئے کوئے جاناں اے سند

اے معتبر دوست عشاق کے مذہب میں کوچہ محبوب کی طرف پیٹھ کرنا کب جائز ہے؟

بالضرورت گر بگردد گاہ بگاہ
آں چناں نبود کہ در دُکّان گاہ

اگر ضرورت کے تحت گاہے بگاہے (رُخ) پھیرلیں (اور پیٹھ کر بیٹھیں تو) وہ دکان والی جگہ کی مانند نہیں ہے (جہاں مسلسل ایک کیفیت میں بیٹھنا پڑتا ہے)

☆ پس دکان مبارک کا رُخ پھیر کر دوسری طرف کر دیا گیا۔

☆ بُنائی کی دکان گھر کی رہائشی، سمت سے باہر کی طرف تھی کیونکہ اہل خانہ مستورات تھیں، آپ تمام دن کام کرتے جو روٹی پاتے کسی بھوکے کو دے دیتے یا کسی بھوکے کتے کے آگے رکھ دیتے اور تمام رات پانی بھرتے اور مساجد و مقابر میں جھاڑو دیتے اور پھر صبح کو دکان کھول لیتے اور روز و شب ایک لمحے کے لیے بھی آرام کی نیند نہ سوتے۔ سر بازار تنی ہوئی رسیاں کھینچے رکھتے جسے ہندی میں تانی کہتے ہیں۔

ایک دن تانی کو آنلے کے ساتھ جسے ہندی میں گچن کہتے ہیں صاف کر رہے تھے کہ اچانک ایک خونی ہاتھی جسے انسانی خون کرنے کی عادت تھی،

شاہی زنجیر توڑ کر بے قابو ہو کر خون ریزی اور قیامت برپا کرتے ہوئے بازار میں آ گیا، لوگ اس کے ڈر سے چھتوں اور دیواروں پر چڑھ گئے اور تمام شہر میں شور و غوغا برپا ہو گیا، سب لوگ بلند و بالا جگہوں پر چڑھ گئے یا گھروں میں بند ہو گئے، جبکہ آپ اپنے کام میں مصروف رہے، ہر چند کہ لوگوں نے آپ کو اس خونی ہاتھی سے ڈرایا اور آوازے دے کر آپ کو محفوظ جگہ جانے کو کہتے رہے، لیکن آپ نے ہرگز توجہ نہ دی نہ ہی سر مبارک اٹھا کر کسی کی طرف دیکھا، آپ اس خون ریز ہاتھی سے نہ تو گھبرائے نہ ہی اپنے کام سے رخ پھیرا، مخلوق کا انبوہ کثیر چھتوں سے دیکھ کر سرد آہیں بھر رہا تھا اور شور و غوغا کر رہا تھا اور آپ کی حالت پہ افسوس اور اس عظیم المرتبت کی ہلاکت پہ تاسف کا اظہار کر رہا تھا کہ شاید یہ غریب بافندہ ہلاک ہو جائے گا، مختصر یہ کہ وہ خونی ہاتھی جب رب جلیل کے اس دوست کے قریب پہنچا تو سر جھکا کر اس پیر، غوث دارین کے قدموں پہ رکھ دیا، زمین خدمت کو بوسہ دیا اور چلا گیا سبھی دیکھنے والے حیران رہ گئے (اور آپ کی ہستی و کمال کے گرویدہ بن گئے) جب آپ نے دیکھا کہ مخلوق اس کرامت کے ظہور پر مسخر ہو گئی ہے (اور ہر وقت بھیڑ لگی رہتی ہے جس سے عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے) تو فوراً اس علاقے کو چھوڑ کر شہر سے دور چلے گئے۔

☆ ایک دن سفر میں تھے کہ ایسے جنگل میں جا پہنچے جہاں آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا جب کافی فاصلہ طے کر لیا اچانک ایک گاؤں میں پہنچ گئے، وہاں

آپ نے رات بسر کرنے کا ارادہ کیا، لیکن گاؤں کے باشندوں نے آپ کو مسجد میں رات گزارنے سے منع کر دیا اور ممانعت کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ گاؤں چونکہ خوفناک جنگل میں واقع ہے اسی لیے اس گاؤں میں ہر شب کو ہلاکت خیز بلا آتی ہے اور لوگوں میں سے کسی کو بزور اٹھا کر لے جاتی ہے اور ہڈیوں سمیت کھا جاتی ہے لوگ اس کے خوف سے کسی اونچے مقام جیسے چھت وغیرہ پر چلے جاتے ہیں اور اس کا راستہ بند کر کے بندوقیں اور دیگر ہتھیار تیار رکھتے ہیں جب وہ بلا گاؤں کے قریب پہنچتی ہے تو بندوق، تیر، نیزے وغیرہ چلا کر شور کرتے اور اس پر پتھروں کی بارش کرتے ہیں لیکن اس سب کوشش کے باوجود کوئی نہ کوئی آدمی اس کا لقمہ بن جاتا ہے۔ اس لیے اے مسافر! مبادا وہ بلا تم تک آ پہنچے اور تجھ جیسے درویش مسافر کا خون ہمارے ذمّہ لگ جائے اسی غم کی وجہ سے ہمارے دل غمگین ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تم اس گاؤں سے دور چلے جاؤ تا کہ اس آفت سے بچ سکو۔ چنانچہ انہوں نے فوراً آپ کو گاؤں بدر کر دیا اور دیہات میں رہنے پر پابندی لگا دی۔ (یہ صورتحال دیکھ کر) آپ نے پوچھا کہ وہ بلا کس سمت سے اس گاؤں میں آتی ہے اور کس راستے سے داخل ہوتی ہے لوگوں نے اس سمت و راستے کے متعلق بتا دیا۔ آپ اس سمت اسی راستے پہ روانہ ہو گئے اور سخت جنگل میں جا پہنچے اور سونے والوں کی طرح راستے میں لیٹ گئے جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو وہ سرخیل آفات آپ کے قدمین مبارک کی جانب سے آئی

زمین خدمت کو سونگھا اور قدم مبارک کو بوسہ دیا اور سلام کے لیے پیشانی کو زمین پر رکھ دیا پھر اس گاؤں کی راہ لی اور مذکورہ گاؤں میں جا پہنچی لوگوں نے شوروغوغا کرتے ہوئے آسمان سر پر اٹھا لیا چنانچہ بہت زیادہ شور اور زدوکوب کی وجہ سے اسی طرح بھوکی واپس چلی گئی اور آپ تک پہنچ کر دوسری بار زمین خدمت کو بوسہ دیا اور چلی گئی کیونکہ اس میں یہ طاقت وہمت کہاں تھی کہ وہ دوستان خداتعالیٰ کی گستاخی کر سکے۔

مثنوی

دام ودو شیرو پلنگ اژدھا

با ادب باشند بامردِ خدا

صحرائی چوپائے، شیر، چیتے اور سانپ سب مردِ خدا کے سامنے باادب رہتے ہیں

با عوام الناس گر درندہ اند

لیک با حُبّ محباں زندہ اند

اگرچہ عوام الناس کے لیے درندے ہیں لیکن (اللہ سے) محبت کرنے والوں کی محبت کے ساتھ زندہ ہیں۔

غیر حق را کے بود یارائے آں

کہ زند خارے بپائے دوستاں

حق کے علاوہ (مخلوق میں سے) کس کی ہمت ہے کہ دوستانِ خدا کے

پاؤں میں کانٹا بھی لگائے۔

گر حق حب نگار دلربا
میدہد آسیب باشد ابتلا

اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے سے محبت فرمائے تو اسے رنج والم میں مبتلا کر دیتا ہے۔

وزند ہر یک شے زگستاخی بشاں
با ادب ترساں بلرزاں آنزماں

اور گستاخ سے ہر چیز چھین لے تو با ادب بھی خوف سے اس وقت لرزنے لگتے ہیں

گر نہد گامے بکام اژدہا
کام ناکامش کند خدمت ادا

اگر اژدہے کے حلق (گردن) پہ پاؤں رکھ دے تو وہ بھی ضرورت مند کی خدمت کرنا شروع کر دے۔

قیس مجنوں را ہمہ درندگاں
روز و شب بودند ہمچوں بندگاں

قیس اور مجنوں کے لیے تمام درندے روز و شب غلاموں کی طرح ہوتے

شیر مرکب شاہ بہاء الشیر را
رام درندہ شہِ اجمیر را

شیر، شاہ بہاء الشیر رحمہ اللہ کی سواری بن گیا اور درندہ شہ اجمیر رحمہ اللہ
کے لیے رام و مطیع ہو گیا۔

چند گوئم ایں نہ حد چوں منی ست
مرد حق را دام ودو خدمت کنی ست

یہ چند باتیں بیان کر دی ہیں ورنہ یہ میری حد نہیں (اور بھی بے شمار مثالیں ہیں)
مردِ حق کے سامنے تو ہر درندہ خدمت گزار ہوتا ہے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے ان دنوں افغان قوم کی حکومت تھی وہ ہر روز چند آدمیوں کو معمولی معمولی جرائم پر سخت سزا میں مبتلا کر دیتے یا پھانسی پر لٹکا دیتے۔ اور ان کی غلطی و جرم کے مطابق سزا نہ دیتے بلکہ ہر چھوٹے بڑے جرم پر تختہ دار پر چڑھا دیتے آپ کو مخلوق پر بڑا رحم آیا اور اس نیت سے ایک روز زیرِ دار بیٹھ گئے کہ جب کسی کو پھانسی پر چڑھانے کے لیے لایا جائے گا تو اس کی بجائے خود تختۂ دار پر جا کر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دیں گے اور اس ہلاکت سے آزادی دلائیں گے چنانچہ آپ تین شب و روز تک اس جگہ انتظار کرتے رہے لیکن وہ کسی ایک کو بھی اس تختہ دار کے نزدیک نہ لائے اور کسی کو آزار و تکلیف سے آزردہ نہ کیا یہ آپ کے اقدام مبارک کی

برکت تھی کہ مخلوق نے اس ظلم وتعدی سے محفوظ رہ کر سکون پایا۔

مثنوی

زہے اقدام مردانِ خدا
کہ خونی را دہد از خون رہائی

واہ مردان خدا کا اقدام کیسا خوب ہے کہ خونی قتل ہونے سے بچا لیتے ہیں

کسے گر ہست در کام نہنگے
و یا درز بر راہِ سخت سنگے

اگر کوئی مگر مچھ کے حلق میں ہو اور یا کسی سخت پتھریلے غار میں پھنسا ہوا ہو

کند بروے نگاہے چوں خدا دوست
شود نعمت ہر آں زحمت کہ بر اوست

اس پر خدا کے دوست نظر کرم فرماتے ہیں تو ہر زحمت کو نعمت و رحمت بنا دیتے ہیں

بطوفانِ بلا کشتیِ نوح اند
بجسم جان و جانِ جسم روح اند

طوفان میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لیے کشتیِ نوح کی طرح ہیں جسم کی جان اور جان کے جسم کے لیے روح وتوانائی ہیں۔

حکمران کو اکیہا ہم اوئند
کہ با حکمش بخندند و بموئند

وہی ہیں جو ستاروں (کی سلطنت) کے حکمران ہیں جوانہی کے حکم پر چمکتے اور بجھتے ہیں

امور دین و دنیا در کفِ شاں
بجز ایزد نباشد محرم شاں

ان کے ہاتھ میں ہی دین و دنیا کے امور ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (ان کے رازوں) محرم نہیں ہے۔

کلید گنجہائے غیب دارند
بخواہند ہر کرا از ولی سپارند

وہ غیب کے خزانوں کی چابی اپنے پاس رکھتے ہیں اور وہ جسے چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں

نمی از لطفِ شاں ابر بہاری
زقہرش صاعقہ در تابداری

انہی کی مہربانی سے بہار کا بادل برستا ہے اور اس کے قہر و غضب کی کوندتی ہوئی بجلی سکون پاتی ہے؟

☆ ایک روز آپ کہیں جنگل میں گھومنے پھرنے تشریف لے گئے جبکہ دوست احباب اور خدّام گفتگو میں مصروف تھے۔ دوران گفتگو راجہ رنجیت سنگھ کا تذکرہ چھڑ نکلا ان دنوں راجہ فتح کشمیر کے ارادے سے پُونچھ کے کوہستانی علاقے میں حالت سفر میں تھا اور ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر اس کے تذکرے تھے۔

کسی نے کہا کہ راجہ رنجیت سنگھ کشمیر کے حکمران افغانوں سے شکست کھا کر واپس چلا گیا ہے اور کچھ کہہ رہے تھے کہ اس سے کچھ توپیں، بندوقیں دیگر ہتھیار اور فوج وغیرہ بھی چھین لی گئی ہے اور بے شمار لوگوں کو قتل کر دیا گیا ہے ایک نے کہا کہ اس کی جان بھی سلامت نہیں رہی ایسی ہی طرح طرح کی باتیں اور نامناسب خبریں مجلس میں جاری تھیں کہ دانائے زمانہ، مرد باحیا، فرد باصفا، بلبل بوستانِ آداب صاجبزادہ سید محمد صاحب نے دوستوں کو فرمایا کہ درست خبر معلوم کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں ایک تدبیر بتاتا ہوں کہ حضرت بابا صاحب کی آمد کا وقت ہونے والا ہے اس سارے معاملے کا راز ان سے معلوم ہو جائے گا۔ اور خواص و عوام کی بیان کردہ باتوں کا سچ جھوٹ ولی اکمل، غیب دان حضرت فریدِ زماں ہمارے مرشد و شیخ کی زبان سے واضح ہوگا چنانچہ جب آپ جنگل سے واپس تشریف لا کر اس محفل میں تشریف فرما ہوں تو ان سے اس موضوع پر مختلف سوالات یوں کئے جائیں کہ یا حضرت عوام کی زبانی یہ خبر سنی ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ شکست کھا کر اور توپیں چھوڑ کر لاہور کی طرف بھاگ گیا ہے۔ مختصر یہ کہ جب آپ محفل میں تشریف فرما ہوئے تو ایک شخص نے تدبیر و حکمت کے ساتھ بات کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا یا حضرت سنا ہے۔۔۔

ابھی یہی کلمہ اس کی زبان پر تھا کہ آپ نے فرمایا خاموش رہ! تجھے صاجبزادہ سید محمد نے جو سکھایا ہے وہ ہم نے سن لیا ہے بات یہ ہے کہ راجہ رنجیت

سنگھ کی فوج کشمیر میں محلّہ شیر گڑھی میں پہنچ چکی ہے اور فتح یاب ہوکر آرام کر رہی ہے یہ کلام سن کر سب کے شکوک رفع ہو گئے کچھ عرصہ بعد اسی طرح ظہور پذیر ہوا چنانچہ ابھی تک انہی کی عملداری وحکومت بدستور ہے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی عادت باسعادت یہ تھی کہ جس جگہ سرسوں کا تازہ وسرسبز کھیت دیکھتے وہاں سے کچھ ساگ کے پتے دست مبارک سے چُن لیتے اور جب گاؤں میں پہنچتے تو وہ ساگ کسی بیوہ یا یتیم یا غریب کو دے دیتے اور جو لیتا وہ اسے تبرک اور میوہ سمجھ کر لے لیتا اور اس سے اپنا روزہ کھولتا۔ ایک روز موضع بیام کے قریب دریا کے کنارے پر موضع جگّو میں تروتازہ سرسوں کا کھیت دیکھا جہاں سے چھوٹے بڑے، عورتیں لڑکیاں سبھی گندلیں اور پتے توڑ کر جمع کر رہے تھے آپ نے بھی انہیں دیکھ کر کسی قدر سرسوں توڑ لی۔ ایک بُڑھیا جو سرسوں کی مالک تھی وہ کرگس کی طرح جھپٹی اور دور سے ہی آپ کو پہچان کر بے ادبانہ کلمات کہتی ہوئی آپ کے پاس پہنچی اور یاوہ گوئی شروع کر دی آپ نے اس کی بدزبانی سے خدا کی پناہ مانگتے ہوئے اپنا دامن اس کے سامنے پھیلا دیا اور فرمایا کہ اپنے توڑے ہوئے پتے اُٹھا لے اور زبان سے یاوہ گوئی بند کر دے لیکن اس بے شرم و بے حیا نے بڑے گستاخانہ انداز کے ساتھ ہاتھ آپ کے دامن میں ڈالا اور پتے اٹھا لیے اور بڑے تکبر ونخوت کے ساتھ آپ سے بدتمیزی کے ساتھ پیش آئی آپ اس کی بے باکی اور بے شرمی کی وجہ سے غضبناک ہو گئے اور فرمایا یہ

سرسوں اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعے پامال ہو جائے گا اور یہ زمین جس کی ملکیت کا دعویٰ تم کرتی ہو ہرگز تیرے اور تیری اولاد کے نصیب میں نہ ہو گی اور سرسوں کی فصل قیامت تک اس زمین میں نہیں اُگے گی۔ سُنا ہے کہ (اس واقعے کے بعد) دوسرے یا تیسرے دن سکھوں کی قوم ریاست ہزارہ کی طرف سے شکست کھا کر پلٹی اور اس نے پتّن چانہ سے دریا کو عبور کر کے اسی زمین میں ڈیرے ڈال دیے اور وہ تمام فصل جڑ سے اُکھڑ گئی جبکہ اہل دیہہ بھاگ گئے تا حال وہ جگہ دوسروں کی ملکیت میں ہے اور وہ اس زمین کے مالک بن کر کاشت کر رہے ہیں اور سرسوں کا بیج اس زمین میں نہیں اُگتا۔

☆ ایک روز آپ کا کوئی عزیز مہمان آیا آپ اس سے بڑی شفقت کے ساتھ پیش آئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد دونوں ایک ہی مقام (حجرے) میں آرام فرما ہوئے اور گھر کے دروازے کو کنڈی لگا دی لوگوں میں سے کسی نے (غلطی سے) بیرونی زنجیر لگا دی اور دروازے کو باہر سے اچھی طرح بند کر کے سو گیا جب صبح صادق ہوئی ان کی آواز کسی کے کانوں میں نہ آئی بلکہ جب سورج نکلنے کے آثار ظاہر ہوئے اور ستاروں کا لشکر مکمل طور پر اوجھل ہو گیا ہر کسی نے گھر میں اسی طرح زنجیر لگی دیکھی آخر الامر لوگوں نے دروازے کو کھولا اور آپ کو تلاش کرنا چاہا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ اور وہ مہمان گھر میں موجود نہیں تھے (حالانکہ دروازے کو باہر سے اسی طرح کنڈی لگی ہوئی تھی) کچھ دیر بعد دیکھا تو آپ مہمان کو رخصت کر کے واپس

تشریف لارہے تھے۔ یہ صفتِ ابدالاں ہے کہ مجسم چیز کو غیر مجسم جان کی طرح باہر لے آتے ہیں جیسا کہ نفحات الانس میں بخوبی واضح ہے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ قبلہ زماں، قطبِ دوراں مظہر جود وسخا معدنِ صدق وصفا، مخزنِ رازہائے الٰہ حضرت سائیں ثبوت شاہ جو ملوٹ میں سکندر کی مانند تخت انداز ہیں اور لعل شہباز قلندر کے پنجہ کے ناخن ہیں ایک روز ملوٹ میں مکان شریف کے اندر اپنے تخت پر بیٹھے تھے اور بہت سے لوگ یوں حلقہ بنائے بیٹھے تھے جس طرح چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے اچانک سیاہ یا سفید بادل اُن کے سر مبارک کے برابر ہوا میں اُڑتا ہوا آیا حضرت سائیں صاحب نے فوراً عینک آنکھوں پر رکھی اور نظر اٹھا کر دیکھتے ہوئے ہاتھ باندھ لیے اور زبان سے حمد وتسبیح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سبحان اللہ وبحمدہ۔ زہے فضل اس بندہ پر اگر ہو تو ایسا ہو جو حدّ بیان سے باہر ہے۔ پھر وہ اس بادل کو دیکھتے رہے لیکن دوسروں پر یہ راز پوشیدہ رہا جب بادل دور چلا گیا اور وہ بھی پُرسکون ہو کر بیٹھ گئے تو سائلین پر اس راز کا قفل کھولتے ہوئے فرمایا کہ اس بادل پر حضرت میاں پیر بُدھو شاہ صاحب سوار ہیں ان کا یہ مرتبہ عطائے کردگار ہے جس کا شمار واحاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ آپ قدّس سرّہ نے فرمایا کہ میں کم وبیش آٹھ سال (کوہ) پنجال کی برف میں رہا اور ایک بوریا جو میں راجوری شہر سے لایا تھا اسے اپنے جسم پر ڈالا ہوا تھا اس کے علاوہ کوئی کپڑا مجھ پر نہ تھا جو سردی میں کام آسکے لیکن

میری حالت ایسی تھی کہ موسم سرما کا کوئی اثر مجھ پر نہ تھا بلکہ ایسا صبر مجھ پر غالب آ چکا تھا کہ مجھے اس موسم کی خبر تک نہ تھی۔

ابیات

آب و آتش باد و خاک اندر جہاں
زیر حکم اولیاء باشد بداں

دنیا میں پانی، آگ، ہوا اور مٹی اولیاء کرام کے حکم کے تحت خیال کر

ہر کہ باشد سربسر درویش ہو
یک بود سرما وَ گرما پیش او

وہ جو سراسر درویش ہو اس کے سامنے موسم گرما و سرما ایک جیسا ہوتا ہے

نار شد گلزار یکسر بر خلیل
سبطیاں را می شناسد آب نیل

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر آگ گلزار ہو گئی (اسی طرح) دریائے نیل کے پانی نے سبطیوں کو پہچان لیا۔

آتش عشق ست ہمچوں آفتاب
آفتاب از وی چوذرہ یا سراب

عشق کی آگ سورج (کی آگ) کی طرح ہے (بلکہ اس کے مقابلے میں) آفتاب مثل ذرّہ یا سراب ہوتا ہے

ہر کجا آں آفتاب حق بتافت
گرمی و سردی برو کی راہ یافت

جس جگہ بھی وہ آفتاب حق چمکتا ہے گرمی وسردی کب اس پہ راہ پاتی ہے (یعنی اللہ کے ولی پہ موسمیاتی اثرات نہیں ہوتے)

گر بسر ما می بلرزد مردِ راز
ور بگرمی می بسوزد در مجاز

اگر مردِراز موسم سرما میں کپکپائے اور اگرچہ گرمی مجاز میں اسے جلائے۔۔

ایں زحکمت باشد و راز نہاں
وسوسہ را راہ نمائد داوہاں

تو یہ حکمت اور پوشیدہ راز کی بات ہے اس طرف وسوسہ کو نہیں لانا چاہئے

☆ کہتے ہیں کہ تین سال کی مدت تک جبکہ بڑا قحط کا دور تھا آپ ان سالوں میں چنار کے درخت کی جڑ (تنے) میں رہے جو درمیان سے خالی (اور کھوکھلی) تھی اس کے ایک طرف سے کھڑکی کی مانند سوراخ تھا جس سے ایک عفیفہ کریمہ خاتون آٹھ پہروں کے بعد روٹی کا چوتھائی ٹکڑا پہنچا دیتی۔ اور آپ کو یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیتی۔ وہ چنار پوٹھوہار کے علاقے کلّر سیول کے موضع پلاکھر میں مشہور ہے کافی مدت تک وہ چنار برقرار رہا (لیکن) اب کچھ عرصہ ہوا کہ زمین پر گرا پڑا ہے۔

☆ ایک روز آپ راستے میں جا رہے تھے مریدان باصفا آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اچانک آپ کھڑے ہو گئے اور اُنگلی مبارک کے ساتھ (ایک بُوٹی کی طرف) اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ بُوٹی ہے جو تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔ یہ بات آپ نے تکرار کے ساتھ ارشاد فرمائی لیکن کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ تحقیق کرتا اور اسے اچھی طرح پہچان لیتا اور بوقتِ ضرورت کام میں لاتا چند نکتہ رس افراد کی موجودگی کے باوجود وہ راز مخفی رہ گیا اور کسی نے اُسے ہاتھ میں لے کر امتیاز نہ کیا اور نہ یاد رکھا آپ کی ہیبت وجلال کی بنا پر سب ہمراہیوں کی زبان بند رہی اور ہمتِ عمل شکست وریخت کا شکار ہو گئی۔

بیت

چشم بندی و زباں بندی زمرداں دور نیست
اُو ز ما مستور و ز ایشاں ہیچکس مستور نیست

مردانِ خدا کی طرف سے زبان اور آنکھوں کا بند کر دیا جانا کوئی بعید نہیں ہے وہ ہم سے پوشیدہ ہیں لیکن ان سے کوئی بھی شخص پوشیدہ و پردہ میں نہیں ہے۔

☆ ایک روز آپ تنے ہوئے دھاگے جنہیں ہندی میں تانی کہتے ہیں کو بنانے سنوارنے میں مصروف ومشغول تھے ایک شخص نے شک انگیزی کے طور پر حضرت سلطان راستاں، خواجہ مبارک آستاں، سید العارفین بے رنج، قبلہ محققین

حقیقت سنج، حضرت جناب شیخ الشیوخ شیخ فرید الدین شکر گنج چشتی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ دروازۂ بہشتی کی داستان شروع کی اور کہا کہ وہ ایسے مردِ حق تھے کہ گناہگاروں کے لیے رحمت کرتے، ان کا درِ فیض ہمیشہ کھلا رہتا ہے محروموں کو نعمتوں سے نوازتے اور بے آسرا و بے مایہ افراد پر دستِ کرم دراز کیے رکھتے ہیں اور جو بھی ان کے دروازے (میں داخل ہو کر اس) سے پاؤں باہر رکھتا ہے جنت کی نعمتوں کا اہل ہو جاتا ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ اس شخص کی یہ بات سُن کر اس کے دل کا راز سمجھ گئے اور آپ نے اس تنے ہوئے دھاگے کو اوپر اٹھا کر بلند کر دیا اور فرمایا کہ جو بھی ان تنے ہوئے دھاگوں کے نیچے سے گزرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہوگا اور دوزخ کی آگ سے امان پائے گا۔

اسی وجہ سے مؤلف مسکین کی عادت ہے کہ راستے میں جس جگہ تنے ہوئے دھاگے کو اس حالت میں دیکھتا ہے تو اس کے اوپر سے نہیں گزرتا بلکہ (حضرت الشیخ کی تانی والے دھاگے کا) تصور کرتے ہوئے اس کے نیچے سے گزرتا ہے امید قوی ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ یمن و برکت پا کر نارِ جہنم سے محفوظ رہے گا اور سلامتی پائے گا۔

☆ چند دن سے آپ شہر راجور میں گھوم پھر رہے تھے اور ان دنوں اس فقیر کے پیر صاحب کی جوانی کا آغاز اور طفولیت کا اختتام تھا جب اِن کے دل میں حضرت پیر (بدوح شاہ) صاحب کی مفارقت کا احساس پیدا ہوا اور ہجر کا غم کمال

کو پہنچا تو اُن کے متعلق پوچھتے ہوئے شہر راجور میں پہنچ کر پیر صاحب سے جا ملے ان دنوں پیر صاحب کشمیر جنت نظیر کی سیر کی تیاری کر رہے تھے۔ نمک وغیرہ اسباب سفر مہیا کئے ہوئے تھے جب اس فقیر مؤلف کے پیر (سائیں غلام محمد) جو اس پیر روشن ضمیر کے محبوب و پیارے تھے، پہنچے تو اس نازنین کو دیکھتے ہی تیاری کو معطل کر دیا اس وجہ سے کہ یہ بچہ ہے طویل سفر کی تکلیف اٹھائے گا۔ چنانچہ اس جانب (روانگی کا ارادہ معطل کر کے) واپس چل دیے اور ہمراہی بھی آپ کے پیچھے منزل بمنزل چلتے ہوئے تیسرے دن موضع " پُونہ " کے نواح میں پہنچے "پونہ فارسی باء یعنی پ کے اوپر پیش ہے واؤ پر جزم نون پر زبر اور ہ ساکن ہے" "پونہ تحصیل نوشہرہ میں ایک گاؤں ہے اور راجور شہر سے میر پور شہر میں اسی راستے سے آتے ہیں"

سر راہ ٹھنڈے بہتے پانی کی ندی ہے اس کے کنارے کھجور کے درخت کا سایہ ہے۔ دوپہر کو آرام کے لیے سب لوگ اس کے سائے میں پہنچ کر ٹھہر گئے۔ اس فقیر کے پیر و مرشد جو اُس پیر روشن ضمیر کے نازنین مُرید تھے بیٹھ کر اپنی پنڈلی اور ران مَلنے لگے جب پیر روشن ضمیر نے دیکھا تو اُٹھ کر ان کے قریب آ بیٹھے اور پیارے محبوب کی ران اور پنڈلی کو مَلنا شروع کر دیا تو دل نواز محبوب نے بڑے ناز و انداز سے فرمایا یا حضرت! آپ بظاہر تو اس غلام کے ساتھ ایسی شفقت فرماتے ہیں (اور اُٹھ کر قریب تشریف لے آئے ہیں) لیکن میری باطنی گرہ نہیں کھولتے (اور میرا اشکال دور نہیں فرماتے) لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کے

سامنے تمام زمین کا فاصلہ صرف دو نیم قدم ہے جبکہ ہم شہر راجور سے بڑی مشکلات ومصائب کے ساتھ تین دن میں پونہ کے نواح میں پہنچے ہیں۔ یہ بات سُنتے ہی بحرِ موّاج جوش میں آ گئے اور فرمایا یہ جو لوگ کہتے ہیں بظاہر تو وہ اولیاء کرام کی صفات بیان کر رہے ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ اولیاء اللہ کے دامن کی طرف دستِ اہانت بڑھا رہے ہوتے ہیں (وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ شاید) اولیاء اللہ کی قوت و ہمت بس یہی ہے کہ وہ تین قدم بڑھائیں تو زمین طے ہو جاتی ہے معاذ اللہ معاذ اللہ۔ اولیاء اللہ کو تو بہت طاقت وقوت ہے جان لو کہ یہ تمام زمین بدوح فقیر کے ایک ہی قدم کے نیچے ہے اور دوسرا قدم آگے بڑھانے کی جگہ ہی باقی نہیں۔ اور یہ قول بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ عوام الناس میں مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چودہ طبقات کا بوجھ اٹھانے کے لیے جمع کیا پھر حضرت شیرِ خدا علی المرتضیٰ نے پوری قوت لگا کر اس بوجھ کو اٹھایا اور زانو تک لے آئے۔ پس جاننا چاہئے کہ یہ بے ہودہ بات ہے اپنی دانست کے مطابق وہ لوگ حضرت شیرِ خدا کی مدح کرتے ہیں لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ مدح دراصل آپ کی شان میں عیب وقدح ہے۔ میں جو شیرِ خدا کے غلاموں کا بھی غلام ہوں سات زمین اور سات آسمان میرے ایک ہاتھ پر ہیں۔ اگر میں پردہ اٹھا دوں تو سب کو دکھا دوں، یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دست مبارک کو اوپر نیچے کیا اور یہ بات انہوں نے کئی بار کہی۔

☆ کہتے ہیں کہ آپ (ایک دفعہ) ویران وادی میں رہائش رکھتے تھے اور کچھ دن سخت بھوک، پیاس نے تنگ کیا آپ کے ہاتھ اندرائن کا پھل آیا اُس کا رنگ تازہ خربوزے جیسا تھا اسے دیکھتے ہی اس کی طرف طبیعت مائل ہوئی بھوک کے ستانے کی وجہ سے آپ نے چاہا کہ اُسے کھالیں اور قدرے تازگی حاصل کریں، دل میں آئی کہ پانی پر جا کر کھاؤں (تا کہ پانی بھی پی سکوں) چنانچہ آپ پانی کے پاس جا بیٹھے ''جو تھلن کے علاقے کلّر کہار میں ہے'' اور اس خربوزے جیسے رنگ والے پھل کو چکھا تو زہر کی طرح کڑوا اور تلخ تھا، ہاتھ میں پانی لے کر منہ تک لے گئے تا کہ پی سکیں تو وہ اس سے بھی تلخ نکلا چنانچہ نہ تو پانی پی سکے اور نہ اُسے کھا سکے اس کے باوجود چند دن یا چند ماہ اسی پانی پر گزار دیے اور اسی غذا اور اسی مشروب کی لذّت پر گزارا کرتے رہے۔

مثنوی

زہے شیر مردانِ حق بانوا
کہ با نفسِ خود بودہ اند در غزا

یہ فقراء مردان حق کیسے (طاقتور) شیر ہیں جو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں

شکم را تہی داشتہ ز آب و خورد
بآں دستبرد خود ایام بُرد

پیٹ کو پانی وخوراک سے خالی رکھتے ہیں (بھوکے رہ کر مجاہدہ کرتے ہیں) اور اس

(نفس) پر غلبہ پا کر زندگی گزارتے ہیں۔

بگوئند شش ماہ بر آں آب بود
ہماں حنظل و آبِ تلخ آزمود

کہتے ہیں کہ چھ ماہ تک اسی پانی پر گزار دیے وہی حنظل (اندرائن کا کڑوا پھل) اور کڑوا پانی پی کر گزارا کرتے رہے۔

گزشتہ برایں حال روز و شبان
رواں شد ازانجا رواں شد رواں

اسی حالت پر کئی روز و شب گزر گئے پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے

بیامد ازانجا بکوہِ ستوہ
کہ غار درندہ بُد آں پارہ کوہ

وہاں سے کوہِ ستوہ میں آ گئے اس پہاڑ میں ایک غار تھا

بجائے بدیدند رخنہ برش
کہ سہارہ گوئند ہندی ورش

وہاں آپ نے سوراخ دیکھا جسے ہندی میں سہارہ کہتے ہیں

درون رفتنش بود مشکل تمام
ولیکن بروں آمدن تنگ تام

اس کے اندر جانا بہت مشکل تھا اور باہر نکلنا بھی بہت مشکل۔

ے درو خود خزیدند چوں اژدہا
ولیکن تنش تنگ در تنگ جا

آپ اس میں سانپ کی طرح گھس گئے لیکن آپ کا جسم اس تنگ جگہ میں پھنس کر رہ گیا

ے بروں آمدن را نشد چارۂ
بماندند شش ماہ درآں غارۂ

اس سے باہر نکلنا ممکن نہ ہوا اور آپ اس غار میں چھ ماہ تک رہے

ے چو تن رشتہ سان شد درآں لاغرے
رہیدہ بروں شد زرنج درے

جب اس غار میں جسم دھاگے کی طرح پتلا ہو گیا تو آپ اس تکلیف دہ
مقام سے باہر آ گئے

ے ریاضت چنیں و دباغت چناں
نماندہ ز ہستیء خود یک نشاں

اس طرح عبادت وریاضت کر کے آپ نے خود کو پاک صاف کیا کہ اپنی ہستی کا
ایک نشان بھی باقی نہ رہنے دیا۔

ے فنا را بقا لازم آمد بقاء
بقا یافت باللہ عزّ و علا

اپنی ہستی کو مٹا دینے اور فنا کر دینے سے بقاء حاصل ہوتی ہے اور اللہ عزوجل

کی جانب سے ایسا بندہ بقاء اور دائمی زندگی پالیتا ہے۔

؎ مجبوب خود باز گفتی بسے
کہ بعد من ار با تو گوید کسے

اپنے محبوب کو پھر بس کہہ دے کہ میرے بعد اگر تو کسی سے کلام کرے

؎ کہ دیدم فلاں را فلانجا عیاں
چو مُلاں بلاحول خواندن ممان

کہ میں نے فلاں کو فلاں جگہ پر ظاہر دیکھا ہے مولوی کی طرح لاحول نہ پڑھتا رہ۔

؎ کہ مردم زہستیء خود بارہا
شدم زندۂ و رَتختم بارہا

کہ لوگ اپنی ہستی و وجود سے کئی بار زندہ ہوتے ہیں اور کئی بار ختم ہو جاتے ہیں

☆ ایک دفعہ اس مؤلف کے پیر صاحب اور کچھ دیگر فقراء حضرت سرکار دمڑیوالہ کے سلام کو آئے راستے میں میر پور شہر میں ٹھہرے اور صاحب کمال عارف باللہ سائیں ہدایت اللہ ''جن کی قبر مبارک میر پور شہر میں پیر پھاون شاہ صاحب کے قدموں کی جانب مائل بطرف مشرق ہے'' کے پاس پہنچ کر سلام کیا انہوں نے اس فقیر کے پیر صاحب سے پُوچھا کہ کون ہو اور کس جگہ سے آئے ہو؟ پیر صاحب نے جواب دیا کہ میں حضرت میاں بدوح صاحب کا طالب وغلام ہوں، غلام محمد میرا نام ہے پلیر میں میری سکونت ہے اور آستانہ عالیہ

دمڑیوالہ پیر کے سلام کے ارادے سے جا رہا ہوں ۔ ان کا جواب سن کر سائیں ہدایت اللہ صاحب نے فرمایا کہ کل تمہارے پیر (بدوح) صاحب موضع مونڈا میں دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے ۔ اور ان کے پاس سواری کے لیے گھوڑا تھا کیا تمہارے ساتھ ان کی ملاقات نہیں ہوئی اور تم نے ان کا دیدار فرحت آثار نہیں کیا اس فقیر کے پیر نے فرمایا میں نے نہیں دیکھا عارف باللہ سائیں ہدایت اللہ کی گواہی بڑی معتبر ہے (جو ان کی حیاتِ مبارکہ پر دلالت کرتی ہے، یاد رہے کہ یہ واقعہ پیر بدوح صاحب کے پردہ فرما جانے کے بعد کا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء کرام زندہ ہوتے ہیں)

☆ (ان کی حیات مبارکہ کی) دوسری گواہی یہ ہے کہ میاں محمد یار کنجد گر جو موضع پلیر میں ان کے مزار مبارک کے نزدیک رہتا تھا کسی ضروری کام کے لیے سفر کر کے شہر کشمیر میں حاکمِ وقت راجہ گلاب سنگھ کے سامنے حاضر ہوا اور اسے چند دن اس شہر میں رہنے کا اتفاق ہوا اسے ایک پنجابی شخص نے دیکھا اس سے ملاقات کی اور دونوں بیٹھ کر حُبِ وطن کی بنا پر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تمہارا گھر کس جگہ ہے، میاں محمد یار کنجد گر ساکن موضع پلیر نے بتایا کہ وہ تحصیل میر پور میں موضع پلیر کا رہائشی ہے جہاں حضرت میاں بُڈھو صاحب غوث وقت کی خانقاہ مبارک بھی ہے وہ یہ بات سنتے ہی حیران ہو گیا اور کہنے لگا یہ تم کیا کہہ رہے ہو، میاں بدھو صاحب تو زندہ ہیں جبکہ تو ان کے مزار و خانقاہ کی بات کر رہا

ہے میاں مذکور نے کہا میں ان کے مزار مبارک کا ہمسایہ ہوں، تو کیسے انہیں زندہ کہہ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا مجھے تیسرا دن ہے کہ شالا مار باغ کشمیر میں میں نے انہیں دیکھا ہے اور انہیں سلام کیا ہے، محمد یار نے کہا کہ تم انہیں کیسے پہچانتے ہو جو پکی بات کرر ہے ہو۔ اس نے کہا میں بچپن میں موضع منگلورا میں رہتا تھا اور گھریلو سبب سے زیادہ تر میں اپنی نانی کے پاس رہتا تھا، اور وہ حضرت پیر بدوح صاحب کی خادمہ تھیں اور میں بھی انہیں سلام کرتا تھا اسی لیے خوب اچھی طرح انہیں پہچانتا ہوں، چنانچہ جب (میاں محمد یار) واپس اپنے گھر پہنچا اور اس فقیر مؤلف کے پیر کو احوال بیان کیے تو ان کے فرمان پر اسے یقین ہو گیا اور اس کا شک دور ہو گیا۔

☆ آپ کے خلیفہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار راولپنڈی شہر میں تھے آپ کی عادت باسعادت تھی "اور اس کے اسرار ورموز کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا" کہ آپ بوقت زوال دوستوں سے الگ تھلگ ہو کر باہر صحرا میں چلے جاتے اور کسی کو ہمراہ نہ لے جاتے اور بعد از نماز ظہر یا بوقت ظہر واپس ہمراہیوں میں آجاتے اسی شہر (راولپنڈی) میں ہمیں جمعرات کا دن آ گیا اور آپ اس وقت صحرا میں تھے، ساتھیوں نے باہم مشورہ کیا کہ آج شاہ صاحب کے میلے کا دن ہے جبکہ آنحضرت (پیر بدوح صاحب) ہمارے درمیان نہیں ہیں ہمیں شاہ صاحب کے دربار پر چلنا چاہئے اور نیاز حاصل کرنی چاہئے انہوں نے مجھے بھی کہا میں نے جواب دیا کہ اپنے پیر کی اجازت کے بغیر میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا

البتہ جس کا دل چاہتا ہے وہ چلا جائے۔ ابھی وہ گئے نہیں تھے کہ آپ تشریف لاکر بیٹھ گئے اور عرض کئے بغیر ہی فرمایا کہ میں نے ہمراہیوں میں سے کسی کو نہیں کہوں گا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں جاؤ اور مجھے حاجت بھی نہیں ہے، اور راوی کو فرمایا کہ تجھے تو ہرگز نہیں کہوں گا کہ دوسروں کی خدمت میں جاؤ۔

غزل

ـ زہے قوتِ مرد مردانِ دیں
کہ جز حق نباشد کسے را گزیں

مردانِ دین کے بادشاہ کی کیسی خوب قوت ہے کہ سوائے حق کے کسی کے دامن سے وابستہ نہیں ہوتے۔

ـ اگر قیل و قالش بود باہمہ
مصفّا ست باطن ازان و ازیں

اگر چہ سب کے ساتھ قیل وقال (اور بات چیت کا سلسلہ رہتا) ہے (تاہم) باطن سب سے صاف وپاک ہے۔

ـ ازیں قیل و قالش ملوث مدان
تنش در جہاں بسدرہ نشیں

اس قیل وقال (اور عام افراد کے ساتھ گفتگو) کی وجہ سے یہ نہ سمجھ کہ وہ (دنیاوی

معمولات میں) ملوث ہیں (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) ان کا جسم تو اس جہاں میں ہے جبکہ ان کی جان وروح سدرہ پر قیام پذیر ہے۔

؎ اگرچہ اتحاد ست در جانِ شاں
غیور ست غیرت کنند آنچنیں

اگرچہ ان دونوں بزرگوں (میاں بدوح صاحب اور شاہ لطیف رحمہما اللہ) کی جان میں اتحاد ہے (یعنی دونوں یکجان ہیں تاہم) یوں ہی وہ غیور ہیں غیرت ووقار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

؎ کسے را کہ دل بردہ باشد کسے
برآں دلربا غیرت آرد ہمیں

جو شخص کسی کا دل لے جائے اس دلرُبا پر بھی غیرت آتی ہے

؎ چو جمعیتِ خاطر آمد مہرست
نباید پراگندہ کردن بدیں

جب کسی کا حوصلہ بڑھانے اور دل رکھنے کے لیے مہربانی وشفقت کی جائے تو اسے اس طرح پراگندہ اور پریشان نہ کرنا چاہیے۔

؎ ازاں اتحادے کہ در جانِ شاں ست
مریدے اگر دیدہ باشد قریں

وہ اتحاد جو ان کے درمیان ہے اگر کوئی مرید دیکھ لے تو (خوش ہو اور) قربت حاصل کرے

؎ ورا جائز ست از کجا میرود

کہ خرمن کند گر بود خوشہ چیں

اگر وہ خوشہ چین (اور فیض حاصل کرنے کی صلاحیت رکھنے والا) ہے تو جہاں بھی جائے اس کو جائز ہے کہ غلہ جمع کرے (یعنی فیض روحانی حاصل کرے)

؎ وگر فرق آرد میانِ دوتن

رود لیک باامر پیر مبیں

اور اگر دو جسموں کے درمیان جدائی ہو جائے تو اپنے پیر و مرشد کے حکم سے (دوسرے پیر کے پاس) جاسکتا ہے۔

؎ گر آں اتحاد نباشد بعلم

بامرش رسد نیز از پیرِ دیں

اگر ان کا اتحاد علم میں نہ ہو اپنے پیر کے حکم پر عمل کرنا چاہیے۔

؎ بجز ہر دو رفتن بود ہم بجا

خدا قادر ست ار بہ بخشد یقیں

ان دو کے علاوہ بھی (دوسروں کے پاس) جانا درست ہے اگر اللہ تعالیٰ جو کہ قادر ہے یقین عطا فرمائے۔

؎ چو آں صورتِ دلرُبا دیدہ شد

ازاں بہرہا یافت جانِ امیں

جب اس دلرُبا محبوب کی صورت نظر آئے تو امانت دار جان اس
سے فائدہ اٹھائے اور بہرہ ور ہو۔

؎ محمد اگر دید باشد شریف
ہم اُو شاہ چراغ ست ہم شاہ لطیف

اے محمد بخش! اگر اس باوقار بزرگ، مردِ حق آگاہ کا دیدار ہو وہ شاہ چراغ ہوں
یا شاہ لطیف (دونوں ایک ہی ہیں)

☆ اس طالب وفقیر مؤلف کے پیر آپ کے مطلوب ومحبوب تھے وہ فرماتے ہیں کہ آخری دفعہ آپ شہر راولپنڈی میں قیام پذیر تھے میں اور چند دوسرے فقراء ہمراہ تھے چند روز اس شہر میں گزر گئے تو ایک روز مجھے فرمانے لگے کہ جاؤ اور والدہ صاحبہ کی زیارت سے مشرف ہو، میں آپ کی جدائی کے صدمہ اور عدم زیارت پر صبر نہ کرتے ہوئے گریہ وزاری کرنے لگا تو مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے کہا کہ غم مت کھا اور جُدائی کا داغ سینے سے دور کر دے ان شاءاللہ تعالیٰ میں بھی تنہائی میں تجھ تک پہنچوں گا اور چند دن وہاں آرام کروں گا۔ جب آپ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا تو میں خاک بوس ہو کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر والدین کے دیدار پر انوار سے اپنی آنکھوں کو روشن ومنور کیا اور جنابہ مغفورہ مرحومہ کی اجازت سے خلوت میں بیٹھ گیا۔ اور آپ کے فراق کو دل میں پورے طمطراق سے جگہ دی اور آپ کی جدائی کے زخم کو صبر سے باندھ دیا اور چند دن اسی انتظار میں بسر کر

دیے کہ جناب نے وعدہ شریف فرمایا ہے۔ (لیکن) اچانک اس دارِ فانی سے حضرت کے انتقالِ جمال اور شاہد جاودانی سے وصال کی حیرت انگیز خبر اس فقیر کے کانوں میں پہنچی جس کی وجہ سے مقام قیام پر ٹھہرنے کی ہمت نہ ہوئی اس لیے خستہ حالت اور شکستہ دل لیے آہ وفغاں کرتے اور اشک ریزی کرتے ہوئے اس جانب چل دیا اور اس جگہ یہ صدمہ ظہور پذیر ہوا کہ جب پنڈی شہر میں آپ علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا تو وہ درویش جو ہمراہ تھے اس بادۂ وصال کے مست بے حس و حرکت قالب کو اٹھا کر موضع چکڑالی شریف میں آ پہنچے اور صاحبزادہ حضرت سید محمد صاحب جو آپ علیہ الرحمہ سے فیض یاب تھے کی جناب میں حاضر ہو گئے ان کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ آپ کے مزار مبارک کو کہاں بنایا جائے آخر حسب خمیر موضع منجوٹہ مبارک ''جہاں بحالت زندگی آنحضرت کی نشست گاہ تھی اور یہ گاؤں شہر بیول کے نزدیک جنوب کی طرف ہے اور اس گاؤں کے نزدیک جنوبی سمت میں توت کا وہ درخت ہے جس کے نیچے آنحضرت کی نشست گاہ بنی ہوئی تھی، وہاں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی اور چار دیواری سے آراستہ کر کے اس کے چاروں طرف تین یا چار بیگھے زمین خالی رکھ کر اس کے اردگرد پختہ خار بندی کی گئی جو ابھی تک اسی صورت میں ہے اور ایک مکان مسافروں اور مجاوروں کے لیے تیار کیا گیا اور آباد ہے اور تین بیگھے زمین مسافروں کے اخراجات وغیرہ کے لیے فراہم کر کے درویشوں کے حوالہ کی گئی ہے۔ اور ۱۳۱۳ھ تک تمام اشیاء

اپنے حال پر ہیں اور اس وقت تک دو فقیر آدمی بطور مجاور بیٹھے ہیں اور گاؤں کا رئیس مسمی نادر خاں جو آنجناب کا خادم و معتقد تھا ان مجاوروں کی خدمت کے لیے اپنے گھر سے نان و نمک فراہم کرتا رہا وہ کسی قدر (خدمت کے معاملے میں) پیچھے ہٹا تو ان فقیروں کو تاسف ہوا اور انہوں نے سردیوں کی ایک رات "جو سخت تاریک تھی" میں اس مخزن انوار الٰہی (قبر انور) کو کھول کر صندوق مبارک کو باہر نکالا اور روانہ ہو گئے اور (یہ صندوق) حضرت میاں فیض بخش صاحب کے آستانہ مبارک پر پہنچا دیا، آنجناب (میاں فیض بخش صاحب) حیات تھے انہوں نے اس فقیر کے پیر کو طلب کر کے ان کے حوالہ کر دیا وہ بصد شکر اسے اٹھا کر اپنی خلوت سرا میں لے گئے اور اس جگہ کہ جہاں فرمایا ہوا تھا رکھ دیا اور یوں وہ وعدہ کہ جو اس فقیر کے پیر کے ساتھ کیا ہوا تھا پورا ہو گیا۔ بعد ازاں وہ جگہ کہ جہاں مزار پُر انوار روشن ہویدا ہے، وہاں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

اس فقیر کے پیر امیر و کبیر زادہ تھے وہ اس مزار مبارک کے قریب حجرہ بنا کر اس میں بیٹھ گئے اور حضرت بابا فیض بخش صاحب کے مریدین میں سے دو شخص ان کی خدمت میں رہنے لگے جن کے نام میاں فقیر محمد اور میاں نیکو ہیں میاں فقیر محمد اسی جگہ فوت ہوئے اور ان کی قبر مسجد کی دیوار سے متصل لیکن نا معلوم ہے جبکہ میاں نیکو کی قبر پونچھ کے علاقے میں ہے ان کے چار بیٹے ہیں، اب تین بیٹے اس مکان شریف پر خدمتگار ہیں اور ان کے سجادہ نشین پسرِ کلاں ہیں جن کا نام سائیں نمانا ہے اور وہ موجود ہیں۔

واقعہ اُخریٰ

آنحضرت پیر بدوح شاہ صاحب نے اس فقیر کے پیر صاحب کو فرمایا کہ کافی عرصہ پہلے میں امرتسر کے تالاب پر بطور سیر گشت کر رہا تھا اس دوران ایک باجمال اور خوشحال بُڑھیا آئی اس نے مجھے ننگے پاؤں دیکھا تو چلی گئی اور بازار سے نیا جوتا لا کر مجھے پہنا دیا پھر واپس چلی گئی اور کچھ نہ کہا جب دوسرا دن ہوا میں اسی طرح پھر پا برہنہ گشت کر رہا تھا تو وہ پھر بازار گئی اور دوسرا جوتا لا کر پہنایا اور چلی گئی اسی طرح چالیس روز گزر گئے اور اس نے مجھے اس دوران چالیس جوڑے جوتیوں کے پہنائے لیکن کوئی بات نہ کی کہ یہ کیا کیا اور کہاں پھینک دیا اور نہ ہی اس نے کوئی حاجت بیان کی۔

نظم

زہے زالے چہ گوئم مرد مردست   کہ از اعراض اغراضش چوفردست

واہ کیا خوب بڑھیا ہے میں کیا کہوں وہ تو مرد ہے کہ وہ اپنے اغراض و مقاصد سے اعراض کے معاملے میں یکتا و بے مثل ہے۔

بحبّ دل نمودی خدمت خوش   خمش می آمدی میرفت خامش

جو دلی محبت کے ساتھ اس باجمال مرد کی خدمت سرانجام دیتی
خاموشی سے آتی اور چپ چاپ چلی جاتی

بہ بحر آشنائی آشنا بود دلش روشن ز نقد اولیا بود
معرفت کے سمندر سے آشنا تھی اور اولیا کرام کی توجہ سے اس کا دل روشن تھا

خدا را بند گانند آشنا دوست فدائی دوست کردہ مغز و ہم پوست
خدا کے بندوں کو دوست رکھنے والی تھی جس نے مغز و پوست (یعنی سب مال و
دولت) خدا کے دوست پر فدا کر دیا۔

گہی باشند با ہمزاد و دمساز بجز نطق زباں گوئند صد راز
کبھی ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو زبان سے
بولے بغیر سینکڑوں راز بتا دیتے ہیں

بلب بایکدگر خاموش بودند ولی از یکدگرے نوش بودند
ایک دوسرے کے سامنے لب بند رکھتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے فیض کرتے ہیں

خدایا خدمت ایشانم آموز رواکن از ایشاں فیض اندوز
اے خدا مجھے ان کی خدمت کرنا سیکھا (اور میرے لیے) ان سے
فیض اندوز ہونا روا کر دے

بقیہ حسب حال انتقال

بہ بیں دورزماں را درچہ کارست گہی چوں مہرۂ دگا ہے چومارست

دیکھ زمانے کی گردش کس کام میں لگی ہے کبھی مہرے (ایک مشہور پتھر جس سے سانپ کا زہر دور کرتے ہیں) کی طرح (شفا بخش) اور کبھی مثل سانپ ہے۔

گہے تاجے نہد بر شاخے از گل　　گہے گل ساخت در آغوش بلبل

(زمانہ) کبھی پھول کا تاج شاخ پر رکھتا ہے کبھی اس پھول کو بلبل کی آغوش میں دے دیتا ہے۔

گہے سبزہ دہاں راتیز کردہ　　بحمدِ حق شکر ریز کردہ

کبھی سبزہ مُنہ کو تیز کرتا ہے اللہ کی حمد کے ساتھ شکر ریزی (اور میٹھی باتیں) کرتا ہے

گہے آں ہر دو را سازند ہم گم　　دگر بارہ بگوید فضل او قم

کبھی وہ دونوں کو ایک دوسرے میں گم کر دیتا ہے (یعنی ان کا وجود فنا ہو جاتا ہے)
دوسری دفعہ کہتا ہے اس (اللہ) کے فضل سے اٹھ کھڑا ہو

گہے لبریز کردہ حوضے از آب　　گہے لب خشک ہمچوں ریگ پُر تاب

کبھی حوض کو پانی سے لبریز کر دیتا ہے کبھی گرم ریت کی طرح لب خشک ہو جاتے ہیں۔ (اور پانی دستیاب نہیں ہوتا)

زمانہ ایں چنیں نیز می نماید　　بدمسازاں خونریزی نماید

زمانہ یونہی نظر آتا رہتا ہے (اور) دوستوں کا خون بہاتا رہتا ہے

بہاراں راکند تاراج صرصر　　جدا سازد ز یار یار ہمسر

تند و تیز (اور زہریلی) ہوا بہاروں کو ختم کر دیتی ہے دوست سے دوست کو جدا کر دیتی ہے

شب روشن کند دیجور دیجور ز دیجوری بر آراید دگر نور

(زمانہ) روشن رات کوسخت تاریک بنادیتا ہے پھر (اسی) تاریکی سے ہی

(دوسری دفعہ) نور پھوٹتا ہے۔ (اوراجالا ہوجاتا ہے)

چناں مہر یکہ خورشیدش چو درہ ست بدست شیر نورش ہچو برہ ست

(ساری زمین پراجالا بکھیر دینے والا) وہ آفتاب جس کی ٹکیہ پہاڑ کی گھاٹی میں جا

پہنچی ہو (اور وہ قریب غروب ہوتو) اس کا نور یوں ہوتا ہے

جیسے شیر کے پنجے میں بکری کا بچہ ہو۔

نہد در زیر خاک آں گنج گوہر چنیں گوہر کہ نور اوست برتر

وہ موتی جن کا نور برتر (اوراعلیٰ) ہوتا ہے (زمانہ) موتیوں کے اس خزانے کو زیر

خاک رکھ دیتا ہے۔

بچشم دل تواں دیدن بداں نور حواس از وے بود مستور مستور

دل کی آنکھ سے اس نور کر پورے جوبن پر دیکھیں تو حواس اس سے

مستور (اور چندھیا جاتے) ہیں۔

بحال دل خوشاں ماتم رساند سلیماں را زہی خاتم رساند

(زمانہ) خوش باش دلوں کو غمزدہ کردیتا ہے اور (غمزدہ) سلیمان علیہ السلام کو

(بادشاہی اور حکومت کی) انگوٹھی پہنچا (کر خوش کر) دیتا ہے۔ (۱)

---

۱ خاتم سلیمان سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ انگوٹھی ہے جس پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے تمام مخلوقات آپ کی مطیع تھی۔

تذکرہ پیر مؤلف
حضرت سائیں غلام محمد
رحمۃ اللہ علیہ

زادۂ امیر کبیر، آمادۂ الطاف پیر روشن ضمیر، بدرِ منیر آسمانِ عشقِ اَحَد، شمس بروج حب الصمد، حضرت جناب سائیں غلام محمد صاحب بچپن میں موضع کلّر وڑ میں اپنے استاد میاں نتھو کے پاس پڑھتے تھے جو حضرت میاں حاجی (بگا شیر) صاحب کے طالب و مُرید تھے اور میاں بدوح جی صاحب قطبِ زماں مسجد میں آ کر بچوں کے استاد کے سامنے بیٹھ جاتے اور تصنیف کردہ اشعار استاد صاحب کو سُناتے اور اس صورت میں آپ جو ابجد خواں تھے محبتِ خداوندی کی لوح ملاحظہ فرماتے جب اس طرح کچھ عرصہ گزر گیا اور سات سال کی عمر میں گلشن خوبی کے اس پھول اور بوستانِ مطلوبی کے اس سرو کو محبت حق کی صرصر نے ہلانا شروع کر دیا تھا اور وہ نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ تسکین پاتے اور چھوٹی عمر میں ہی حالتِ نماز کے دوران ان کے رخسار پر آنسو اور پیشانی پر قطرات ہوتے۔

جب آہ کھینچتے تو ہر کوئی ان کے دردِ دل کی خوشبو سونگھتا اور جب گریہ و زاری شروع کرتے تو سامعین کو بے قرار کر دیتے اور ان کے لبوں پر کبھی تبسم راہ نہ پاتا اور آہ و نالہ کے سوا کسی کو کچھ نہ ملتا، جب سُنتے کہ فلاں علاقے اور فلاں بستی میں ایک کامل مرد ہے تو فوراً عزم راست کے ساتھ چُستی و چالاکی کا مظاہرہ

کرتے ہوئے اس سمت روانہ ہو جاتے گویا بُوئے جان اس جانب پہنچ گئی ہے اورعنانِ دل کو کھینچے جا رہی ہے۔آپ کے والد صاحب نے جب انکے عزم مصمّم کو دیکھا تو ایک گھوڑی ان کے لیے مقرر کر دی جسے آپ مرصّع زین سے تیار کر کے لے جاتے خدمتگار آدمی بھی آپ کے ہمراہ ہوتا اور نیاز و نذرانہ کے ساتھ اس طرف روانہ ہو جاتے اور اس بزرگ کی زیارت سے بہرہ یاب ہو کر واپس والدہ صاحبہ کی خدمت میں آتے۔

ایک خلوت خانہ گاؤں سے باہر تعمیر کیا ہوا تھا آپ وہاں چلے جاتے باطنی آگ جلاتے اور دن کو روزہ رکھتے رات جاگ کر گزارتے بوقتِ شب جونہی نیند غالب آتی صحرا میں چلے جاتے اور کوزۂ آب اپنے ہاتھ میں رکھتے جب نیند بہت زیادہ تنگ کرتی، ٹھنڈا پانی آنکھوں پہ چھینکتے جس سے نیند کسی قدر کم ہو جاتی اس کے علاوہ باریک پسا ہوا نمک بھی اپنے پاس رکھتے اور بوقتِ نیند آنکھوں میں ڈال لیتے تا کہ آنکھیں کھلی رہیں اس طرح صحرا میں چلتے پھرتے رہتے چندروز بغیر کھائے گزار دیتے جب بھوک سے تنگ آ جاتے تو سینہ پر پتھر مارتے، زاغل کا درخت'' جسے ہندی میں ''اَکّ'' کہتے ہیں اور اس کے تمام پتے وٹہنیاں نہایت تلخ دودھ سے بھرے ہوتے ہیں گویا زہر کی کوئی قسم ہے اور جسے بکریوں اور اونٹوں کے سوا کوئی حیوان نہیں کھاتا اور اگر کسی کے بدن میں اس کا دودھ بکثرت پہنچ جائے تو وہ اس کی آنکھوں کو متاثرہ کر کے نابینا بنا دیتا ہے،

آپ اس درخت کے پاس بیٹھ جاتے اور اس کے چند پتے پکڑ کر منہ مبارک میں ڈال لیتے اور اس کی کمال تلخی وزہر کی وجہ سے آپ باقی ماندہ پتوں کو ڈال دیتے اور اپنے نفس کو کہتے اگر بھوکا ہے تو اسے کھا، نفس فریاد کرتا کہ میں اس زہر کو بالکل نہیں کھاؤں گا۔

☆ ایک روز آپ امام کے پیچھے جیسا کہ بچوں کو مردوں کی صف کے پیچھے جگہ دیتے ہیں ویسے ہی مردوں کی صف کے عقب میں کھڑے تھے اور آپ کی پشت کے برابر مسجد کا ستون تھا جب امام نے بآواز بلند تکبیر کہی تو اسم ذات سُننے کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور بے اختیار آپ کا سر اس ستون سے ٹکرایا جس سے آپ زخمی ہو گئے اور کافی دیر بعد ہوش میں آئے بعد ازاں ورثا آپ کو امام کے پیچھے کھڑا کرنے سے پرہیز کرنے لگے۔ روز بروز آپ کی گریہ وزاری، خاموشی اور بے قراری میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہرگز اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ نہ ہنستے۔ اور وہ بچے جو اس نور کے کھلونے کے ہم درس تھے ان کی دردمندی سے آہ کھینچتے۔ ان کے والدین کریمین کا دل اکثر فکر مند اور آنکھیں آنسو بہاتی رہتیں کبھی کبھی والدہ ماجدہ کا دل بے قرار ہو جاتا اور وہ کچھ کھانا آپ کے قریب رکھ دیتیں اور بہزار تاکید (اور بڑے اصرار سے) کھلاتیں اور روتے روتے اپنے فرزند دلبند کا سر اور چہرہ چومتیں، انہیں دیکھ کر تازہ دم ہو جاتیں، بوقت سکرا اگر نزدیک ہوتیں تو پریشان ہو جاتیں آپ جب بھی کسی مرد حق آگاہ کے متعلق سنتے دل سے آہ نکالتے ہوئے اس طرف روانہ ہو جاتے والد

بزرگوار ہزاروں دِلاسے دیتے ہوئے گھوڑی پر سوار کراتے اور ایک خادم ان کے ہمراہ بھیج کر رخصت کرتے، ایک دفعہ ایک بزرگ کی آواز سنی کہ ''دلمّن لاوا'' اور یہ ایک شہر یا دیہات کا نام ہے اس سے مغربی یا جنوبی سمت ایک نہایت خوب وعمدہ مکان ہے وہاں ایک مردِ کامل ہیں جو شیخ صاحب کے نام سے شہرت رکھتے ہیں اور صاحبِ انوار واسرار ہیں۔ جو بھی ان کی خدمت میں پہنچتا ہے بے بہرہ نہیں رہتا، آپ بچپن کے باوجود اس سفر دراز سے بالکل نہ گھبرائے راستے میں جیسے بھی حالات کا سامنا کرنا پڑا بہرصورت شیخ صاحب کی خدمت میں پہنچے، اور اس مخزنِ اسرار کی گفتگو اور فرحت آثار دیدار سے سکون حاصل کیا کچھ عرصہ اس رشکِ جنت مقام پر رہے اور پھر بالآخر رختِ سفر باندھ کر رخصت طلب کی، حضرت شیخ نے ان مسافروں (سائیں غلام محمد اور ان کے خادم) کے حق میں دعائے خیر کی اور الوداع کیا آپ فیضِ حق حاصل کر کے گھر میں آگئے اور کچھ عرصہ والدین کے ساتھ آرام کیا یوں دوستوں کو سکون حاصل ہوا۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ میاں قلی صاحب جو موضع وٹلی میں رہائش پذیر تھے اور ان کا مزار مبارک موضع بگھام میں ہے اور اس کی پختہ عمارت بنی ہوئی ہے آپ ان کے پاس چلے جاتے اور ان کی شفقت آمیز گفتگو سُنتے وہ جو کچھ بخشتے حاصل کر لیتے اور واپس اپنی خلوت گاہ میں تشریف لے جاتے۔

☆ حویلی نام کا ایک گاؤں ہے جو حضرت سائیں سید پاہندی شاہ جلالی

کے مکان شریف کے قریب ہے وہاں ان دنوں ایک بڑے عبادت گزار اور صاحبِ زہد و طاعت مرد کامل تھے جو خاموشی سے خلوت میں بیٹھے رہتے اور دروازہ بند رکھتے نہ کسی سے صحبت و مجلس اختیار کرتے اور نہ گفتگو کرتے، سُنتے، صرف قضاء حاجت کے لیے جاتے اور کسی سے (راستے میں) بات نہ کرتے اور نہ ہی بے ہودہ کلام سماعت کرتے، ان کا نام صاحبزادہ سلطان محمد علیہ الرحمہ تھا اور آٹھ پہر بعد انتہائی معمولی سی خوراک تناول فرماتے۔ وہ ایسے آزاد اور بے تعلق تھے کہ ایک دفعہ دریائے ہل کے کنارے پر ایک گوشے میں خلوت گزیں تھے کہ آپ کی اہلیہ عفت پناہ آپ کو دیکھنے آئیں انہوں نے اپنے فرزند کو بھی بغل میں اُٹھایا ہوا تھا انہوں نے اس بچے کو والد بزرگوار کے پاس بٹھا دیا اور کہا کہ بچے کو نظر میں رکھنا میں کپڑے دھو کر آتی ہوں یہ کہہ کر وہ کپڑے دھونے میں مصروف ہوگئیں فراغت کے بعد آئیں تو دیکھا کہ بچہ وہاں نہیں ہے جب کہ جانے کی کوئی جگہ بھی نہیں۔ لاچار ہو کر آپ سے پوچھا کہ میں طفلِ معصوم آپ کے سامنے رکھ کر گئی تھی۔ فرمانے لگے کہ تو نے مجھے دیکھنے کا کہا تھا حفاظت و نگہداشت کا نہیں لہذا میں اسے دیکھتا رہا کہ وہ خود کو زمین پر گھسیٹتے گھسیٹتے دریا تک لے گیا اور دریا نے اُسے غرقاب کر دیا جبکہ میں نے قضا (کے فیصلے) میں (مداخلت اور) دست اندازی نہیں کی، آپ ایسے مردِ حق تھے کہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے چودہ سال تک خلوت میں رہے جب آنحضرت سائیں غلام محمد نوجوانی میں اولیاء کرام

کی محبت میں سرشار تھے اور ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔تو وہ ان (صاحبزادہ سلطان محمد) کی خدمت میں بھی گئے اور باہر سے ہی بلند آواز سے سلام کہا اور نیاز بجا لائے ، خوش آوازی کے ساتھ سلام کا جواب سماعت فرمایا۔ آنجناب (صاحبزادہ سلطان محمد صاحب) نے بڑے عمدہ طریقے سے انہیں جواب دیتے ہوئے مخاطب فرمایا اور ہمکلام ہوئے۔

آپ (سائیں غلام محمد صاحب اُن کے پاس آتے جاتے رہے اور) کبھی کبھی ان کی یہ پیش گوئی بھی سُنتے کہ چوہدری صاحب کا یہ فرزندار جمند بہت بلند ہمت ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا، آسمانی تائید کے ساتھ اس کی نفسانی شہوات وخواہشات مٹ جائیں گی اور آخر عمر میں آرام پائے گا اور مخلوق ہر جگہ اس سے برکات حاصل کرے گی ،لوگ (اس کی طرف دیکھ کر) کہیں گے کہ فلاں بزرگ جارہا ہے اور ان سے فیض حاصل ہوتا ہے،لوگ اس سے اپنا تعلق قائم کریں گے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے طفیل اس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوگا۔

☆ ایک بار آپ جناب عالمِ عامل ، واصلِ کامل حضرت جناب سلطان محمود صاحب کے پاس بھی گئے اور ان کی زیارت سے مشرف ہوئے اسی طرح حضرت معارف آگاہ سائیں ثبوت شاہ شاہبازی ملوٹی کی خدمت میں بھی گئے اور رات وہاں ٹھہرے۔ جناب سائیں غلام محمد صاحب کے ہمراہ میراسی بھی تھا،

سائیں ثبوت شاہ صاحب نے دونوں کا کھانا ایک ہی تھالی میں بھیجا اور عذر کیا کہ یہ فقیر کا گھر ہے اس لیے دل میں تنگی و پریشانی نہ رکھنا۔ جب رات کو سو گئے تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ بے شمار بزرگان دین کی مجلس ہے اور ان کے درمیان بطور سردار (اور صدرِ مجلس) حضرت سرکار عالی جناب دمڑی والا صاحب بڑے جاہ وجلال سے تشریف فرما ہیں اور حضرت سائیں ثبوت شاہ صاحب دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ یا حضرت جناب سرکار! یہ نوجوان چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب کا فرزندِ ارجمند ہے اور گروہ فقراء کا بے حد طالب ہے آپ اس برخوردار کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں بخوبی جانتا ہوں اور اس کو میاں بُدھو صاحب کے حوالہ کرتا ہوں۔ آپ یہ فرحت انگیز کلام سُن کر بیدار ہوئے۔ اور رخصت طلب کی (اس واقعہ سے آپ کا) عقدِ یقین محکم بلکہ مستحکم ہو گیا اور آپ دل وجان سے (پیر بدوح شاہ صاحب کے) مُرید بن گئے

☆ آپ کو قبلۂ عُرفا، کعبۂ اہل صفا، راہِ شریعت کے پابند، مقبول بارگاہِ مسجود محمد مقیم زادہ حضرت صاحبزادہ حافظ غلام محمود سموالی سے بھی سلام و نیاز حاصل تھا اور حضرت میاں سلطان مُلک نوشہروی سے بھی بہت زیادہ دوستی و محبت تھی اور کئی بار بزرگوں کی زیارت وملاقات کے لیے نوشہرہ بھی تشریف لے گئے، خود فرماتے ہیں کہ ایک بار میاں امام بخش بناہی صاحب ''جن کے اشعار اس علاقے میں مشہور ہیں اور وہ بے شمار یمن و برکت والے ہیں'' سے ملاقات کا ارادہ کیا میری

ابتدائی عمر تھی اس لیے میرے والد گرامی نے ایک آدمی کو ہمراہ بھیجا جب ایک کوس (چار ہزار قدم) کے برابر سفر رہ گیا دل بند ہو گیا اور آگے جانا مشکل ہو گیا۔ لاچار ہو کر میں کھڑا تھا جب کہ آفتاب بوقتِ عصر کو پہنچ گیا جس کی وجہ سے اس طرف جانا ممکن نہ تھا میرے ہمراہ عقلمند آدمی تھا اس نے کہا کہ ہمیں بہر حال اُن کے مکان پر پہنچنا چاہیئے تا کہ سفر کی رات بآسانی بسر کر کے صبح سویرے واپس ہو جائیں۔ اس بہانے اس مبارک آستانہ کے دروازے پر پہنچے انہوں نے بہت زیادہ شفقت و مہربانی کا مظاہرہ فرمایا اور بڑی عاجزی سے پیش آئے اور انتہائی مہربانی کے ساتھ خاطر مدارت کی، علی الصبح ہم گھر کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ جب ہم گھر کے قریب موضع ڈڈیال اور کلّر وڑ کے درمیان پہنچے وہاں بڑی کثرت میں درختوں کے جُھنڈ ہیں جن میں آدمی کا چھپنا اور روپوش ہونا ممکن ہے اسی وقت میں حیران تھا کہ اچانک حضرت جناب میاں بدوح صاحب نے میرے نزدیک السلام علیک فرمایا اور سامنے آ گئے میں ان کے قدموں پر گر پڑا تو انہوں نے میرے سر پر دست مبارک ملتے ہوئے فرمایا کہ ''ہر چند کہ تم بڑی بڑی دستاروں والے مشائخ کی خدمت میں جاتے ہو۔ جاتے رہو لیکن آخر کار میں ہی تیرا مرشد ہوں'' (یہ سن کر) دل میں سکون و قرار پیدا ہوا چنانچہ میں ان کا خادم و غلام بن گیا

☆ آپ کا استغناء و فقر ایسا تھا کہ آپ ایک بار عرس مبارک کے دن نوشہرہ شہر میں آئے اس موقع پر صاحبِ عرس کے بے شمار مریدین اطراف و اکناف

سے جمع تھے۔ حضرت جناب میاں سلطان مُلک صاحب جو صائم الدّہر رہتے تھے جب وقتِ افطار ہوا تو انہوں نے کھانا کھایا اور افطار کیا میاں سلطان صاحب اور اس فقیر کے پیر (سائیں غلام محمد) صاحب آپس میں ایک دوسرے کا احترام و توقیر کرتے ہوئے تشریف فرما تھے اور ایک دوسرے کی طبعیت سے واقف تھے۔ دونوں کا کھانا الگ الگ آیا، دونوں الگ الگ چار پائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور لقمے توڑ رہے تھے، چونکہ اس فقیر کے پیر بہت کم کھاتے تھے اس لیے چند لقمے کھا کر سیر ہو گئے تو بس کر دیا جبکہ آنحضرت میاں سلطان ملک صاحب چونکہ روزہ دار تھے اس لیے دیر سے فارغ ہوئے انہوں نے اپنی باقی ماندہ مرغن روٹیوں میں سے ایک روٹی اپنے ہاتھ سے توڑی اور اس میں سے آدھی اس فقیر کے پیر صاحب کو دے دی انہوں نے اُن سے پکڑ لی اور ایک جانب کھڑے ہوئے بھُو کے کتے کی طرف پھینک دی اُن کے خلفاء یہ حرکت دیکھ کر جوش میں آ گئے اور طعن کرنا شروع کر دیا آپ نے فرمایا میں سیر شدہ تھا اس لیے روٹی کی حاجت نہ تھی جبکہ یہ کتا بھوکا تھا میں نے حق مستحق کو پہنچا کر کون سا ظلم کیا ہے۔ حضرت میاں سلطان صاحب نے اپنے خلفاء کو عتاب فرمایا اور سرزنش کی اور وہ ماضی کی نسبت آپ سے زیادہ شفقت و مسرّت کا اظہار فرمانے لگے۔

☆ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ نے والدین کا گھر اور امیرانہ اسباب کو چھوڑا اس وقت آپ کی اُنگلیاں ناخنوں تک سنہری انگوٹھیوں سے بھری ہوئی تھیں

کانوں میں سنہری گوشوارے اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے اور گردن میں سنہری حمائل تھی اور آپ کے لیے معیّن کردہ گھوڑی بھی زیب وزینت سے آراستہ تھی (غرض آپ کی خوشحالی اور ناز ونعم ہر پہلو جھلکتا تھا) آپ نے یہ سب زیور اور زیب وزینت اور تمام اسباب، گھوڑی وغیرہ ترک کردیے اور ہر خویش و آشنا سے جدا اور الگ تھلگ ہو گئے اور مرد یگانہ بن کر اپنی محبت کی ڈور اپنے پیر یعنی بابا بدوح صاحب سے باندھ لی اور سفر وحضر میں ان کی خدمت میں حاضر رہتے اور جب آپ والدہ صاحبہ کو سلام کرنے کے لیے رخصت ہوتے چند دن تک بغیر کھائے اور بغیر سوئے اپنے حجرے میں ہر یگانے اور بیگانے سے الگ تھلگ ہو کر خلوت اختیار کرتے، روزے سے رہتے اور پھر حضرت بابا بدوح صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور ہر دم ان کے قدموں پر نظر رکھتے۔

پوٹھوہار میں ببول کے علاقے تھانہ کلّر میں منگلوٓرا نام کا ایک گاؤں ہے اس میں آپ کے خادم رہتے ہیں ایک بار آپ اس گاؤں میں تشریف لے گئے اور سیر کرتے ہوئے تالاب کے کنارے بیٹھ گئے بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ایک شخص دہی لے آیا اور اس محبوب کو دی تاکہ آپ سر کے بالوں کو دھولیں اور بال خوبصورت ہو جائیں "اس فقیر کے پیر صاحب ابتدائے جوانی کے موسم میں بڑے حسین وجمیل تھے لیکن عشق حقانی کے غلبہ کی وجہ سے آپ تن آسانی کے شائق نہ رہے اور ان علائق سے بے نیاز ہو گئے "

(خدّام کے اصرار پر) لاچار ہوکر آپ اس خوبصورت تالاب کے پانی میں چلے گئے اور سر دھونا شروع کر دیا اور گیسوئے مشکین کو کھول دیا ایک دوسرے آدمی نے دہی آپ کے سر اقدس پر ڈالا اور دھونا شروع کر دیا۔ آنحضرت (میاں بدوح صاحب) کی نظر مبارک اس جانب اُٹھی تو وہ جلدی سے اٹھے اور کپڑے سنبھال کر پانی میں آ گئے اور اس طالب صادق اور دل و جان سے عاشق کے مبارک بالوں کو ملنا شروع کر دیا (اور فرمایا) کہ میں تیرے ہمراہ ہوں تیری دلجوئی کے لیے کسی دوسرے آدمی کو مَلنے نہ دوں گا۔ جب اس کام سے فارغ ہوکر بیٹھ گئے تو ایک شخص نے سفید پوشاک لا کر حاضر کر دی آنحضرت نے جب اس نازنین، سردار خوبانِ عالمین کے حسن و جمال کو دیکھا تو کمال شفقت و مہربانی کے ساتھ وہ پوشاک پہنائی۔ جب نیک وقت ہوا تو انہوں نے تبرک و فیض سے جسم و جان کو آراستہ فرمایا تو اس محبوب (سائیں غلام محمد صاحب) پر سخت حالت طاری ہوگئی اور کئی پہر تک مدہوش، بے ہوش اور بے حس و حرکت پڑے رہے اور کافی دیر بعد حواس بحال ہوئے تو آہ و نالہ کرتے اور زار زار رو کر آنسو بہاتے اور سر خاک آلود کئے ہوئے آئے، اور اپنا چہرہ آنجناب میاں بدوح صاحب کے قدموں پر رکھ کر فریاد کرنے لگے یوں باغِ جان کی ریحانی آنسوؤں سے افزائش کرنے لگے۔

☆ بیان کرتے ہیں کہ اس حقیر کے حضرت پیر صاحب، حضرت جناب صاحبزادہ سید محمد صاحب کے ہمراہ حضرت میاں فیضو صاحب مست قلندر کی

خدمت میں گئے جو پوٹھوہار کے علاقے میں موضع چنگا کی حدود میں موجود ایک گہرے غار میں رہتے تھے۔ اور شب و روز ان پر حالتِ مستی طاری رہتی، یہ دونوں بزرگواران کی خدمت میں گئے اور ان سے ملاقات کی (جب یہ دونوں ان کی خدمت میں پہنچے) تو وہ اٹھ کر تعظیم بجالائے، صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا یا حضرت یہ کیا کر رہے ہیں کہ ہماری تعظیم کے لیے اُٹھ رہے ہیں انہوں نے جواب میں فرمایا میں کیا کروں میں شیر خاں کے سپاہیوں سے ڈر رہا ہوں اسی لیے تواضع کا مظاہرہ کر رہا ہوں، شیر خاں مغل ان کے پیر کا نام ہے جو گروہِ درویشاں کے سردار ہیں"

☆ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کی گائے دودھ نہیں دیتی تھی انہوں نے آپ کی خدمت میں استغاثہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ گائے کو کہو کہ فقیر غلام محمد تمہیں کہتا ہے کہ دودھ دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا تو وہ اسی وقت دودھ دینے لگ پڑی۔

نظم

نافذ احکام خدا بندگان   جملۂ حیوان و نباتات و کان

بندگانِ خدا کے احکام تمام حیوانات، نباتات اور جمادات پر نافذ ہیں

آتش نمرود نزد بر خلیل   منکر موسیٰ نشدہ رود نیل

نمرود کی آگ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر نہ بھڑکی اور بہتا ہوا دریائے نیل موسیٰ علیہ السلام کے حکم کا انکار نہ کرسکا

حکم خدا ہست بحکمش دروں   نافذ حکمش نہ شود کس چگوں

ان کے حکم میں ہی اللہ کا حکم ہے پھران کا حکم کسی پر کیسے نافذ نہ ہو

فاعل افعال فنا یا فتگان   کیست خبر او ای ہمہ رو تا فتگاں

کام کرنے والے (اور کارنامے سرانجام دینے والے) فنا پا گئے (آج) کس کو

انکی خبر ہے اے دمکتے چہرے والو!

قائل اقوال پسندیدگان   سمع کشا و بکشا دیدگان

پسندیدہ باتیں کرنے والے (لوگوں کے متعلق کسے علم ہے)

گوش ہوش سے کام لو اور آنکھیں کھولو

نیست بجز حق تو ندانی کہ شد   دیدۂ سر دیدۂ جانی چہ شد

حق کے سوا کچھ نہیں تو نہیں جانتا کہ سر کی آنکھیں روح کی آنکھیں کیسے ہو گئیں

(یعنی ظاہری آنکھیں باطنی آنکھیں کیسے بن گئی)

اہل فنا ہر چہ بگوید رواست   زانکہ فنا لائق سر بقاست

اہل فنا جو بھی کہیں درست ہوتا ہے اس لئے کہ فنا بقا کے راز سے آراستہ ہے

نیست بقائی کہ فناء را بود   ہست بقائے کہ بقا را بود

وہ بقا ہی نہیں جو فنا ہو جائے بقا وہی ہے جو باقی رہے

دور بماندیم ازاں گفت پیر   گفت زہے گفت کہ باشد خبیر

جو کچھ پیر و مرشد نے فرمایا اس (کو سمجھنے) سے ہم قاصر ہیں وہ جو کہتے ہیں

خوب اور درست کہتے ہیں کیونکہ وہ تو خبر رکھتے ہیں

تاب چاں ست بحیوان ہا　　　کش نشنیدہ شود از جانہا

حیوانات کو وہ کیا ہمت و قوت حاصل ہے کہ ان کی جان (باطن) سے آہ نہیں سنی گئی

گفت ستونی بشنفت آمدہ　　　ضب نشنیدی کہ بگفت آمدہ

کہی ہوئی بات تو سننے میں آنا ممکن ہے (لیکن) تم نے یہ نہ سنا ہوگا

کہ گونگی گوہ بھی بولنے لگ پڑی

سنگ گراں ست بہ نزد مکاں　　　بود فتادہ بزمیں بے نشاں

(آپکے) مکان شریف کے نزدیک زمین پر ایک گمنام بھاری پتھر پڑا ہوا تھا

گفت بدو شاہِ شہاں پیر ما　　　خیز کہ شیئیم و شوئی متکاء

ہمارے شیخ شہنشاہوں کے شہنشاہ نے اسے کہا اٹھ ہمارے لائق ہے کہ تم ہمارا تکیہ بنو

خاست رواں سنگ شد اندر زمیں　　　نصفی ازاں ماند بروں تو بہ بیں

پتھر اسی وقت زمین سے اٹھ کھڑا ہوا (اب بھی) تم دیکھ لو کہ اس کا نصف

حصہ زمین سے اوپر اٹھا ہوا ہے

خارق عادات کند خرقہاء　　　چند عروج ست بسے غرقہاء

آپکے بے شمار خوارق عادت واقعات اور کرامات ہیں جن میں سے کچھ زباں

زد عام ہیں اور بے شمار کا (لوگوں کو) علم نہیں

چوں ندہد شیر چناں گاؤ نغز　　　نغز ز بی مغز بر آرند مغز

جب اس باکمال گائے نے دودھ نہ دیا تو (آپکے حکم سے)

اس نے دودھ دے دیا

شیر کند جام مے خام را　　باز ازاں شیر دم آمد ہلا

پیالے میں بھری ہوئی خالص شراب کو دودھ بنادیا حملہ آور شیر (نے آپکو دیکھا تو)

دم ہلاتا ہوا واپس ہوگیا

شیر دہاں شجرۂ نم شہر را　　گفت شہاں نوش کند زہر را

شہر کے ہر انسان اور (حیوان) شیر درندے نے کہا کہ شاہ نے زہر کو نوش فرمایا

شیشہ لبریز ز زہر چناں　　خورد چو قارورہ شدہ حرز جاں

یونہی زہر سے لبریز جام پی لیا جیسے قارورہ حرز جان ہو۔

☆ سیر و سیاحت کے بعد حضرت بابا (بدوح شاہ) صاحب یا بابا فیض بخش صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے اور دوسری جگہ پر مصروفیت کم کری۔ جب اپنے گھر اور قبیلے سے آئے تو سنہری زیورات سے مرصع تھے۔ناخنوں تک انگلیاں رنگارنگ انگوٹھیوں سے بھری ہوئی تھیں دونوں کانوں میں سنہری گوشوارے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور گردن میں زریں حمائل تھی اور آپ کے لیے متعین گھوڑی بہت خوبصورت اور آراستہ تھی آپ نے یہ سب کچھ ترک کردیا زیب وزینت چھوڑ دی اور اون کا لباس یا سبز پیراہن پر اکتفا کر کے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں رہنا شروع کردیا۔آنحضرت (پیر

صاحب) آپ سے محبت فرماتے اوران کے ناز وانداز کو مدنظر رکھتے اوران کے ساتھ کلام لطیف کے سوا مخاطب نہ ہوتے۔

☆ ایک دفعہ میاں بہاول بخش سجادہ نشین پرصوبا نام کی ایک مسلمان عورت فریفتہ ہوگئی اس عورت کا کوئی والی وارث نہ تھا۔مول سنگھ نام کا ایک سکھ اس کا جھوٹا اور عارضی وارث بنا ہوا تھا جس نے اسے اپنی محبوبہ بنا کر اپنے زیر سایہ رکھا ہوا تھا وہ مول سنگھ بہت مالدار تھا سرداری کی وجہ سے اسے سردار کے لقب سے پکارے تھے جب وہ عورت میاں صاحب مذکور کی محبت میں گرفتار ہوئی تو اپنے گھر سے بھاگ کر آوارہ ہوگئی اس دور میں ہندو صاحب حکومت تھے انہوں نے تلاش بسیار کے بعد پل جہلم سے گرفتار کرلیا اور لے آئے اور میاں صاحب پر تہمت لگادی معاملہ حاکم وقت کے پاس جا پہنچا۔وہ حاکم چونکہ خاندان (میاں صاحب) کا معتقد تھا ترکِ ادب (کے خوف سے) آپ کے درپے نہ ہوا اس فقیر کے حضرت پیر صاحب نے یہ ماجرا سنا تو صورت حال معلوم کرنے کے لیے میر پور شہر تشریف لائے۔آپس میں (دونوں حضرات) بیٹھے تو حضرت میاں صاحب کو نرمی کے ساتھ اس بے ادبی کو ترک کرنے اور بے شرمی کے اس کام سے منع سے فرمایا۔میاں صاحب نے قسماً فرمایا کہ آں حضرت کی دو باتوں کے بعد اس جانب سے میرا دل مکمل طور پر سرد ہوگیا اور مدعیان بھی باز آگئے اور اس عورت کو پکڑ کر میرے حوالے کرنے لے آئے لیکن میرا دل اس سے ایسا متنفر ہو

چکا تھا کہ میں نے اس کی طرف توجہ تک نہ دی اور بالکل قبول نہ کیا بلکہ اسے دیکھنے سے بھی رنجیدہ وملول ہو چکا تھا۔(۱)

نظم
از حضرت میاں بخش رحمہ اللہ
مصنف کتاب ھذا

گفت ایشاں گفتہ نایدزاسخن — بارفیق ہمنشین ما وَ من

انہوں نے کہا کہ اس جیسی باتیں کہی ہی نہیں گئیں جیسی ہمارے ہمنشین رفیق کے ساتھ کی گئیں

چوں انیس بے من وما یافتی — گفت شان برگو اگر برتافتی

جب تو ہمارے غمگسار کو پائے تو اگر پھل حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان کے دامن سے وابستہ ہو جا۔

باحریفِ می ے کہنہ خوش ست — با امامِ شہر ایں مے آتش ست

میرے حریف کے نزدیک پرانی شراب بہترین ہوتی ہے
جبکہ شہر کے امام کے نزدیک یہ شراب آگ ہے

---

۱ نوٹ: اس واقعے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ معاذاللہ میاں بہاول بخش صاحب گناہ کے مرتکب ہوگئے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ گو کہ وہ بھٹک سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی بدولت اور حضرت پیر سائیں غلام محمد صاحب کی نظر عنایت سے وہ اس گناہ سے محفوظ رہے آخر بزرگوں کا سایہ عاطفت سر پر موجود تھا یہی وجہ تھی کہ متہمین مدعیانِ مقدمہ اس معاملے سے دست کش بھی ہوئے اور انہوں نے وہ عورت بھی نکاح کے لئے آپ کے حوالے کرنا چاہی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا

گفت پاکاں را اثر باشد چناں　　　دل چہ باشد سنگہا گردد رماں

اس نے کہا کہ پاکباز لوگوں کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے ابھی دل میں ہوتا ہے جبکہ پتھر طواف شروع کر دیتے ہیں

بود سنگی بس دراز و باصفا　　　گفت شاہ ما بدو خیز و بیا

ایک سخت پتھر لمبا پڑا ہوا تھا ہمارے شہنشاہ نے اسے کہا اٹھ اور ہماری طرف آ

نیم قائم نیمے اندر خاک شد　　　تکیہ گاہ آں شہے افلاک شد

(یہ سن کر وہ پتھر) نصف اُٹھ کھڑا ہوا اور نصف زمین میں رہا یوں وہ آسمانوں کے بادشاہ کی تکیہ گاہ بن گیا

ظاہر ست اندر بیا بانی کو ہے　　　نزد دربارست قدرِ یک کو ہے

دربار کے نزدیک ایک کوہ کے فاصلے پر جنگل میں ایک پہاڑ نمایاں ہے

چاردیوارست گردش برملا　　　گر نہ داری با اوراز من بین ہلا

اس کے گرد چاردیواری موجود ہے اگر تجھے پتہ نہ چلے تو مجھ سے معلوم کر

نام مہندرا آں زمیں را گفتہ اند　　　ایں حکایت چندہا بشنفتہ اند

اس علاقے کو مہندرا نام سے پکارتے ہیں یہ واقعہ بہت سے لوگوں سے سنا ہے

نیمہ زیریش ننماید کہ چند　　　نیز نماید کہ چناں پیوند و بند

اس پتھر کے نیچے والا حصہ نظر نہیں آتا چند اور پتھر بھی اس سے جڑے ہوئے پڑے ہیں جو سطح زمین پر نظر نہیں آتے

شاہ بہاء الشیر میراں پاک چوں　　　با درخت نم گفت از آموں

یوں ہی شاہ بہاء الشیر قلندر میراں پاک نے نم (نیم) کے درخت کو آزمانے کے لیے فرمایا

ہاں بیاور شیر شیریں از دروں　　　تا بنوشد ایں گروہ ماکنوں

کہ اپنے اندر سے میٹھا دودھ باہر نکال تا کہ یہاں قیام پذیر گروہ اسے نوش کرے

شیر آورد آں درخت نم زود　　　چند مدت شہر یاں بر وند سود

نیم کا وہ درخت فوراً دودھ لے آیا اور وہاں کے باشندے کافی عرصے تک اس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

☆　ایک بار اس فقیر محمد بخش کے برادر زادہ میاں حیات علی چھوٹی عمر میں بلوغت کے قریب بلکہ قدرے کم ہوں گے کہ عارضۂ تپ کی بنا پر ایسے بیمار ہو گئے کہ اطباء علاج سے عاجز ہو گئے جب بیماری کو عرصہ بیت گیا اور امید کا رشتہ ٹوٹ گیا جو دوا اور علاج بھی کیا کام نہ آیا بلکہ تکلیف میں اضافہ ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ والدین اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے اور اُن کے دل میں ہر لمحہ ان کی موت کا کھٹکا لگا رہتا، آنحضرت سائیں غلام محمد صاحب کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر دو، چار یا چھ ماہ بعد جناب پیر پیراں (سرکار دمڑی والا) کے سلام کو یہاں آتے اور جب بھی دربار معلیٰ پر تشریف لاتے سجادہ نشین صاحب اور دوسرے محبین کی محبت کے

سبب سے چندروز قیام فرماتے۔ان دنوں جب آپ تشریف لائے تو اس بیمار کی والدہ نے رو رو کر عرض حال کیا۔آپ نے اس کے گریہ وزاری پر رحم کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اپنے مکان پر جالینے دو تاکہ اپنے پیر کی جناب میں پہنچ کر عرض کروں امید قوی ہے کہ درخواست قبولیت کے درجہ کو پہنچے گی اور نا امیدی کی تاریک رات سے صبح طلوع ہوگی۔جب آپ اس مکان منور سے رخصت ہوئے تو اپنے پیر روشن ضمیر کی بارگاہ میں پہنچ کر آرام فرما ہوئے اور کچھ عرصہ بعد مبارک باد دینے کے لیے تکلیف فرما کر (دوبارہ) اس دربار شریف پر تشریف لائے اور مبارکبادی وخوشخبری دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت پیر صاحب کی خدمت میں احوال عرض کر دیا ہے میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ سرکار صاحب ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور خوش رُو مخلوق ان کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے ہے اور ان سے کچھ فاصلے پر دوسری مجلس ہے اور اس میں حضرت میاں شمس الدین صاحب سجّادہ نشین تشریف فرما ہیں اور ان کے قریب بھی اس سے قدرے کم مخلوق حلقہ بنائے بیٹھی ہے۔اور میں اس طفلِ بیمار یعنی میاں حیات علی کو دونوں ہاتھوں پہ اٹھائے بڑی امید کے ساتھ میاں شمس الدین صاحب کے حضور پرنُور میں لے کر حاضر ہوا اور بڑے عجز وانکسار کے ساتھ حال بیان کیا انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا اسے میرے پاس سے لے جا یعنی مجھ سے دور کر۔اگر کوئی دوسرا لے کر آتا تو الگ بات تھی۔لیکن تیرے ساتھ کوئی تدبیر نہیں ہے

کیونکہ تو مجھ سے ہے اور میں تو ہوں۔ جب انہوں نے بطور عتاب یہ فرمایا تو میری طبیعت بھی مچل گئی اور میں نے کہا میں اس بچے کو آپ کے پاس لایا ہوں لیکن آپ قبول نہیں فرما رہے یہ سرکار عالی جناب بیٹھے ہوئے ہیں میں ان کی خدمت عالی شان میں چلا جاتا ہوں اور ان کی نظر رحمت سے اس بچے کے والدین کے دل سے غم ختم کر ڈالوں گا۔ جب انہوں نے یہ سنا تو فرمایا لے آؤ تجھ جیسے عزیز کے لحاظ کی وجہ سے اس برخوردار کی تکلیف مجھے پسند نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ شفایاب ہو جائے گا۔ اور تیری یہ مہم سرانجام پائے گی۔

اس کے بعد وہ علیل شفا پا کر چاند کی طرح دمک اُٹھا۔

☆ جب میرے والد محترم جناب حضرت میاں شمس الدین صاحب سرکار بزرگوار کے سجادہ نشین اور صاحب دستار تھے تو آنجناب کے ایسے نازنین تھے کہ زبانِ قلم وقلمِ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے چنانچہ جب انہوں نے اس دارِ فنا سے دار بقا کی طرف رحلتِ سفر باندھا اور ہُدہُدِ جان نے اس قفسِ (دُنیا) کو توڑ کر اوجِ بقا کی طرف پرواز کا ارادہ کیا تو انہوں نے آپ کے سامنے فرمایا کہ سرکار عالی جناب کی درگاہ عالیہ کی دیوار مبارک کے اندرونی طرف آب جُو (پانی کی ندی نالی) کی خرابی وخلل بہت زیادہ ہے (اس لیے) مجھے اس سے باہر" کہ (اب) جس جگہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پختہ موجود ہے " وہاں دفن کیا جائے تو چنانچہ ایسا کیا گیا۔

☆ اس مؤلف کے برادرِ خورد میاں علی بخش جو اس وقت نابالغ تھے انہوں نے سرکار عالی جناب کو حالتِ خواب میں دیکھا کہ خوش ہو کر فرما رہے ہیں کہ شمس الدین کو کس شخص نے وہاں دفن کیا ہے۔ (میاں علی بخش) نے یہ کلام مبارک سنا تو اس کی ہیبت سے بیدار ہوئے اور بڑے بھائی بلکہ سبھی اپنوں کو یہ خواب سُنایا تو وہ حیران ہوئے اور انہوں نے یہ واقعہ اس حقیر کے پیر حضرت غلام محمد صاحب تک پہنچایا انہیں بھی اس واقعہ سے حیرانی ہوئی حتیٰ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے خواب مبارک دیکھا اور اس درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین کی خدمت میں پہنچ کر اپنا خواب سناتے ہوئے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے حضرت میاں صاحب یعنی اپنے پیر قبلۂ عارفین، زبدۂ واصلین حضرت میاں بدوح صاحب کو دیکھا جو مغرب کی جانب سے قلعۂ منگل کے راستے پر آرہے ہیں اور ایک شکاری شہباز ہاتھ پر بٹھائے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام وآداب کے بعد پوچھا کہ یا حضرت! حیات ظاہری اور دنیا کی زندگی میں تو آپ کی یہ عادت نہیں تھی جب کہ اب آپ شکاری باز کو دستِ مبارک پر رکھے ہوئے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے اس باز کو نہیں پہچانا میں نے عرض کیا کہ میں نہیں پہچان سکا، تو انہوں نے وضاحت کی کہ یہ باز شمس الدین ہے اور یہ ایسا بہادر شہباز ہے کہ اس کا ثانی کوئی نہیں جس جگہ پنجہ مار دے ہرگز ہرگز خالی نہیں جاتا۔ چنانچہ یہ خواب سن کر سبھی دل وجان سے خوش ہوئے۔

نظم
از میاں محمد بخش رحمہ اللہ

خوابِ خاصاں راہداں چوں خواب ماں   خواب شاں بیداری ست و مغز جاں

اللہ کے خاص بندوں کے خواب کو اپنے خواب کی طرح خیال نہ کر (کیونکہ)

ان کا خواب بیداری اور زندگی کا مغز ہے

عالم ایں ممتنع را سائر اند   زانکہ بر ہر عالم ایشاں دائر اند

(بندگان خداہی) اس ممتنع عالم (دنیا) کو چلانے والے ہیں

اس لیے کہ ہر عالم کا دارومدار اسی پر ہے

خواب را ہمچوں بہانہ آورند   تیر خود را بر نشانہ آورند

خواب کے لیے اسی طرح بہانہ لاتے ہیں اپنے تیر کو نشانہ پر لگاتے ہیں

لوحِ محفوظ دل شاں حاضر است   آں ولی بروے ہمہ را ناظر است

دل کی لوح محفوظ ان کے سامنے موجود ہوتی ہے اور وہ ولی اسی

(لوحِ دل) پر سب کو دیکھتے ہیں

نیز دیوانی شہء زیر و زبر   کہ بموضع راٹھیاں دارد قبر

ہر ادنیٰ و اعلیٰ (اور پست و بالا) کے بادشاہ کی مسند عدالت یعنی

قبر انور موضع راٹھیاں میں ہے

چوں بحقانی شہء عالیجناب   شد مقابل کردش آنشہ ایں خطاب

جب وہ حقانی شہنشاہ عالیجناب درخت کے سامنے پہنچے تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا

کزپے درویش ما شیری بیار صد ہزاراں مرد باوے بود یار

کہ ہمارے درویشوں کے لیے دودھ لاؤ سینکڑوں ہزاروں

لوگ آپ کے ساتھ تھے

بادرختی گفت شیر آور بروں کہ بود خوش شیر شیریں بہ زچوں

ایک درخت سے فرمایا دودھ باہر نکالو جو خوش شکل اور شیریں دودھ ہو

(بلکہ) اس سے بھی بہتر ہو

شیر از اصلِ شجر آمد بدر جملہ خوردند و بماند آں دیرتر

چنانچہ دودھ درخت کی جڑ سے نکلنے لگ پڑا سب نے پیا اور

کافی عرصے تک یہ دودھ آتا رہا۔

☆ راجۂ راجگان مہاراجہ رنجیت سنگھ جو پنجاب سمیت پشاور سے کشمیر تک کا حاکم و امیر تھا بڑا صاحبِ جاہ و حشمت اور اپنے زمانے میں ثانی نہیں رکھتا تھا۔ ایک دفعہ چند امراء و وزراء اور ملک کے رؤسا کے ہمراہ میر پور کے راستے پر جا رہا تھا دریائے جوکھ کو عبور کر کے آپ کے مکان عالیشان پہ آیا اور مکان شریف کے احاطہ کے باہر سواری سے اتر پڑا اور کنویں کے کنارے پر بوہڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور ایک وزیر جس کا نام حکیم عزیز الدین تھا اسے کہا کہ ان (سائیں غلام محمد صاحب) کے کسی محرم کو بھیجو جو فقیر صاحب کو لے کر آئے اور میرے دل کو

سکون ملے۔ وزیر عزیز الدین جو خود کو فقیر کہتا تھا اس نے روسائے میر پور میں سے ایک رئیس قاضی نور احمد کو بھیجا کہ وہ اس فقیر کے آشنا اور عقلمند آدمی ہیں۔ قاضی صاحب نے آپ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ سرکار (حاکم) احاطے کے باہر بیٹھے ہیں اور حضور کو یاد فرماتے ہیں اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو بڑا احسان ہوگا الغرض قاضی صاحب ہزار حیلے وسیلے سے آپ کو باہر لے آئے مہاراجہ نے جب آپ کو دیکھا ادب بجا لا کر آپ کو اپنے قریب بٹھایا (اسی دوران) اچانک مہاراجہ کی نظر اس عظیم مسجد پر پڑی جو آپ کے والد بزرگوار نے تعمیر کروائی تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس مسجد کا ایک منارہ موجود ہے جبکہ دوسرا منارہ ٹوٹ کر نیچے گرا پڑا ہے۔ اس نے اہل مجلس سے پوچھا کہ اس مسجد کی بنیاد کس نے رکھی ہے جو اتنی عظیم الشان ہے اور اس کی بزرگی اس سے عیاں ہے۔

اہل مجلس نے بیان کیا کہ اس بزرگ فقیر کے والد بزرگوار چوہدری غلام مصطفیٰ جو مسلمان راجوں کی طرف سے اس تحصیل میر پور کے عامل تھے اور مسلمانوں کے بعد ہندوؤں کی طرف سے بھی یہی چوہدری صاحب اس علاقے کے نامور حکمران ہوئے۔ جب رعایا سے بہت سے بقایا جات و ٹیکس قابل وصولی ہو گئے تو سردار حکما سنگھ آیا اور وہ تمام بقایا جات (جو کہ ظالمانہ تھے) اس چوہدری صاحب سے طلب کئے انہیں مشکل در پیش ہوئی تو وہ اس علاقے سے فرار ہو کر پوٹھوہار کے علاقے میں چلے گئے اور اس سردار سے ملاقات نہ کی تو اس سردار نابکار نے

اس خانہ مبارک کی خرابی کا آغاز کیا اور ایک منارۂ مبارک توڑ ڈالا یہاں تک کہ بہت سے معتبر اور معزز لوگوں نے بصد عاجزی وتضرّع اسے اس کام سے روکا۔

یہ ماجرا سن کر اس نے جناب فقیر (سائیں غلام محمد) صاحب سے پوچھا کہ کس قدر رقم درکار ہوگی کہ اس منارے کی از سرِ نو تعمیر ہو سکے آپ نے فرمایا کہ اس کام کے لیے تقریباً چالیس روپے کافی ہوں گے۔ مہاراجہ نے کہا فقیر مرد تعمیر و عمارت کا خرچ کیا جانیں تقریباً دوصد روپیہ بلکہ اس سے بھی زیادہ خرچ ہوگا یہ سُن کر آپ جوش میں آگئے اور فرمایا اس سے پہلے یہ ہمارا ہی تعمیر کردہ ہے نہ کہ تم نے اسے بنایا تھا، اگر ہم نہیں جانتے تو کیا تو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ مہاراجہ آپ کی یہ بات سن کر مسکرایا اور معذرت چاہتے ہوئے جس قدر آپ نے فرمایا تھا اس کے مطابق (رقم) نذر کی اور شرط ادب بجالاتے ہوئے رخصت ہوا۔ آپ نے وہ تمام رقم خرچ کر کے مینار مبارک کی مرمت کروائی جو ابھی تک قائم ہے اور سرخ پختہ اینٹیں اور چونا جو زائد تھا وہ پیر روشن ضمیر کی (درگاہ کی) چار دیواری اور دربار عالیہ کی مسجد پر لگوا دیے۔

☆ آپ کے اخلاق حمیدہ کا شمار ممکن نہیں۔ آپ انتہا درجے کے راست گو، بغایت نرم خُو تھے، حتی المقدور یتیموں کی دل جوئی فرماتے۔ خوبصورت و خوشنما، بلند ہمت اور فقر و فاقہ پر خوش رہنے والے تھے۔ تلخ حاجات پر پریشان نہ ہوتے رضائے الٰہی پر خوش وخرم رہتے۔ متکبر کی صحبت سے دور اور نا اہلوں کی دوستی

سے نفور تھے۔ ریا و دکھلاوے کو قریب نہ پھٹکنے دیتے۔ اور اصلاح و تعمیر کے کسی پہلو پر لحاظ کا مظاہرہ نہ کرتے اور کسی قسم کی رو رعایت نہ فرماتے۔

☆ ایک دفعہ میاں فیض نامی آپ کے ایک پیر بھائی جو درویش منش تھے۔ بیت اللہ شریف پہنچے اور مناسک حج بجا لا کر اس نعمت عظمٰی سے مشرف ہوئے اور حصولِ فیض کے بعد واپس تشریف لائے تو اپنے پیر (حضرت میاں بدوح صاحب علیہ الرحمہ) کے مزار شریف پر حاضر ہوئے اور اس فقیر کے پیر سائیں غلام محمد صاحب کے پاس تشریف فرما ہوئے اور بڑی محبت کے ساتھ تمام احوالِ سفر بیان کئے اور فخر کا اظہار کیا آپ نے فرمایا کہ اس بیتِ اقدس کے دریچوں اور سوراخوں کو دیکھا لیکن اگر محبوب حقیقی نے دروازہ نہیں کھولا تو کیا مزا۔

بیت

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو

خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم

اے آہ و زاری کرنے والے اور الحاج والتجاء کے بادشاہ تو مجھ پر اپنے (تقدس و پاکیزگی) کے جلوے نہ بکھیر تو نے تو صرف گھر دیکھا ہے جبکہ میں خانہ خدا کو دیکھ چکا ہوں۔

☆ حضرت سید امام شاہ صاحب جو آپ کے پیر کے مرید (یعنی آپ کے پیر بھائی) تھے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت خواجہ شیخ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کے دن وہاں گیا مخلوق دروازہ شریف (بہشتی

دروازہ) سے بڑی تکلیف کے ساتھ گزر رہی تھی میں دروازے کی دونوں لکڑیاں (یعنی چوکھٹ) مبارک پکڑ کر دروازے کے باہر کھڑا تھا (اور گزرنا ہی چاہتا تھا) کہ مجھے خیال آیا کہ اگر میرا پیر بہشتی ہوگا تو میں جنت قبول کروں گا ورنہ میں جنت کو قبول نہیں کروں گا (یہ سوچ کر) میں دروازے میں سے نہ گزرا اور واپس آ گیا جب انہوں نے یہ ماجرا اپنے پیر روشن ضمیر کے ساتھ صدق ومحبت کی کمالیت کے اظہار کے لیے اس فقیر کے پیر سائیں غلام محمد صاحب کو سُنایا تو انہوں نے فرمایا کہ پیر روشن ضمیر کی نسبت یہ کیسا اعتقاد ہے کہ ان کے جنتی ہونے کے متعلق شک کا اظہار ہو رہا ہے یہ کیسی برخورداری وحق گوئی ہے اور کیسی نکتہ رسی ہے؟

☆ آپ کا معمول تھا کہ رات کو ہمنشینوں کے ساتھ صحبت ومجلس کے بعد کچھ دیر آرام فرماتے پھر ہر وقت آنکھیں کھلی رہتیں دوبارہ نہ سوتے صبح تک اپنے صاحب ومالک کا نام تسبیح (سبحہ مبارک) کے ساتھ پڑھتے رہتے اور آہ وزاری کے ساتھ گریہ کناں رہتے ایک روز آپ کی وہ تسبیح مبارک گم ہوگئی۔ ہر چند جستجو کی لیکن ہاتھ نہ آئی۔ کپڑے، چارپائی اور بستر وغیرہ ہر چیز کو دیکھا لیکن نہ ملی چند دن اسی طرح گذر گئے ایک رات دل تنگ ہو کر دیوار مبارک کے باہر مغرب کی جانب کھڑے ہو کر اپنے پیر صاحب کو مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ اگر اس رات میری تسبیح نہ ملی تو میں بہنی میں سائیں طالب حسین جلالی کے پاس جا کر ان کا طالب بن جاؤں گا (یہ کہہ کر) جب رات کو سوئے تو لحاف کا دامن مبارک اپنے

ہاتھ سے درست کیا تو تسبیح ہاتھ میں آ گئی اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ کہاں سے اور کیسے ہاتھ میں آئی۔ ہزار ہزار دفعہ الحمد کہتے ہوئے اس قول سے توبہ کی، یُوں اولیاء اللہ کی کرامات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

مثنوی

زہے نا زنینی کہ نازش برد   چنا ں شاہ شاہاں و بازش برد

واہ کیسے خوب نازنین ہیں جن کی نازنینی اور کھیل کو دشہنشاہوں کے شہنشاہ نے ختم کردی

بہر برزخش ایں چنیں نازنین   بدنیا و عقبیٰ ہماں نازنیں

ایسے نازنین جو برزخ میں بھی صاحب ناز ہیں اور دنیا و آخرت میں بھی نازنین ہیں۔

کسے را کہ دستِ خدادوست یافت   دگر دست اُو را کہ تاند بتافت

جس کو اللہ تعالیٰ کے ولی کا ہاتھ میسر ہو گیا وہ کسی دوسرے ہاتھ کو اہمیت نہ دے گا

سرش زیر ظل ہمائی خداست   نجائے خطاو نہ جائے جفاست

اور اس کا سر اللہ تعالیٰ کے ہما کے زیر سایہ ہے (جس کی بدولت) نہ غلطی کا امکان ہے نہ ظلم کا مقام ہے۔

کسے کش بود مادرش مہرباں   چہ بہتر ازاں و چہ بہتر ازاں

جس کی ماں مہربان ہو اس کے لیے اس سے بہتر و افضل اور کیا ہو سکتا ہے۔

ولی خدا چوں بود مہرباں نگہداردش از جفائے کساں

اللہ کا ولی جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس کو لوگوں کے ظلم سے محفوظ رکھتا ہے۔

خدا دوست را بندہ باید شدن بہ پیشش بہشتی نشاید شدن

جو خدا کے دوست کا غلام بن جاتا ہے اس کے سامنے جنت کی کوئی اہمیت نہیں

زہے دوستیء خدا دوستاں کہ از شورہ خاکی کند بوستاں

اللہ کے دوستوں کی دوستی کیا خوب ہے جو نا قابل کاشت اور شوریدہ زمین سے باغ اگا دیتی ہے۔

زہے تاب آں مہر مہر آزموں کہ سنگ سیاہ یافت لعل اندروں

اس آزمائے ہوئے آفتاب کی روشنی کیسی عمدہ ہے کہ جو سیاہ پتھر کے اندر بھی لعل کو دریافت کر لیتی ہے۔

چو شاخے بشاخے پیوست خوب برآورد برخوش مفرح قلوب

جب شاخیں (نئے پتے نکالتے ہوئے) خوب ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں تو خوبصورت اور دلوں کو خوش کرنے والے پھل باہر نکال دیتی ہیں۔

بہ پیوند شاہاں کرا لائق است ازو یافتہ ہر کرا فائق است

شہنشاہوں کے ساتھ نسبت کسے لائق ہے جو خوش قسمت اور فائق و اعلیٰ ہو تو وہی یہ نسبت حاصل کر سکتا ہے۔

چوخوشدل شدآں مردِ حق از کسے   کسے شد کسے شد اگر بدخسے

جب وہ مردِ حق کسی پر خوش ہوجاتے ہیں تو اگر نکما بھی ہو تو انسان کامل بنادیتے ہیں

خسے راکند باغ جنت نظیر   اگر ابر رحمت ببارد زپیر

اگر پیر رحمت کی بارش برسادے تو وہ گھاس پھوس کو جنت نظیر باغ بنادیتی ہے۔

زہے پیر من پیر راہِ رشاد   کہ یابد ازو بیمرادی مراد

میرے شیخ راہ رشدوہدیت کے بہترین ہادی ہیں جن سے

بے مراد بھی مراد پالیتا ہے۔

بصبر و بحلم و بشکر و رضاء   بستاریٔ حال و ترکِ ریا

آپ صبر، حلم، شکرورضا سے آراستہ ہیں (اوراپنی بےخودی، وجد، عشق ومحبت اور طاقت وقوت کی) حالت کو چھپانے اور ریا کو ترک کرنے والے ہیں۔

ندیدم چناں مرد ز اہل زماں   خدایا بمن داریش مہرباں

اہل زمانہ میں سے میں نے کوئی اپنے شیخ ایسا مرد کامل نہیں دیکھا

اے اللہ ان کو مجھ پر مہربان رکھ۔

بلطف و کرامت بحلم و حیا   بحق شاغل و فارغ ازماسوا

مہربانی، کرامت، بردباری، شرم وحیا سے مزیّن ہیں حق میں محو اور ماسوا سے فارغ ہیں (یعنی ذکر خدا میں مصروف اور دوسری ہر چیز سے بے نیاز وعدیم الرغبت ہیں)

بشوق الٰہی ہوا سوختہ   بصدق ارادت فنا توختہ

عشق الٰہی سے اپنی خواہشات کو ختم کرنے والے ہیں اور عزم وارادے کی
صداقت سے مقام فنا حاصل کر چکے ہیں

فنا را بقا لازم آمد بقاء بقایافت باللہ بعد از فناء

فنا کو بقاء ودوام لازم آتا ہے اس لیے (فنافی اللہ ہو جانے والا)
فنا کے بعد بقاء باللہ پالیتا ہے۔

بہ تکلیم خوش چوں شدی درفشاں خوش آں آمدی سمع جانرا خشاں

جب اپنی خوبصورت کلام کے موتی بکھیرتے ہیں تو جو بھی سنتا ہے خوش ہوتا ہے

زگفتار شاں سمع سیری نداشت کسے درجوابش دلیری نداشت

ان کی گفتگو سے کان سیر نہیں ہوتے (بلکہ اور سننے کی تمنا کرتے ہیں) اور کوئی بھی
اس کے جواب (اور مثال) کی ہمت نہیں رکھتا۔

کلامے کہ جام محبت بدی دل وجاں ازاں ست چوں می بدی

آپکا کلام تو محبت کا جام ہوتا ہے دل وجاں ان سے تسکین پاتے ہیں۔

کلامے صحیح و صریح و فصیح چگونہ بود سیری از وی ملیح

آپکا کلام صحیح واضح اور فصیح وبلیغ ہوتا ہے اس سے انسان سیر کیسے ہوسکتا ہے۔

خوشا سیرت و صورت خوشنما تبسّم خوشا بود عقدہ کشا

آپکی سیرت کیسی عمدہ اور صورت کتنی خوشنما ہے اور آپکا (مسحور کن) خوبصورت
تبسّم عقدے واشکال دور کردیتا ہے۔

تبسّم تکلّم ہم آمیختہ زہے شیر وشکر بہم ریختہ

آپکا تبسم تکلم آمیز ہوتا ہے یوں جیسے دودھ اور شکر باہم ملے ہوئے ہوں۔

بافعالِ ظاہر نمودی ہمام بباطن درش بود ایزد تمام

ظاہری کاموں کے اعتبار سے آپ عام لوگوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں جبکہ باطنی طور پر آپ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اور سچے موتی ہیں۔

بخواب اندرش بود بیداریٔ چہ بیداریٔ بلک ہوشیاریٔ

آپکی نیند میں بیداری ہوتی ہے بلکہ بیداری کیا ہوشیاری ہوتی ہے۔

راچوں گرفت ست دست ازکرم چہ غم دارم ارچہ بعیب اندرم

جب آپنے اپنے کرم سے میرے ہاتھ کو پکڑلیا ہے تو مجھے کیا غم ہے اگرچہ مجھ میں عیب ہیں۔

زعیم ثواب آورد آشکار اگر مہرباں شد بوقتِ شمار

اگر بوقتِ حساب آپ مہرباں ہوگئے تو (آپکے ذمہ کرم کی بدولت) میرے عیب نیکیوں کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

گر از من نیامد سزا خدمتے خدایا ز بندہ دعا خدمتے

اگر میں انکی کوئی خدمت نہیں کرسکا تو اے خدا یہ بندہ عاجز انکی خدمت کے لیے دعا کرتا ہے۔

خدایا بجوبیش دار خوش درآں بارگاہ وفا کار خوش

اے اللہ مجھے انکی محبوبی میں خوش رکھ اور اس بارگاہ ذی قدر کا بہترین وفادار بنا۔

بناز و نعم در بر یار خوش　　بمقعد کہ باشد سزاوار خوش

اپنے خوبصورت ولی کو اپنے دربار عالی میں ناز و نعم کے ساتھ ایسی جگہ عطا فرما جو اس خوش بخت کے لائق ہو۔

بجانان جاں خوش روانش رساں　　تنش راہم اندر جنانش رساں

اپنے اس خوبصورت بندے کو بہشت میں پہنچا اور آپکے جسم اقدس کو جنت میں پہنچا۔

بریں بندہ بیکسے ناتواں　　ہمیشہ کنش مہرباں مہرباں

اور اس بے کس کمزور بندے پر ہمیشہ آپکو مہرباں و کریم رکھ۔

بیارانِ خود میرساند مرا　　ازاں مجلسے مے چشاند مرا

اور اے پروردگار مجھے اپنے دوستوں کے پاس پہنچادے اور مجھے انکی مجلس و صحبت کا ذائقہ عطا فرما۔

اگرچہ نیم در خورِ آں مقام　　شفاعت گرم پیر بادا مدام

اگرچہ میں اس جگہ کے لائق نہیں ہوں پھر بھی مجھے ہمیشہ اپنے پیر کی متحرک و سرگرم شفاعت عطا فرما۔

چوآں مہرباں شد نگہبان من　　بیابد اماں از خلل جان من

جب وہ مہربان میرے نگہبان ہو گئے تو میری جان نقصانات سے امان پالے گی۔

چناں ساترِ حال و کاشف قلوب　　زہے ساترِ عیب و غافر ذنوب

آپ حال کو چھپانے والے دلوں کے بھید کھول دینے والے ہیں اور کس قدر عیوب کو چھپانے اور غلطیوں سے درگزر فرمانے والے ہیں۔

زہے ابر بخشش زہے مہر تاب　　بمسکینی اندر شہے کامیاب

اس کامیاب بادشاہ کی بخشش کا بادل اور روشن آفتاب اس مسکین پر کیا خوب (مہربان) ہے۔

بیاران یک دل وفا کار بوذ　　زشرّ حسد کار صبّار بود

دوستوں کے ساتھ یکدل اور وفادار رہو حاسد کے شر پر خوب صبر کرنے والے بن جاؤ۔

مقام رضا باقضا یافتہ　　بفضل خدا خود فنا یافتہ

آپ نے اختیار کے ساتھ تسلیم ورضا کا ایسا مقام پایا جو قضا وقدر سے متصف ہے اور آپ نے اللہ کے فضل سے مقام فنا پالیا۔

ہمیں ست سرّ الی اللہ یقیں　　بقا یافتہ سیر الی اللہ بیں

یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کا راز ہی ہیں کہ آپ اللہ کی راہ پہ چلتے ہوئے بقا پا گئے۔

قدم زد بسیر من اللہ باز　　خمش اے محمد مکن ترکتاز

اللہ کی طرف جانے کے لیے پھر قدم اٹھا اے محمد بخش (رحمہ اللہ) خاموش ہو جا اور ہلہ بازی نہ کر۔

☆ آپ تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے رخت باندھ کر تختِ رحلت پر جا بیٹھے۔ جب وقتِ نزع قریب آیا تو فرمایا کہ میری چار پائی اٹھا کر گھر کے احاطہ سے باہر لے چلو اس وقت آپ میں اس قدر قوّت جسمانی نہیں تھی کہ خود بخود اُٹھ سکتے یہ بندہ (مؤلف کتاب) اُٹھا کر بٹھاتا تھا۔ آپ کے فرمانِ خاص پر ہم چار پائی کو اٹھا کر احاطے سے باہر میدان میں لے گئے اور وہاں رکھ دی۔ ہم دو آدمی تھے چوہدری اشرف مرحوم اور یہ بندہ مغموم (میاں محمد بخش)۔ (پھر) ہمیں فرمایا کہ کسی پردے والی جگہ پر چلے جاؤ ہم چلے گئے لیکن غافل نہ ہوئے (بلکہ آپ کی طرف توجہ رکھی) جب ہم دونوں اوجھل ہو گئے تو آپ خود بخود اٹھ کر بیٹھ گئے اور کچھ دیر تنہائی میں بسر کر دی پھر ہمیں بلایا جب ہم آئے تو آپ کو چار پائی پر بیٹھا ہوا پایا ہم نے چار پائی گھر کے اندر لا کر رکھ دی بعد ازاں کچھ سانس لیے اور اس مسکین کو فرمایا اللہ پاک تجھے برکت دے پھر خاموش ہو کر کلمہ شریف پڑھتے ہوئے بروز پیر جب کہ رات کا ایک پہر باقی تھا بتاریخ ۲۲ ہاڑ ماہ شمسی اور ۲۱ ذیقعد ۱۲۷۴ھ ہجری کو آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ کی قبر مبارک دیوار مبارک کے اندر دروازہ اقدس کے نزدیک اس طرح ہے کہ آپ کا سر مبارک آپ کے پیر صاحب کے قدمین مبارک کے برابر مغربی جانب ہے۔ دونوں مزار مبارک، فرش اور دیوار مبارک پختہ ہے۔

نظم تاریخیہ

محمد عیاں سال ہجری شمار
ہزار و دو صد بود و ہفتاد و چار

اے محمد بخش! (آپ کی رحلت کے) سال کو بارہ سو چوہتر ہجری شمار کر

خدایا ہماں جسم و جانِ نکو
سپردم بتو و سپردم بتو

اے خدا! اس نیک جسم و جان کو میں نے تیرے سپرد کیا، تیرے حوالے کیا

خدایا با آں جسم و جاں زیں کساں
سلامم رسان و سلامم رساں

اے خدا ! اس شخص کے (پاکیزہ) جسم و جاں کو ہمارا سلام پہنچا دے۔

تـــــــــــمّـــــــــــت

۲۹ ماہ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ بمقام سموال کتاب مکمل ہوئی۔

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۶/اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ ترجمہء کتاب اختتام کو پہنچا۔ الحمد لله علی ذالک

وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد وعلیٰ آله وصحبه وسلم

محمد منور نورانی

تذکرہ مقیمی

امام عارفاں، شاعر حقیقت، مصنف سیف الملوک حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف میرپور آزاد کشمیر کی نادرونایاب فارسی تصنیف ہے جس کا مکمل اردو ترجمہ پہلی دفعہ آپکے ہاتھوں میں ہے۔ تذکرہ مقیمی میں حضرت میاں صاحب نے اپنے عظیم خانوادہ کے اسلاف، مشائخ اور بزرگوں کے احوال وآثار بیان کیے ہیں۔ ان اصحاب طریقت کے احوال و مناقب کے بیان میں انتہائی خلوص، صاف گوئی اور حقانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے روحانی اخلاق وآداب کا درس دیا ہے۔

طریقت ہمیں اخلاص، عاجزی، انکساری، تقویٰ وپرہیزگاری، اخلاق و مروّت، احترام آدمیت، شرعی احکام و اسلامی تعلیمات کی پابندی کا درس دیتی ہے۔ ہمیں صرف کرامات، خرق عادت واقعات اور اشعار وانا شید پڑھ کر سر دھننے کی بجائے اس میں بیان کردہ اصلاحی پیغام کو قلب وروح میں جگہ دیتے ہوئے اتباع شریعت وطریقت کا عملی نمونہ بھی نظر آنا چاہیے جو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی کا حاصل ہے۔

میاں ذوالفقار احمد قادری

ریڈچ _ U.K

BY:ZIA NOORANI
0333-4190041
Zianoorani@yahoo.com

ناشر :: میاں محمد بخش اکیڈمی ___ ریڈچ U.K